توضیح القرآن

سُورَۃُ البَقَرَۃِ

رکوع ۲۱ —— تا —— آخر سورت

شیخ محمد اقبال ایم اے

علمی کتاب خانہ ★ اردو بازار ★ لاہور

Marfat.com

۲۹۷٫۱۶
ث ۳۱۵۲
22236

روح نے چھیڑا نغمۂ پیہم
صلی اللہ علیہ وسلم

حاجی سردار محمد نے پنجاب آرٹ پریس سے چھپوا کر مرکزی کتب خانہ اردو بازار (جیمبر سٹریٹ) لاہور سے شائع کی

Marfat.com

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
رزق طیب	۸
حلت و حرمت	۱۱
حق پوشی کی سزا جہنم ہے	۱۵
بِر	۱۹
قصاص	۲۶
وصیت	۳۳
صیام (روزہ)	۴۳
دُوسرے کا مال مارنا آگ پھانکنے کے برابر ہے۔	۴۷
حج کی اہمیت اور غلط رسوم کی بیخ کنی	۴۹
کفار سے جنگ	۵۰
جہاد	۵۸
انفاق فی سبیل اللہ	۶۳
احسان	۶۴
حج کے چند احکام	۶۷ و ۷۵
اخلاص و اطاعت کی تاکید	۸۳
سرکشی گمراہی کا موجب ہے ورنہ راہِ ہدایت روشن ہے۔	۸۹
جہاد میں بھلائی ہے	۹۵
ماہِ حرام کا احترام اور ضرورتِ جہاد	۹۹

Marfat.com

عنوان	صفحہ
میسر (جوا) خمر (شراب)	۱۰۲
مشرکین سے رشتۂ نکاح حرام ہے	۱۰۹
احکام حیض	۱۱۲
یمین (قسم)	۱۱۴
طلاق	۱۲۶
ایلاء	۱۲۹
خلع	۱۳۱
عدت	۱۳۵
رجعت	۱۳۶
شیرخواری کی ذمہ داری	۱۴۲
عدت وفات	۱۴۶
طلاق اور ادائے مہر	۱۴۹
محافظت نماز	۱۵۰
بیوی کے لئے وصیت	۱۵۳
موت سے فرار نہیں	۱۵۵
طالوت کا بادشاہ ہونا	۱۶۱
طالوت کا جہاد	۱۶۷
آیت الکرسی	۱۰۷
موت وحیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے	۱۸۳
سود	۲۰۸
مداینت (ادھار خرید وفروخت کی تحریر)	۲۱۶
ایمان۔ اطاعت۔ عجز و دعا	۲۲۲

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا

اے لوگو کھاؤ اس سے جو میں زمین حلال پاکیزہ

اے لوگو! زمین میں جو کچھ ہے اس سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ

وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

اور نہ پیروی کرو قدم شیطان (کے)

اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو

اَکَلَ اس نے کھایا۔ یَاکُلُ وہ کھاتا ہے کُلْ تو کھا اِتَّبَعَ اس نے پیروی کی۔ تَتَّبِعُ تو پیروی کرتا ہے لَا تَتَّبِعْ تو پیروی نہ کر۔ لَا تَتَّبِعُوْا تم پیروی نہ کرو خُطْوَۃٌ چلنے کے وقت قدم کا فاصلہ۔ خُطُوَات جمع ہے۔ اِتَّبَعَ خُطُوَاتِہٖ اس کے قدموں کی پیروی کی۔ اس کے قدم بہ قدم چلا۔

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۱۶۸)

یقیناً وہ تمہارا دشمن واضح

یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ

صرف وہ حکم دیتا ہے تمہیں ساتھ برائی اور بے حیائی

وہ تمہیں برائی اور بے حیائی ہی کو کہتا ہے

فَحْشَاء بہت قبیح بات۔ بڑی برائی۔ بے حیائی۔ بخیلی

Marfat.com

وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (١٦٩)

اور کہ تم کہو پر اللہ جو نہیں تم جانتے ہو

اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور جب کہا گیا ان کو اتباع کرو جو نازل کیا

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اس کی جو نازل کیا اللہ نے

قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا

بولے بلکہ پیروی کریں گے جو پایا ہم نے اس پر آباء ہمارے

(تو) وہ کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم پیروی کریں گے اس کی جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا

اَلْفٰی اس نے پایا اَلْفَيْنَا ہم نے پایا اِلْفٌ مصدر ہے

اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْــًٔا

کیا اور اگر تھا (تھے) آباء ان کے نہیں وہ سمجھتے ہیں کچھ

تو (بھلا) کیا چاہے ان کے باپ دادا کچھ نہ سمجھتے ہوں؟

وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ (١٧٠)

اور نہیں وہ ہدایات پاتے ہیں

اور ہدایت پر نہ ہوں؟

Marfat.com

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ

اور حالت جو کافر ہوئے مانند حالت جو چلاتا ہے

اور حالت ان کی جنہوں نے کفر کیا اس کے حال کی طرح ہے جو چلا کر پکارتا ہے

ینعق کی شرح کے لئے دیکھو آیت ۱۷۱ نَعِیْقٌ گڈریے کی آواز ریوڑ کے لئے ۔ یہ لفظ اسی معنی میں آتا ہے ۔

بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً

کو جو نہیں سنتا سوا بلانا اور پکارنا

اس کو جو صرف بلانے اور پکارنے کی آواز کو سنتا ہے

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٧١﴾

بہرے گونگے اندھے پس وہ نہیں سمجھتے ہیں

وہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں پس وہ نہیں سمجھتے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ

اے جو ایمان لائے کھاؤ سے طیب چیزیں

اے جو ایمان لائے ہو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے

طَيِّبَةٌ: پاکیزہ چیز جمع: طَيِّبٰت اطولی

مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ

جو دیں ہم نے تمہیں اور شکر کرو لئے اللہ

جو ہم نے تمہیں دیں اور اللہ کا شکر ادا کرو

اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

اگر تم ہوئے اسے ہی پوجتے ہو

اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو

تفسیر آیت ۱۶۸ —— ۱۷۲

رزقِ طیّب

رزق کی پاکیزگی اور اخلاقی طہارت لازم و ملزوم ہیں۔ جو شخص اس بات کی احتیاط نہ رکھے کہ اس کا رزق حلال ہے اس سے اخلاق کے دیگر شعبوں میں بھی احتیاط کی توقع نہیں ہو سکتی۔

حلال اسے کہتے ہیں جس کی شرع میں اجازت ہے۔ اور "طیّب" اس کو کہیں گے جو پاکیزہ اور خوشگوار ہو۔ مسلمان کے لئے وہی چیز پاکیزہ اور خوشگوار ہو سکتی ہے جس پر شرعی بندش نہ ہو۔

حرام رزق کی بے شمار خرابیاں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے انسان کا دل تیرہ ہو جاتا ہے۔ حلال رزق دل کو نرم اور گداختہ کرتا ہے۔ اور اس میں کیف و سرور پیدا کرتا ہے۔ جو دل نرم ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے مہر و محبّت سے معمور رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے دل سے اٹھی ہوئی دعا کو شرفِ قبول بخشتا ہے۔ حرام خور کی دعا پر التفات نہیں کرتا۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے ایک دفعہ فرمایا کہ تو اپنے رزق کو پاک رکھ، تیری دعا ہمیشہ قبول ہوگی[1] آپؐ کا ارشاد

[1] شرح اربعین نووی از ابن حجر۔

ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے کپڑے میں نماز پڑھے جس کی قیمت کا دسواں حصہ بھی حرام ہو تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔[1]

رزقِ حلال کی طلب کا نیکی اور حیاداری سے گہرا تعلق ہے۔ اس کے برعکس رزقِ حرام کے رستے برائی اور بے حیائی کی طرف لے جاتے ہیں۔ شیطان بار بار ان رستوں کی طرف بلاتا ہے۔ شیطان کی پیروی سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے سب احکام پر ایمان لانا فرض ہے۔ جس طرح حرام رزق کو حلال سمجھنا کفر ہے اسی طرح حلال رزق کو حرام گرداننا بھی شریعت سے بغاوت ہے۔ بعض مذاہب کے پیروؤں نے جائز اشیاء کو بھی اپنے اوپر حرام قرار دے دیا ہے۔ قرآن حکیم اس طرزِ فکر سے منع کرتا ہے اور تلقین فرماتا ہے کہ رزقِ حلال کو بے شک استعمال کرو۔ آیت ۱۷۲ میں اہلِ اسلام کو فرمایا ہے کہ تمہیں اجازت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے رزق سے حلال چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا قولاً اور عملاً شکر ادا کرو۔ یہ بات اس کی علامت ہوگی کہ تم اسی کی بندگی کرتے ہو۔ جو شخص حلت و حرمت کے بارے میں الٰہی احکام کو تسلیم نہیں کرتا وہ سرکش ہے۔ بعض لوگ زبان سے تو شریعت کو مانتے ہیں لیکن اس کے احکام کو جاہلانہ ہٹ دھرمی سے طرح طرح کے بہانوں اور تاویلوں کے ذریعے بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اپنے فیصلوں کے بارے میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ الٰہی احکام ہیں۔ ان کو ایسی باتیں شیطان سکھاتا ہے۔ چنانچہ آیت ۱۶۹ میں اسی طرف اشارہ کرکے فرمایا ہے۔ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ مراد یہ کہ شیطان تمہیں تلقین کرتا ہے کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے یعنی جاہلانہ تاویلوں سے باطل کو حق ثابت کرنے کی کوشش کرو۔

اس غلط اندیشی کی ایک نمایاں مثال یہود کے ہاں ملتی ہے۔ وہ شیطانی احکام کو الٰہی احکام ظاہر کرنے میں بہت دلیر تھے۔ ان کو جب قرآن حکیم کا یہ پیغام سنایا گیا کہ حلت

---

[1] نزہۃ المجالس، باب الصلوات

Marfat.com

وحدت کے بارے میں احکام الٰہی کی پیروی کرو تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جن باتوں کا رواج ہمارے باپ دادا کے وقت سے چلا آتا ہے انہیں کیسے ترک کریں۔ یہود کا مدعا یہ تھا کہ اگر یہ باتیں اللہ کی طرف سے نہ ہوتیں تو ہمارے بزرگ انہیں اختیار نہ کرتے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر ان کے باپ دادا جاہل اور بے ہدایت ہوں تو کیا جب بھی وہ ان کی پیروی کریں گے۔ مراد یہ کسی بات کی درستی کا ثبوت یہ نہیں ہو سکتا کہ فلاں قوم اس پر عمل کرتی ہے بلکہ پوری کی پوری قوم کا عمل بھی جبھی روا قرار دیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جواز حاصل ہو۔ غرض اس لئے کسی بات پر اڑ جانا کہ اس پر ہمارے باپ دادا کا یا فلاں قوم کا عمل ہے اہلِ خرد کا شیوہ نہیں۔ یہود گمراہی پر اس قدر پختہ ہو چکے تھے کہ انہوں نے عقل و خرد اور بینائی سے کام لینا ترک کر دیا تھا۔ صدائے حق ان کے لئے صدا بہ صحرا ہے۔ گویا گلّہ بان کی آواز ہے جو بھیڑ بکریوں کے کانوں میں پڑتی ہے لیکن وہ اس کے مطلب سے بے خبر ہیں حق کے معاملہ میں وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ

صرف	حرام ٹھہرایا	تم پر	مردار	اور	خون	اور	گوشت	خنزیر (کا)

(اللہ نے) یہی حرام ٹھہرایا تم پر، مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت

وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ج

اور	جو	پکارا گیا	اوپر	اس کے	لئے	غیر

اور وہ جس پر (کلمہ) بولا گیا غیر اللہ کے لئے

اِہلال	اصل میں بلند آواز سے پکارنے کو کہتے ہیں
اَہَلَّ	بلند آواز سے کہا، پکارا
اُہِلَّ	پکارا گیا، بولا گیا۔

(...ن نووی)

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ

تو۔ جو مجبور ہوا غیر نافرمان اور نہ حد شکن

تو جو مجبور ہوا نافرمان اور حد شکن نہ ہوتے ہوئے

اِضْطَرَّ مجبور کیا اُضْطُرَّ مجبور کیا گیا بَغٰی (۱) طلب کیا (۲) فساد کیا (۳) نافرمان ہوا بَاغٍ یعنی باغی فاعل ہے۔ عَدَا حد سے نکلا عَادٍ فاعل ہے۔

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ

تو نہیں گناہ اوپر اس کے

تو اس پر کوئی گناہ نہیں

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۷۳)

یقیناً اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا

یقیناً اللہ مغفرت کرنے والا ہے، رحم کرنے والا ہے

تفسیر آیت ۱۷۳

حلّت و حُرمت

سابقہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ طیّب اشیاء کے کھانے کی عام اجازت ہے لیکن غیر طیب ممنوع اور حرام ہیں۔ آیت زیر نظر میں بعض ایسی حرام چیزوں کا تعین کر دیا گیا ہے جنہیں قبل اسلام کے عرب بہت رغبت سے کھاتے تھے۔ اہل اسلام کو ان سے محترز رہنا چاہیے یہ اشیا مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مُردار ——— عرب میں مُردار مرنے والے جانوروں کے کھانے کا عام رواج تھا۔

Marfat.com

کوئی جانور گر کر یا دم گھٹ کر یا لاٹھی وغیرہ کی ضرب سے مرجاتا تو سے پاکیزہ جان کر کھا جاتے تھے۔

۲۔ خون ——— مشرکین عرب منجمد خون کو بڑے شوق سے گھی یا چربی وغیرہ میں تل کر کھاتے تھے۔

۳۔ خنزیر

۴۔ غیر اسلامی ذبیحہ ——— ذبیحہ وہی حلال ہوتا ہے جسے اسلامی طریقہ سے ذبح کیا گیا ہو۔ اگر اس کو ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے تو حرام ہو گا۔ اگر یہ ذبیحہ بتوں وغیرہ کے چڑھاوے کا ہو تو جب بھی حرام ٹھہرے گا۔

مندرجہ ذیل بھی قرآن و حدیث کی رو سے حرام ہیں:

۵۔ ناجائز کمائی ——— سورۂ مائدہ کے پہلے رکوع میں حرام اشیاء کی ایک اور قسم کا بھی ذکر ہے یعنی وہ کھانا جو جوئے کے طریقہ سے تقسیم کیا گیا ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر قسم کی ناجائز کمائی کا رزق ممنوع ہے۔

۶۔ شراب ——— قرآن حکیم نے شراب کو بھی حرام اور ناپاک قرار دیا ہے۔

۷۔ شکاری جانور ——— پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلت و حرمت کی مزید وضاحت فرمائی ہے۔ اور ہر قسم کے شکاری جانوروں کے بارے میں فرمایا کہ حرام ہیں۔

آیت زیر نظر میں تخصیص ہے کہ جو شخص مجبور ہوا نافرمان اور حد شکن نہ ہوتے ہوئے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر بھوک کا اس قدر غلبہ ہو جائے کہ جان جانے لگے تو اس انتہائی مجبوری کی صورت میں بعض حرام اشیاء کے استعمال کی بھی اجازت ہے لیکن فقط اسی قدر کہ زندگی بچ جائے۔ حد سے نہیں نکلنا چاہیے۔ یہ تلخ شعور ہو کہ میں ایک غیر طیب چیز کو منہ میں ڈال رہا ہوں۔ اگر لذت کا احساس ہوا اور جان بوجھ کر زیادہ کھایا جائے تو نافرمانی ہو گی۔ آیت میں باغ کا لفظ آیا ہے۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک نافرمان اور دوسرے طالب یا خواہاں یعنی لذت کا خواستگار۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ

یقیناً جو چھپاتے ہیں جو اُتارا سے کتاب

یقیناً جو لوگ چھپاتے ہیں (وہ) جو اُتارا اللہ نے کتاب سے

وَ یَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا

اور بدلہ میں لیتے ہیں عوض اس کے دام کم

اور اس کے عوض حقیر دام (سودے) میں لیتے ہیں

اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ اِلَّا النَّارَ

وہ نہیں کھاتے ہیں وہ میں پیٹ ان کے سوا آگ

وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ (کی خوراک) ڈالتے ہیں

بَطْن پیٹ بُطُوْن جمع ہے

وَ لَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

اور نہیں کلام کرے گا ان سے اللہ روز قیامت

اور اللہ قیامت کے روز ان سے کلام نہیں کرے گا

کَلَّمَ کلام کیا یُکَلِّمُ کلام کرے گا

وَ لَا یُزَکِّیْہِمْ ۚۖ وَ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۰۶﴾

اور نہ پاک کرے گا انہیں اور لئے ان کے عذاب دردناک

اور نہ انہیں پاکیزہ کرے گا ان کے لئے دردناک عذاب ہے

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى

وہ | جو | سودے میں لی | گمراہی | عوض | ہدایت

وہ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی سودے میں لی

وَ الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ

اور | عذاب | عوض | بخشش

اور مغفرت کے بدلے عذاب

فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿١٧٥﴾

تو | وہ کیا ہی ثابت قدم ہیں | پر

تو وہ آگ پر کیا ہی ثابت قدم ہیں

فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (۱) اگر تعجب کے لئے ہو تو ترجمہ حسب بالا ہوگا۔

(۲) اگر استفہام برائے توبیخ ہو تو ترجمہ یوں ہوگا۔

تو کس چیز نے انہیں آگ پر ثابت قدم کردیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اور اردو کے مستند ترجمہ نگاروں نے اس جملہ کو تعجب کے لئے لیا ہے اس لئے میں نے بھی اسی کے موافق ترجمہ کردیا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

وہ | بسبب | کہ یقیناً | اللہ | اتاری | ساتھ | حق

یہ اس لئے ہے کہ یقیناً اللہ نے حق کے ساتھ کتاب نازل کی

اس کتاب کو ٹھیک ٹھیک جیسا تھا۔ اشرف علی تھانوی)

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ

اور یقیناً	جو	اختلاف کیا انہوں نے	میں	کتاب

اور یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کتاب میں اختلاف کیا

لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝

ضرور	میں	مخالفت	دور

وہ ضرور دور کی مخالفت میں ہیں

یعنی ایسے حریف ہیں جو تم سے بڑی مخالفت رکھتے ہیں۔

تفسیر آیت ۱۷۴ —— ۱۷۶

حق پوشی کی سزا جہنم ہے

یہود حلت و حرمت کے بارے میں اپنی بداعتدالیوں کو حق ثابت کرنے کے لئے آباؤ اجداد کی مثال کو سہارا لیا کرتے تھے۔ انہوں نے کتاب اللہ کو نظر انداز کر دیا تھا۔ دنیا کی حرص نے انہیں اس قدر دیوانہ کر رکھا تھا کہ حلت و حرمت کے احکام ہی کو نہیں بلکہ کتاب اللہ کے سب احکام کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

کتاب اللہ کو عوام سے پوشیدہ رکھنے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً:

اس کی تعلیمات پر پردہ ڈالنا

آیات میں کمی بیشی یا ردّ و بدل کرنا

عبارت کو دیدہ دانستہ غلط معنی پہنانا

علمائے یہود خیانت کے ان کرشموں کے خالق تھے۔ انہوں نے عوام کو جاہل رکھ کر

Marfat.com

مذہبی اجارہ داری قائم کی ہوئی تھی اور خوب مال بٹورتے تھے۔

اسلام کے دین سے غداری کر کے جو متاع پیدا کی جائے وہ ہیچ ہوتی ہے۔ قرآن حکیم نے اسے ثَمَنًا قَلِيلًا یعنی حقیر دام کہا ہے۔ یہ فانی اور وقتی مال جلد یا بدیر ہاتھ سے نکل جائے گا۔ حرام مال کھانا گویا آگ پھانکنا ہے۔ اس کا ثبوت اوّل تو اسی دنیا میں ورنہ کل قیامت کو مل جائے گا۔

رزقِ حرام کل روحانی خرابیوں اور باطنی غلاظتوں کا سرچشمہ ہے۔ ناپاک رزق کھانے والے لوگ کبھی صاف دل اور پاکیزہ اخلاق نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انہیں راندۂ دربار کرے گا۔

حرام و حلال کے قواعد واضح ہیں۔ ان کی خلاف ورزی کی سزا بھی قرآنِ حکیم میں صاف صاف بتا دی گئی ہے۔ اب بھی جو شخص کتابُ اللہ کی ہدایات کو مسخ کر کے مالِ حرام کا طلب گار ہوتا ہے وہ اپنے لئے دوزخ میں ٹھکانا بناتا ہے۔ ایسے لوگوں کو کس چیز نے دوزخ کی تیاری پر ثابت قدم کر دیا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ دنیوی متاع ہیچ اور چند روزہ ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ

تمہارے	منہ	تم موڑو	کہ	نیکی	نہیں

نیکی یہی نہیں کہ تم منہ موڑو

اَلْبِرَّ خبر ہے لَيْسَ کی۔ اَنْ تُوَلُّوْا کو اسم سمجھا جائے گا

قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ

مغرب	و	مشرق	طرف

مشرق اور مغرب کی طرف

Marfat.com

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

اور لیکن نیکی جو ایمان لایا ساتھ اللہ

بلکہ نیکی یہ ہے کہ کوئی ایمان لائے اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج

اور یوم آخر (پر) اور فرشتوں (پر) اور کتاب (پر) اور انبیاء (پر)

اور یوم آخر پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور انبیاء پر

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى

اور دیا مال باوجود محبت اس کی والے قرابت

اور مال کی محبت کے باوجود اسے دے قرابت داروں کو

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ لا

اور یتیم اور مسکین اور مسافر

اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور راہگیروں کو

وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ج

اور سوالیوں (کو) اور میں گردنیں

اور سوالیوں کو اور گردنوں کی (آزادی) میں

سَاَلَ سوال کیا

سَائِل سوال کرنے والا، مانگنے والا

رَقَبَة گردن — رِقَاب جمع ہے

Marfat.com

وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ

اور قائم کی | نماز | اور دیا | زکوٰۃ

اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے

وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا

اور ایفاء کرنے والے | ساتھ عہد | ان کا | جب | عہد باندھا انہوں نے

اور جب وہ عہد باندھیں تو اپنا عہد پورا کرنے والے

اَوْفٰی عہد پورا کیا مُوْفِی ایفاء کرنے والا عَاهَدَ کسی کے ساتھ عہد باندھا۔

وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ

اور ثابت قدم[1] | میں | مالی سختی | اور بدنی سختی | اور وقت | جنگ کی سختی

اور ثابت قدم رہنے والے مالی سختی میں اور بدنی سختی میں اور جنگ کی سختی کے ثبت

بَاْسَاء مالی سختی (بیضاوی) مثلاً تنگ دستی، محتاجی، فقر و فاقہ

ضَرَّاء بدنی سختی مثلاً مرض وغیرہ (بیضاوی) یہ سَرَّاء اور نَعْماء کی ضد ہے۔

بَاْس قوت اور بہادری کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہاں مراد ہے زور جنگ۔

بَاْس اور بَاْسَاء کا مادہ ایک ہی ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا

وہ | جنہوں نے | سچ کر دکھایا

(یہ) وہ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا

[1] نصب علی المدح

Marfat.com

وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾

اور	وہ	وہ	تقویٰ رکھنے والے

اور وہ تقویٰ رکھنے والے ہیں

تفسیر آیت ١٧٧

یہود اور نصاریٰ عبادت کی رُوح کو ضائع کر چکے تھے۔ ظاہری رسوم ہی کو کمال دین سمجھتے تھے۔ اپنی بے روح عبادت پر بڑے نازاں تھے، اور انہی کو نجات کی ضمانت سمجھتے تھے اور مزید نیکی کو غیر ضروری جانتے تھے۔ آیت زیر نظر میں ان کے اس پندار کی طرف اشارہ ہے۔ یہود کا قبلہ مغرب کی سمت اور نصاریٰ کا مشرق کی سمت تھا۔ ان کو بتایا گیا ہے کہ نیکی صرف مشرق و مغرب کی طرف رخ کرنے میں محدود نہیں بلکہ بہت وسیع چیز ہے۔ اس کے ہمراہ عقیدہ کی صفائی اور عمل کی پاکیزگی کی بھی ضرورت ہے۔ کھوکھلی عبادت کا کوئی فائدہ نہیں۔

اگرچہ اس آیت میں نصاریٰ اور یہود کے قبلوں کی طرف اشارہ ہے لیکن اس کا درس مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔ جب تک خلوص اور بِرّ نہ ہو ہماری عبادت بے ثمر ہے۔

بِرّ

بِرّ ایک جامع لفظ ہے۔ اس کا دائرہ عقائد، عبادات، معاملات اور حسن اخلاق سب کو محیط ہے۔ بِرّ کے لئے اردو میں نیکی کا لفظ آتا ہے۔

قرآن حکیم اور کتب حدیث کے صفحات نیکی کی تلقین اور تاکید سے لبریز ہیں۔ اسلام کی نگاہ میں یہ نیکی ہی ہے جو صادق اور منافق میں امتیاز پیدا کرتی ہے۔ آیت زیر نظر میں صاف بتایا گیا ہے کہ فضیلت کا معیار بے لوث اور پُرخلوص بِرّ ہے۔ جناب ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ نیکی ہی جنّت کی راہ دکھاتی ہے (مسلم)

آیت زیر نظر میں بِرّ کے جو اجزاء بتائے گئے ہیں ان کے تین شعبے ہیں: عقائد، عبادات اور حسن اخلاق۔

Marfat.com

۱۔ عقائد۔ بنیادی عقائد پانچ ہیں جنہیں اجزائے ایمان کہتے ہیں۔ ان کا ذکر چوتھی آیت کی تشریح میں گزر چکا ہے۔

آیت زیر نظر میں کتاب کا لفظ بطور اسم جنس آیا ہے۔ مراد قرآن اور وہ سب الہامی کتب ہیں جو قرآن سے قبل نازل ہوئیں۔

۲۔ عبادات۔ عبادات میں سے یہاں صرف نماز اور زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔ روزہ اور حج کے مذکور نہ ہونے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے تک فرض نہ ہوئے تھے۔

۳۔ حسن اخلاق۔ اس کے ضمن میں مندرجہ ذیل اعمال کا ذکر ہے:

(۱) اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

اس موضوع پر انفاق فی سبیل اللہ کے عنوان سے آیت ۳ کی تفسیر میں بحث گزر چکی ہے۔ البتہ آیت زیر نظر میں مندرجہ ذیل الفاظ کی وضاحت ضروری ہے۔

عَلٰی حُبِّہٖ۔ علمائے تفسیر کے نزدیک اس کے تین مفہوم ہو سکتے ہیں:

اول: اللہ کی محبت میں۔ دوم: مال و دولت کی محبت کے باوجود یعنی خود اس کی حاجت رکھتے ہوئے کسی دیگر حاجت مند کو دے ڈالنا۔ سوم: انفاق کی رغبت سے۔ یعنی جب اللہ کی راہ میں خرچ کریں تو انہیں خوشی حاصل ہو۔

ذَوِی الْقُرْبٰی۔ قربیٰ وسیع لفظ ہے۔ اور اس میں مجلسی قربت یعنی دوستی بھی آجاتی ہے۔

یَتٰمٰی سے مراد وہ یتیم ہیں جو ابھی نابالغ ہوں۔

مَسٰکِین جمع ہے مسکین کی۔ مسکین اس نادار کو کہتے ہیں جو معذور ہو یا کام سے قاصر ہو۔

ابْنُ السَّبِیل کے معنی مسافر ہیں۔ ہر مسافر کی ضرورت بھر مدد کرنی چاہیے۔ اور اس کی راحت و آسائش کا خیال رکھا جائے۔

سائل۔ یعنی سوال کرنے والا۔ ضروری نہیں کہ سوال کرنے والا بھکاری ہی ہو بلکہ بعض دفعہ اچھے خاصے طبقوں کے افراد بھی حالات یا حادثات کا شکار ہو کر قرض وغیرہ مانگنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

فِی الرِّقَاب۔ گردنوں (کی رہائی) میں۔ مراد ہے اپنے ہاں کے غلاموں کو یا ملک کے

ان باشندوں کو جو غیروں کے ہاں اسیر ہوں قیمت یا فدیہ دے کر رہا کرانا۔

(ب) ایفائے عہد

عہد وسیع المعنی لفظ ہے۔ اس کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں:

اوّل: اللہ تعالیٰ سے عہد یعنی اس پر ایمان لانا اور اس کے احکام کی بجا آوری کا اقرار کرنا۔ اس عہد کا ذکر آیت ۴۰ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

دوم: بندوں سے معاہدات

سوم: اپنی جان سے عہد مثلاً کوئی پختہ عزم یا ارادہ کرنا، یا قسم کھانا یا نذر ماننا۔ عہد کو نباہنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن وہ پیمان جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہوں انہیں منسوخ کر دینا چاہیے۔

قرآن و حدیث میں پابندیِ عہد پر شدت سے تاکیدیں آئی ہیں۔ سورۂ نحل (آیات ۹۰ تا ۹۵) میں اللہ تعالیٰ نے باہمی اور بین الاقوامی معاہدات کو عہدُ اللہ یعنی اللہ کا عہد کہہ کر ان کے احترام کو ہزار چند کر دیا ہے۔ مسلمان جب قرآن و سنت کے موافق کسی سے کوئی عہد باندھتا ہے تو وہ عہد اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عہدِ الٰہی ہوتا ہے جس کی پابندی از بس ضروری ہے۔ جو شخص اس کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ غدار ہے۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز ہر غدار کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہوگا [۱] تاکہ اس کی خوب تشہیر ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ منافق کی تین نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی کہ وہ عہد شکن ہوتا ہے [۲] آپؐ کا ارشاد ہے لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ یعنی جس کا عہد نہیں اس کا دین نہیں۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے۔ وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۳۴)
اور وعدوں کو پورا پورا ایفاء کرو۔ یقیناً وعدہ کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ قرآن حکیم میں

---

[۱] ترمذی ابواب السیر، مسلم کتاب الجہاد والسیر۔ بخاری میں بھی اس مضمون کی حدیث ملتی ہے۔
[۲] ریاض الصالحین باب الوفاء

Marfat.com

اس قسم کی اور بھی ہدایات ہیں۔ سورۃ انفال میں ارشاد ہے کہ جب تمہیں کسی (ہم عہد) قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو تم معاہدہ ان کی طرف برابر طور سے توڑ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کاروں کو پسند نہیں کرتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی قوم اہل اسلام کے ساتھ عہد کر کے پھر خیانت پر اتر آئے تو اس کا جواب خیانت سے دے کر اپنے عہد کی لاج برباد نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ کھلم کھلا اس عہد کو منسوخ کر دیا جائے۔ چنانچہ جیسا کہ سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے فتح مکہ سے کچھ عرصہ بعد ان قبیلوں کو جنہوں نے اہل اسلام سے غداری کی تھی اعلان کر دیا گیا کہ اب ہمارے تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں۔ انہیں چار ماہ کی مہلت دی گئی کہ تم اپنا برا بھلا سوچ لو، ہم اس اثنا میں تمہارے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ جن قبیلوں نے بدعہدی نہیں کی تھی ان کے معاہدے بدستور رہنے دئے گئے۔ بخاری میں ایک حدیث ہے کہ معاہد کا قاتل دوزخی ہوتا ہے [1] یعنی اگر تمہارا کسی مشرک قوم سے صلح نامہ ہے تو تمہیں کوئی حق نہیں کہ بے سبب اس پر ہتھیار اٹھاؤ۔ کوئی مسلمان اس قوم کے کسی فرد کو قتل کر ڈالے تو وہ دوزخ میں جائے گا۔

حضرت معاویہؓ اور رومی حکومت کے درمیان کچھ مدت کے لئے صلح کا عہد ہوا۔ حضرت معاویہؓ اس انتظار میں سرحدوں پر پھرتے رہتے تھے کہ جونہی میعاد صلح ختم ہو حملہ کر دوں۔ اچانک ایک سوار نظر آیا۔ وہ کہہ رہا تھا: اللہ اکبر! وفا کرو۔ بدعہدی نہ کرو۔ لوگوں نے دیکھا تو عمروؓ بن عبسہ تھے۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کسی شخص کا کسی قوم سے عہد ہو تو جب تک میعاد گزر نہ چکے وہ سے نہ توڑے اور نہ زیادہ پختہ کرے بلکہ برابر طور سے (یعنی جب ادھر سے پہل ہو) عہد کے منسوخ ہونے کا اعلان کر دے۔ [2]

حضرت حذیفہؓ بن یمان اور ابو حسیلؓ دو صحابی تھے۔ یہ اسلامی لشکر میں شرکت

---

[1] تجرید بخاری صفحہ ۵۰۔ [2] ترمذی ابواب السیر

22236

Marfat.com

کرنے کے لئے میدانِ بدر کی طرف جا رہے تھے کہ دشمن کے ہاتھ آگئے۔ انہوں نے اس شرط پر جانے دیا کہ ہمارے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لوگے بلکہ سیدھے مدینہ جاؤ گے۔ انہوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عہد کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا: تم مدینہ جاؤ۔ ہم عہد نبھائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے مدد کے طلب گار رہوں گے۔[1] بدر کی جنگ میں مسلمان نہایت قلیل تھے اور ایک ایک فرد کی ضرورت تھی۔ تاہم حضورؐ نے ان صحابہؓ کو مدینہ جانے کا حکم دیا حالانکہ جنگ کا موقع تھا اور پوچھنے والا کون تھا۔ لیکن اللہ کی پرسش سخت ہے۔ وہ دشمن سے بدعہدی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

(ج) صبر: اس عنوان پر آیت ۴۵ اور آیت ۱۵۳ کی تفسیر میں بحث گزر چکی ہے۔

(د) صدق: آیت کے اخیر میں ارشاد ہے: "اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا" یعنی یہ وہی ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا۔ صدق کا لفظ زبان کی راستی کے علاوہ عمل کی سچائی کے معنی بھی دیتا ہے۔ یعنی آدمی جو کچھ کہے یا عہد کرے اسے سچ کر دکھائے۔ نیز دل کی سچائی یعنی خلوصِ نیت کے لئے بھی آسکتا ہے۔

(ر) تقویٰ: اس موضوع پر دوسری آیت کی تفسیر میں بحث گزر چکی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ

يَا أَيُّهَا	الَّذِينَ	آمَنُوا	كُتِبَ	عَلَيْكُمُ	الْقِصَاصُ
اے	جو	ایمان لائے	لکھا گیا	تم پر	قصاص

اے وہ جو ایمان لائے ہو تم پر قصاص لازم ٹھہرایا گیا

فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ

بابت	مقتولین	آزاد	عوض	آزاد

مقتولوں کے بارے میں آزاد کے عوض (وہی) آزاد

قتیل مقتول جمع: قتلیٰ

وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی ؕ

اور	غلام	عوض	غلام	اور	عورت	عوض	عورت

اور غلام کے عوض (وہی) غلام اور عورت کے عوض (وہی) عورت

اُنثٰی (۱) مادہ (۲) عورت، لڑکی

فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ

تو	جو	معافی دی گئی	لئے	اس کے	سے	بھائی	اس کا	کچھ

تو جسے کچھ معافی ہو جائے اس کے بھائی کی طرف سے

فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ

تو	مطالبہ	ساتھ	اچھا دستور

تو مطالبہ کرنا ہے اچھے طریقے سے

یعنی مقتول کے وارثوں کو چاہیے کہ قاتل سے خوں بہا کا مطالبہ پسندیدہ طریقہ سے کریں۔ مطلب یہ کہ زیادتی نہ کریں، شرع کے مقررہ خوں بہا سے زیادہ نہ مانگیں، قاتل تنگ دست ہو تو اسے مہلت دیں وغیرہ۔

Marfat.com

وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ط

اور ادا کرنا طرف اس کے ساتھ حسن سلوک

اور ادا کرنا ہے حسن سلوک سے

مراد یہ کہ قاتل کو لازم ہے کہ مقتول کے وارث کے احسان کا بدلہ احسان سے دے اور دیت اچھے طریقے سے ادا کرے یعنی جان بوجھ کر التوا میں نہ ڈالے اور نہ رقم مارنے کے حیلے تلاش کرے۔

ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ط

وہ کمی سے رب تمہارا اور رحمت

وہ تمہارے رب کی طرف سے (بوجھ میں) کمی ہے اور رحمت ہے،

تخفیف (۱) لغوی معنی ہیں، کمی کرنا، ہلکا کرنا (۲) یہاں مراد ہے بوجھ ہلکا کرنا

فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ

تو جس نے زیادتی کی بعد وہ

تو جس نے اس کے بعد زیادتی کی

فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۸﴾

فَ (تو) لِ (لئے) ہٗ اس کے عذاب دردناک

تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے

Marfat.com

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ

اور لئے تمہارے میں قصاص زندگی اے والے عقلیں

اور اے عقل و خرد والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے

لُبّ: عقل اَلْبَاب (جمع): عقلیں عقل و خرد

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

تاکہ تم بچو

تاکہ تم بچ کر رہو

اِتَّقٰی تقویٰ کیا، بچا (خرابی سے)

تفسیر آیت ۱۷۸ —— ۱۷۹

قصاص

معنی و مفہوم: اس آیت میں قصاص کا حکم دیا گیا ہے۔ قصاص کے معنی لغت کی رو سے مساوات یا برابری کے ہیں۔ لیکن اس کے اصطلاحی معنی بہت وسیع ہیں جنہیں آگے پیش کیا جائے گا۔

خونِ انسانی کی حرمت - سورۃ مائدہ میں ہابیل اور قابیل کا واقعہ بیان کرنے کے بعد آیت ۳۲ میں جو ارشادات ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک انسان کی زندگی کی قیمت گویا نوعِ انسانی کے کل سرمایۂ حیات کے برابر ہے۔

کسی انسان کو دیدہ و دانستہ ناحق مار دینا گناہِ عظیم ہے وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا (اور جس نے کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ مقیم رہے گا) حدیث شریف میں ہے کہ

قیامت کے دن سب سے پہلے خون کا فیصلہ ہوگا۔[1] حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ کے دوران میں فرمایا تھا کہ تمہارے خون اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں اسی طرح تم پر حرام ہیں جس طرح اس (حج کے) دن کی حرمت ہے۔ میرے بعد کفر کی طرف لوٹ نہ جانا اور ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنے لگنا۔[2]

قصاص کا فائدہ:- انسان کے بقا و سکون کے لئے لابدی ہے کہ خوں ریزی کا حتی الوسع انسداد کیا جائے۔ لہٰذا حکومت کو لازم ہے کہ امن و امان کی ہر ممکن تدابیر اختیار کرے اور دینی تعلیم کو عام رواج دے۔ ان احتیاطی تدابیر کے باوجود اگر کوئی شخص قتل عمد کا مرتکب ہو یعنی جان بوجھ کر کسی کو ناحق قتل کر ڈالے یا قتل شبہ کا مرتکب ہو یعنی خطا سے کسی کو ہلاک کر دے یا کسی کے زخم لگائے تو مقتول کے وارثوں کو یا زخمی کو حق حاصل ہوتا ہے کہ عدالت میں نالش کرے اور جرم ثابت ہو جائے تو برابر کے انتقام کا مطالبہ کرے۔ اسے قصاص کہتے ہیں۔ قصاص میں حفظ حیات کا ایک گہرا راز ہے۔ آیت زیر نظر میں ارشاد ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ

ترجمہ: اور اے عقل و خرد والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔

قصاص کی بعض غیر اسلامی صورتیں اور ان کی اصلاح

خون کا عوض چاہنا طبع بشری کا خاصہ ہے لیکن جب تک صحیح قوانین اور قواعد نہ ہوں افراط و تفریط کا اندیشہ رہتا ہے اور بے آئین قصاص الٹا مزید خوں ریزی کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔ قدیم ایران میں دستور تھا کہ کوئی شخص بے آزار جانور کو مار ڈالتا تو اسے کبھی بدلہ میں ہلاک کر دیتے تھے۔[3] عربوں میں خون قصاص لینے کی جو رسم تھی وہ ایک قتل کے بعد اس کا سلسلہ یوں چھیڑتی تھی کہ پشتہا پشت تک خاتمہ نظر نہ آتا تھا۔

---

[1] مسلم کتاب القسامۃ۔ ج ۵: ۱۰۷ [2] مسلم کتاب القسامۃ۔ ج ۵: ۱۰۸ [3] سخندان پارس

Marfat.com

قصاص کی طلب میں قصاص لینے والے اپنی بھی کئی جانیں کھو بیٹھتے تھے۔ اسلام نے اس بے آئینی کو مٹایا اور قصاص کو قانون کے سانچے میں ڈھال کر اسے امن کا وسیلہ بنایا۔ قصاص کا نفاذ قبلِ اسلام کے ہر عرب کے اپنے ہاتھ میں تھا۔ اسلام نے اسے حکومت کے ہاتھ میں دے دیا۔ جاہلیت کے دور کے جس قدر دعوے باقی تھے کالعدم قرار پائے۔

حجۃ الوداع کے خطبہ میں ہادیٔ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان فرمایا۔

ایامِ جاہلیت میں جو خون ہوئے ان سب کے دعوے اب
منسوخ ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے مقتول ابنِ ربیعہ
کا دعویٰ چھوڑتا ہوں [۱]

ایامِ جاہلیت میں عرب بعض اوقات قصاص کی خاطر ثالث مقرر کر لیتے تھے لیکن یہ ثالثی مساوات کے اصول کو نہیں دیکھتی تھی۔ قتل کی سزا کا اندازہ نسبی رُتبہ کے پیمانہ سے ہوتا تھا۔ مثلاً کوئی عالی نسب آدمی کسی غلام کو مار ڈالتا تو اس پر قصاص نافذ نہیں ہو سکتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا کہ اس کا ایک غلام ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ یہود میں بھی خاندانی فضیلت کی سندِ عدالت پر فائق تھی۔ بنو نضیر کو بنو قُریظہ سے اشرف سمجھا جاتا تھا۔ اگر کوئی نضیری کسی قُرظی کو مار ڈالتا تو خوں بہا پچاس وَسْق [۲] کھجور ہوتا تھا۔ اگر بنو نضیر کا آدمی قرظی کے ہاتھوں ہلاک ہو جاتا تو سو وسق کھجور کا خوں بہا عائد ہوتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے اور میثاقِ مدینہ کی تشکیل ہوئی تو آپؐ نے یہود کے درمیان سے یہ امتیاز اٹھا دیا۔

اسلامی مساوات

اسلام کا عدل امیر و غریب، آزاد و غلام اور ذمّی و مسلم سب کو برابر کے پلڑوں میں رکھتا ہے۔ آیت ۱۷۸ میں ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ

---

[۱] مسلم کتاب الحج۔ ترمذی ابواب التفسیر القرآن [۲] عربوں کے ایک پیمانے کا نام

بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی یعنی اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص فرض ٹھہرایا گیا ہے۔ آزاد آدمی قتل کرے تو بدلہ میں (وہی) آزاد آدمی (مارا جائے)، غلام قتل کرے تو (وہی) غلام اور عورت قتل کرے تو (وہی) عورت۔

ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات سے چند دن قبل ایک مجلس میں اعلان فرمایا کہ اگر میں نے کسی کو بلا وجہ دکھ دیا ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے عہد کا واقعہ ہے کہ بنو غسّان کا بادشاہ جبلہ بن ایہم جب اسلام لا کر مدینہ میں مقیم تھا حج پر گیا۔ طواف کے دوران میں ایک شخص کا پاؤں اس کی چادر پر پڑا اور وہ کندھے سے اتر گئی۔ جبلہ نے اس شخص کے اس زور سے تھپڑ مارا کہ اس کے کچھ دانت ٹوٹ گئے۔ مظلوم نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی۔ آپ نے جبلہ کو بلایا اور بیانات سن کر حکم فرمایا کہ مظلوم شخص برابر کا بدلہ لے۔ جبلہ نے کہا میں بادشاہ ہوں اور وہ عامی ہے۔ آپ برابر کا بدلہ کیسے لے سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم دونوں کو اسلام نے ایک سطح پر کھڑا کر دیا ہے۔ جبلہ نے کہا اچھا تو مجھے ایک رات کی مہلت دیجئے۔ آپ مان گئے۔ وہ راتوں رات بھاگ کر رومی سلطنت میں پہنچا اور مرتد ہو گیا۔ مگر فاروق اعظمؓ نے اسلامی قانون کی آن پر آنچ نہ آنے دی۔[1]

سزا کی نوعیت

(۱) قتل شبہ: اگر قتل خطا سے سرزد ہو تو مجرم ایک غلام آزاد کرے اور مقتول کی دیت (خون بہا) ادا کرے۔ اگر یہ توفیق نہ ہو تو مسلسل دو ماہ روزے رکھے (النساء ۹۲)

دیت کی مقدار عہد نبوی میں ایک سو اونٹ تھی یا دو سو گائیں یا دو ہزار بکریاں یا ان کی قیمت۔

اگر خطا سے کسی عضو کا نقصان کر دے تو اس صورت میں بھی دیت دے گا۔ زخموں کی دیت کی شرحیں فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

---

[1] ابو الفداء واقدی

Marfat.com

۲۔ قتلِ عمد۔ یعنی قتل دانستہ ہو۔ اس صورت میں مقتول کے وارث مطالبہ کریں تو مجرم کی سزا برابر کا قتل ہوگی۔ اگر قاتل نے مقتول کو ہلاک کرنے سے پہلے اس کے اعضا کاٹے ہوں تو قاتل کو بھی اسی طور سے سزا ملے گی۔

حضور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس ایک لڑکی کو لایا گیا جس کا سر ایک یہودی نے پتھر سے کچل ڈالا تھا۔ ابھی اس میں جان باقی تھی۔ اس کے بتانے پر یہودی کو پکڑا گیا۔ اس نے جرم کا اعتراف کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حکم پر اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔[1]

دانستہ لگائے ہوئے زخموں میں بھی قصاص ہے۔ مجرم کو برابر کا زخم لگایا جاتا ہے اور جیسا کہ آیت زیرِ نظر میں بتایا گیا ہے اگر اس نے کان کاٹا ہے تو اس کا کان کاٹا جائے گا اور ناک کاٹی ہے تو ناک اور دانت توڑا ہے تو دانت توڑا جائے گا۔

برابر کا زخم لگانے سے کئی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ مثلاً زخم کا طول و عرض بخوبی معلوم نہ ہو یا جسم کا ایسا حصہ ہو جہاں زخم لگانے سے مجرم کی جان جانے کا خطرہ ہو تو اس سے فقط تاوان لیا جائے گا۔ اسے اَرش کہتے ہیں۔ اسی طرح فرض کیجئے کہ ایک کانے نے کسی کی آنکھ پھوڑ دی۔ اب کانے کو برابر کی سزا ملے تو آنکھ کے ساتھ پوری بینائی سے بھی محروم ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں بھی اَرش ہی ادا ہوگا۔

عَفو و احسان: یہاں تک تو عدل کے اس پہلو و رعایت قانون پر بحث تھی جو قتیلِ مظلوم کے ولی کو قاتل کے مقابلہ پر قصاص کے اسلحہ سے صاحبِ قوت کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ (۱۷ : ۳۳) ترجمہ: اور جو مظلوم مارا جائے تو ہم نے اس کے ولی کے لئے قوت فراہم کر دی ہے۔ وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، وہ یقیناً نصرت یاب ہے۔

---

[1] مسلم کتاب القسامۃ۔ بخاری۔ مبسوط سرخسی ج ۲۶ ص ۱۲۲۔

Marfat.com

حکیم مطلق نے جہاں عدل قائم کرنے پر زور دیا ہے وہاں عدل سے بھی فائق تر ایک نہایت پر زور اور عظیم الشان اصول کی تلقین کی ہے جس کا نام احسان ہے۔ جس پر زیادتی ہو جائے اسلام اسے تحمل، عفو اور درگزر کی تعلیم دیتا ہے۔ سورۂ شوریٰ (آیت نمبر) میں ہے کہ ضرر کا بدلہ اس کے برابر ضرر ہے۔ تو جس نے معاف کیا اور احسان کیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ یقیناً وہ ظالموں کو نہیں چاہتا۔

مقتول کے وارث اگر قصاص پر بضد ہوں تو قصاص لے سکتے ہیں۔ یہ حق ان سے کوئی نہیں چھینتا۔ اگر معاف کرنا چاہیں تو انہیں معافی کا اختیار حاصل ہے۔ یہ معافی، جیسا کہ آیت زیر نظر بتاتی ہے، ان کے گناہوں کا کفارہ ہوگی۔ اس سے معاشرہ کو بھی فائدہ پہنچے گا کیونکہ مجرم کو پشیمانی ہوگی اور فریقین کے درمیان عداوت کی آگ بجھ جائے گی۔

مقتول کے وارثوں کو ایک اور بھی حق حاصل ہے اور وہ ہے جان کی قیمت قبول کرنا۔ انہیں منظور ہو تو وہ قاتل سے مقتول کا خون بہا لے کر مصالحت کر سکتے ہیں۔ اسی طرح زخموں کی صورت میں بھی باہمی رضامندی سے تصفیہ ہو سکتا ہے —— اگر فیصلہ خون بہا کا ٹھہرے تو مطالبہ بھی اور ادائے رقم بھی اچھے طریقے سے انجام دینے چاہییں۔

كُتِبَ	عَلَيْكُمْ	إِذَا	حَضَرَ	أَحَدَكُمُ	الْمَوْتُ
لازم کیا گیا	تم پر	جب	آیا	کسی (کو)	تم سے / موت

تم پر لازم ٹھہرایا گیا جب تم میں سے کسی پر موت (کا وقت) آئے

إِنْ	تَرَكَ	خَيْرًا	الْوَصِيَّةُ
اگر	چھوڑا	مال	وصیت کرنا

(اور) اگر وہ مال چھوڑ جائے وصیت کرنا

Marfat.com

لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ

لئے	والدین	اور	اقرباء	ساتھ	معقول دستور

والدین کے لئے اور اقرباء کے لئے معقول دستور سے

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾

لازم	پر	تقویٰ والے

(یہ) تقویٰ والوں پر لازم ہے

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ

تو جس نے	بدل ڈالا	اسے	بعد	کہ	سُنا

تو جس نے اس کو بدل ڈالا اس کے بعد کہ اسے سُنا

فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ

تو	صرف	گناہ	اس کا	پر	جو	بدل ڈالتے ہیں	اسے

تو اس کا گناہ صرف اُن پر ہے جو اس کو بدل ڈالتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾

یقیناً	اللہ	سننے والا	علم والا

یقیناً اللہ سننے والا ہے، علم والا ہے

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا

تو	جو	ڈرا	سے	وصیت کرنے والا	میلان	یا	گناہ

تو جسے وصیت کرنے والے سے طرف داری یا گناہ کا اندیشہ ہوا

Marfat.com

وصّیٰ وصیت کی مُوْصٍ فاعل ہے یعنی وصیت کرنے والا جَنَف راستہ سے ہٹ گیا یک طرف مائل ہوا یہاں جَنَف سے مراد ہے، طرف داری، بے انصافی

فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ

پھر اصلاح کی درمیان ان کے تو نہیں گناہ اس پر

اور ان کے درمیان اصلاح کردی تو اس پر کوئی گناہ نہیں

ع ۲۲ ۶ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۸۲)

یقیناً مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا

یقیناً اللہ مغفرت کرنے والا ہے، رحم کرنے والا ہے

تفسیر آیت ۱۸۰ ——— ۱۸۲

وصیّت

اسلام سے قبل وراثت تمام کی تمام متوفی کے بالعموم ان لڑکوں کو ملتی تھی جو تلوار اٹھانے کے قابل ہوتے تھے۔ والدین اور دیگر محتاج اقرباء محروم رہ جاتے تھے۔ آیت زیر نظر میں حکم دیا گیا ہے کہ والدین اور اقرباء کے لئے ضرور وصیت کرنی چاہیے۔ یہ وصیت جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے ایک تہائی مال سے زائد کی نہیں ہو سکتی۔ اس آیت کے نزول کے کچھ عرصہ بعد سورۂ نساء میں میراث کے احکام نازل ہوئے اور والدین کا حصہ قانوناً مقرر ہوگیا تو ان کے حق میں وصیت کی اجازت نہ رہی۔ البتہ ضرورت مند عزیزوں کے حق میں ایک تہائی مال کی حدود کے اندر وصیت ہو سکتی ہے۔

متوفی کی وصیت پر پوری طرح عمل کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص اس کی وصیت کو بدل ڈالے تو مجرم ہوگا۔

اگر متوفی نے کسی رشتہ دار یا عزیز کو ناحق ترجیح دی اور بعد میں ورثاء میں جھگڑا کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں جیسا کہ آیت ۱۸۲ سے ظاہر ہے وصیت میں ورثاء کی باہمی رضامندی سے تبدیلی ہو سکتی ہے۔ ایسے میں ثالث پر وصیت کو تبدیل کرنے کا کوئی گناہ نہ ہوگا۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

اے | جو | ایمان لائے | فرض ٹھہرایا گیا | اوپر تمہارے | روزہ رکھنا

اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض ٹھہرایا گیا

صَامَ روزہ رکھا صِیَام مصدر ہے یعنی روزہ رکھنا۔

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

جیسے | فرض ٹھہرایا گیا | پر | جو | پہلے | تم سے

جیسے ان پر فرض ٹھہرایا گیا جو تم سے پہلے تھے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۸۳) اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ

تاکہ | تم | تم بچو گے | دن | گنے ہوئے

تاکہ تم (خرابی سے) بچ کر رہو | گنتی کے دن

عَدَّ گنا مَعْدُوْد گنا ہوا۔ مَعْدُوْدَۃ مؤنث ہے جس کی جمع معدودات ہے
مَعْدُوْدات (۱) گنتی کے دن، شمار شُدہ (۲) گِنے چنے یعنی زیادہ نہیں (خازن)
اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ : مراد ہے صُومُوا اَیَّامًا مَّعْدُوْدات یعنی تم گنتی کے دن روزے رکھو۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ

تو جو ہوا تم سے مریض یا پر سفر

(پس، تم میں سے جو مریض ہو یا سفر پر ہو)

فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ

تو تعداد سے دن دوسرے

تو دوسرے دنوں سے تعداد (پوری کرے)

عِدَّۃٌ: مَعدُود (راغب) تعداد۔ اُخَر جمع ہے اُخْرٰی (دیگر) کی۔
اُخْرٰی مؤنث ہے اٰخر (دیگر) کا۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ

اور پر جو طاقت رکھتے ہیں اسکی بدلہ کھانا مسکین

تو جو اس کی طاقت رکھتے ہیں ان پر فدیہ ہے۔ ایک مسکین کا کھانا

يُطِيْقُوْنَهٗ میں ہٗ کا اشارہ فدیہ دینے کی طرف ہے
اَطَاقَ اس نے طاقت رکھی، وہ کر سکا يُطِيْقُ وہ طاقت رکھتا ہے، کر سکتا ہے۔

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ[1]

تو جس نے رضا مندی سے بھلائی تو وہ بہتر لئے اس کے

پھر جس نے رغبت سے نیکی کی[1] تو وہ اس کے لئے بہتر ہے

[1] یعنی زیادہ فدیہ دیا۔

طَوْع میلان، رغبت طَاعَة یا اِطَاعَة رضامندانہ پیروی
تَطَوَّعَ رضا ورغبت سے کیا

وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ

اور اگر تم روزہ رکھو بہتر لئے تمہارے

اور اگر تم روزے رکھو[1] تو تمہارے لئے بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

اگر تم ہوئے تم جانتے ہو

اگر تم جانتے ہو

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ

مہینہ رمضان جو اتارا گیا اس میں قرآن

رمضان کا مہینہ (وہ ہے) کہ اتارا گیا اس میں قرآن

هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ

رہنمائی لئے لوگ اور کھلی نشانیاں سے ہدایت اور معیار

لوگوں کی رہنمائی کے طور سے نیز ہدایت اور معیار (حق) کی کھلی نشانیوں کی صورت

فُرْقَان (۱) (اسم مصدر) فرق (۲) (فاعل) فرق دکھانے والا۔ یہاں مراد ہے: کسوٹی، معیار وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ کے ترجمہ کے لئے دو امور کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے (۱) بَيِّنٰت کی اضافت اَلْهُدٰى اور اَلْفُرْقَان دونوں

[1] مذکورہ فدیہ کے بجائے

سے ہے یعنی کھلی نشانیاں یا دلائل ہدایت کی اور حق کے معیار کی (۲) هُدًى سے
اَلْفُرْقَانِ تک۔ اَلْقُرْاٰن کا حال ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

تو جس نے دیکھا تم میں سے مہینہ تو وہ روزے رکھے اس میں

تو تم میں سے جس نے یہ مہینہ پایا تو وہ اس میں روزے رکھے

فَلْيَصُمْهُ فَ (تو) لِيَصُمْ وہ روزے رکھے ہُ سے مراد ہے فِيهِ یعنی اس میں
يَصُوْمُ وہ روزہ رکھتا ہے صُمْ تو روزہ رکھ لِيَصُمْ وہ روزے رکھے (امر کا
صیغہ ہے)۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

اور جو ہوا مریض یا پر سفر تو تعداد سے دن دوسرے

اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو اور دنوں سے تعداد (پوری کرے)

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ

چاہتا ہے ساتھ تمہارے آسانی

اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے

وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

اور نہیں چاہتا ہے ساتھ تمہارے دشواری

اور تمہارے ساتھ دشواری نہیں چاہتا

Marfat.com

وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ

اور | تاکہ | تم پوری کرو | تعداد

اور تاکہ تم تعداد پوری کرو

اَكْمَلَ کامل کیا، پورا کیا تُكْمِلُوْنَ تم پورا کرتے ہو لِتُكْمِلُوا تاکہ تم پورا کرو۔

وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ

اور | تاکہ | تم بڑائی بیان کرو | پر | جو | ہدایت دی | تمہیں

اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ تمہیں ہدایت دی

كَبَّرَ (۱) اللہ کی کبریاء بیان کی (۲) اللّٰہُ اکبر کہا

وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

اور | تاکہ | تم | شکر ادا کرو

اور تاکہ تم شکر ادا کرو

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ

اور جب | پوچھا | تجھے | بندے | میرے | بابت | میرے | تو | یقیناً میں | قریب

اور (اے نبی!) جب آپؐ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں یقیناً قریب ہوں

عِبَاد جمع ہے عَبْد (بندہ) کی

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ

جواب دیتا ہوں | پکار | پکارنے والا | جب | پکارا | مجھے

جواب دیتا ہوں پکارنے والے کی پکار کا جب وہ مجھے پکارے

اَجَابَ اس نے جواب دیا اُجِیْبُ میں جواب دیتا ہوں
دُعَا پکارا دَاعٍ پکارنے والا دَعَانِ میں نون مخفف ہے نِی کا

فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي

تو | جواب دیں | مجھے | اور | ایمان لائیں | مجھ پر

تو وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں

اِسْتَجَابَ جواب دیا، بات مان لی۔ یَسْتَجِیْبُوْنَ وہ مانتے ہیں لِیَسْتَجِیْبُوْا وہ بات یا حکم مان لیں۔

لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾

تاکہ | وہ | ٹھیک راہ پر چلیں

تاکہ وہ ٹھیک راہ پر چلیں

رَشَدَ وہ ٹھیک راہ پر چلا، اس نے ٹھیک کام کیا، اس کو صحیح فہم ہوا

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ

حلال ٹھہرایا گیا | لئے تمہارے | رات | روزہ | آزادگی | طرف | عورتیں تمہاری

حلال ٹھہرایا گیا روزہ کی رات کو تمہارا آزاد ہونا اپنی بیویوں کے ساتھ

Marfat.com

رفث جنسی آزادی

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط

وہ لباس لئے تمہارے اور تم لباس لئے ان کے

وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ

جانا کہ یقیناً تم تم تھے خیانت کرتے تھے تم جانیں تمہاری

اللہ نے جانا کہ یقیناً تم اپنے سے خیانت کرتے تھے

یعنی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے جماع کے ارتکاب سے (مدارک)

اِختیان اور خیانۃ ہم معنی ہیں، البتہ اختیان میں معنویت زیادہ ہے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ج

تو توجہ کی اوپر تمہارے اور درگزر کیا سے تم (تم سے)

تو اس نے تم پر عنایت کی اور اس نے تمہیں معاف کیا

فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ

تو اَلْاٰنَ (اب) ملاپ کرو ان سے

تو اب ان سے (بے شک) ملاپ کرو

بَاشِرُوْا مباشرت کی بَاشِرْ (امر) مباشرت کر

Marfat.com

وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَ

اور طلب کرو جو لکھا لئے تمہارے اور

اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا اور

یعنی اولاد

اِبْتَغٰی چاہا، طلب کیا اِبْتَغِ تو طلب کر اِبْتَغُوْا تم طلب کرو

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ

کھاؤ اور پیو جدا نظر آئے لئے تمہارے

کھاؤ اور پیو حتّٰی کہ تمہیں جدا نظر آئے

اَکَلَ اس نے کھایا یَاْکُلُ وہ کھاتا ہے کُلْ تو کھا کُلُوْا تم کھاؤ

شَرِبَ اس نے پیا یَشْرَبُ وہ پیتا ہے اِشْرَبْ تو پی اِشْرَبُوْا تم پیو۔

بَانَ (۱) جدا ہوا، الگ ہوا (۲) ظاہر ہوا تَبَيَّنَ خوب جدا ہوا، صاف الگ نظر آیا

الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠

ڈورا سفید سے ڈورا سیاہ سے فجر

فجر کا سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ

پھر پورا کرو روزہ تک رات

پھر تم روزہ رات تک پورا کرو

Marfat.com

تَمَّ پورا ہوا اَتَمَّ پورا کیا اَتِمَّ ۔ اَتِمَّ تو پورا کر اَتِمُّوْا تم پورا کرو

وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ

اور | مت مباشرت کرو | ان سے | جبکہ | تم | مقیم | میں | مسجدیں

اور ان سے مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو

عَكَفَ ۔ اِعْتَكَفَ مسجد میں عبادت کرنے کے لئے مقیم ہوا

عاکف ، مُعْتَكِف وہ شخص جو عبادت کے لئے مسجد میں مقیم ہو جائے ۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ

وہ | حدیں | پس | مت قریب جاؤ | ان کے

یہ اللہ کی (طرف سے) پابندیاں ہیں، پس ان کے قریب مت جاؤ

حُدود جمع ہے حدّ کی ۔ یہاں مراد ہے : پابندیاں، ضابطے

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ

یوں | واضح کرتا ہے | آیات | اسکی | لِ (لئے) | النَّاس (لوگ)

اللہ اپنی آیات لوگوں کے لئے یوں واضح کرتا ہے

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

تاکہ | وہ | وہ تقویٰ کریں

تاکہ وہ تقویٰ کریں

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۸۳ ــــــ ۱۸۷

صیام (روزہ)

روزہ بنیادی عبادات میں سے ہے اس لئے سب امتوں پر فرض رہا ہے۔

صیام — قرآن حکیم میں روزہ رکھنے کے لئے صیام کا لفظ آیا ہے۔ صِیَامٌ یا صَوْمٌ کے لغوی معنی ہیں: کسی کام یا چیز سے رُک جانا۔ شرع میں صیام سے مراد ہے: صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک صحیح نیت کے ساتھ کھانے پینے اور ہمبستری سے پرہیز کرنا۔

روزہ ہر عاقل، بالغ اور مقیم مرد و عورت پر امیر ہو یا غریب، فرض ہے۔

معدودات — روزہ کے ایام کے بارے میں آیت ۱۸۴ بتاتی ہے کہ معدودات ہیں۔ معدودات کے لغوی معنی ہیں: (۱) گنے ہوئے (۲) گنے چُنے یعنی زیادہ نہیں۔ مراد رمضان کا مہینہ ہے۔

رمضان کا پورا مہینہ روزے رکھنے کا حکم ہے۔ رمضان کا چاند دیکھ کر صیام کی ابتداء کی جائے اور اسی طرح شوّال کا چاند دیکھ کر ہی فطر کیا جائے۔ مہینہ کے آخری روز مطلع صاف نہ ہو تو شمار کرکے تیس دن پورے کیے جائیں۔

روزہ کا وقت فجر یعنی صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے۔ فجر سے مراد وہ وقت ہے کہ افق پر صبح صادق کی روشن دھاری رات کی سیاہی سے ابھر کر جداگانہ نظر آنے لگے۔ آیت میں دھاری کے لئے خیط یعنی ڈورے کا لفظ آیا ہے۔

رمضان کے روزے فرض ہیں۔ ان کے علاوہ نفل روزے بھی رکھے جاسکتے ہیں۔

روزہ شکم ہی کا نام نہیں، خیالات اور اعضاء کا بھی ہونا چاہیے یعنی بُری، لغو اور مکروہ باتوں سے احتراز کیا جائے۔

اعتکاف — اعتکاف کے لغوی معنی ہیں: تعظیماً رخ کرنا۔ شرع میں اعتکاف سے مراد ہے مسجد میں روزہ سے مقیم رہ کر عبادت کرنا۔ ایامِ اعتکاف میں صرف انتہائی مجبوری میں باہر جانے کی اجازت ہے۔

اصحابِ ایمان کے لئے روزہ مشکل نہیں، آسان ہے۔

آیت ۱۸۵ میں بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ دشواری نہیں چاہتا۔ روزہ کے سلسلہ میں حکم ہے کہ روزہ دار اعتدال کے اندر رہے، جان پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے، سحری کھائے اور افطار کرے بلکہ یہ بھی ہدایت ہے کہ افطار میں جان بوجھ کر تاخیر نہ کرے، وقت ہو جائے تو روزہ فوراً کھول دے۔ آدمی بھول چوک سے کھا لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ بے اختیار کچھ قے آجائے تو جب بھی روزہ بحال رہتا ہے۔ عورت کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہو تو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے تاکہ بچے کو دودھ کی کمی نہ ہو۔ یہ روزے بعد میں قضا کرے۔ مسافر کے لئے روزہ مشکل ہو جائے تو نہ رکھے۔ حنفیہ کے نزدیک شرعی سفر تین منزل کا ہے۔ قیام پندرہ روز سے بڑھ جائے شرعی سفر تو شرعی مسافر نہیں سمجھا جائے گا۔ رمضان کے بعد روزے قضا کر سکتا ہے۔ یہ حکم اس مریض کے لئے بھی ہے جس کے لئے روزہ ناقابلِ برداشت ہو یا روزہ سے اس کے مرض میں اضافہ کا اندیشہ ہو۔ بہت عمر رسیدہ اور ناطاقت بڈھا بے شک روزہ نہ رکھے۔ اس کا مقدور ہو تو جیسا کہ آیت ۱۸۴ میں ہے وہ فدیہ ادا کر دے یعنی ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا اس کے برابر جنس وغیرہ دے۔

فدیہ کی اجازت صرف انتہائی اور مستقل مجبوری کی صورت میں ہے ورنہ قضا لازم ہے۔ عام حالات میں اس رخصت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا آیت ۱۸۴ میں حکم ہے: اور اگر تم روزے رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے مریض اور مسافر کو روزہ قضا کرنے کی جو رخصت ہے اس کو خواہ مخواہ فدیہ کی حد تک کھینچ تان کر لے جانا منع ہے لہٰذا آیت ۱۸۴ میں اور پھر آیت ۱۸۵ میں یہ حکم دوبارہ دیا گیا ہے: تم میں سے جو مریض ہو یا سفر پر (ہو) تو دوسرے دنوں سے تعداد پوری کرے۔

روزہ بے شک اہلِ ایمان اور اربابِ عزم کے لئے آسان ہے اور اس کے لئے کئی رخصتیں بھی ہیں لیکن اسے کھیل نہ سمجھا جائے۔ ایک بار روزہ رکھ لیا تو مجبوری کے سوا توڑنے کی اجازت قطعاً نہیں۔ اگر جان بوجھ کر کھا پی لیا یا ہم بستری کی تو اس کا کفّارہ ادا کرنا ہوگا۔ کفّارہ وہ تاوان یا معاوضہ ہے جو خطا کرنے والا شخص اللہ کے خوف سے خود کفّارہ

اپنی ذات پر عائد کرتا ہے۔ اس کے لئے کوئی قانونی جبر نہیں ہوتا اس لئے انسان کے اخلاق پر اس کا گہرا اور دیرپا اثر پڑتا ہے۔ جان بوجھ کر روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ساٹھ روزے رکھے۔

ثمرات: آیاتِ زیرِ نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ صیام میں کئی فوائد پوشیدہ ہیں۔ مثلاً:

(۱) تقویٰ (آیت ۱۸۳): روزہ چونکہ انسان کی اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے اس لئے خوفِ الٰہی اور خود ضبطی کا ملکہ بڑھتا ہے۔ یہی تقویٰ ہے۔ تقویٰ انسان کو ہر قسم کی برائی سے دور رکھتا ہے۔ لہٰذا روزہ کو حدیث میں ڈھال سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(۲) شکر (آیت ۱۸۵): روزہ عملی شکر کی بہترین صورت ہے۔ دن بھر کی بھوک پیاس سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف دل میں خوب بیٹھ جاتا ہے۔

(۳) رُشد (آیت ۱۸۶): رشد سے مراد ہے، ٹھیک کام کرنا، سیدھی راہ چلنا، صحیح سمجھ حاصل کرنا۔ روزہ کے ایام میں انسان برائی اور بیہودگی سے بچنے کی سعی کرتا ہے، دل لگا کر عبادت کرتا ہے، اس لئے راہِ ہدایت پر پختہ تر ہو جاتا ہے۔ اس کے اعمال وافعال میں خود بخود درستی آجاتی ہے۔

(۴) صبر: روزہ سے صبر و ثبات کا ملکہ پختہ ہوتا ہے۔ بھوک، پیاس اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کا عزم پیدا ہوتا ہے اور جہادِ زندگی کی تربیت ملتی ہے۔

(۵) قبولِ دعا۔ روزہ دار کے سامنے صرف ایک مقصود ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس سے راضی رہتا ہے اور اس کی دعا سنتا ہے۔ حدیث ہے کہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے (ترمذی ابواب الدعوات) آیت ۱۸۶ میں بشارت ہے: اور (اے نبیؐ!) جب آپؐ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو (آپؐ بتادیں کہ) یقیناً میں قریب ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارے تو اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ اس بشارت کو روزہ کی آیات کے وسط میں رکھنے سے مراد جیسا کہ اس کے اختتام سے ظاہر ہے یہی معلوم ہوتی ہے کہ میں انسان کے قریب ہوں بشرطیکہ وہ مجھ پر ایمان رکھے اور میرا اطاعت گزار ہو۔

Marfat.com

روزہ دار اس شرط کو نباہتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو اپنا قرب عطا کرتا ہے اور اس کی دعا منظور فرماتا ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا ہوں۔

(۶) برکات رمضان۔ رمضان کا مہینہ برکات کا خزینہ ہے۔ اس مبارک مہینے میں قرآن حکیم نازل ہوا یعنی لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر لایا گیا۔ اور پھر اسی مہینے جناب ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر اس کا نزول شروع ہوا۔ رمضان کے برکت خیز مہینہ میں نیکی کا بے شمار گنا اجر ملتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مہینے باد صرصر سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

(۷) مادی فوائد۔ روزہ کے کچھ مادی فوائد بھی ہیں۔ مثلاً بھوک اور پیاس جسم میں پیدا شدہ کثیف مادہ اور بعض جراثیم کو مار دیتی ہیں۔ اس سے بدنی اور ذہنی صحت پر خوشگوار اثر پڑتا ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

اور	مت کھاؤ	اموال	تمہارے	درمیان	تمہارے	بتا	باطل

اور اپنے اموال آپس میں ناحق مت کھاؤ

وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ

اور (نہ) رسائی کرو	ساتھ	ان کے	تک	حکام

اور ان کے ساتھ حکام تک رسائی نہ کرو

اور ان کو حکام رسی کا ذریعہ نہ بناؤ (حقانی)

اِدْلاء اس کے اصل معنی ہیں پانی نکالنے کے لئے کنوئیں میں ڈلو یعنی ڈول لٹکانا۔ پھر استعارۃً توصّل یعنی رسائی کے لئے استعمال ہونے لگا۔

Marfat.com

ادلی یا تدلی رسائی حاصل کی، پہنچایا۔ یُدلی وہ رسائی حاصل کرتا ہے
لَا تُدْلِ تو رسائی حاصل نہ کر۔ لَا تُدْلُوا تم رسائی حاصل نہ کرو۔
بِھَا ان کے ساتھ یعنی ان کے ذریعے۔

لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ

تاکہ تم کھاؤ	حصہ	سے	اموال	لوگوں (کے)	ساتھ	گناہ

تاکہ لوگوں کے اموال کا ایک حصہ تم گناہ کے ساتھ کھا جاؤ

وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع

اور	تم	جانتے ہو

اور تم جانتے ہو

تفسیر آیت ۱۸۸

دوسرے کا مال مارنا آگ پھانکنے کے برابر ہے

ایک دوسرے کا مال ناحق نہ مارو اور نہ ان پر جھوٹا ناحق جتنا کر مقدمے اٹھاؤ
وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ کے ایک معنی تو یہ ہو سکتے ہیں کہ ان اموال کے مقدمے خواہ مخواہ حکام تک نہ لے جاؤ۔ اور دوسرے یہ کہ انہیں بطور رشوت پیش کر کے حکام تک رسائی نہ پاؤ۔ اگر حکام تمہارے حق میں فیصلہ دے بھی دیں تو یہ مال تمہارے لیئے آگ ہوں گے۔

اِثْم یعنی گناہ سے یہاں مراد ہے، جھوٹی شہادت، دروغ قسمیں اور خیانت کاری وغیرہ۔

Marfat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِـلَّةِ ط

وہ سوال کرتے ہیں	تجھ سے	بابت	ہلال

(اے نبی!) لوگ آپ سے ہلالوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں

اَھِلَّۃ جمع ہے ہلال کی۔ مہینہ کے شروع میں یا آخر کے تین روز کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔ تیرھویں سے سولھویں تک کے چاند کو بدر اور باقی ایام کے چاند کو قمر کہتے ہیں۔

قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ط

کہہ	یہ	آلاتِ وقت	لئے	لوگ	اور حج

آپ فرمائیں، یہ لوگوں کے لئے اور حج کے لئے آلاتِ وقت ہیں

مَوَاقِيْت جمع ہے میقات کی۔ اس جگہ میقات کے معنی ہیں وقت معلوم کرنے کا آلہ (تفسیر خازن، تفسیر حقانوی)

وَ لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا

اور نہیں	نیکی	میں	کہ	آؤ تم	گھر	سے	پچھواڑے ان کے

اور نیکی اس میں نہیں کہ تم گھروں میں ان کے پچھواڑوں سے آؤ

اَتٰی وہ آیا يَاْتِيْ وہ آتا ہے تَاْتُوْنَ تم آتے ہو اَنْ تَاْتُوْا کہ تم آؤ

بُيُوْت جمع ہے بَيْت (گھر) کی

ظُهُوْر جمع ہے ظَهْر کی

ظَهْر جوف کی ضد ہے یعنی چھت، پچھواڑا وغیرہ

Marfat.com

وَ لٰـكِنَّ الْبِـرَّ مَنِ اتَّـقٰى ۚ

اور | لیکن | نیکی | جس (نے) | تقویٰ کیا

بلکہ نیکی (یہ) ہے کہ کوئی متقی ہوا

وَ اْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِـهَا ۠

اور | آؤ | گھروں (کو) | سے | دروازے | ان کے

اور تم گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ

اِئْتِ تو آ - اِئْتُوْا تم آؤ (اَتٰی یَاْتِیْ سے)

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّـكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۱۸۹)

اور | ڈرو | تاکہ | تم | تم فلاح پاؤ گے

اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمہیں کامرانی حاصل ہو

اَفْلَحَ اس نے فلاح پائی تُفْلِحُوْنَ تم فلاح پاتے ہو

تفسیر آیت ۱۸۹

حج کی اہمیت اور غلط رسوم کی بیخ کنی

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک دن عرض کیا کہ یہ چھوٹے بڑے چاند کیوں ہوتے ہیں؟ اس کے جواب میں وحی نازل ہوئی کہ یہ وقت معلوم کرنے کے آلے ہیں - ان کی مدد سے تم بہ آسانی دنوں کا شمار کر سکتے ہو - صحیح شمار نہ بھی ہو سکے تو اندازہ تو ہو جاتا ہے کہ یہ کے روز کا چاند ہے - اس ضمن میں حج کا ذکر بھی آیا ہے - اہلِ شرک نے ماہِ حج اپنی مرضی سے بدلنا شروع کر دیا تھا - اسلام نے حج کا مہینہ

مقرر کر دیا۔ اور بتایا کہ ماہِ حج کا تعین قمری مہینوں سے ہوگا۔ اس میں کسی ذاتی پسند کا دخل نہیں۔ مشرکین نے حج کے سلسلہ میں اور بھی کئی بدعتیں کھڑی کر رکھی تھیں۔ مثلاً حالتِ احرام میں کسی ضرورت سے گھر آتے تو دروازے سے داخل نہ ہوتے۔ اگر گھر خیمہ کا ہوتا تو عقب سے آتے اور مکان ہوتا تو نقب لگا کر آتے یا سیڑھی سے چھت پر چڑھ کر داخل ہوتے۔ قرآنِ حکیم نے بتایا کہ تقوٰی یہ نہیں کہ گھروں کے پچھواڑے سے یا اوپر سے آؤ بلکہ یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو۔ اس کی عبادات صحیح طور سے بجا لاؤ۔ اس نے حج و عبادات کے جو اوقات مقرر کئے ہیں ان میں بدعتیں نہ نکالو۔ حج قمری مہینے میں ادا کرو۔

حج کے لغوی معنی ہیں، زیارت یا کہیں جانا۔ شرع میں حج سے مراد ہے مقرر ایام میں عبادات و رسوم کے ساتھ کعبہ کی زیارت کرنا۔

حج ہر آزاد، عاقل، بالغ، تندرست اور صاحب توفیق مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہوتا ہے بشرطیکہ رستہ پُرامن ہو۔

حج کی رسموں کو ارکانِ حج یا **مناسک** کہتے ہیں ان کا مختصر بیان درجِ ذیل ہے:

مکہ کی راہوں پر مکہ سے خاص فاصلوں پر حدود مقرر ہیں جنہیں **میقات** کہتے ہیں۔ میقات سے پہلے یا میقات پر حاجی دو اَن سلی چادریں پہن لیتا ہے۔ اس لباس کو **احرام** کہا جاتا ہے۔ جو شخص اس لباس کو پہن لے اُس کو **مُحرِم** کہتے ہیں۔ حالتِ احرام میں آرائش، خوشبو، شکار اور مباشرت وغیرہ حرام ہوتے ہیں۔

احرام کے بعد حج کے اختتام تک کثرت سے **تَلْبِیَہ** کہا جاتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ۔ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ ۔ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَکَ۔ لَا شَرِیْکَ لَکَ ۔

(میں حاضر ہوا، اے ہمارے اللہ! میں حاضر ہوا۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوا۔ حمد و نعمت اور حکومت یقیناً تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں)

تلبیہ کے ان الفاظ پر اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔

مکہ میں پہنچ کر سب سے پہلے کعبہ کی زیارت کرتے ہیں۔ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہیں ورنہ ہاتھ لگاتے ہیں اور مقامِ ابراہیمؑ میں دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر مسجدِ حرام سے نکل کر صَفا اور مَروَہ کے درمیان سات بار سَعیٔ کرتے ہیں۔ سَعیٔ کے معنی ہیں: دوڑنا۔ اس کے بعد مکہ میں قیام کرنے کا حکم ہے۔ اس دوران میں جب جی چاہے کعبہ کا طواف ہو سکتا ہے۔

سات تاریخ کو امام خطبہ دیتا ہے اور حج کے مسائل بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد مقررہ تاریخوں پر حسبِ ذیل مقامات پر جاتے ہیں:

مِنیٰ ۸ ذوالحجہ کو یہاں قیام کرتے ہیں۔

عَرفات ۹ ذوالحجہ کو عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں۔ وہاں امام خطبہ دیتا ہے۔

مُزدَلِفہ ۹ ذوالحجہ کو غروبِ آفتاب کے بعد عرفات سے واپس ہو کر مزدلفہ میں ٹھہرتے ہیں۔

مِنیٰ ۱۰ ذوالحجہ کی صبح کو منیٰ چل پڑتے ہیں۔ اور یہاں جمار کی رَمی کرتے ہیں۔

رَمی سے یہاں مراد ہے کنکر پھینکنا۔ منیٰ میں تین ٹیلے ہیں جنہیں جمرات یا جمار کہتے ہیں۔ ان پر کنکر پھینکے جاتے ہیں۔ منیٰ میں قربانی کی جاتی ہے۔ اس کے بعد احرام اتار دیا جاتا ہے۔ منیٰ میں دسویں سے لے کر بارھویں تاریخ تک جتنے دن چاہے رہنے کی اجازت ہے۔ اس کے بعد مکہ میں آ کر دوبارہ طواف کیا جاتا ہے اور بغیر سعی یعنی دوڑنے کے صفا اور مروہ کے پھیرے لگائے جاتے ہیں۔ اگر منیٰ سے بارھویں تاریخ سے قبل واپس آ گیا تھا تو اب دوبارہ وہاں جائے اور رمی پوری کرے۔ اس کے بعد کعبہ کا سہ بارہ طواف کرے۔ اسے طوافِ صدر یعنی رخصتی طواف کہتے ہیں۔

Marfat.com

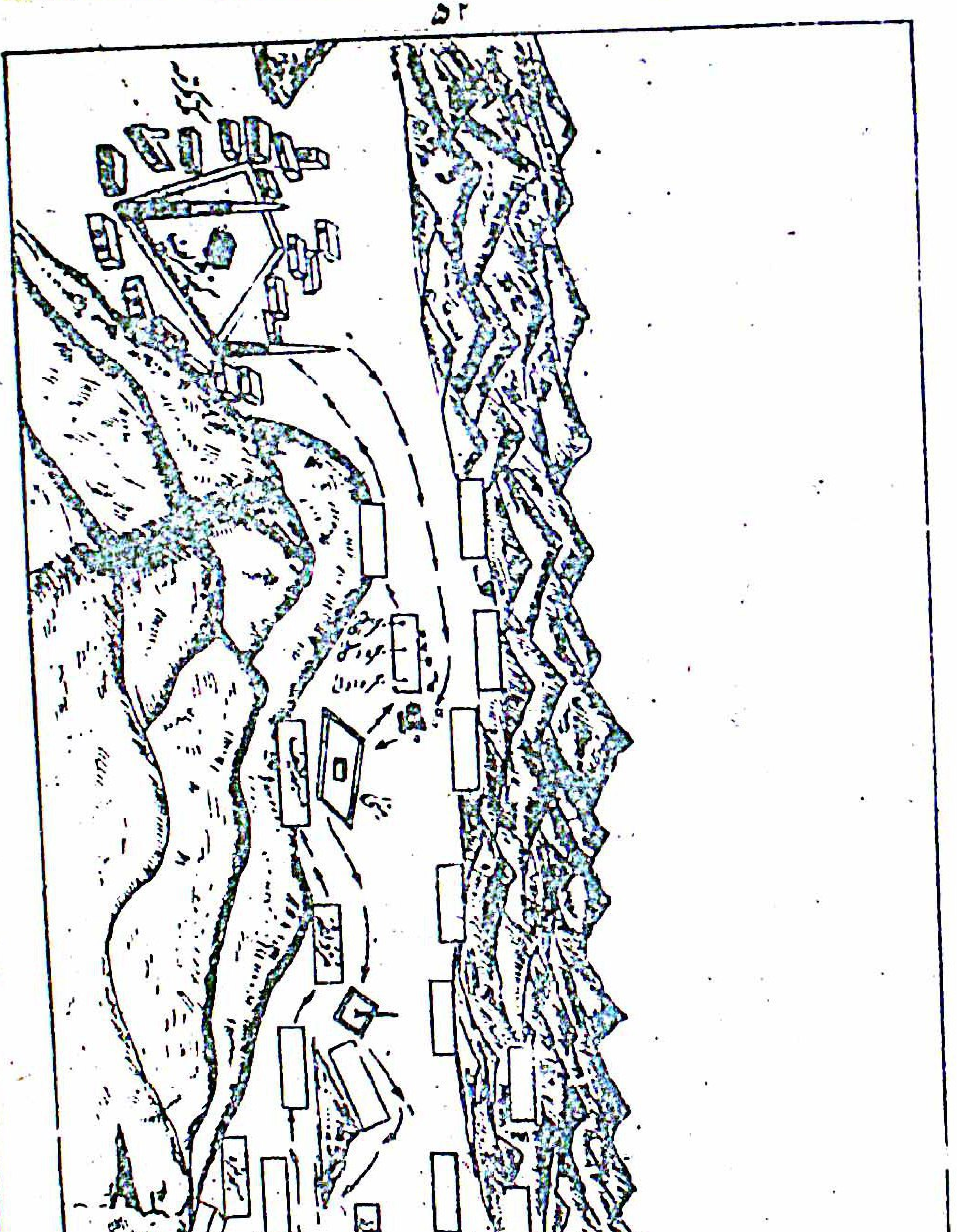

Marfat.com

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ

اور جنگ کرو میں راہ جو جنگ کرتے ہیں تم سے

اور جنگ کرو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں

قَتَلَ قتل کیا قَاتَلَ جنگ کی قَاتِلْ جنگ کر

وَ لَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (۱۹۰)

اور نہ حد سے نکلو یقیناً نہیں چاہتا ہے حد سے نکلنے والے

اور حد سے نہ نکلو یقیناً اللہ حد سے نکلنے والوں کو نہیں چاہتا

اِعْتَدٰی حد سے نکلا تَعْتَدُوْنَ تم حد سے نکلتے ہو

لَا تَعْتَدُوْا تم حد سے نہ نکلو اَلْمُعْتَدِیْ حد سے نکلنے والا

وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ

اور قتل کرو انہیں جہاں پایا تم نے انہیں

اور انہیں قتل کرو جہاں انہیں پاؤ

ثَقِفَ اس نے پایا ثَقِفْتُمْ تم نے پایا

وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ

اور نکالو انہیں سے جہاں نکالا انہوں نے تمہیں

اور انہیں نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا

Marfat.com

وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج

اور فتنہ شدید تر سے قتل

اور فتنہ قتل سے (بھی) شدید تر ہے

وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اور نہ جنگ کرو ان سے پاس

اور مسجدِ حرام کے پاس ان سے جنگ نہ کرو

ح حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ

وہ جنگ کریں تم سے میں وہ (اس میں)

حتّٰی کہ وہ (خود) تم سے اس میں جنگ (نہ) کریں

فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ

تو اگر جنگ کی انہوں نے تم سے تو قتل کرو انہیں

تو اگر انہوں نے تم سے جنگ کی تو انہیں قتل کرو

كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ (١٩١)

اس طرح بدلہ کُفّار (کا)

کافروں کا ایسا ہی بدلہ ہے

یعنی ان کی یہی سزا ہے۔

Marfat.com

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۹۲)

تو اگر | وہ رُک گیے | تو یقیناً | مغفرت کرنے والا | رحم کرنے والا

تو اگر وہ رُک جائیں تو یقیناً اللہ مغفرت کرنے والا ہے، رحم کرنے والا ہے

اِنْتَھٰی وہ رُک گیا اِنْتَھَوْا وہ رُک گیے

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ

اور جنگ کرو | ان سے | نہ | ہو | فتنہ

اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے

وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ط

اور | ہو | دین | لئے | اللہ

اور دین اللہ کے لئے ہو

فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (۱۹۳)

تو | اگر | وہ رُک گیے | تو | نہیں | پیش دستی | سوا | پر

تو اگر وہ رُک جائیں تو پیش قدمی (روا) نہیں مگر ظالموں پر

عُدْوان (عَدَا یَعْدُو) سے اور اِعْتِدَاء (اِعْتَدٰی یَعْتَدِیْ سے) دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔

لغوی معنی ہیں حد توڑ کر یا پھاند کر جانا۔ عموماً ان کے معنی ظلم اور زیادتی لئے جاتے ہیں لیکن اس آیت میں یہ دونوں لفظ قریب قریب لُغوی معنی ہی میں آئے ہیں یعنی

(۱) حملہ کے لئے بڑھنا، چڑھائی کرنا (۲) حملہ کر کے کسی کی حدود میں جا پہنچنا

Marfat.com

مثلاً کسی کے گھر یا علاقے پر حملہ آور ہونا، دونوں صورتوں میں ابتداء اور انتقام ہر دو کا مفہوم شامل ہو سکتا ہے۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ

مہینہ محترم مقابل مہینہ محترم

حرمت کا مہینہ حرمت کے مہینے کے مقابل ہے

وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ

اور حرمتیں بدلہ

اور حرمتوں کا بدلہ ہے[1]

حُرمات جمع ہے حرمت کی۔ حُرمات سے مراد ہے ماہِ حرام کی حُرمت، مکہ کی حرمت اور اِحرام کی حرمت یعنی یہ تین حرمتیں۔

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ

تو جو بڑھ کر آیا تم پر تو بڑھ کر جاؤ اس پر

پس جو تم پر چڑھ کر آیا تو تم بھی اس پر بڑھ کر جاؤ

اِعْتَدٰی چڑھائی کی اِعْتَدِ چڑھائی کر اِعْتَدُوْا چڑھائی کرے

[1] شاہ رفیع الدینؒ۔ اسی کے موافق حقانیؒ کا ترجمہ بھی ہے۔

Marfat.com

بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ

جیسے	جو	وہ بڑھ کر آیا	تم پر	

جیسے وہ تم پر بڑھ کر آیا

وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (۱۹۴)

اور	ڈرو	اور	جان لو	کہ یقیناً	ساتھ	تقویٰ والے

اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً اللہ تقویٰ رکھنے والوں کے ساتھ ہے

تفسیر آیت ۱۹۰ —— ۱۹۴

کفّار سے جنگ

ان آیات میں حکم ہے کہ کفار تم سے جنگ آزما ہوں تو خوب مقابلہ کرو لیکن حدود کے اندر رہو یعنی بچے، بڈھے اور عورت پر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ جو آدمی ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کرو۔ اگر تم نے ان حدود یعنی پابندیوں کو نظرانداز کر دیا۔ تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ حدشکن لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

ہجرت کا ساتواں برس تھا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیارت کعبہ کے لئے مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے۔ اگرچہ سابق برس مشرکین مکہ سے دس سال کی صلح کا عہد ہو چکا تھا تاہم اہل اسلام کو ان لوگوں کی عہد پرستی کا پورا اطمینان نہ تھا۔ حرمت کا مہینہ تھا اور حرمت کے شہر یعنی مکہ میں کعبۂ محترم کی زیارت کو جا رہے تھے۔ کئی حرمتیں جمع تھیں۔ محرّم، رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے چار مہینے بہت محترم ہیں۔ ان کے دوران میں لڑنا جھگڑنا اور خوں ریزی کرنا سخت منع ہے۔ یہی احکام مکہ اور کعبہ کی حرمت کے بارے میں بھی ہیں۔ ان حرمتوں کا اہل شرک بھی حتی الوسع پاس رکھتے تھے۔ تاہم چونکہ اعتبار کے لوگ نہ تھے اس لئے صحابۂ کرامؓ نے سوچا کہ اگر

Marfat.com

کفار نے ہم پر پیش قدمی کی تو کیا ان سب حرمتوں کی موجودگی میں ہم تلوار اٹھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ملا کہ ان حرمتوں سے مقصود دشمن کے سامنے بے لبس ہونا یا اس سے بھاگنا نہیں۔ بلکہ یہ حرمات تو خود جائز بدلہ کا درس دیتی ہیں۔ جو آدمی ان کا احترام نہ کرے وہ قابلِ سزا ہے۔ دشمن تم پر حملہ آور ہو تو وہ ان حرمات کی ہتک کا مرتکب ہو گا۔ لہذا قابلِ سزا ٹھہرے گا۔ اس سے قصاص یعنی برابر کا بدلہ لو تاکہ دوبارہ ایسی جسارت نہ کرے۔

ان آیات میں اہلِ اسلام کو تاکید سے بتایا گیا ہے کہ مشرکین نے دینِ حق کے خلاف فتنہ پھیلا رکھا ہے۔ فتنہ کے معنی آزمائش ہیں۔ یہاں مراد وہ ظلم و ستم ہے یا وہ ناانصافیاں جو مسلمانوں سے کی جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔ مشرکین حرم میں بیٹھ کر فتنہ گری کر رہے ہیں۔ وہ تم دھاوا کریں تو تم بھی بے خوف ہو کر جواب دو اور یہاں تک تلوار چلاؤ کہ ان کے ہوش ٹھکانے آجائیں اور دینِ حق کی مخالفت ترک کر دیں۔ بلکہ ضرورت ہو تو شہر بدر کر دو تاکہ حق کی راہ سے بدخواہ دشمن کی دھاندلی ختم ہو جائے اور دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہ رہے۔ مشرکینِ مکہ کی دیوار ٹوٹ گئی تو تم دیکھو گے کہ عرب بھر میں فقط اللہ کا دین رہ جاتا ہے۔

آیاتِ زیرِ نظر میں اہلِ اسلام کو جس قدر جہاد فی سبیل اللہ کی تلقین کی گئی ہے اسی قدر پیش دستی اور حد شکنی سے دور رہنے کا حکم ہے۔

جہاد

جہاد کے موضوع پر سورۃ البقرہ میں مزید آیات آگے آئیں گی۔

جہاد کے لغوی معنی ہیں جد و جہد یا کوشش کرنا۔ جہاد کی مندرجۂ ذیل تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) قولی۔ یعنی زبان سے کلمۂ حق کی اشاعت کرنا، نیک علم حاصل کرنا اور

س کی شناخت کرنا۔

(۲) مالی۔ اس موضوع پر انفاق فی سبیل اللہ کے عنوان سے کئی مقامات پر بحث گزر چکی ہے۔

(۳) جانی۔ یعنی اللہ کی راہ میں جان لڑا دینا۔ ہر مشکل کو خوشی سے لبیک کہنا باطل کی قوتوں کے استیصال میں پوری کوشش کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی جدوجہد کرنا عبادت ہے لیکن جو مرتبہ دشمن دین کے خلاف میدان جنگ میں اترنے کا ہے وہ اور کسی عبادت کا نہیں۔ لہذا اصطلاح میں جہاد کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے۔

حق اور باطل دو متضاد قوتیں ہیں۔ ان میں پیدائش آدمؑ کے وقت سے تصادم جاری ہے۔ باطل کی قوتیں حق پرستوں کو ستانے اور مٹانے کے درپے رہتی ہیں۔ اس لئے ان سے ہر وقت ہوشیار اور مستعد رہنا چاہیے۔

ہر قوت کے لئے ایک نہ ایک مخالف قوت اور ہر قوم کے لئے ایک نہ ایک حریف قوم ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو بھی روز اول سے بدخواہوں اور عداوت کیشوں سے سابقہ رہا ہے۔ ضروری نہیں کہ دشمن کی دشمنی عیاں ہو۔ بارہا یہ دشمنی پوشیدہ رہتی ہے اس لئے ظاہر و پوشیدہ ہر دو قسم کے دشمنوں کے خلاف کیل کانٹے سے لیس رہنا چاہیے۔

مسلمان کا فریضہ یہی نہیں کہ اپنے لئے امن کی فضا ہموار کرے بلکہ اس کے ذمے یہ فرض بھی ہے کہ پوری دنیا کے لئے امن و امان کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ بعض لوگ عادۃً فسادی ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کی زمین میں بگاڑ اور بدنظمی پیدا کرنے کے لئے بے تاب رہتے ہیں۔ ان کے سدباب کے لئے جہاد ضروری ہے۔ سورت البقرہ کی آیت ۲۰۱ میں وضاحت ہے کہ اگر اللہ بعض لوگوں کا بعض لوگوں کے ذریعے دفعیہ نہ کرے تو زمین میں فساد ہو جائے۔ دیگر کئی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد نہ ہو تو کفار دین کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کریں اور مسلمانوں کو جبراً ارتداد کی گود میں لے جائیں۔

زندگی کی حفاظت اور دین کے قیام کے لئے ہر وقت کی سرگرمی چاہیے۔ اسلام حرکت

Marfat.com

ادر عمل کی تلقین کرتا ہے۔ وہ اپنے پیروؤں سے یہ توقع نہیں رکھتا کہ لاڈلے اور آرام کوش ہو کر رہیں بلکہ ان کو یقین دلاتا ہے کہ زندگی سراسر جہد ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرح طرح سے آزمائش کرتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اعلان ہے کہ ہم کچھ خوف اور بھوک اور جان و مال و ثمرات کے نقصان کے ذریعے ضرور تمہاری آزمائش کریں گے۔ آیت ۲۱۴ میں تنبیہ ہے کہ (اے مسلمانو!) کیا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو گئے اور حالاں کہ تم پر ان لوگوں کی سی) حالت نہیں آئی جو تم سے قبل ہو گزرے ہیں۔ انہیں شدت اور تکلیف پہنچی اور انہیں جھنجھوڑا گیا حتیٰ کہ رسول اور وہ لوگ جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے کہنے لگے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟

بعض وقت ایسے بھی آجاتے ہیں کہ مدتوں دشمن کے ظلم وستم سہنے پڑتے ہیں اور جیسا کہ مذکورہ آیت کے ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے بڑے بڑے پختہ ایمان لوگ بھی مضطرب ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کو آخر دم تک صبر و استقامت سے کام لینا چاہیے۔ اللہ کی راہ میں اہلِ ایمان نے سروں پر آرے چلوا لیے لیکن یہ بات انہیں راہِ حق سے ڈگمگا نہ سکی۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

دشمن کے مقابلہ کا سروسامان نہ ہو تو حوصلہ اور استقامت کے ساتھ شدائد اٹھانے چاہییں۔ اور جب اللہ تعالیٰ سامان پیدا کر دے تو ظالم کے خلاف بے دریغ تلوار اٹھائی جائے جہاد فرضِ کفایہ ہے یعنی سب کا شمول ضروری یا ممکن نہ ہو تو صرف ایک لشکر کے جہاد کرنے سے ساری ملت کی طرف سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔

مندرجۂ ذیل صورتوں میں دشمن سے جنگ آزما ہونا ضروری ٹھہرتا ہے:

(۱) دشمن اسلامی ملک پر حملہ آور ہو۔

(۲) دشمن اہلِ اسلام کو ظلم وستم کا نشانہ بنائے۔

(۳) دشمن لوگوں کو اللہ کی راہ پر چلنے سے روکے یا دین اور مذہب پر پابندیاں عائد کرے چاہے یہ پابندیاں اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا ہی پر کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

یہ قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ کسی کو مذہب بدلنے پر مجبور کیا جائے یا کسی مذہب کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچایا جائے (الحج)

(۴) دشمن فتنہ و فساد پیدا کرے اور پھیلائے۔

(۵) دشمن شکستِ عہد یا غداری کا مرتکب ہو۔

اہلِ اسلام کو روا نہیں کہ دنیاوی اغراض کے لئے خوں بہائیں۔ وہ صرف حق کی خاطر جنگ کر سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا میں سے کوئی صورت پیش آجائے تو دشمن کے خلاف بے دھڑک میدانِ جنگ میں آجانا چاہیے۔ موت سے ڈرنا یا بزدلی دکھانا کافرانہ حرکت ہے۔ موت سے فرار نہیں۔ اسے ایک دن ضرور آنا ہے۔ آیت ۲۴۳ میں بنو اسرائیل کے ایک کثیر التعداد گروہ کی مثال دی گئی ہے جس نے بزدلی کی اور میدانِ جہاد سے بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو یک بارگی موت کے حوالے کر دیا۔ بعد میں انہیں پھر زندہ کر دیا۔ اس مثال کو پیش کر کے اللہ تعالیٰ نے آگے کی آیت میں حکم دیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کرو۔

ہر شے کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ فتح کا انحصار فوج کی کثرت پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہوتا ہے۔ راہِ حق میں جنگ کرنے والوں پر اللہ کی نصرت کا سایہ رہتا ہے۔ وہ قلیل بھی ہوں تو کثیر دشمن پر غالب آتے ہیں۔ آیت ۲۴۹ میں وضاحت ہے کہ کتنی ہی قلیل جماعتیں کثیر جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آئیں اور اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔ اس لئے ہر حال میں اللہ پر توکل رکھنا چاہیے اور جیسا کہ آیت ۲۵۰ سے ثابت ہوتا ہے اللہ سے صبر و استقامت اور نصرت کی درخواست کرنی چاہیے۔

جہاد کے بے اندازہ ثمرات ہیں۔ اس میں زندگی کی بقاء کا راز ہے۔ باطل کا میدان عمل تنگ ہو جاتا ہے، فساد کا دائرہ گھٹ جاتا ہے۔ لوگوں کو آزادی کی فضا نصیب ہوتی ہے اور حق کی اشاعت ہوتی ہے۔ الغرض جہاد اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بہانہ ہے۔ آیت ۲۱۸ میں بیان ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا وہ لوگ اللہ کی رحمت کی آس رکھتے ہیں۔ مراد یہ کہ انہیں یقین ہے کہ جہاد کا ثمر اللہ کی

Marfat.com

رحمت ہے ۔

جہاد لے شک بہت بڑی آزمائش ہے ۔ جان، مال اور اولاد وغیرہ کی قربانی دینی پڑتی ہے لیکن قربانی جس قدر بڑی ہو اس سے اسی قدر بڑی بھلائی حاصل ہوتی ہے ۔ آیت ۲۱۶ میں ہے کہ تم پر جہاد فرض ٹھہرایا گیا اور وہ تمہیں پسند نہیں ۔ لیکن عین ممکن ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور عین ممکن ہے کہ تم کوئی چیز چاہو اور وہ تمہارے لئے بُری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۔

جہاد کتنی بڑی عبادت ہے اس کا اندازہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں ایک دن محاذِ جنگ پر گزارنا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے ۔

(نیز دیکھو تفسیر آیت ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸)

وَ	اَنْفِقُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ
اور	خرچ کرو	میں	راہ	

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو

وَ	لَا تُلْقُوْا	بِ	اَيْدِيْ	كُمْ	اِلَى	التَّهْلُكَةِ
اور	نہ ڈالو	ساتھ	ہاتھ	تمہارے	طرف	ہلاکت

اور (خود کو) اپنے ہاتھوں ہلاکت کی طرف نہ ڈالو

اَلْقٰى ڈالا تُلْقِيْ تو ڈالتا ہے لَا تُلْقِ تو نہ ڈال لَا تُلْقُوْا تم نہ ڈالو ۔

وَ اَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

اور	احسان کرو	یقیناً	چاہتا ہے	احسان کرنے والے

اور کام اچھے کرو یقیناً اللہ اچھے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

تفسیر آیت ۱۹۵

انفاق فی سبیل اللہ

قرآن حکیم میں انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت تاکید ہے سورۂ بقرہ میں کئی مقامات پر اس کا حکم آیا ہے مفصل بحث آیت ۳ کے تحت گزر چکی ہے۔

احسان

احسان کا مادہ حسن ہے۔ احسان اپنے وسیع معنی میں عمل کی خوبی اور رعنائی کا نام ہے۔ احسان وہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کو بھائے۔
احسان کے لئے قرآن حکیم میں حسنہ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی اردو میں بھلائی بتائے جاتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جو گہرائی اور نکھار حسنہ میں ہے وہ بھلائی کے لفظ میں نہیں۔ اس کا ہم معنی کوئی لفظ ہو سکتا ہے تو خیر ہے جس کے لغوی معنی ہیں بہتر بن۔

Marfat.com

جہاں یہ حکم ہے کہ جس قدر زیادہ نیکی ہو سکے کی جائے وہاں ساتھ ہی یہ بھی ہدایت ہے کہ ہر نیکی خوب سے خوب تر طریقہ پر انجام دی جائے۔ شارع علیہ السلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ تو اپنے ہر عمل کے بارے میں یہ سمجھ کہ آخری عمل ہے۔ مدعا یہ کہ اس کی تکمیل اس طور سے کر کہ اس کی پسندیدگی میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط

اور پورا کرو | حج | اور | عُمرہ | لئے | اللہ

اور پورا کرو حج اور عُمرہ اللہ کے لئے

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج

تو | اگر | تم رُوکے گیے | تو | جو | میسّر ہوا | سے | قربانی کے جانور

تو اگر تم رُوکے گیے تو (بھیجو) جو میسّر ہوا قربانی کے جانوروں سے

حَصَرَ گھیرا، روکا۔ اِسْتَيْسَرَ کا مادہ يُسْر (آسانی) ہے

اِسْتَيْسَرَ یا تَيَسَّرَ کے لغوی معنی ہیں: آسان ہوا، تیار رہا، میسّر ہوا

هَدْی اسم جمع ہے اس کے معنی ہیں، قربانی کے جانور۔ هَدْيَه اس سے مفرد ہے

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ

اور نہ مونڈو سر تمہارے پہنچے قربانی حلال ہونے کی جگہ اسکی

اور نہ مونڈو اپنے سروں کو حتّٰی کہ قربانی اپنی ذبح گاہ میں پہنچے

مَحِلّ حلال ہونے کی جگہ۔ یہاں مراد ہے قربانی کے ذبح ہونے کی جگہ مَحَلّ اترنے کی جگہ

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا

تو جو ہوا سے تم مریض

تو جو تم میں سے مریض ہوا

اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ

یا جسّ اس کے تکلیف سے سر اس کا

یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو

فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ج

تو فدیہ سے روزے رکھنا یا صدقہ یا قربانی

تو فدیہ (ہے) روزے سے یا صدقہ سے یا قربانی سے

نُسُكٌ (۱) عبادت، طاعت

(۲) ہر وہ کام جو اللہ کے قریب کردے یعنی قُرْبَان کے مُرادِف۔ مثلاً (ا) قربانی کرنا (اسم مصدر) (ب) نَسِیْکَۃٌ یعنی قربانی کا ذبیحہ وغیرہ۔

یہاں آیت میں دوسرے معنی مراد ہیں۔ لہٰذا حضرت شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے 'قربانی' حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے 'ذبح' اور حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے 'ذبح کرنا'۔

دقفة

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ

تو | جب | امن پایا تم نے

توجب تم نے امن پایا

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ

تو | جس نے | فائدہ لیا | ساتھ | عمرہ | تک | حج

توجو عمرہ سے حج تک بہرہ مند ہوا

تَمَتَّعَ فائدہ اٹھایا۔ یہاں مراد ہے قُرب الٰہی کا فائدہ اٹھایا۔

فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج

تو | جو | میسّر ہوا | سے | قربانی کے جانور

توجو میسّر ہوا قربانی کے جانوروں سے

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ

تو | جس نے | نہ پایا | تو | روزے رکھنا | تین | ایام

توجس نے (قربانی کا جانور) نہ پایا تو تین دن کے روزے رکھنا ہیں

فِى الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ

میں | حج | اور | سات | جب | تم واپس آئے

حج میں اور سات دن (کے) جب تم واپس آؤ

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

یہ دس پورے

یہ پورے دس (ہوئے)

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

وہ لئے جو نہ ہوا کنبہ اسکا مقیم

یہ اس کے لئے ہے جس کا کنبہ مسجد حرام کے پاس مقیم نہیں

حَاضِرِي اصل میں حاضرین ہے۔ اضافت کی وجہ سے نون محذوف ہو

حَاضِرِ یہاں مراد ہے: مقیم، باشندہ

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ ع

اور ڈرو اور یقیناً سخت عقوبت

اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً اللہ سخت سزا دینے والا ہے

تفسیر آیت ۱۹۶

حج کے چند احکام (۱)

• تاکید ہے کہ جب تم حج اور عمرہ کے ارادہ سے نکلو تو انہیں سب شرائط کے ساتھ پوری طرح ادا کرو۔

حج اور عمرہ میں فرق یہ ہے کہ عمرہ میں حج کی سب رسوم نہیں ہوتیں اور چند مقررہ ایام کے سوا سال کے کسی وقت ادا ہو سکتا ہے۔ حج سال میں فقط ایک بار مقررہ ایام میں ہوتا ہے۔ حج کو حج اکبر اور عمرہ کو حج اصغر بھی کہتے ہیں۔ حج ہر صاحب مقدور مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہوتا ہے۔ حج و عمرہ کی تین قسمیں ہیں:

Marfat.com

(۱) اِفراد — اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے حج کرے اور اس کے بعد حدود حرم سے باہر جا کر دوبارہ عمرہ کے لئے آئے یا حج کے مہینوں سے قبل عمرہ کر کے پھر اسی سال حج کرے۔

(۲) تَمَتُّع — حج کے مہینوں یعنی شوّال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں عمرہ کرے اور اسی سال حج کرے۔

(۳) قِران — حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھے یا عمرہ کے بعد متصل حج کرے

اگر آدمی کسی مجبوری کی وجہ سے حج یا عمرہ کا سفر پورا نہ کر سکے اور رستہ میں رک جائے تو اسے چاہیے کہ کسی ذریعے حرم میں قربانی کا بندوبست کرے۔ جس وقت سمجھے کہ قربانی ادا ہو چکی ہوگی تو احرام کھول دے اور سر منڈا لے۔

حج و عمرہ کے اختتام تک بال ترشوانے کی اجازت نہیں۔ اگر کوئی شخص مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی بیماری ہو تو وہ قبل از وقت سر منڈا سکتا ہے لیکن اس کا فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ یہ فدیہ تین دن کے روزے ہوں گے یا چھ مسکینوں کا کھانا یا قربانی۔ کم سے کم قربانی بکری کی ہوگی۔

جس شخص نے حج اور عمرہ دونوں کا فائدہ اٹھایا یعنی تمتُّع یا قران کیا تو وہ دس ذی الحج کو حسبِ استطاعت قربانی دے۔ جسے قربانی میسّر نہ ہو وہ دس روزے رکھے تین ایام حج میں اور سات حج کے بعد۔ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جس کا وطن میقات سے باہر ہو۔ جو اس کے اندر سکونت رکھتا ہو۔ وہ جب چاہے عمرہ کر سکتا ہے لہٰذا وہ اِفراد کرے۔ قرآن میں ارشاد ہے ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ یعنی جس کے گھر والے مسجدِ حرام کے قریب نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو میقات کے اندر آباد نہیں۔

(مضمون آیت ۱۹۷ — ۲۰۳ کے تحت جاری ہے)

Marfat.com

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ج

حج — مہینے — معلوم

حج کے معلوم مہینے ہیں

اَشْهُر جمع ہے شَهْر (مہینہ) کی

فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ

جس نے — لازم ٹھہرا لیا — میں — وہ (ان میں) — حج

تو جس نے ان میں حج (اپنے پر) لازم ٹھہرا لیا

یعنی احرام پہن لیا۔

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ط

نہیں جنسی آزادی — اور نہ — نافرمانی — اور نہ — جھگڑا — میں — حج

(تو وہ جان لے) کہ حج میں نہ مباشرت کرنا ہے اور نہ نافرمانی اور نہ جھگڑا

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ

اور جو — تم کرو — سے — بھلائی — جانتا ہے — اسے

اور تم جو کچھ بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ز

اور زادِ راہ لو — تو یقیناً — بہترین — زاد

اور سفر خرچ ساتھ لو۔ پس یقیناً بہترین زاد تقویٰ ہے

تَزَوَّدَ زادِ راہ ساتھ لیا تَزَوَّدُ تو زادِ راہ ساتھ لے
زاد سفر کے خرچ یا سامان کو کہتے ہیں۔

وَ اتَّقُوْنِ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

اور ڈرو مجھ سے اے والو عقلیں

اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرو

وَاتَّقُوْنِ دراصل ہے وَ اور اِتَّقُوْا ڈرو نِی مجھ سے

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ

نہیں اوپر تمہارے گناہ

تم پر گناہ نہیں

اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ

کہ طلب کرو تم فضل سے رب تمہارا

کہ تم اپنے رب سے فضل طلب کرو

یہاں فَضْل میں تجارت کی طرف اشارہ ہے

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ

تو جب تم نے اکٹھے کوچ کیا سے عرفات

تو جب تم عرفات سے اکٹھے کوچ کرو

Marfat.com

اَفَاضَ اصل میں پانی کے لئے آتا ہے کہ کثرت سے بہ نکلا۔ اِفَاضَہ مصدر ہے یہاں اِفاضہ سے مراد ہے سب کا مل کر کوچ کرنا، ہجوم کر کے نکلنا
اَفَضْتُمْ تم سب نے اکٹھے کوچ کیا۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ

تو | یاد کرو | | پاس | مشعر

تو اللہ کو مشعر حرام کے پاس یاد کرو

مَشْعَرْ علامت۔ المشعر الحرام حرمت والی علامت

وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدٰىكُمْ

اور | یاد کرو | اسے | جیسے | ہدایت کی | تمہیں

اور اسے (اس طرح) یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت کی

وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ (۱۹۸)

اور یقیناً | تم تھے | پہلے | اس ہے | ۔ | سے | ناواقف

یقیناً اس سے پہلے تم بے خبروں میں سے تھے

یعنی اس سے قبل تم عبادات حج کے طریقے بھول چکے تھے۔ ضالّ سے یہاں مراد ہے، بھولنے والا، بے خبر، ناواقف۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ

پھر | تم اکٹھے کوچ کرو | سے | جہاں | کوچ کیا | لوگ

پھر تم اکٹھے کوچ کرو جہاں سے لوگ کوچ کریں

Marfat.com

اَفَاضَ سے۔ اَفِض ہے۔ اس کی جمع کا صیغہ ہے اَفِیضُوا یعنی تم سب اکٹھے کوچ کرو

وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ ۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۱۹۹)

اور استغفار کرو یقیناً مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا

اور اللہ سے استغفار کرو یقیناً اللہ مغفرت کرنے والا ہے، رحم کرنے والا ہے

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ

تو جب طے کیے تم نے ارکانِ حج تمہاری تو یاد کرو

تو جب تم ادا کر چکو اپنے ارکان حج تو یاد کرو اللہ کو

قَضٰی طے کیا، پوری طرح طے کیا قَضَیْتُمْ تم نے طے کیا
مَنَاسِک جمع ہے مَنْسَک کی جو مصدر میمی ہے۔ مَنَاسِک حج کی رسمیں یا عبادات، ارکان حج۔

کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا

جیسے یاد کرنا تمہارا باپ دادا تمہارے یا زیادہ تر ذکر

جیسے تمہارا یاد کرنا (ہوتا تھا) تمہارے باپ دادا کا یا اور بھی زیادہ ذکر سے

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ

تو سے لوگ جو کہتا ہے

تو لوگوں میں سے کوئی کہتا ہے

Marfat.com

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا

اے رب ہمارے دے ہمیں میں

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں ہی دے

وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (۲۰۰)

اور نہیں لئے اس کے بیچ آخرت کچھ حصہ نیک

اور اس کے لئے آخرت میں کچھ بھی بھلا حصہ نہیں

یعنی آخرت میں کسی بھلائی سے بہرہ یاب نہ ہوگا کیونکہ یہ اس کے نصب العین ہی میں شامل نہ تھا۔

خلاق اصل میں اس فضیلت یا نیک عمل کو کہتے ہیں جو آدمی اپنے خلق سے کماتا ہے یہاں مراد ہے حصہ نیک، بھلا حصہ۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ

اور سے وہ (ان سے) جو کہتا ہے

اور ان میں سے کوئی کہتا ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً

اے رب ہمارے دے ہمیں میں دنیا بھلائی

اے ہمارے رب! ہمیں عطا کر دنیا میں بھلائی

وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۲۰۱) النصف

اور میں آخرت بھلائی اور قِ (بچا) ہمیں عذاب آگ (کا)

اور آخرت میں بھلائی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچایا

Marfat.com

وَقٰی: بچایا یَقِیْ بچاتا ہے قِ بچا

أُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ط

وہ لئے ان کے مقرر حصہ (من+ما) مَا جو عمل کیا انہوں نے

یہ وہ ہیں (کہ) ان کے لئے خاص ثواب ہے اس کی خاطر جو انہوں نے کیا

نَصِیب معین و مقرر حصہ یا حصہ کو کہتے ہیں۔ یہاں خاص حصہ یعنی خاص ثواب مراد ہے۔

مِنْ یہاں مراد ہے لِاَجَل یعنی خاطر، برائے (سیوطی، بیضاوی)

کَسَبَ عمل کیا۔

وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾

اور اللہ جلد

اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ط

اور یاد کرو میں روز گنے ہوئے

اور اللہ کو گنتی کے دنوں میں یاد کرو

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ج

تو جس نے عجلت کی میں دو دن تو نہیں گناہ اس پر

تو جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں تو اس پر گناہ نہیں

وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى

اور جو | پیچھے رہا | تو نہیں | گناہ | اس پر | لئے | جو | تقویٰ کیا اس نے

اور جو بعد میں رہا تو اس پر کوئی گناہ نہیں اس کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ

اور | ڈرو | اللہ (سے)

اور اللہ سے ڈرو

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (۲۰۳)

اور | جانو | کہ یقیناً تم | طرف | اس کی | تم اکٹھے کیے جاؤ گے

اور جان لو کہ تم یقیناً اس کے سامنے اکٹھے کیے جاؤ گے

حَشَرَ جمع کیا | تُحْشَرُوْنَ تم جمع کیے جاؤ گے

اِلٰی طرف، تک | یہاں مراد ہے، سامنے

تفسیر آیت - ۱۹۷ --- ۲۰۳

حج کے چند احکام (۲)

(آیت ۱۹۰ کی تفسیر سے پیوستہ)

مشرکین عرب نے حج کی شرائط اور رسوم وغیرہ میں اپنی طرف سے کچھ تبدیلیاں کر دی تھیں - آیاتِ زیرِ نظر میں ان کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی گئی ہے - یہ تبدیلیاں مندرجہ ذیل تھیں -

(۱) مشرکین اپنی مرضی سے حج کے مہینے بدل دیتے تھے - لہٰذا بتایا کہ حج کے مہینے معلوم اور مقرر ہیں - یعنی شوال ، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ - ان کو بدلنے کی اجازت نہیں -

(۲) مشرکین حج کے دوران بے حجابی، ناز یبا حرکات کرتے تھے، یہاں تک کہ ننگے حج کرتے اور گاتے بجاتے تھے۔ لہٰذا حکم ہُوا کہ یہ آزادگی اور بے حیائی ممنوع ہے۔

(۳) عرب کے بعض قبیلے بغیر زادِ راہ کے سفرِ حج پر چل نکلتے تھے اور بھیک مانگ کر گزارا کرتے تھے۔ وہ اسے نیکی سمجھتے تھے۔ قرآنِ حکیم نے بتایا کہ سفر خرچ لے کر حج کے لئے نکلو۔

(۴) حج خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہونا چاہیے۔ دل میں تقویٰ جاگزیں رہے۔ نام و نمود کا حج بیکار رہے۔ بے شک زادِ راہ کے بغیر حج کا سفر درست نہیں لیکن ایسا بھی نہ ہو کہ شان و شوکت دکھانے کے لئے خدم و حشم کا اہتمام کیا جائے۔ اور بجائے اس کے کہ گردن اللہ تعالیٰ کے آگے جھکی ہو عوام کے سامنے اکڑی ہوئی نظر آئے۔

(۵) عرب کے بعض قبائل سفرِ حج کے دوران میں تجارت کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ قرآن نے بتایا کہ تم پر گناہ نہیں کہ تم اپنے ربّ سے فضل طلب کرو۔ یعنی بے شک تجارت کرو۔

(۶) تاکید ہے کہ عرفات سے آؤ تو مشعرِ حرام کے پاس پہنچ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ مَشْعَر کے معنی علامت ہیں۔ مشعرِ حرام کے معنی ہیں محترم علامت۔ اس سے مراد قُزَح کی پہاڑی ہے جو مُزدَلفہ میں واقع ہے۔ اس پہاڑی کی وجہ سے تقریباً سارا مُزدَلفہ مشعرِ حرام ٹھہرا ہے۔

قرآن نے بتایا ہے کہ اللہ کی یاد اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ سے کرو۔ خودساختہ اور جاہلانہ رسمیں چھوڑ دو۔

(۷) عرفات حدودِ حرم سے باہر ہے، اس لئے ایامِ جاہلیت میں قریشِ مکّہ دیگر حُجّاج کے ہمراہ عرفات میں نہیں جاتے تھے۔ وہاں جانا کسرِ شان سمجھتے تھے اور مزدلفہ ہی میں رُک جاتے تھے۔ قرآن نے حکم دیا: پھر تم (اکٹھے) کوچ کرو جہاں سے لوگ کوچ کریں یعنی دیگر حاجیوں کے ساتھ عرفات تک جاؤ۔

(۸) مشرکین کا قاعدہ تھا کہ ایام حج میں اپنے باپ دادا کے کارنامے سنا کر لوگوں کے گرد اچھلتے کودتے تھے۔ قرآن نے منع کیا اور فرمایا تو یاد کرو اللہ کو جیسے تم یاد کرنا ہوتا تھا تمہارے باپ دادا کا یا اور بھی زیادہ ذکر سے۔ یعنی باپ دادا کی بڑھ ہانکنا چھوڑ دو اور انہی کا سا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اللہ کو یاد کرو۔

ان آیات کے احکام میں اصلاحی پہلو مدنظر ہے۔ اس لئے اخیر میں بتایا کہ دنیا پر مر نہ مٹو، آخرت کا بھی خیال رکھو ورنہ اگلی دنیا میں بے نصیب رہو گے۔ حج کی بنیاد تقویٰ ہے، باپ دادا کا اشتہار یا خود نمائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دست دعا پھیلاؤ اور مغفرت کی درخواست کرو۔ محض دنیا کی طلب نہ کرو مزدلفہ سے واپسی پر منیٰ میں تین چار روز قیام رکھا جاتا ہے۔ آیت ۲۰۳ میں حکم ہے کہ ان مقررہ ایام میں بھی اللہ کو یاد کرو اور اس کی عبادت کرو۔ اگر دو ہی دن قیام رکھو تو بھی کچھ حرج نہیں۔ البتہ کافرانہ رسوم اب ترک کردو۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور	سے	لوگ	جو	بھلا لگتا ہے	تجھے	قول	اس کا	میں	حیات	دنیا کی

اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی کے بارے میں اس کا قول تجھے بھلا لگتا ہے

اَعْجَبَ — بھلا لگا، پسند آیا

يُعْجِبُ — بھلا لگتا ہے، پسند آتا ہے

وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ

اور	گواہ کرتا ہے	اللہ کو	پر	جو	میں	دل	اس کا

اور وہ اللہ کو اس بات پر جو اس کے دل میں ہے گواہ کرتا ہے

شَهِدَ : گواہ ہوا — اَشْهَدَ : گواہ ٹھہرایا

Marfat.com

یعنی اللہ کا کلمہ فریب دینے کے لئے پڑھتا ہے اور خدمتِ دین کے نام سے دین کو نقصان پہنچاتا ہے۔

وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾

حالانکہ	وہ	سخت	جھگڑا

حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے

لَدَد (اسم مصدر) سخت جھگڑا کرنا

اَلَدُّ سخت جھگڑالو، سخت عداوت کرنے والا۔ جمع لُدٌّ ہے۔

خِصَام (۱) اسم مصدر ہے خَاصَمَ سے
خصومت، عداوت، دشمنی

(۲) بعض کے نزدیک خِصَام جمع ہے خَصَم (دشمن) کی

اَلَدُّ الخِصام: شَدِیْدُ الجِدَالِ (خازن) سخت جھگڑالو

وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ

اور	جب	پلٹا	دوڑا	میں	زمین

اور جب وہ پلٹ کر جاتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے

سَعٰی (۱) دوڑا (۲) کوشش کی

لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ط

تاکہ	بگاڑ پیدا کرے	اس میں	اور	ہلاک کرے	کھیتی	اور	انسان وحیوان

تاکہ اس میں بربادی کرے اور کھیتی کو اور انسان وحیوان کو تلف کرے

فَسَاد — بگاڑ، بدنظمی، خرابی، بربادی
نَسْل — (۱) مخلوق، ہر جاندار (۲) اولاد

وَ	اللّٰهُ	لَا	يُحِبُّ	الْفَسَادَ (۲۰۵)
اور	اللہ	نہیں	چاہتا ہے	فساد، بگاڑ

اور اللہ بگاڑ کو نہیں چاہتا

وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُ	اتَّقِ اللّٰهَ
اور	جب	کہا گیا	اس سے	ڈر

اور جب اس سے کہا جاتا ہے، اللہ سے ڈر

اِتَّقٰى — تقوی کیا، ڈرا
يَتَّقِيْ — ڈرتا ہے
اِتَّقِ (امر) — تو ڈر

اَخَذَتْهُ	الْعِزَّةُ	بِالْاِثْمِ
پکڑ رکھا اسے	گھمنڈ	ساتھ گناہ

(تو) گھمنڈ اس کو گناہ پر مقام رکھتا ہے۔

عِزَّة — (۱) غلبہ (۲) گھمنڈ، نخوت، اکھڑپن
اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ (۱) جاہلانہ تعصّب اور گھمنڈ نے اس کو گناہ پر پکڑ کر تھام لیا (مدارک) یعنی گھمنڈ اس کو گناہ پر پختہ کرتا ہے۔
پکڑتی ہے اس کو عزت ساتھ گناہ کے (شاہ رفیع الدینؒ)

Marfat.com

تو نخوت اس کو گناہ پر دونا آمادہ کر دیتی ہے (تھانوی)

(۲) بعض کے نزدیک یہاں بِالْاِثْمِ میں بائے سببیہ ہے۔ اس صورت میں اَلْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ کے معنی ہوں گے، گھمنڈ جو گناہ کے سبب سے تھا۔ ترجمہ یوں ہوگا:

گناہ کے گھمنڈ نے اس پر قابو پا لیا۔

(۶) فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ

تو	کافی ہے	اس کو	اور —	برا	بچھونا

تو جہنم اس کو بس ہے اور یہ برا ہی بچھونا ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ

اور	سے	لوگ	جو	بیچتا ہے	جان	اس کی

اور لوگوں میں (کوئی ایسا بھی ہوتا) ہے جو اپنی جان تسلیم کر دیتا ہے

يَشْرِيْ بیچتا ہے، عوض میں دیتا ہے۔
یہاں مراد ہے اللہ کے حوالے کر دیتا ہے، تسلیم کر دیتا ہے

(۷) ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ

طالب	رضا	اور	شفیق	ساتھ	بندے

رضائے الٰہی کی طلب میں اور اللہ بندوں پر شفیق ہے

مَرْضَات (مصدر میمی ہے) رضا، خوشنودی

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً

اے | وہ | ایمان لائے | داخل ہو | میں | سب کے سب

اے وہ جو ایمان لائے ہو سب کے سب اطاعت میں آجاؤ

اَیْ اِسْتَسْلِمُوْا لِلّٰہِ وَاَطِیْعُوْہُ (کشاف)

سِلْمِ (۱) اعمال میں صلح اور امن کو کہتے ہیں

(۲) استسلام، اطاعت (مدارک، خازن)

(۳) اسلام

كَآفَّةً سب کے سب

یعنی کوئی بھی باہر نہ رہے ۔

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط

اور | نہ اتباع کرو | قدم

اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۲۰۸)

یقیناً | وہ | لئے | تمہارے | دشمن | واضح

یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ

تو | اگر | لغزش کی تم نے | بعد | کہ | آچکیں تمہارے پاس | کھلی نشانیاں

پھر اگر تم نے لغزش کی اس کے بعد کہ تمہارے پاس کھلی نشانیاں آچکیں

Marfat.com

زَلَّ　اس نے لغزش کی
زَلَلْتُمْ　تم نے لغزش کی

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

تو　جان لو　کہ یقیناً　غلبہ والا　حکمت والا

تو جان لو کہ یقیناً اللہ غلبہ والا ہے، حکمت والا ہے

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ

کیا　وہ انتظار کرتے ہیں　سوائے　کہ　آئے　ان کے پاس　اللہ

کیا انہیں یہی انتظار ہے کہ ان کے پاس آئے اللہ

فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ

میں　سائبان　سے　بادل　اور　فرشتے

بادل کے سائبانوں میں　اور فرشتے (بھی آئیں)

ظُلَّة　وہ چیز جو سایہ کی طرح سر پر ہو، سائبان جمع ظُلَل ہے

وَ قُضِیَ الْاَمْرُ ۗ وَ اِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع ۲۵ ۹

اور　ختم کیا گیا　امر　اور　طرف　لوٹائے جاتے ہیں　امور

اور بات انجام کو پہنچا دی جائے　اور (سب) امور اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں

قَضَی الْاَمْرَ　اس نے بات کو فیصل کر دیا، طے کر دیا، سرانجام کر دیا
قُضِیَ الْاَمْرُ　(مجہول) بات انجام کو پہنچ گئی۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۲۰۴ ——— ۲۱۰

اخلاص و اطاعت کی تاکید

ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے۔ ایمان جس قدر مضبوط ہو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا درجہ اسی قدر بلند ہوتا ہے۔ ایمان ضعیف ہو تو عمل میں کمی رہ جاتی ہے۔ اس لئے آیت ۲۰۸ میں اہلِ ایمان کو حکم ہے کہ تم سب کے سب اطاعت میں داخل ہو جاؤ، مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں کوئی آدمی سستی نہ کرے شیطان کے پیچھے نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تمہارے پاس دینِ اسلام کی حقانیت کی کھلی نشانیاں آچکیں اس لئے اب اطاعت اور فرماں برداری میں کوئی کسی سے پیچھے نہ رہے۔

آیاتِ زیرِ نظر میں دو آدمیوں کی مثال دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلمہ محض فریب دینے کے لئے پڑھتا ہے۔ بات بات پہ جھگڑے اٹھاتا ہے اور خلق کی بربادی کے سامان کرتا پھرتا ہے۔ اسے جب ہلاکت خیزی سے منع کیا جاتا ہے تو اس ممانعت کو اپنے معاملات میں ناجائز دخل جان کر اور گھمنڈ میں آتا ہے اور اپنی روش پر پختہ تر ہو جاتا ہے۔ اس جہنمی شخص کے برعکس دوسرا شخص وہ ہے جس نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بیچ دیا یعنی اللہ کی راہ میں وقف کر دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سایہ فگن رہے گی۔ اہلِ ایمان کو چاہیے کہ اس دوسرے شخص کی مثال کو سامنے رکھیں اور اپنی زندگیاں فی سبیل اللہ وقف کر دیں۔ کامل ایمان کا یہی تقاضا ہے۔

منافقین کو خبردار کیا گیا ہے کہ فریب کے ہتھکنڈے چھوڑ دیں۔ وہ

کیوں نہیں سمجھتے کہ برائی کا انجام برا ہے۔ وقت آرہا ہے جب ان کا انجام اسی طرح ان کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا جس طرح گزشتہ اقوام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا عذاب بادلوں کی صورت میں آیا تھا۔ اس کے بعد انہیں مہلت نہیں ملے گی۔ اور قصہ ختم ہو چکا ہوگا۔ آج کی مہلت سے فائدہ اٹھائیں :

Marfat.com

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

پوچھو اولاد یعقوب

بنو اسرائیل سے پوچھو

کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ اٰیَۃٍۭ بَیِّنَۃٍ ؕ

کتنی دیں ہم نے ان کو سے نشانی کھلی

(کہ) ہم نے انہیں کتنی کھلی نشانیاں دیں۔

وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ

اور جو بدل ڈالے نعمت اللہ (کی)

اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت کو

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْہُ

بعد کہ آئی اس کے پاس

(اس کے) بعد کہ وہ اس کے پاس آچکی

فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

تو یقیناً سخت عقوبت

تو جان لے کہ یقیناً اللہ سخت سزا (دینے) والا ہے

تفسیر آیت ۲۱۱

سابقہ آیات میں منافقین کو عذاب الٰہی سے خبردار کیا گیا تھا اور بتایا گیا تھا کہ اگر

Marfat.com

عملی ثبوت طلب نہ کرو۔ البتہ مزید تسلی چاہیے تو بنو اسرائیل کی تاریخ پر نظر ڈال لو۔ انہوں نے نہ ہدایت الٰہی کی قدر کی اور نہ ان نعمتوں کی جو اس سے وابستہ تھیں۔ دیکھو وہ کس انجام کو پہنچے۔

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

مزین کیا گیا ۔ لئے ۔ جو ۔ کفر کیا انہوں نے ۔ حیات

جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے دنیا کی زندگی سہانی بنائی گئی ہے

وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور ۔ وہ تمسخر کرتے ہیں ۔ (ان) سے ۔ جو ۔ ایمان لائے

اور وہ ایمان والوں سے تمسخر کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اور ۔ جو ۔ تقویٰ کیا انہوں نے ۔ فائق ۔ ان پر ۔ روز

اور جنہوں نے تقویٰ رکھا وہ قیامت کے روز ان پر فائق ہوں گے

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾

اور ۔ اللہ ۔ دیتا ہے ۔ جسے ۔ وہ چاہتا ہے

اور اللہ جس کو چاہے بغیر حساب کے عطا کرتا ہے

تفسیر آیت ۲۱۲

بارہا مال و دولت اور ساز و سامان کی طلسم کاری انسان کو خود فریبی میں مبتلا کر دیتی ہے

Marfat.com

بعض لوگ زر و سیم کے نشہ میں آکر نادار مومنین کو مذاق اور تمسخر کا نشانہ بناتے ہیں۔ انہیں کیا خبر کل قیامت کو ایمان اور عمل کام آئیں گے، قارونی دولت فائدہ نہ دے گی۔ قارون کی امت قیامت کے روز پست اور بدحال ہوگی۔ جن غریبوں کی وہ ہنسی اڑاتے ہیں وہ بلند مدارج پر سرفراز ہوں گے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً

ایک	امت	لوگ	تھے

(سب) لوگ ایک امت تھے

فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ

اور خوف دلانے والے	بشارت دینے والے	انبیاء	اللہ	پھر بھیجے

پھر (اختلاف ہوا تو) اللہ نے انبیاء بھیجے جو بشارت دیتے اور ڈراتے تھے

بَشَّرَ اس نے بشارت دی۔ مُبَشِّر بشارت دینے والا یعنی اس بات کی کہ نیکی کا انجام نیک ہے۔ اَنْذَرَ اس نے خوف دلایا، خبردار کیا (برے انجام سے)

مُنْذِر خوف دلانے والا یعنی اس بات کا کہ برائی کا انجام برا ہے۔

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

حق	ساتھ	کتاب	ان کے	ساتھ	اتاری	اور

اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب بھیجی

Marfat.com

لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ

تا کہ فیصلہ کرے درمیان لوگ

تا کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے

فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ

میں جو اختلاف کیا انہوں نے میں وہ (اس بات)

اس (بات) میں جس میں انہوں نے اختلاف کیا

وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ

اور نہیں اختلاف کیا اس میں سوا جو دیئے گیے

اور اس میں اختلاف نہیں کیا سوائے انہوں نے جن کو یہ دی گئی

مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ

بعد کہ آئیں ان کے پاس کھلی نشانیاں

اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آئیں

بَغْيًا بَيْنَهُمْ

سرکشی سے درمیان ان کے

آپس میں سرکشی کی وجہ سے

فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

تو ہدایت دی اللہ جو ایمان لائے

پھر اللہ نے ان کو جو ایمان لائے ہدایت دی

لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ

طرف جو اختلاف کیا انہوں نے بیچ وہ سے حق

حق کی طرف جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا

بِاِذْنِهٖ ؕ

ساتھ عنایت اس کی

اپنی عنایت سے

اپنی عنایت سے (حقانی) ساتھ حکم اپنے کے (شاہ رفیع الدین) بعلمہ (مدارک) بتوفیقہ (تھانوی بحوالہ روح المعانی)

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

اور اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے طرف رستہ سیدھا

اور اللہ جس کو چاہے سیدھے رستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے

تفسیر آیت ۲۱۳

سرکشی گمراہی کی موجب ہے ورنہ راہِ ہدایت روشن ہے

آیت ۲۰۴ تا ۲۰۶ میں ایک منافق کی مثال مذکور تھی جو محض گھمنڈ اور سرکشی کی بنا پر دین حق سے منہ موڑے ہوئے تھا۔ اس کے بعد آیت ۲۱۱ میں بنو اسرائیل کی بغاوت کیشی اور آیت ۲۱۲ میں فرعون صفت سرمایہ داروں کا ذکر آیا۔ آیت زیر تفسیر میں بتایا ہے کہ سرکشی ضلالت کا اصل سرچشمہ ہے۔ انسان جاہلانہ غیرت کے نشہ میں ایسا اندھا ہو جاتا ہے

کہ اسے نیک و بد کی تمیز نہیں رہتی۔ وہ روشنی اور ظلمت میں کبھی فرق نہیں کرسکتا۔

ایک وقت تھا کہ سب لوگ ایک امت تھے اور دین حق پر قائم تھے۔ پھر ان میں ضد اور تکبر کی وجہ سے اختلاف اٹھا۔ اسے مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً رسول بھیجے۔ یہ سب ایک ہی حقیقت کے علمبردار تھے۔ ان کی صداقت میں کوئی فرق نہ تھا البتہ مدارج میں تفاوت ضرور تھا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہم کلامی کی فضیلت دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جبرئیل علیہ السلام کی مدد اور غیر معمولی معجزات کی فضیلت دی۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات با کمال کو سب فضیلتوں کا جامع کردیا۔ لیکن ان مدارج کے فرق کو صداقت کا فرق نہ سمجھا جائے اور کسی نبی کی تعریف اس انداز سے نہ کی جائے کہ دوسرے کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ ایک نبی کی فضیلت سے دوسرے نبی کی فضیلت نہیں گھٹتی۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ہمراہ کتاب بھیجی۔ کتاب کا لفظ یہاں اسم جنس کے طور سے آیا ہے۔ مراد یہ کہ بعض انبیاء علیہم السلام پر کتابیں نازل ہوئیں۔ لوگوں نے الہامی کتب اور انبیائے کرام علیہم السلام کے پیغاموں کو سنا لیکن باہمی ضد اور سرکشی کی بنا پر اپنا اپنا الگ مذہب بنالیا۔ کوئی تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منکر ہی ہو بیٹھا اور بعضوں نے اپنے اپنے نبی کی جزوی فضیلت پر جا کر دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف التفات ہی نہ کی۔ اور کفر کے مرتکب ہوئے۔

اتحاد قائم کرنے کے لئے ہر فرد کو وسیع تر مفاد کی خاطر مال و دولت اور مرتبہ کی قربانی دینی پڑتی ہے اس کے برعکس ضد اور خود غرضی سے اقوام اور امتیں ایک دوسرے سے بیگانہ اور پارہ پارہ ہوجاتی ہیں۔

آیت ۲۵۳ (رکوع ۳۳) میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگ ایک ہی راہ پر گامزن رہتے اور ان میں اختلاف رونما نہ ہوتا۔ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کا امتحان مقصود تھا اس لئے ان کو دین کے معاملہ میں آزاد کردیا تاکہ جیسا کہ آیت ۲۵۶ (رکوع ۳۴) سے ظاہر ہے آدمی اپنی پسند کی راہ انتخاب کرے۔ اللہ تعالیٰ دین میں جبر نہیں کرنا چاہتا

Marfat.com

ہدایت اور گمراہی کی راہیں صاف صاف الگ نظر آ رہی ہیں۔ جس کا جی چاہے اسلام کے
پختہ دین سے وابستہ ہو جائے اور جس کو شیطان اچھا لگے وہ اس سے ناتا جوڑ لے۔
اللہ تعالیٰ کا راستہ روشنی اور فلاح کا راستہ ہے۔ شیطان اندھیروں کی طرف لے
جاتا ہے۔ یہ فرق ہر صاحب بصیرت پر واضح ہے لیکن پھر بھی کوئی آدمی غرور اور
سرکشی کی ٹیڑھی راہ اختیار کرے تو انجام سے بچ نہ سکے گا۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ

کیا گمان کیا تم نے کہ داخل ہو تم

(مسلمانو!) کیا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو

وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

حالانکہ ابھی نہیں پہنچی تم کو حالت جو گزر چکے پہلے تم سے

حالانکہ ابھی تم پر ان لوگوں کی سی حالت نہیں آئی جو تم سے قبل ہو گزرے

مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا

چھوا انہیں مالی سختی اور بدنی سختی اور ہلائے گئے

ان کو مالی سختی اور بدنی سختی پہنچی اور انہیں لرزایا گیا

حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

یہاں تک کہے اور جو ایمان لائے ہمراہ اس کے

یہاں تک کہ رسول اور اس کے ہمراہ جو لوگ ایمان لائے کہتے

Marfat.com

مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ ط

کب مدد

اللہ کی مدد کب آئے گی

اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ ﴿۲۱۴﴾

آگاہ رہو یقیناً مدد

آگاہ رہو، یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے

تفسیر آیت ۲۱۴

آیات زیر نظر میں صبر کی تاکید ہے۔ صبر پر بحث آیت ۔ ۱۵۳ و ۱۵۵ تا ۱۵۷ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ط

وہ سوال کرتے ہیں تجھ سے کیا وہ خرچ کریں گے

(اے نبی!) وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ

کہہ جو خرچ کیا تم نے کچھ مفید مال

فرمائیے، تم جو کچھ مفید مال خرچ کرو

Marfat.com

فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ

تو لئے والدین اور اقرباء

تو والدین کے لئے اور اقرباء کے لئے

وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ؕ

اور یتیم بچے اور مسکین اور راہگیر

اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے اور راہگیر کے لئے

وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ

اور جو تم کرو کچھ بھلائی

اور تم جو کچھ بھلائی کرو

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۲۱۵﴾

تو یقیناً ساتھ اس کے جاننے والا

تو اللہ یقیناً اس کا جاننے والا ہے

تفسیر آیت ۲۱۵

انفاق فی سبیل اللہ

اس آیت میں زکوٰۃ کے سوا نفل خرچ کا ذکر ہے۔
خیر یعنی چیز کو کہتے ہیں یہاں مراد مال ہے۔ یعنی اللہ کی راہ میں چُن چُن کر گھٹیا اور بے کار مال نہ دو۔ بلکہ کام کی چیزیں دو۔
خرچ کے کئی مواقع ہو سکتے ہیں۔ لیکن آیت زیر نظر میں ان مستحقین کا ذکر ہے جن کا حق ایک دوسرے سے درجہ بدرجہ فائق تر ہے۔

Marfat.com

انفاق فی سبیل اللہ پر مفصل بحث کے لئے دیکھو تفسیر آیت ۱۹۵

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ

فرض ٹھہرایا (علیٰ) پر تمہارے (تم پر) جہاد

(مسلمانو!) تم پر جہاد فرض ٹھہرایا گیا

وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ

اور وہ ناگوار لِ (لئے) تمہارے

اور وہ تمہیں ناگوار ہے

کَرِہَ نہ چاہا، ناپسند کیا۔ ناگوار جانا
کُرْہٌ مصدر ہے لیکن مبالغہ کے لئے بہ طور وصف آیا ہے (مدارک)

وَ عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا

اور عین ممکن ہے کہ تم نہ چاہو شئے

اور عین ممکن ہے کہ تم کوئی چیز ناگوار جانو

وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

اور وہ بہتر لئے تمہارے

اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو

وَ عَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا

اور عین ممکن ہے کہ تم چاہو شئے

اور عین ممکن ہے کہ تم کوئی چیز چاہو

Marfat.com

وَ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ

اور	وہ	لئے	تمہارے

اور وہ تمہارے لئے بری ہو

۲۶ ع ۱۰ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

اور	اللہ	جانتا ہے	اور	تم	نہیں جانتے ہو

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

تفسیر آیت ۲۱۶

جہاد میں بھلائی ہے

جان کی قربانی نہایت عظیم اور حوصلہ طلب قربانی ہے جب مسلمانوں پر پہلے پہل جہاد فرض ہوا تو بعض اصحاب پر کچھ گراں سا گزرا کیوں کہ ابھی وہ نئے نئے اسلام لائے تھے۔ اسلام سے پہلے وہ جنگ کے لئے بہانہ کی تلاش میں رہتے تھے لیکن اسلامی جنگ یعنی جہاد میں بہت پابندیاں تھیں۔ انہیں بے دریغ تلوار چلانے کی اجازت نہ تھی، مثلاً عورتوں اور بچوں پر تلوار اٹھانا ممنوع تھا۔ لوٹ مار کی بھی کھلی اجازت نہ تھی۔

آیت زیر نظر میں خطاب ہے کہ فوری اور ظاہری فائدہ کے پیچھے مت جاؤ۔ انجام کی بہتری طلب کرو۔ تمہاری نگاہ انجام کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس بات کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کہ جہاد میں تمہاری کس قدر بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام فوراً بجا لاؤ مستقبل کے دامن میں تمہارا نفع ہے یا نقصان۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ تمہارے اندازے ضرور نہیں درست ہوں۔

(نیز دیکھو تفسیر آیت ۱۹۰ تا ۱۹۴)

Marfat.com

يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ

وہ سوال کرتے ہیں تجھ سے بابت مہینہ محترم جنگ اس میں

تجھ سے ، وہ آپ سے حرمت والے مہینہ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ حرمت کا مہینہ - یہاں حرمت کے چاروں مہینے مراد ہیں۔

قِتَالٍ بدل الاشتمال ہے اَلشَّهْرُ سے (مدارک)

قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ

کہہ لڑنا میں وہ (اس میں) بڑا

کہہ دے ، اس میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے

وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اور روکنا سے راہ اور انکار ساتھ اس کے اور مسجد محترم

اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے انکار کرنا اور مسجد حرام سے (روکنا)

كُفْرٌۢ بِهٖ سے مراد ہے : اللہ سے انکار کرنا۔

وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ

اور نکالنا اہل اس کے اس سے زیادہ بڑا

اور (جو) اس کے اہل (ہیں ان) کو اس سے نکالنا اللہ کے نزدیک اور بھی بڑا ہے

اَهْلِهٖ میں اشارہ مسجد حرام کی طرف ہے۔

Marfat.com

وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ

اور | فتنہ | زیادہ بڑا | سے | قتل

اور فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے

فِتْنَۃٌ آزمائش، امتحان، مصیبت، فساد

وَ لَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ

اور | نہ | رُکیں گے | لڑیں گے | تم سے

اور (کفار) تم سے جنگ کرنے سے باز نہیں آئیں گے

حَتّٰى یَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِیْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ

تاکہ | پھیر دیں | تم کو | سے | دین | تمہارا | اگر | وہ کر سکے

تاکہ ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں

رَدٌّ واپس کیا، پھیرا، پلٹایا | اِرْتَدَّ واپس ہوا، پلٹ گیا

اِسْتَطَاعَ وہ کر سکا، اس کی طاقت ہوئی، اس کا بس چلا

وَ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ

اور | جو | پلٹے | تم سے | سے | دین | اس کا

اور تم میں سے جو (شخص) اپنے دین سے پلٹے

فَیَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ

فَ (پھر) | وہ مر جائے | جبکہ | وہ | کافر

پھر وہ مر جائے جب کہ وہ کافر (ہو)

فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

تو وہ ضائع گئے اعمال ان کے

تو (یہ) وہ (لوگ) ہیں (کہ) ان کے اعمال ضائع گئے

فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ

میں دنیا اور آخرت

دنیا اور آخرت میں

وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

اور وہ والے آگ وہ اس میں مقیم

اور وہ آگ والے ہیں وہ اس میں مقیم رہیں گے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

یقیناً جو ایمان لائے

یقیناً جو (لوگ) ایمان لائے

وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ

اور جو ہجرت کی انہوں نے اور جہاد کیا میں راہ

اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا

اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ

وہ آس رکھتے ہیں

وہ (لوگ) اللہ کی رحمت کی آس رکھتے ہیں

Marfat.com

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

رحم کرنے والا	مغفرت کرنے والا	اللہ	اور

اور اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے

تفسیر آیت ۲۱۷ - ۲۱۸

ماہِ حرام کا احترام اور حکمِ جہاد

ہجرت کے دوسرے برس ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو چند مہاجرین کے ہمراہ وادیٔ نخلہ کی طرف بھیجا تاکہ قریش کی نقل و حرکت کا تجسس کریں۔ صحابہؓ کرام کا یہ گروہ وہاں پہنچا تو ان کے قریب ہی قریش کے چند تاجر فروکش تھے صحابہؓ نے حملہ کر دیا۔ ایک کافر عبداللہ حضرمی مارا گیا۔ دو آدمیوں کو گرفتار کر لائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ساتھیوں کے فعل کو ناپسند کیا۔

اس واقعہ کو قریش نے مسلمانوں کے خلاف اس اعتراض کے ساتھ پیش کرنا شروع کیا کہ رجب کا محترم مہینہ تھا جس میں خوں ریزی منع ہے۔ مسلمانوں نے اس کا پاس نہ کیا اور قریشی قافلہ پر حملہ کر دیا۔ بعض صحابہؓ نے بھی ناپسند کیا۔ اس پر قرآن حکیم کی مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ بیشک محترم مہینوں میں جنگ کرنا بڑی بات ہے لیکن کفار اس سے بھی بڑی باتیں کر رہے ہیں۔ یعنی (۱) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں (۲) اللہ سے انکاری ہیں (۳) تمہیں مسجدِ حرام میں نہیں جانے دیتے اور (۴) تمہیں شہر بدر کر رکھا ہے حالانکہ تم ہی مسجدِ حرام کے اہل ہو یعنی اس کا صحیح حق ادا کرتے ہو۔ مشرکین کا یہ فتنہ قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر ان کے بس میں ہو تو تمہیں بزورِ شمشیر اسلام سے پھیر دیں۔

اہلِ اسلام کو فرمان ہے کہ کفار کے زور اور زر سے مرعوب ہو کر دین سے پھر نہ جانا ورنہ سب اعمال برباد جائیں گے۔ دین کو ترک کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ کفار سے دب کر نہ رہو۔ ان کے خلاف جان و مال سے جہاد کرو۔ (نیز دیکھو تفسیر آیت ۱۹۰

Marfat.com

يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ ؕ

وہ سوال کرتے ہیں تجھ سے بابت شراب اور جوا

(اے نبی!) وہ آپ سے شراب اور جوئے کی بابت سوال کرتے ہیں

قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ؗ

کہہ ان میں وہ دو گناہ بڑا اور فائدے لئے لوگ

کہیئے، ان ہر دو میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں

مَنَافِعُ جمع ہے مَنْفِعَةٌ (فائدہ) کی۔

وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ

اور گناہ ان دو کا زیادہ بڑا سے فائدہ ان دو کا

اور ان (ہر) دو کا گناہ ان کے فائدہ سے بڑا ہے

وَيَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ

اور وہ سوال کرتے ہیں تجھ سے کیا وہ خرچ کریں کہہ بچت

اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں کہیئے، بچت

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

اس طرح واضح کرتا ہے لِ (لئے) تمہارے آیات

اس طرح اللہ تمہارے لئے آیات کو واضح کرتا ہے

كَذٰلِكَ : مِثْلَ هٰذَا التَّبْيِيْنِ (مدارک) یعنی جس طرح یہ بات واضح کی۔

Marfat.com

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ط

تاکہ تم | تم غور کرو | میں | دنیا | اور | آخرت

تاکہ تم غور کرو دنیا میں اور آخرت میں

وَ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ط

اور | وہ سوال کرتے ہیں | تجھ سے | بابت | یتیم بچے

اور (اے نبیؐ!) وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں

قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ط

کہہ | اصلاح | لئے | ان کے | بہتر

کہیے، ان کے لئے اصلاح بہتر ہے

اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ — یعنی — اِصْلَاحٌ خَيْرٌ لَّهُمْ

وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ط

اور | اگر | تم شریک رہو | ان سے | تو | بھائی | تمہارے

اور اگر تم ان کے ساتھ شریک رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں

خَالَطَ میل جول رکھا، شرکت رکھی، سوسائٹی رکھی۔

وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط

اور | اللہ | جانتا ہے | بگاڑنے والے کو | سے | اصلاح کرنے والا

اور اللہ بگاڑ کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے (الگ) پہچانتا ہے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ

اور	اگر	چاہتا	لَ (البتہ) اَعْنَتَ (تنگی دی)	كُمْ (تم کو)

اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو مشکل میں ڈالتا

عَنَتٌ شدّت، مشقت، مشکل، تنگی اَعْنَتَ مشکل یا تنگی میں ڈالا

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۲۲۰)

یقیناً	غلبہ والا	حکمت والا

یقیناً اللہ غلبہ والا ہے حکمت والا ہے

تفسیر آیت ۲۱۹ - ۲۲۰

ان آیات میں مندرجہ ذیل موضوعات کے بارے میں ہدایات ہیں۔

(۱) خَمْر (شراب) (۲) مَيْسِر (جوا)

اسلام سے قبل عرب میں جوئے اور شراب کا عام رواج تھا۔ انہیں مردانگی کا جوہر سمجھا جاتا تھا۔ بے شک ان میں کچھ دنیاوی فوائد ہیں لیکن ان میں بڑا گناہ بھی ہے۔ مراد یہ کہ کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے کا معیار یہ نہیں کہ اس سے کس قدر دنیاوی فائدے حاصل ہوتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے یا نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی تو چاہے وہ کتنے ہی فوائد کا سرچشمہ کیوں نہ ہو حرام ہے۔ یہ درست ہے کہ بعض چیزوں کا گناہ کم ہوتا ہے اور بعض کا زیادہ لیکن جہاں تک جوئے اور شراب کا تعلق ہے ان کا گناہ ان کے فوائد پر بہت بھاری ہے۔

آیتِ بالا میں شراب اور جوئے کے گناہ کو واضح الفاظ میں بتا دیا ہے تاہم چونکہ ساتھ ہی ان کے فوائد کا بھی ذکر ہے اور حرمت کے لئے قطعی الفاظ نہیں آئے

Marfat.com

اس لئے بعض اصحاب نے اب بھی ان سے تعلق نہ توڑا لہٰذا کچھ مدت کے بعد سورۃ مائدہ کی ایک آیت میں قطعی ممانعت آئی کہ یہ ناپاک چیزیں ہیں اور شیطانی عمل، لہٰذا اجتناب کرو۔

خمر: - یہ لفظ اصل لغت کی رو سے فقط انگوری شراب کے معنی دیتا ہے لیکن اسلامی اصطلاح میں وسیع معنی رکھتا ہے۔ خمر سے مراد فقط وہ چیز نہیں جسے عام بولی میں شراب کہتے ہیں بلکہ بقول حضرت عمرؓ اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ[1] (خمر وہ ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے) چنانچہ اسی کا ہم مادہ لفظ خمار عربی میں اوڑھنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور اس کا استعمال حرام ہے۔ اس لفظ کے اطلاق کے بارہ میں ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل اقوال کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ[2] (پینے کی جو چیز نشہ دے جائے حرام ہے)

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ[3] (ہر مستی آور شے خمر ہے اور حرام ہے)

خمر کی ایک نہایت ہی جامع و مانع تعریف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث میں ہے کہ مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهٗ فَقَلِيْلُهٗ حَرَامٌ[4] (جو چیز کثیر مقدار میں نشہ دے وہ قلیل مقدار میں بھی حرام ہے)

ان اقوالِ مبارکہ کی روشنی میں ہم آسانی سے بتا سکتے ہیں کہ شراب کا اطلاق کس چیز پر ہوتا ہے۔ بھنگ، چرس اور افیم وغیرہ بھی خمر ہی کے ذیل میں آتی ہیں لیکن اصطلاحاً انہیں خمر نہیں کہہ سکتے۔

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الحدود۔ بحوالہ بخاری [2] مسلم و ترمذی کتاب الاشربہ بخاری
[3] مسلم کتاب الاشربہ [4] ترمذی کتاب الاشربۃ

Marfat.com

شراب نوشی کی مذمت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو روایات منقول ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں :

جس نے زندگی میں شراب پی، اس پر قائم رہا اور بغیر توبہ کئے مر گیا اسے آخرت (یعنی جنت) میں شراب نہیں ملے گی۔[۱]

اللہ تعالیٰ نے عہد کیا ہے کہ جو شخص شراب پیتا ہے اسے آخرت میں اہل النار کا پسینہ اور نچوڑ پلائے گا۔[۲]

جس نے شراب پی اور توبہ نہ کی تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔[۳]

نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بندش شراب پر شدت سے تاکید فرمائی ہے آپ نے مے نوشی کی ہر ممکن سبیل کو بند کرنے کے لئے ہدایات صادر فرمائی ہیں۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے خمر پر، اس کے پینے والے پر، پلانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، کشید کرنے والے پر، کشید کروانے والے پر، ڈھونے والے پر اور اس پر جس تک اٹھا کر پہنچائی جائے۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص کسی طور سے بھی شراب کی ترویج میں حصہ لے وہ ملعون ہے۔

مَیسِر

معنی و مفہوم : مَیسِر کا اشتقاق یُسر سے ہے جس کے معنی ہیں آسانی یا سہولت۔ مَیسِر کا لفظ بالعموم قمار یا جوئے کے معروف معنی میں آتا ہے لیکن اس کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے۔ جدید و قدیم کے وہ سب ہتھکنڈے اور کھیل جن سے جوئے کا کام لیا جائے اس کے ذیل میں آتے ہیں۔

اسلام سے قبل عربوں میں مَیسِر کا لفظ اونٹ کے گوشت کے جوئے کے لئے مستعمل تھا۔ چند آدمی مل کر ایک اونٹ ذبح کرتے۔ اس کا گوشت پانسوں سے اس طرح تقسیم کرتے کہ ایک کے حصہ میں کچھ نہ آتا۔ اونٹ کی کل قیمت بھی یہی بدنصیب شخص

ادا کرتا تھا۔ اس کھیل کو میسر کہتے تھے۔

اسلام نے کمائی اور خرچ کے ذرائع اور طریقوں کے بارے میں واضح احکام اور ہدایات صادر کی ہیں۔ اسلام کی نگاہ میں کمائی کا ہر وہ چشمہ حرام ہے جس میں محض فال یا اٹکل کی بازی کھیل کر ایسے شخص سے مال حاصل کیا جائے جس کو اس مال کے عوض کوئی خدمت یا نفع حاصل نہ ہو۔ ایسے مشغلے سے نہ صرف کمانا حرام ہے بلکہ اس میں پیسے یا محنت صرف کرنا بھی موجب گناہ ہے۔ اس قسم کے مشاغل کا اصل محرک تن آسانی کا جذبہ ہوتا ہے اس لئے ان سب پر میسر کے لفظ کا اطلاق ہوگا۔

تن آسانی کی عادت انسان کو بے عملی اور ہلاکت کی راہ پر ڈال دیتی ہے مشقت ہی زندگی کو کامیابی کی ضمانت دے سکتی ہے۔ اس لئے اسلام نے ایسے سب کھیل باطل اور ممنوع قرار دے دیئے ہیں جن میں سخت کوشی سے فرار پایا جائے اور جن سے بدنی اور دماغی صحت کو نفع نہ پہنچتا ہو۔ تن آسانی کا کوئی مشغلہ اعصاب پر سوار ہو جائے تو جلد ہی نشہ کی سی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اس سے نجات حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مال و زر کمانے کی طلب بھی ساتھ شامل ہو جائے تو یہ نشہ تیز سے تیز تر ہو جاتا ہے۔ اس کا اسیر اس پر اپنی پوری کائنات بھی فدا کر کے سیر نہیں ہوتا۔ جوئے کی عام مثال ہی لیجئے۔ ہزاروں لاکھوں قمار باز اپنا گھر بار اس چسکے کی نذر کر گئے لیکن پھر بھی اس سے دست بردار نہ ہوئے۔ ایسی مثالیں بھی سامنے آئیں کہ قمار باز نے اپنی بیوی تک کھیل میں ہار دی۔

جوئے کی لگن عجیب عجیب کرشمے دکھاتی ہے۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ جوئے کی رسیا چند عورتیں روٹیاں پکانے تنور کے پاس اکٹھی ہوئیں۔ روٹیاں پک چکیں تو پانسوں کا کھیل کھیلنے لگیں اور روٹیاں داؤ پر لگا دیں۔ بچے گھر میں بھوک کے بیٹھے ماں کے منتظر ہیں۔ ماں روٹیاں ہار کر خالی ہاتھ گھر لوٹ رہی ہے۔ آٹا اب دوبارہ گندھے گا، روٹیاں پھر پکیں گی اور جوئے کے داؤ ایک بار پھر نہ ہوئے تو بچے

Marfat.com

کھانا کھائیں گے۔

جوئے کا نشہ شراب کے نشے کی طرح ہی تباہی کی راہ ہموار کرتا ہے۔اس لئے قرآن حکیم میں خمر کے ساتھ میسر کی مذمت اور ممانعت ساتھ ساتھ آئی۔شراب کی طرح میسر کی حرمت بھی یکبارگی نازل نہیں ہوئی بلکہ تدریجاً ہوئی۔عرب کے لوگوں نے جب شراب کے برتن توڑے تو ساتھ ہی میسر کے نشہ سے بھی تائب ہو گئے حالانکہ کچھ مدت قبل اسی میسر کو وہ مردانگی کا جوہر مانتے تھے۔

سورۃ مائدہ کی ایک آیت میں خمر اور میسر کی مندرجہ ذیل خرابیاں گنوائی گئی ہیں:

۱۔ یہ شیطانی کرتوت ہیں

۲۔ ان میں پلیدی پائی جاتی ہے۔لہذا جوئے کی کمائی ناپاک ہے۔

۳۔ یہ قوم میں عداوت اور بغض پیدا کرتے ہیں

۴۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت میں مانع ہوتے ہیں۔

ان کے علاوہ بھی ان میں بڑے فساد مضمر ہیں یہی کیا کم ہے کہ قوم کی عملی زندگی کو مفلوج کرتے ہیں اور اقتصادی نظام کا تار و پود بکھیر دیتے ہیں۔انہی خرابیوں کے پیش نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے ساتھی سے اتنا ہی کہا کہ آؤ جوا کھیلیں تو وہ صدقہ دے۔یعنی وہ جوئے کا ارادہ کر کے باز آیا تو اس سے بلا ٹل گئی، لہذا صدقہ دے۔

(۳) انفاق فی سبیل اللہ

(دیکھو تفسیر آیت ۱۹۵

(۴) یتامیٰ: مشرکین عرب یتیموں کے بارے میں بہت بے باک تھے۔ان کا مال بے دھڑک کھا جاتے تھے۔قرآن حکیم میں جب اس کی شدید ممانعت آئی تو صحابہ کرامؓ یتیموں کے مال اس حد تک الگ تھلگ رکھنے لگے کہ ان کے بچے ہوئے کھا-

Marfat.com

کو بھی ہاتھ نہ لگاتے اور وہ ضائع چلا جاتا تھا۔ ان حالات میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وضاحت کی درخواست کی۔ آیت زیر نظر نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ اصل مقصود تو یتیموں کی اصلاح ہے۔ یعنی اخلاقی اور مالی ہر دو لحاظ سے ان کی حالت سنواری جائے۔ مقصود یہ نہیں کہ تم احتیاط میں اس حد تک بڑھ نکلو کہ ان سے دور دور رہو۔ اور ذمہ داری کا احساس تمہاری طبیعتوں پر بوجھ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ یتیم بچے تمہارے بھائی ہیں۔ انہیں غیر نہ سمجھو اور بیگانگی کا سلوک نہ کرو۔ ان سے میل جول رکھو اور ان کی حالت سنوارنے کی کوشش کرو۔ اصل چیز حسن نیت ہے۔ ظاہری تکلف اور بناوٹ کی حاجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ بگاڑ کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے (الگ) پہچانتا ہے۔ مراد یہ کہ جو لوگ یتیموں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں اور نہ وہ لوگ اس سے نیت چھپا کر رکھ سکتے ہیں جو یتیموں کا مال مار کر اور ان سے غفلت کر کے ان کی حالت تباہ کر رہے ہیں۔

آیتِ زیر نظر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو یتیموں کے سرمایہ کو اپنی تجارت میں شریک کیا جا سکتا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ

اور نہ نکاح میں لاؤ	مشرک عورتیں	یہاں تک	ایمان لائیں	

اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے حتیٰ کہ وہ ایمان لائیں

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ

اور	کی (البتہ) اَمَۃٌ (لونڈی)	ایمان والی	بہتر	سے	مشرک عورت

اور مؤمن لونڈی بہتر ہوتی ہے مشرک عورت سے

وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ج

اور چاہے بھلی لگی تمہیں

چاہے وہ (مشرکہ) تمہیں بھلی لگے

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ط

اور نہ نکاح میں دو مشرک مردوں کو یہاں تک وہ ایمان لائیں

اور نکاح میں مت دو (مسلمان عورتیں) مشرک مردوں کو حتّٰی کہ وہ ایمان لائیں

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ

اور لَ (البتہ) عَبْدٌ (غلام) ایمان والا بہتر سے مشرک مرد

اور مومن غلام بہتر ہوتا ہے مشرک مرد سے

وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ ط

اور چاہے بھلا لگا تجھے

چاہے وہ مشرک تمہیں بھلا لگے

اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ج

وہ بلاتے ہیں طرف آگ

وہ آگ کی طرف بلاتے ہیں

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ

اور دعوت دیتا ہے طرف جنت اور مغفرت ساتھ عنایت اس

اور اللہ اپنی عنایت سے جنت کی طرف دعوت دیتا ہے

Marfat.com

حقانی نے یہاں اذن کے معنی عنایت لکھے ہیں۔

وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ

اور واضح کرتا ہے آیات اس کی لئے لوگ

اور وہ اپنی آیات لوگوں کے لئے واضح کرتا ہے

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ع (۲۲۱)

تاکہ وہ

تاکہ وہ دھیان رکھیں

تفسیر آیت ۲۲۱

مشرکین سے رشتۂ نکاح حرام ہے

مشرک مرد ہو یا عورت۔ اس سے نکاح کی اجازت نہیں چاہے اس میں بظاہر کتنی ہی خوبیاں ہوں۔ مشرکین حکومت اور سلطنت کے مالک ہوں تو بھی ان پر مومن غلاموں اور باندیوں کو ترجیح ہے۔

اہل کتاب کی عورتیں اس قاعدہ سے مستثنٰی ہیں۔ سورۂ مائدہ میں ان سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے بشرطیکہ ان کے عقائد واقعی اہل کتاب کے ہوں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى

اور وہ سوال کرتے ہیں تجھ سے بابت حیض کہہ وہ آلائش

اور (اے نبیؐ!) وہ آپ سے حیض کی بابت پوچھتے ہیں۔ کہیے، وہ ایک آلائش ہے

Marfat.com

مَحِیْضٌ مصدر ہے یعنی حیض

اَذًی ہر ناگوار چیز کو اَذًی کہتے ہیں (خازن)

یہاں آلائش مراد ہے کیونکہ اس کے خاتمہ کے لئے طُہر کا لفظ آیا ہے۔

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ

حیض	میں	عورتوں (سے)	پرہیز کرو	تو

پس بیویوں سے حیض میں پرہیز کرو

اِعْتَزَلَ الگ ہوا، علیحدہ ہوا، ایک سو ہوا، پرہیز کی۔

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ

وہ حیض گزار لیں	حتّٰی	ان کے	نہ قریب جاؤ	اور

اور ان سے قربت نہ کرو یہاں تک کہ وہ حیض گزار لیں

طَہَرَتْ، طَہُرَتْ: اس کا حیض بند ہوا۔

فَاِذَا تَطَهَّرْنَ

غسل کیا ان عورتوں نے	اِذَا (جب)	فَ (تو)

تو جب وہ غسل کر لیں

تَطَهَّرَ خوب پاکیزہ ہوا — یعنی — غسل کیا

Marfat.com

فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ

تو — آؤ — ان کے پاس — سے — جہاں — حکم دیا تمہیں

توجہ: تب اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اُن کے پاس آؤ

اَتیٰ یَاْتِیْ اِئْتِ ئْتُوْا اِئْتُوْا تم آؤ فَاْتُوْا دراصل ہے: فَ (پس)
اِئْتُوْا (تم آؤ)

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (۲۲۲)

یقیناً — چاہتا ہے — توبہ کرنے والے — اور چاہتا ہے — پاکیزہ ہونے والے

یقیناً اللہ خوب توبہ کرنے والوں کو چاہتا ہے خوب پاکیزہ رہنے والوں کو چاہتا ہے

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ

عورتیں — تمہاری — کھیتی — لئے — تمہارے

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں

حَرْث کے اصل معنی ہیں: بیج ڈالنا۔ یہاں مراد ہے: بیج ڈالنے کی جگہ یعنی کھیتی۔

فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ

تو — آؤ — کھیتی — تمہاری — جیسے — چاہا تم نے

پس تم جیسے چاہو اپنی کھیتی میں آؤ

شَاءَ اس نے چاہا
شِئْتُمْ تم نے چاہا

Marfat.com

وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

اور آگے بھیجو | لِ (لئے) اَنفس جانیں | کم (تمہاری)

اور اپنے لیئے (اعمال) آگے بھیجو

وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ

اور ڈرو اللہ (ت) اور جانو کہ یقیناً تم سامنے آنے والے اس کے

اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم یقیناً اس کے سامنے پیش ہونے والے ہو

وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

اور بشارت دے ایمان والوں (کو)

اور (اے نبیؐ!) مومنوں کو بشارت دیجیے

تفسیر آیت ۲۲۲ - ۲۲۳

احکام حیض

حیض کیا ہے؟ ایک اَذٰی یعنی آلائش ہے۔ اسلام سے قبل بعض لوگ اسے نجاست جان کر عورت کو بھی حیض کے اثناء میں نجس سمجھتے تھے۔ اس کی تردید ہو گئی۔

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ (اور ان سے قربت نہ کرو): یہاں قربت سے مراد جماع کی قربت ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں): مراد یہ کہ نکاح کا مقصد شہوت رانی نہیں، اولاد پیدا کرنا ہے۔

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ (اور اپنے ــ اعمال ــ اپنے لئے آگے بھیجو): مراد یہ کہ بیوی سے جنسی مقاربت دینی حدود و قیود اور مقاصد کے تحت رہے۔ اس سے ثواب حاصل ہو گا۔ جو لوگ اسے محض عیاشی سمجھتے ہیں اور دینی نصب العین

Marfat.com

اور پابندیوں کو ملحوظ نہیں رکھتے وہ ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ

اور | نہ بناؤ | اللہ (کو) | آڑ | لِ (لئے) | اَیمان (قسمیں) | کُم (تمہاری)

اور اللہ کو اپنی قسموں کی آڑ نہ بناؤ

عُرْضَۃٌ۔ (فُعْلَۃٌ بمعنی مفعول ہے۔)

اَیْمَان جمع ہے یَمِیْن (قسم) کی۔

اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ

کہ | تم نیکی کرو | اور | تم تقویٰ کرو | اور | تم اصلاح کرو | درمیان | لوگ

(اس بات سے) کہ تم نیکی کرو اور تقویٰ کرو اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرو

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۲۲۴)

اور | سننے والا | جاننے والا

اور اللہ سننے والا ہے، جاننے والا ہے

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ

نہیں پکڑے گا | تمہیں | ب (عوض) | لغو | میں | قسمیں | تمہاری

اللہ تمہیں تمہاری قسموں میں لغو کے بدلے نہیں پکڑے گا

Marfat.com

وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ

اور	لیکن	پکڑے گا	تمہیں	عوض	جو	کمایا	دل	تم

پر اس کے عوض پکڑے گا جو تمہارے دلوں نے کمایا

مَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ سے مراد ہے :
تم نے جو عزم کیا، یا نیت کی، یا پختہ ارادہ کیا

وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (۲۲۵)

اور	اللہ	مغفرت کرنے والا	حلم کرنے والا

اور اللہ مغفرت کرنے والا ہے حلم والا ہے

تفسیر آیت ۲۲۴ - ۲۲۵

یمین (قسم)

قسم کو پورا کرنے کی اسلام میں بہت تاکید ہے بشرطیکہ یہ اسلامی تعلیمات کے منافی نہ ہو۔ اگر ایسی قسم کھالی جائے جو نیکی کی راہ میں حائل ہو تو اسے توڑ دیا جائے۔ آدمی اس میں نہ رہے کہ میں نے چونکہ قسم کھالی ہے اس لئے نیکی کا فلاں کام انجام نہ دوں گا تقویٰ کی فلاں بات نہ کروں گا یا لوگوں کے درمیان اصلاح نہ کراؤں گا۔ اللہ کے نام کی قسم کھا کر نیکی سے رک جانا بہت بڑی برائی ہے۔

اللہ تعالیٰ لغو قسموں پر گرفت نہیں کرے گا۔ بلکہ اس برائی کے پکڑے گا جس کا تمہارے دلوں نے پختہ عزم کر لیا۔

یمینِ لغو — یمین لغو یہ ہے کہ کوئی شخص کسی واقعہ کے بارے میں ایک بیان دے جو غلط ہو اور اسے گمان ہو کہ درست ہے (ہدایہ کتاب الایمان)

Marfat.com

یمینِ لغو ایسی ہی قسم کو بھی کہتے ہیں جو بے احتیاطی سے بلا قصد و نیت زبان سے نکل جائے۔ بعض لوگ قسم کو تکیہ کلام بنا لیتے ہیں۔ اگرچہ عام حالات میں لغو قسم پر گرفت نہیں لیکن اس سے کسی وقت خرابی پیدا ہو سکتی ہے اس لئے پرہیز چاہیے۔

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ

ل (لئے) الذین (جو) | ایلاء کرتے ہیں | سے | عورتیں | ان کی

ان کے لئے جو اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں

آلی اس نے قسم کھائی یُؤلِی وہ قسم کھاتا ہے یُؤلُوْنَ وہ قسم کھاتے ہیں

تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ

توقف | چار | ماہ

چار مہینے کا توقف ہے

فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲۶﴾

تو اگر | پلٹ آئے | تو | یقیناً | مغفرت کرنے والا | رحم والا

پس اگر انہوں نے رجوع کر لیا تو یقیناً اللہ مغفرت کرنے والا ہے رحم والا ہے

فاءَ اصل حالت کی طرف پلٹا، رجوع کیا

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۷﴾

اور اگر | عزم کیا انہوں نے | طلاق کا | تو یقیناً | سننے والا | جاننے والا

اور اگر انہوں نے طلاق کا عزم کر لیا تو یقیناً اللہ سننے والا جاننے والا ہے

اُن (اشخاص) کے لئے جو اپنی بیویوں سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھا لیں۔ چار ماہ کی میعاد ہے۔ اگر وہ (اس اثنا میں) (ایک دوسرے کی طرف) رجوع کریں (اور اچھی طرح سے رہیں) تو اللہ تعالیٰ (ان کی سابقہ کوتاہیوں کو) بخشنے والا ہے اور (ان پر) رحم کرنے والا ہے اور اگر انہوں نے (ایک دوسرے کو) چھوڑنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو اللہ یقیناً (ان کی باتوں کا) سننے والا ہے اور (ان کی نیتوں کو) جاننے والا ہے (کہ وہ کیوں علیحدگی کا عزم کئے بیٹھے ہیں)

وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ

اور مطلقہ عورتیں | توقف کریں | ساتھ جانیں | اُن کی | تین | حیض

اور مطلقہ عورتیں اپنے کو تین حیض تک توقف میں رکھیں

مُطَلَّقَہ: وہ عورت جس کو طلاق دی گئی ہے قُرُوْٓءٌ جمع ہے قُرْءٌ (حیض) کی

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ

اور نہیں حلال ہوا | لئے | ان کے | کہ | چھپائیں وہ عورتیں

اور ان کے لئے حلال نہیں ہوگا کہ چھپائیں

مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ

جو | پیدا کیا | میں | بچہ دانیاں | ان کی

جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے

Marfat.com

اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

اگر ایمان رکھتی ہیں پر اللہ اور روز آخر

اگر وہ واقعی ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور یوم آخر پر

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

اور خاوند ان کے حق دار ساتھ واپسی ان کی بیچ .... وہ (اس اثناء میں)

اور ان کے خاوند اس اثناء میں ان کی واپسی کے بہت حق دار ہیں

بُعُوْلَۃٌ: جمع ہے بَعْل (خاوند) کی۔

اَحَقُّ: حقیق، حق دار۔ یہاں تفضیل کا صیغہ مبالغہ کے لئے آیا ہے۔

اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ

اگر چاہی انہوں نے اصلاح

اگر وہ اصلاح چاہیں

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪

اور لئے ان کے مانند جو اوپر ان کے ساتھ دستور

اور ان (مطلقہ عورتوں) کا حق ہے اس کے برابر جو ان پر (حق) ہے موافق دستور کے

وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ

اور لئے مردوں اوپر اُن کے درجہ

اور مردوں کے لئے ان پر ایک درجہ ہے

Marfat.com

۲۸ ع ۷ ۱۲ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۲۸﴾ ع

حکمت والا	غلبہ والا		اور

اور اللہ غلبہ والا ہے ، حکمت والا ہے

تفسیر آیت ۲۲۸

ان آیات میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر عورت کو ایک یا دو طلاق (رجعی) دی گئی ہو تو عدت کے دوران میں اصلاحِ احوال ہو سکتی ہے اور خاوند کو رجعت کی اجازت ہے۔ چنانچہ حکم ہے کہ مطلّقہ عورتیں تین حیض تک اپنے کو (نکاحِ ثانی سے) روکے رکھیں اور (اس اثناء میں) ان کے لئے حلال نہیں ہو گا کہ اللہ نے ان کے رحموں میں (بچہ یا حیض) (میں سے) جو (کچھ) پیدا کر رکھا ہے اسے چھپائیں اگر وہ واقعی اللہ پر اور یومِ آخر پر ایمان رکھتی ہیں (کیونکہ اس دنیا میں تو وہ اور لوگوں سے اس بنیادی حقیقت کو چھپانے کی مجرمانہ کوشش میں کامیاب ہو سکتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور آخرت کے روز یہ سب راز لوگوں کے سامنے فاش ہوں گے) اور ان کے خاوند اس اثناء میں واپسی کے بہت حق دار ہیں (مراد یہ کہ انہیں رجعت کا مکمل حق حاصل ہے) بشرطیکہ وہ اصلاح چاہیں (اور نیت میں فتور نہ ہو جیسا کہ اسلام سے قبل بعض لوگ بیویوں کو طلاق دے کر زندگی بھر انہیں گھر میں بند رکھتے تھے) اور ان (مطلّقہ عورتوں) کا حق ہے اس کے برابر جو ان پر (مردوں کی طرف سے حق عائد ہوتا) ہے موافق دستور کے اور مردوں کے لئے ان پر ایک درجہ ہے۔ (مراد یہ کہ گھر کے سربراہ کی حیثیت میں مرد کو عورت پر بے شک ایک گونہ انتظامی فوقیت حاصل ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مرد کی اس فوقیت سے عورت کے حقوق زائل ہو جاتے ہیں۔ نہیں، اس کے برعکس انسانی حقوق کے معاملہ میں مرد اور عورت کو مساوات حاصل ہے۔ مردوں کو کسی نے بھی یہ حق نہیں دیا کہ قانون اپنے ہاتھ میں لیں، اپنے حقوق بڑھالیں اور عورت کے

حقوق پر کھا باڑا اچیلا ہیں۔ قانون کی باریکیاں اللہ ہی خوب جانتا ہے جو حکیم ہے اور غلبہ
ذات کی برتبہ، وہی عزیز ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ

طلاق	دو بار

یہ طلاق دو بار ہے

طلاق بمعنی تطلیق ہے جیسے سلام بمعنی تسلیم

فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ

پس روک لینا	ساتھ	نیکی	یا	روانہ کرنا	ساتھ	احسان

پھر نیکی سے (پاس) رکھ لینا ہے یا احسان سے روانہ کرنا ہے

مراد یہ کہ دو طلاق تک رجعت ہو سکتی ہے ورنہ عدت کے بعد بیوی کو خوش اسلوبی سے رخصت کر دو۔

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ

اور	نہیں	حلال ہوگا	ل (لئے)	تمہارے

اور تمہارے لئے حلال نہیں ہوگا

اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا

کہ	تم لو	من (سے) ما (جو)	دیا تم نے	انہیں	کچھ

کہ جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے اس سے لو

إِلَّآ أَن يَخَافَآ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ ط

سوا کہ ڈریں وہ دو اَنْ (کہ) لَا (نہ) قائم کریں وہ دو حدود اللہ (کی)

سوائے اس کے کہ ان دو (یعنی میاں بیوی) کو ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہیں کر سکیں گے

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ لا

تو اگر ڈرے تم اَنْ (کہ) لا (نہ) قائم کریں وہ دو حدود اللہ (کی)

تو اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا ٱفْتَدَتْ بِهِۦ ط

فَ (تو) لَا (نہیں) گناہ عَلیٰ (پر) ھُمَا (ان دو) فِی (میں) مَا (جو) بدلہ دے کر جان چھڑائی ساتھ اس کے

تو ان پر کوئی گناہ نہیں اس فدیہ میں جس کے ذریعے عورت نے خود کو چھڑایا

فِدْیَہ اس بدل یا معاوضہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعے جان بچائی یا چھڑائی جائے

اِفْتَدَیٰ اس نے اپنی رہائی کے لئے معاوضہ دیا۔

یہاں خُلع کی اجازت دی گئی ہے جس کی بحث آگے آتی ہے۔ بیوی اپنی خوشی سے خُلع کی خاطر فدیہ یا عوض دے تو فبہا ورنہ طلاق کے عوض اس سے رقم کا مطالبہ کرنا روا نہیں۔

تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ج

یہ حدیں اللہ (کی) فَ (پس) لَا تَعْتَدُوا (مت پھاندو) ھَا (انہیں)

یہ اللہ کی (طرف سے) حدیں ہیں پس ان سے مت بڑھو

حُدُود سے یہاں مراد ہے: پابندیاں۔ ضابطے

وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ

اور جو پھاند جائے حدیں

اور جو اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدّوں کو پھاند جائے

اِعْتَدٰی، تَعَدّٰی حد سے تجاوز کیا، حد سے گزرا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

تو وہ وہ ظالم

تو وہ ظالم ہیں

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ

تو اگر طلاق دی اسے تو نہیں حلال ہوگی لئے اس کے بعد میں

تو اگر مرد نے عورت کو طلاق دے دی تو وہ بعد میں اس کے لئے حلال نہیں ہوگی

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ

حتّٰی نکاح کرے شوہر سوا اس کے

یہاں تک کہ وہ اس کے سوا کسی اور خاوند سے نکاح کرے

فَاِنْ طَلَّقَهَا

تو اگر طلاق دی مرد نے اس عورت کو

پھر اگر (دوسرا) مرد اسے طلاق دے

Marfat.com

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ

تو نہیں گناہ پر وہ دو کہ وہ رجوع کریں آپس میں

تو اُن پر گناہ نہیں کہ وہ آپس میں رجوع کریں

اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ

اگر جانیں دونوں کہ وہ دو قائم کریں گے حدیں اللہ (کی)

اگر وہ جانیں کہ اللہ کی حدود کو قائم کریں گے

وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ

اور وہ حدیں

اور یہ اللہ کی حدود ہیں

يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

وہ واضح کرتا ہے انہیں لئے لوگ وہ جانتے ہیں

وہ انہیں واضح کرتا ہے ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں

آیت ۔ ۲۳۰ میں تیسری طلاق کے بارے میں احکام ہیں ۔ ان کی بحث آگے آتی ہے ۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

اور جب طلاق دی تم نے عورتوں (کو) پھر قریب پہنچیں میعاد ان کی

اور جب تم نے بیویوں کو (رجعی) طلاق دی اور وہ اپنی (عدت کی) میعاد کے قریب پہنچیں

Marfat.com

بَلَغْنَ (۱) پہنچنا (۲) قریب پہنچا
بَلَغْنَ وہ قریب پہنچیں

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

رکھ لو انہیں ساتھ بھلائی یا چھوڑ دو انہیں ساتھ بھلائی

انہیں بھلائی کے ساتھ رکھ لو یا انہیں بھلائی سے جانے دو

اِمْسَاكٌ روکنا، رکھ لینا۔ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ سے یہاں مراد ہے: رجعت کرو۔

تَسْرِيْح (۱) چھوڑ دینا (۲) روانہ کرنا۔ سَرِّحُوْا سے یہاں مراد ہے اترنے دو یعنی جانے دو۔

وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا

اور نہ روکو انہیں ضرر دینے کو لِ (تاکہ) تم ظلم کرو

اور حق مارنے کی غرض سے انہیں ستانے کے لئے نہ روکو

اِعْتِدَاء ظلم کرنا۔ یہاں حق دبانا مراد ہے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ

اور جو کرے وہ تو بے ظلم کیا جان (اپنی) اس کی

اور جس نے یہ کام کیا تو اس نے اپنی (ہی) جان پر ظلم کیا

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا

اور نہ ٹھہرا لو ٹھٹھا

اور اللہ کی آیات کو ٹھٹھا نہ ٹھہراؤ

Marfat.com

ضِرَارًا اسم مصدر ہے اور یہاں مفعول کے معنی میں آیا ہے یعنی وہ چیز جس سے ٹھٹھا کیا جائے۔

جاہلی عربوں میں بھی عام دیکھنے میں آتا تھا کہ خاوند بیوی کو طلاق تو دینا چاہتا لیکن اس سے مہر بخشوانے کے لئے عجیب عجیب ہتھکنڈے کرتا تھا اور اسے بہت ستاتا تھا۔ ایک حربہ یہ تھا کہ وہ بار بار طلاق دے کر رجعت کرتا تھا۔ قرآن نے اس سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ وہ اپنی میعاد (عدت) کے قریب پہنچیں تو انہیں بھلائی کے ساتھ رکھ لو (یعنی بے شک رجعت کرلو) یا انہیں بھلائی سے جانے دو (یعنی آخری طلاق دے دو) اور حق مارنے کی غرض سے انہیں ستانے کے لئے مت روکو یعنی اس عورت سے اس لئے مت رجعت کرو کہ تم اسے تنگ کرکے مہر معاف کرنے پر مجبور کرو گے۔ اور جس نے یہ (کام) کیا تو اس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا یعنی اپنی عاقبت بگاڑلی۔

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور | یاد کرو | نعمت | | پر | تم (تم پر)

اور یاد رکھو اللہ کی نعمت تم پر۔

وَ مَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ

اور جو | اتارا | تم پر | سے | کتاب | اور | حکمت

اور وہ جو تم پر کتاب و حکمت (میں) سے نازل کیا

مِنْ سے، کچھ

يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

نصیحت کرنے تمہیں ساتھ اس کے اور ڈرو اللہ (سے)

تمہیں اس کے ساتھ نصیحت کرنے کے لئے اور اللہ سے ڈرو

وَعَظَ نصیحت کی یَعِظُ نصیحت کرتا ہے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع ۲۹ ۱۴

اور جانو کہ یقیناً ساتھ ہر شے جاننے والا

اور جان لو کہ یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

اور جب طلاق دی تم نے عورتوں (کو) پھر پہنچیں وہ میعاد ان کی

اور جب تم نے بیویوں کو طلاق دی اور وہ اپنی (عدت کی) میعاد کو پہنچیں

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ

تو نہ روکو انہیں کہ نکاح کریں وہ خاوندوں (سے) ان کے

تو انہیں مت روکو (اس سے) کہ وہ اپنے خاوندوں سے (دوبارہ) نکاح کریں

عَضَلَ منع کیا۔ عورت کو نکاح سے روکا۔

اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

جب وہ راضی ہوئے درمیان اپنے ساتھ دستور

جب وہ آپس میں رضامند ہوئے دستور کے موافق

Marfat.com

ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ

وہ نصیحت کیا جاتا ہے ساتھ اس کے

یہ وہ بات ہے کہ اس کے ساتھ نصیحت کیا جاتا ہے

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

جو تھا (ہے) سے تم ایمان رکھتا ہے ساتھ

اس کو جو تم میں سے ایمان رکھتا ہے اللہ پر

وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور دن آخر

اور یوم آخر پر

ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ

وہ اے مخاطبین افضل لئے تمہارے اور پاکیزہ تر

یہ بات، اے سننے والو! تمہارے لئے افضل اور پاکیزہ تر ہے

زکٰی (۱) وہ پاکیزہ ہوا (۲) سنورا (۳) عمدہ ہوا (۴) بڑھا، پنپا۔
اَزکٰی اس سے اسم تفضیل ہے۔ اس کے معنی ہیں: (۱) پاکیزہ تر (۲) عمدہ تر
(۳) احسن (۴) افضل (۵) بھلائی میں بڑھنے والا (۶) زیادہ نفع دینے والا

وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

اور جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

Marfat.com

تفسیر آیات ۲۲۶ —— ۲۳۲

طلاق

معنی و مفہوم ۔ لُغت کی رو سے طلاق اور تطلیق کے لفظ ایک ہیں۔ ان کے معنی ہیں بندش سے آزاد کر دینا۔

شرع میں میاں کا بیوی سے نکاح کی پابندیاں اٹھا لینے کا نام طلاق ہے۔ طلاق سے میاں بیوی کے درمیان بعض صورتوں میں ناقص اور بعض میں کامل جدائی واقع ہو جاتی ہے۔ ناقص جدائی کی حالت میں نکاحی پابندیوں میں کچھ کمی آجاتی ہے۔ کامل جدائی کی حالت میں نکاح پورے طور پر زائل ہو جاتا ہے اور اگر عورت چاہے تو دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

طلاق کی اقسام —— ۱۔ صریح و کنایہ کے لحاظ سے۔

۱۔ طلاقِ رجعی ۔ اس کی ایک مشہور تعریف یہ ہے کہ خاوند صریح الفاظ میں بیوی کو طلاق دے۔ مثلاً کہے کہ تجھے طلاق ہے۔

اس میں نیت کی شرط نہیں۔ الفاظ کی صراحت کی بنا پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ عدت کے دوران میں بیوی خاوند کے نکاح میں رہتی ہے۔ اس اثنار میں خاوند جب چاہے رجوع کر سکتا ہے۔ بیوی کی رضا کی ضرورت نہیں۔

عدت کے اختتام پر جدائی واقع ہو جائے گی۔ بیوی اگر چاہے تو دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ البتہ نکاح ثانی ابھی نہ ہوا ہو اور میاں بیوی دونوں رضامند ہوں تو عدت کے بعد بھی تجدیدِ نکاح کے ساتھ مراجعت کر سکتے ہیں۔

طلاقِ رجعی کی حد صرف دو طلاق تک ہے۔ نوبت تین طلاق تک پہنچ جائے تو اُسے طلاقِ مُغلّظہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد میاں بیوی رجوع یا تجدیدِ نکاح نہیں

کر سکتے - البتہ بیوی عدّت کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرلے اور وہ بھی اسے طلاق دے دے تو عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے - اس کو تحلیل یا حلالہ کہتے ہیں -

۲ - طلاقِ بائن

اس کی عام صورت یہ ہے کہ خاوند کنایہ کے الفاظ میں بیوی کو طلاق دیتا ہے - کنایہ سے مراد ان الفاظ کا استعمال ہے جن کے ایک سے زائد مفہوم نکلتے ہوں - یہاں مراد یہ ہے کہ طلاق کی نیت کے ہونے اور نہ ہونے دونوں کا احتمال پایا جائے -

یہ طلاق جبھی واقع ہوتی ہے کہ نیت ثابت ہو - خاوند طلاق کی نیّت کا انکار کرے اور قضیتہ عدالت میں جائے تو قاضی اس بات کی تحقیق کے بعد فیصلہ دے گا کہ خاوند نے کیا الفاظ کن حالات میں ادا کیے -

طلاقِ بائن میں عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے، اس لئے عدت سے پہلے میاں بیوی باہمی رضامندی سے رجوع کرنا چاہیں تو تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہوگی -

عدّت کے اختتام پر بیوی اگر چاہے تو دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے البتہ طلاق رجعی کی طرح نکاحِ ثانی سے قبل تجدیدِ نکاح کے ساتھ مراجعت ہو سکتی ہے -

طلاقِ بائن کی حد بھی دو طلاق تک ہے - اس سے آگے جیسا کہ طلاقِ رجعی کے ذیل میں مذکور ہو چکا طلاقِ مغلظ کی حد آجاتی ہے جس کے بعد تحلیل کے بغیر مراجعت نہیں ہو سکتی -

آیت ۲۳۰ میں طلاقِ مغلظ ہی کا ذکر ہے -

طلاقِ مغلظ سے پہلے دو طلاقیں چاہے رجعی ہوں چاہے بائن یا ان میں سے ایک رجعی ہو اور ایک بائن، ایک ہی اثر رکھتی ہیں - دو طلاق کی حد تک جدائی ناقص ہوتی ہے - فقہ میں اسے بینونتِ خفیفہ کہتے ہیں - تین طلاق کے بعد کامل جدائی واقع ہو جاتی ہے - فقہ میں اسے بینونتِ غلیظہ کہتے ہیں -

Marfat.com

طلاق کی اقسام ——— (۱) سنّت اور بدعت کے لحاظ سے

۱۔ طلاقِ سنّت ۔ اس میں طلاق کا وقت اور تعداد معیّن ہوتے ہیں ۔ اس کی آگے مزید دو صورتیں ہیں ۔ یعنی :

ا ۔ احسن : خاوند بیوی کو ایک طُہر میں جس میں اس سے ہم بستری نہ کی ہو ایک رجعی طلاق دے اور عدّت گزرنے دے ۔

ب ۔ حَسَن : تین طُہر میں ایک ایک بار طلاق دے جب کہ ان ایام میں ہم بستری نہ کی ہو ۔

۲ ۔ طلاقِ بدعت : حالتِ حیض میں طلاق دے

یا

ایسے طُہر میں جس میں ہم بستری کی ہو

یا

ایک، دو یا تین دفعہ میں دو یا تین طلاق دے

ان صورتوں میں طلاق تو واقع ہو جاتی ہے لیکن طلاق دینے والا گناہ کا مرتکب ٹھہرتا ہے ۔

طلاق کی اقسام ——— (۲) حال و ہیئت کے لحاظ سے

میاں بیوی کی علیحدگی کی چند مزید صورتیں بھی ہیں جن کے مختلف نام ہیں ۔ مثلاً لعان، ایلاء اور خُلع ۔ یہ تینوں صورتیں طلاقِ بائن کا حکم رکھتی ہیں ۔ ان میں سے ایلاء اور خُلع کا ذکر آیاتِ زیرِ نظر میں آیا ہے ، لہٰذا ذیل میں ان کی وضاحت کی جائے گی :

(۱) **ایلاء** ۔ معنی و مفہوم ۔ اگر کوئی عاقل اور بالغ شخص شرعاً درست قسم کھائے کہ میں اپنی بیوی سے چار ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک صحبت نہ کروں گا تو اس قسم کھانے کو ایلاء کہتے ہیں ۔

Marfat.com

قسم کھانے والے کو مُولِی کہا جاتا ہے۔

اقسام: اگر مدت کا تعین ہو یعنی چار ماہ یا اس سے زائد تو ایلاء کو مُوقّت کہتے ہیں۔ مدت کا تعین نہ ہو یا یہ کہے کہ میں بیوی سے کبھی صحبت نہ کروں گا تو ا کو مُؤبَّد کہیں گے۔

فَے: ایلاء مُوقّت ہو یا مُؤبَّد چار ماہ اسی حالت پر گزر جائیں تو قطعی طلاق پڑ جائے گی۔ اگر خاوند نے چار ماہ سے قبل بیوی سے رجوع کر لیا تو ایلاء جاتا رہا البتہ قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرے گا۔ اس رجوع کو اصطلاح میں فَے کہتے ہیں۔

مدت: ایلاء کے مؤثر ہونے کے لئے کم از کم چار ماہ کی مدت کا تعین ضرور ہے۔ اگر مدت اس سے کم ہو تو ایلاء بے اثر ہوگا۔ فَے کی حاجت نہیں۔

مصلحت: ایلاء کا انجام اگرچہ طلاق بھی ہو سکتی ہے لیکن بنیادی طور پر اس سے غرض اصلاحِ احوال ہے۔ بیوی کی اصلاح کی ضرورت پڑ جائے تو اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ خاوند اس کے بستر سے الگ رہے۔ مزید سختی کی ضرورت ہو تو خاوند ایلاء بھی کر سکتا ہے۔ یہ ایک قسم کی سخت دھمکی ہے۔ اس دوران میں بیوی کو رو بہ اصلاح کرنے کے لئے اور ذرائع بھی اختیار کرنے چاہئیں۔ اگر اصلاح کی شکل آئے تو فبہا ورنہ چار ماہ کے بعد طلاق از خود واقع ہو جائے گی۔

رجوع بعد از طلاقِ ایلاء: اصل مقصد چونکہ طلاق نہیں اس لئے ایلاء کی طلاق کے بعد اگر میاں بیوی رجوع کرنا چاہیں تو صرف تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے

کَفّارہ: ایلاء سے فَے کرنے کی صورت میں قسم توڑنے کے کفارہ کی حسبِ ذیل چار متبادل صورتیں ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کیا جا سکتا ہے:

۱۔ دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔

ا۔ کھانا کفارہ گزار کی حیثیت کے موافق ہوگا یعنی جیسے اس کے گھر معمولاً کھایا جاتا ہے اور

Marfat.com

ب۔ ایک دن کا ہوگا یعنی صبح و شام دو وقت۔
اگر کھانے کی جنس یا قیمت ادا کر دے تو بھی روا ہے۔

۲۔ دس محتاجوں کو لباس خرید دے۔
لباس ایسا ہو کہ بدن کو ڈھانپ دے اور اس میں نماز ادا ہو سکے۔

۳۔ ایک غلام خرید کر آزاد کرے۔
ا۔ غلام کی پوری قیمت ادا کی جائے کیونکہ غلاموں کی بعض ایسی قسمیں بھی ہوتی ہیں جن کو آزاد کرانے کے لئے پوری رقم درکار نہیں ہوتی۔
ب۔ ضرور نہیں کہ غلام مسلمان ہو۔ غیر مسلم کو بھی آزاد کرایا جا سکتا ہے۔

۴۔ تین روزے رکھے۔
یہ روزے متواتر ہونے چاہییں۔

(۲) خُلع

آیت - ۲۲۹ میں خلع کا ذکر آیا ہے۔ خلع طلاق ہی کی ایک قسم ہے۔

معنی و مفہوم۔ لغوی لحاظ سے خلع کے معنی ہیں، اتار دینا۔
سورۃ بقرہ کی آیت - ۱۸۷ میں بتایا گیا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ خلع میں وہ دونوں اس لباس سے الگ ہو جاتے ہیں لہٰذا یہ لفظ استعارۃً استعمال ہوا۔

شرع میں خلع سے مراد یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کی طلب پر اسے کچھ مال کے عوض طلاق دے دے۔ اس کی صورت یوں ہوتی ہے کہ عورت خاوند سے مطالبہ کرتی ہے کہ مجھ سے مال کی اتنی مقدار لے کر مجھ سے خلع کر لو۔ یہ بیوی کی طرف سے ایجاب ہے۔ خاوند قبول کر لے تو خلع واقع ہو جائے گا۔ بیوی کو بعد میں معاوضہ ادا کرنا واجب ہوگا۔

خلع میں لازم ہے کہ طلاق کا مطالبہ خُلع کے لفظ کے ساتھ ہو۔
حنفیہ کے نزدیک خلع ایک طلاقِ بائن کا حکم رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ کنایاتِ طلاق

Marfat.com

جاتا ہے۔

خلع کی ضرورت عموماً اس وقت پیش آتی ہے کہ بیوی ناچاقی، ناگواری یا کسی اور بنا پر خاوند کے ساتھ نباہ نہ کرنا چاہتی ہو اور اس کے نکاح سے نکلنے کی خواہاں ہو۔ وہ جس مال کی پیش کش کرتی ہے اس کو قرآن (سورۃ بقرہ آیت ۲۲۹) میں فِدیہ کہا گیا ہے۔ فقہ میں اس کو عوض یا معاوضہ کہتے ہیں۔

عوض کی مقدار: فقہ میں خلع کے عوض کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ تاہم ناگواری شوہر نے پیدا کی ہو تو شوہر کو عوض لینا مکروہ ہے۔ ناگواری بیوی کی طرف سے ہو تو شوہر کو چاہیے کہ مہر سے زیادہ رقم کا مال نہ لے۔

ایجاب اگر خاوند کی طرف سے ہو یعنی وہ بیوی سے کہے کہ میں نے تجھے اتنے مال کے عوض طلاق دی اور بیوی قبول کرے تو اسے **طلاق علی المال** کہتے ہیں خلع کی طرح یہ بھی ایک طلاقِ بائن کا حکم رکھتی ہے۔

طلاق کا جواز کیونکر ہے

اسلام نے بیوی سے مستقل جدائی اور طلاق کے بارے میں اعتدال کی تاکید کی ہے۔ تعلقات حتی الوسع نباہنے کا حکم ہے۔ قرآن حکیم نے میاں بیوی کو سورۃ بقرہ (آیت ۱۸۷) میں ایک دوسرے کو لباس کہا ہے سورۃ اعراف میں لباس کے جو فوائد بتائے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ میاں بیوی کا بہت قریبی تعلق ہے، ان کا ایک دوسرے کے بغیر گزارا مشکل ہے، ایک دوسرے کے لئے فرحت اور تسکین کا موجب ہیں، آپس کی باہم حفاظت کرتے ہیں اور مصائب میں ڈھال کا کام دیتے ہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ دنیا ایک متاع ہے اور اس میں بہترین چیز عورت ہے (خازن، سورۃ نور) قرآن حکیم (سورۃ نساء ۱۹) میں تنبیہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھو۔ اگر تم نے ان کو پسند نہیں کیا تو ہو سکتا ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں خیر کثیر رکھ دے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کی سخت کلامی پہ صبر کرے اس کو حضرت ایوب علیہ السلام کا

Marfat.com

ثواب ملے گا۔ اور جو عورت اپنے شوہر کی بدخوئی پر تحمل کرے اسے حضرت آسیہ زوجۂ فرعون کا سا اجر ملے گا۔

اسلام نے مرد کو قیّم یعنی ناظم قرار دے کر اس کو خانگی امور میں ایک گونہ فوقیت دی ہے۔ لیکن اس فوقیت کے ہمراہ گراں بار ذمہ داریاں بھی ہیں۔ کمائی کا سارا بوجھ شوہر کے کندھے پر ہے۔

انسانیت کے بنیادی حقوق کے مسئلہ میں عورت مرد کی ہم پایہ ہے۔

اسلام سے قبل عورت کے حقوق جس بے دردی سے پامال ہو رہے تھے آج اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ عورت کو خاوند کی وراثت میں سوائے داغِ حسرت کے اور کچھ حصہ نہیں ملتا تھا۔ آئے دن کی زندگی میں اس کا مقام غلامانہ تھا۔ یہاں تک کہ جوئے کے داؤ پر چڑھا دی جاتی تھی۔

اسلام نے عورت کے حقوق کی نگہبانی کی اور اس کو احترام کی دولت سے مالامال کیا۔ مرد کو تاکید کی کہ عورت کی مثال آبگینہ کی ہے، اس کے نازک جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے۔ جس شخص کے دل میں نکاح کے وقت نباہ اور حسنِ معاشرت کا عزم نہ ہو وہ غدار اور دغاکش ہے۔ اس کی قسمت میں حشر کی رسوائی لکھی جاتی ہے۔ مرد ہو یا عورت جس کو طلاق سے رغبت ہو اور نت نئے نکاح کی ہوس لئے پھرتا ہو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

حدیث ہے: تَزَوَّجُوْا وَلَا تُطَلِّقُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الذَّوَّاقِیْنَ وَلَا الذَّوَّاقَاتِ۔ یعنی نکاح کرو اور طلاق مت دیتے پھرو کیونکہ اللہ تعالیٰ مزہ چکھنے والوں اور مزہ چکھنے والیوں کو اچھا نہیں جانتا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ طلاق سے عرش ہل جاتا ہے۔

نباہ کی ان شدید اور بھرپور تاکیدوں کے باوجود ناگزیر حالات میں اسلام نے طلاق کی اجازت دی ہے۔ نکاح کا بندھن میاں بیوی پیدائش ہی سے اپنے ساتھ نہیں لاتے بلکہ معاشرتی عہد کے طور سے اپنی رضا و رغبت سے اختیار کرتے ہیں۔ بعض

دفعہ اس بندھن میں سقم رہ جاتا ہے جس کا افشا نکاح کے بعد ہوتا ہے۔ ایسے لاعلاج سقم بھی ہوتے ہیں جن کی موجودگی میں اس معاشرتی عہد کا جو مقصود تھا وہ فوت ہو جاتا ہے بلکہ یہ عہد الٹا وبالِ جان ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً زوجین میں سے ایک فریق میں کوئی ایسا بدنی عیب ہو جس کی دوا نہ ہو سکے یا مزاج میں ایسی خرابی یا طبیعتوں میں ایسا تضاد ہو جس کے دور کرنے کی صورت نظر نہ آئے۔ ایسے میں مصلحت سے بعید بلکہ ظلم ہوگا کہ ہر دو فریق یا ان میں سے ایک زندہ درگور رہے۔ بعض دفعہ دین کا اختلاف رونما ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں طلاق کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔

دلائل کبھی طلاق کے حق میں اور کبھی برخلاف ہوتے ہیں۔ ان کے پیشِ نظر طلاق کے اخلاقی جواز کے بارے میں فتویٰ درج ذیل ہے:

طلاق ۱۔ گناہ ہے جب کہ شرعی وجہ نہ ہو۔

۲۔ مباح ہے جب کہ شرعی وجہ موجود ہو۔

۳۔ مستحب ہے جب کہ عورت دین و اخلاق کی پابندیاں قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو۔

۴۔ واجب ہے جب کہ مرد مستقل طور پر جماع سے عاجز ہو۔

مجبوری اور ناچاری اپنی جگہ مُسَلَّم، لیکن طلاق کی بنیاد بہرحال ناگواری پر ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق اَبْغَضُ الحلال ہے یعنی اگرچہ روا ہے لیکن روا چیزوں میں سب سے بڑھ کر ناپسندیدہ ہے۔ اس لئے نکاح کے وقت پوری احتیاط سے کام لیا جائے۔ بعد میں کوئی سقم یا ناگواری ظاہر ہو تو اصلاح کی پوری کوشش کی جائے۔

طلاق میں سنجیدہ احتیاط

طلاق ایک ناگزیر مجبوری ہے لہٰذا اس میں انتہائی احتیاط اور سنجیدگی کی ضرورت ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۳۱ میں ارشاد ہوا: وَلَا تَتَّخِذُوٓا اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا یعنی اللہ کی آیات کو ٹھٹھا نہ ٹھہراؤ۔ قبلِ اسلام کے عرب محض ہنسی مذاق میں بار بار طلاق اور

رجعت کا ارتکاب کرتے تھے حالانکہ ازدواجی زندگی کا مسئلہ انتہائی طور پر سنگین ہوتا ہے۔ شوہر کو چاہیے کہ عورت کی زندگی کو پوری اہمیت دے۔ حدیث ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں سنجیدگی تو سنجیدگی ہے ہی، مذاق بھی سنجیدگی ہے یعنی نکاح طلاق اور رجعت۔ مذاق اور ہزل کا قلع و قمع کرنے کے لئے حکم ہوا کہ ان تین امور کی بابت ہنسی، مزاح میں یا نشہ پی کر یا عام غصہ یا غفلت کی حالت میں یا بھول چوک کر بھی جو الفاظ ادا ہو جائیں وہ قانون میں نافذ ہوں تاکہ آئندہ کے لئے سب کو تنبیہ رہے درحقیقت یہ الفاظ حتی الوسع منہ پر نہ لائیں بلکہ دل میں بھی اس کے بارے میں نہ سوچیں کیونکہ دل کی سوچ غفلت اور بھول چوک میں زبان پر آ ہی جاتی ہے۔ نشہ سے بھی پرہیز رہے گی اور بیوی پر غصہ نکالنے میں بھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے گا۔ جو لوگ غصہ کے عالم میں بار بار طلاق کا سہارا لیتے ہیں انہیں سوچنا چاہیے کہ انہوں نے اپنی حلال بیویوں کو اپنے گھر میں حرام تو نہیں بٹھا رکھا۔

طلاق کا فقہ میں جو حسن یا احسن طریقہ مقرر ہے اور پھر اس کے ساتھ عدت کا جو لزوم ہے اس میں طلاق واقع ہونے اور عدت کی تکمیل تک چھ سات مہینے گزر جاتے ہیں بلکہ عورت کے نکاحِ ثانی تک مزید مدت مل سکتی ہے۔ عین ممکن ہے اس اثناء میں احوال نئی صورت اور نئے سامانوں کے ساتھ سامنے آئیں، بیوی کی محبت پھر بیدار ہو یا مصلحت کے تقاضوں کے آگے جھک کر طلاق پر پشیمان ہونا پڑے۔ اس کے دو حل ہیں۔ ایک یہ کہ تین سے کم رجعی طلاق دی ہو تو رجعت کرے یا تین سے کم بائن طلاق دی ہو تو تجدید نکاح کرے۔ عدت، رجعت اور تجدید نکاح کے احکام بھرپور مصالح پیش کرتے ہیں۔ ان پر ذیل میں مختصر بحث کی جائے گی۔

عدت

معنی و مفہوم: لغت میں عدت کا لفظ عدّ کا مصدر ہے۔ معنی ہیں، شمار کرنا۔

عورت کو نکاح ثانی سے قبل کچھ مدت توقف یا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اس توقف یا انتظار کو شرع میں عدت کہتے ہیں۔

Marfat.com

عدت کی دو قسمیں ہیں، یعنی عدتِ وفات اور عدتِ طلاق۔

عدتِ وفات: اس کی مدت خاوند کی وفات سے چار ماہ دس روز تک ہے۔ عورت اگر حاملہ ہو تو وضعِ حمل تک۔ اس کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیات ۲۳۴ اور ۲۳۵ میں آیا ہے۔

عدتِ طلاق: اس کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ بیوی حاملہ نہ ہو۔

ایسے میں عدت تین قروء یعنی تین حیض ہے۔ طلاق حیض میں دی تو یہ حیض عدت میں نہ آئے گا۔

۲۔ بیوی حاملہ ہو۔

اس کی عدت وضعِ حمل تک ہے (سورۂ طلاق آیت ۔ ۴)

۳۔ بیوی کو حیض نہ آتا ہو یعنی ابھی کم سن ہو یا آیسہ ہو یعنی عمر بڑھ جانے کی وجہ سے حیض ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہو۔

اس کی عدت طلاق کے وقت سے تین ماہ تک ہے۔

آیتِ زیرِ نظر میں صرف دو رجعی طلاقوں تک کی عدت مذکور ہے لیکن اس کا حکم عام ہے اور بائن اور تین طلاق پر بھی عائد ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ طلاقِ بائن کی صورت میں جدید نکاح ضروری ہے اور تین طلاق کی عدت میں رجعت نہیں ہو سکتی۔ تحلیل کی صورت الگ ہے۔

عدت کے دوران میں عورت کی رہائش وہیں ہو گی جہاں طلاق یا خاوند کی وفات سے قبل رہتی تھی البتہ خاوند یا متوفی خاوند کے ورثاء اس کو وہاں سے نکال دیں تو کسی اور جگہ رہائش رکھ سکتی ہے۔

طلاقِ رجعی کی عدت کے دوران میں بیوی کو چاہیے کہ خاوند کے سامنے بناؤ سنگھار کرتی رہے۔ شاید اس کا دل اس کی طرف دوبارہ مائل ہو جائے۔

عدت میں چند در چند مصلحتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً:

Marfat.com

۱۔ اولاد کے باب میں بعض دفعہ نسب اور وراثت کے کٹھن مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر عورت، جیسا کہ اس کو آیت زیرِ نظر میں خاص ہدایت کی گئی ہے، راست گوئی سے کام لے تو نسب اور وراثت کا مسئلہ صاف ہو جاتا ہے۔ حمل کتنے ہی ابتدائی درجہ میں کیوں نہ ہو عدت کے اختتام تک ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس لئے نسب میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ عورت اس حمل کے وضع ہونے تک دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔

۲۔ طلاقِ مغلظہ نہ ہو تو اصلاح کی گنجائش رہتی ہے۔ عدت گزرتے گزرتے عین ممکن ہے جذبات میں نرمی پیدا ہو جائے یا حالات ایسی کروٹ لیں کہ مصالحت ناگزیر نظر آئے۔ مثلاً عدت کے دوران میں حمل ظاہر ہو جائے تو قوی احتمال ہے کہ خاوند اپنے بچہ کی کشش سے رجعت کر لے اور عورت اور بچہ دونوں کی زندگیاں تلخیوں کی یورش سے بچ جائیں۔

رَجعَت

معنی و مفہوم: لغت میں رجعت سے مراد ہے بازگشت یا واپسی۔ فقہ میں یہ لفظ اصطلاحی معنی رکھتا ہے یعنی بیوی کو تین سے کم طلاقِ رجعی دی ہو تو عدت کے اندر عورت کو بغیر عوض (یعنی مہر وغیرہ) نکاح میں بحال رکھنا۔

ایک یا دو طلاقِ رجعی کی صورت میں نکاح زائل نہیں ہوتا بلکہ اس کے زائل ہونے کا صرف احتمال پیدا ہوتا ہے، اس لئے رجعت کے لئے عورت کی رضا کی ضرورت نہیں۔ اس کے برعکس تجدیدِ نکاح کے لئے عورت کی رضا ضروری ہے۔

رجعت کے لئے شریعت نے آسانیاں رکھی ہیں۔ الفاظ صریح ہوں یا کنایۃً بلکہ غیر سنجیدہ الفاظ کے ساتھ بھی رجعت واقع ہو جاتی ہے۔ البتہ مستحب طریقہ یہ ہے کہ دو گواہ ٹھہرا لئے جائیں اور بیوی کو بھی رجعت سے مطلع کر دیا جائے۔ بہر حال رجعت بغیر گواہوں کے صرف قول سے بھی ہو جاتی ہے لیکن ایسے میں مکروہ ہے۔

تین طلاق بالخصوص یک بارگی سے حتی الوسع گریز کرنا چاہیے تاکہ مصالحت کا

Marfat.com

گنجائش آخر تک باقی رہے۔ اگر کوئی شخص تین طلاق کا سخت قدم اٹھاتا ہے تو ندامت کی صورت میں اس کے لئے تنبیہ بھی سخت ہے۔ مغلظ طلاق کے بعد عورت پہلے شوہر کے نکاح میں نہیں آسکتی جب تک :

۱- وہ عدت کے بعد دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔

۲- شوہرِ ثانی اس سے صحیح طور پر ہم بستری نہ کرلے۔

۳- شوہرِ ثانی اسے طلاق دے کر فارغ نہ کردے اور عدت گزر نہ جائے۔

ان مراحل میں سے شرعی حدود کا پوری طرح پاس کرتے ہوئے گزرنے میں بڑی دشواریاں اور رسبکساریاں ہیں۔ اس لئے خرد کا تقاضا یہ ہے کہ مغلّظ طلاق سے احتراز کیا جائے۔

تسراحِ جمیل عورت کو طلاق دعدت کے مراحل کے بعد فارغ یا رخصت کرنے کے لئے قرآنِ حکیم میں تسریح یا سُراح کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں روانہ کرنا۔

طلاق پر خوشی کا اظہار کرنا شیطان کا کام ہے۔ جب کوئی شعلو نگڑا میاں بیوی کو جدا کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو ابلیس اس کو سینے سے لگا لیتا ہے۔ میاں بیوی میں سے کسی کو اس پر شادمانی نہیں ہونا چاہیے۔ رخصت کے بارے میں قرآنِ حکیم کے مختلف مقامات پر حسبِ ذیل ہدایات ہیں :

۱- سُراح اچھے، موزوں اور معروف طریقے سے ہونا چاہیئے یعنی دل آزاری نہ ہو، نازیبا الفاظ نہ کہے جائیں، دلوں میں کینہ نہ ہو۔

۲- مَہر واجب الادا ہو تو خوشی سے ادا کیا جائے۔ عورت مَہر کی حق دار نہ ہو تو اسے کچھ تحفہ دیا جائے۔

۳- عورت کی عدت پوری ہوچکے تو اس کے نکاحِ ثانی میں حائل نہیں ہونا چاہیے۔ اس کو گھر میں زبردستی روک کے رکھنا ظلم ہے۔

ۃُ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

ر مائیں دودھ پلائیں بچوں (کو) ان کے دو برس پورے

اور مائیں اپنے بچوں کو دو کامل برس دودھ پلائیں

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط

لئے جس نے چاہا کہ پوری کرے شیرخواری

اس کے لئے جو شیرخواری کی تکمیل کرنا چاہے

یعنی باپ کے لئے کیونکہ بچے کے دودھ کا خرچ اس کے ذمّے ہوتا ہے

رَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط

ر پر بچے والا کھانا ان کا اور لباس ان کا ساتھ دستور

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمّے ان عورتوں کا کھانا اور لباس ہے دستور کے موافق

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ج

نہیں تکلیف میں ڈالی جاتی جان سوا گنجائش اس کی

کوئی جان تکلیف میں نہیں ڈالی جاتی مگر اس کی گنجائش بھر

نفس سے مراد روح یا جان ہو تو مؤنث ہوگی اور اگر مراد شخص ہو تو مذکر

Marfat.com

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا

نہ　ضرر دیا جائے　ماں　بہ (بسبب)　بچہ　اس کا

ماں کو اپنے بچے کے سبب ضرر نہ دیا جائے

وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ق

اور　نہ　بچے والا　بہ (بسبب)　بچہ　اس کا

اور نہ اس کو جس کا بچہ ہے اس کے (اس) بچے کے سبب

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ج

اور　پر　وارث　مانند　وہ

وارث پر (بھی) ایسا ہی ہے

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا

تو　اگر　چاہا ان دو نے　دودھ چھڑانا

پھر اگر ہر دو دودھ چھڑانا چاہیں

فِصَال کا مادہ فصل ہے۔ باب مُفاعلہ سے مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں "بچے کو ماں سے چھڑانا۔ یہاں مراد ہے: دودھ چھڑانا

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ

سے　باہمی رضا　من (سے)　وہ دو　اور　باہمی مشورہ

ان کی باہمی رضا اور باہمی مشورہ سے

Marfat.com

ط
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

تو نہیں گناہ علی (پر) وہ دو

تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ

اور اگر چاہا تم نے کہ انّا سے دودھ پلواؤ بچّے تمہارے

اور اگر تم چاہو کہ اپنے بچوں کو انّا سے دودھ پلواؤ

اِسْتِرْضَاع انّا سے دودھ پلوانا

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

تو نہیں گناہ علی (پر) وہ دو

تو تم پر کوئی گناہ نہیں

ط
اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

جب دیا تم نے جو دینا ٹھہرایا تم نے ساتھ دستور

جب تم ادا کر دو جو تم نے دینا ٹھہرایا تھا دستور کے موافق

سَلَّمْتُمْ سپرد کیا، حوالے کیا، ادا کیا۔ مَا اٰتَيْتُمْ جو تم نے دیا، یہاں مراد ہے دینا ٹھہرایا تھا یعنی انّا کو بطور اجرت۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا

اور ڈرو اللہ (سے) اور جانو

اور اللہ سے ڈرو اور جان لو

Marfat.com

اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

کہ یقیناً ساتھ جو تم کرتے ہو دیکھنے والا

کہ یقیناً اللہ دیکھنے والا ہے اس کا جو تم کرتے ہو

تفسیر آیت ۲۳۳

شیر خواری کی ذمہ داری

اگر مُطلّقہ عورت کی اولاد ہو اور مرد یا اس کا وارث چاہے تو عورت کو دو برس بچے کی رضاعت کرنی چاہیے۔ لیکن اس کے عوض بچے کی ماں کو دو برس تک کھانا اور لباس ملے گا۔ بچے کی وجہ سے کسی فریق پر ضرورت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں کہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے بڑھ کر ذمہ داری ڈالی جائے۔ اگر باپ مناسب سمجھے تو انّا سے بھی دودھ پلوا سکتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا

اور جو وفات پاتے ہیں مِنْ (سے) تم اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں

اور تم میں سے جو وفات پاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں

یَذَرُ چھوڑتا ہے ذَرْ چھوڑ۔ اس سے ماضی وَذَرَ ہونا چاہیے لیکن استعمال میں نہیں آ

يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا

وہ عورتیں توقف کریں ساتھ جانیں ان کی چار مہینے اور دس دن

(تو) وہ (بیویاں) اپنے کو چار مہینے اور دس روز توقف میں رکھیں

Marfat.com

تَرَبُّص توقف کرنا، ٹھہرنا، انتظار کرنا اَشْہُر جمع ہے شَہْر (مہینہ) کی۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

فَ (تو) اِذَا (جب) پہنچیں میعاد ان کی

تو جب وہ (عورتیں) اپنی (عدت کی) میعاد کو پہنچیں

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

فَ (تو) لَا (نہیں) گناہ عَلٰی (پر) تم (تم پر)

تو تم پر کوئی گناہ نہیں

فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

فِیْ (میں) مَا (جو) کیا انہوں نے میں جانیں اُن کی ساتھ دستور

اس میں جو وہ اپنے بارے میں دستور کے موافق کریں

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

اور اللہ بِ (ساتھ) مَا (جو) تم کرتے ہو باخبر

اور اللہ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

اور نہیں گناہ عَلٰی (پر) تم (تم پر)

اور تم پر کوئی گناہ نہیں

Marfat.com

فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ

فی (میں) مَا (جو) رمز کی تم نے بِ (ساتھ) اس کے سے پیغام نکاح عورتیں

اس میں جو تم نے (ان) عورتوں کے پیغام نکاح میں رمز کی

عَرَّضَ اشارے کنایے سے کہا، رمز کی تَعْرِیْض تصریح کی ضد ہے

اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ [ط]

یا چھپایا تم نے میں جی تمہارے

یا تم نے جو چھپایا اپنے دلوں میں

اَكَنَّ اس نے چھپایا اَكْنَنْتُمْ تم نے چھپایا

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ

جانا کہ یقیناً تم سَ (جلد) دھیان کرو گے ان کا

اللہ نے جانا کہ یقیناً تم جلد ان (عورتوں) کا دھیان کرو گے

لہ یعنی بِقُلُوْبِكُمْ (خازن)

وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا

اور لیکن نہ معاہدہ کرو تم ان سے پوشیدہ

اور لیکن تم ان سے پوشیدہ معاہدہ نہ کرو

معاہدہ سے یہاں مراد نکاح کا عہد ہے

إِلَّآ أَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ

سوائے | کہ | تم کہو | کلام | جانا ہوا

سوائے اس کے کہ تم کوئی بات دستور کے موافق کہو

مَعْرُوْف کے لغوی معنی ہیں، جانا پہچانا ہوا۔ یہاں مراد ہے: موافقِ دستور

وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ أَجَلَهٗ

اور نہ عزم کرو | بندھن | نکاح (کا) | پہنچے | عدّت | میعاد | اسکی

اور نکاح کے بندھن کا عزم نہ کرو یہاں تک کہ عدّت انجام کو پہنچے

عُقْدَةَ گانٹھ۔ بندھن۔ | موافقِ ترجمۂ تھانوی

وَاعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

اور | جان لو | کہ یقیناً | جانتا ہے

اور جان لو کہ یقیناً اللہ جانتا ہے

مَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ؕ

جو | میں | دل | تمہارے | پس | ڈرو | اس سے

جو تمہارے دلوں میں ہے پس اس سے ڈرو

وَاعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ؏ (۲۳۵)

اور | جان لو | کہ یقیناً | مغفرت والا | حلم والا

اور جان لو کہ یقیناً اللہ مغفرت والا حلم والا ہے

Marfat.com

تفسیر آیت ۲۳۴ - ۲۳۵

عدّتِ وفات

خاوند کی وفات کے بعد عورت کو چار ماہ دس دن انتظار کرنا چاہیے۔ اس کے بعد وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اس عدّت کے دوران میں دوسرے نکاح کے لئے رمز یا اشارہ کنایہ سے تو پیغام ہو سکتا ہے لیکن پختہ نسبت یا نکاح کی اجازت نہیں۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ

نہیں گناہ علی (پر) تم اگر طلاق دی تم نے عورتوں کو

تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم بیویوں کو طلاق دو

مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً

جب تک نہیں مس کیا تم نے ان کو یا (نہیں) مقرر کیا لئے ان کے مہر

جب کہ تم نے انہیں مس نہیں کیا یا ان کے لئے مہر مقرر نہیں کیا

مَسّ چھوا، ہاتھ لگایا أَوْ تَفْرِضُوا مراد ہے أَوْ لَمْ تَفْرِضُوا

فَرَضَ مقرر کیا، لازم ٹھہرایا۔ فَرِيضَةً جو چیز مقرر کی گئی ہو یا لازم ٹھہرائی گئی ہو۔ یہاں اس سے مہر مراد ہے۔ فریضۃ کی "ۃ" اسے وصفیت سے اسمیّت کی طرف لا رہی ہے۔

وَّ مَتِّعُوهُنَّ ج

اور متعہ دو ان کو

اور ان کو متعہ دو

Marfat.com

مَتِّعُ فائدہ دیا، متاع دیا، متعہ دیا۔

عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ج

پر فراخ حال مقدور اس کا اور پر تنگ حال مقدور اس کا

فراخ حال پر اس کی طاقت بھر اور تنگ حال پر اس کی طاقت پر

مُوْسِعٌ فاعل ہے ایساع سے اور مُقْتِرٌ فاعل ہے اِقتار سے۔

مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ج حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾

دینا ساتھ دستور لازم پر نیکوکار

دینا ہے دستور کے موافق۔ (یہ) لازم ہے نیکوکاروں پر

مَتَاعًا یعنی تَمْتِیْعًا یہاں مَتِّعُوْهُنَّ کے لئے بطور تاکید آیا ہے۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

اور اگر طلاق دو تم نے ان کو پہلے کہ مس کرو انہیں

اور اگر تم انہیں طلاق دو اس سے قبل کہ تم انہیں مس کرو

وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً

اور ہے مقرر کیا تم نے لئے ان کے مہر

اور تم ان کے لئے مہر مقرر کر چکے ہو

Marfat.com

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ

تو نصف جو مقرر کیا تم نے سوائے کہ معاف کریں وہ عورتیں

تو (ادا کرو) نصف اس کا جو تم نے مقرر کیا سوائے اس کے کہ وہ عورتیں بخش دیں

اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ

یا معاف کرے جو بہ (میں) یدٌ (ہاتھ) ہٖ (اس کا) بندھن نکاح

یا جس کے ہاتھ میں نکاح کا بندھن ہے وہ معاف کرے

عَفَا اس نے معاف کیا یعفو وہ معاف کرتا ہے۔

وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

اور کہ معاف کرو تم قریب تر لِ (لئے) تقویٰ

اور (یہ) کہ تم معاف کرو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ

اور نہ بھولو احسان بَیْنَ (درمیان) تمہارے

اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو۔

فضل کے معنی ہیں تفضّل یعنی احسان اور بھلائی کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھ

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

یقیناً ب (ساتھ) مَا (جو) تم کرتے ہو دیکھنے والا

یقیناً اللہ دیکھنے والا ہے (اس کا) جو تم کرتے ہو

Marfat.com

سیپارہ آیت ۲۳۶ - ۲۳۷

طلاق اور ادائے مہر

خاوند نے طلاق دینے سے قبل بیوی کو مسّ نہ کیا ہو اور نہ اس کا مہر مقرر کیا ہو تو اسے
حسب توفیق کچھ اشیاء بطور تحفہ دے۔ ایسے تحفہ کو مُتعہ کہتے ہیں۔ یہ کم از کم ایک جوڑا
کپڑوں کا ہو۔ اگر مہر مقرر ہو چکا ہو اور بیوی کو مس نہ کیا ہو تو خاوند طلاق دینے پر
اسے نصف مہر ادا کرے۔ اگر عورت معاف کر دے تو اس کی مرضی ہے۔ جس کے ہاتھ
نکاح کا بندھن ہے یعنی خاوند پورا مہر دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔
ان احکام اور ہدایات کا مدعا یہ ہے کہ مسلمانوں میں بھلائی کا جذبہ قائم رہے۔ اگر میاں
بیوی کو مجبوراً علیحدہ ہی ہونا پڑے تو دلوں میں بغض اور عداوت نہ ہو۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى

حفاظت کرو | پر | نمازیں | اور | نماز | درمیانہ

نگہبانی رکھو (سب) نمازوں کا اور درمیانہ نماز کا

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

اور کھڑے ہو | لئے | اللہ | عاجزانہ

اور اللہ کے آگے عاجزانہ کھڑے ہو

قانتین (۱) مطیع۔ فرماں بردار (۲) عاجز (۳) مؤدب

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا

(ف) پھر اِنْ (اگر) تم ڈرے ف (تو) پیدل یا سوار

پھر اگر تمہیں خوف ہو تو پیدل یا سوار (پڑھو)

رِجال جمع ہے راجل (پیادہ) کی جیسے قیام جمع ہے قائم کی۔
رُکبان جمع ہے راکب (سوار) کا جیسے فرسان جمع ہے فارس کا۔ راکب اکثر شتر سوار کے لئے آتا ہے۔

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ

فَ (تو)	اِذَا (جب)	امن پایا تم نے	تو	یاد کرو		جیسے	بتلایا تمہیں

پھر جب تم امن پاؤ تو اللہ کو یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں بتلا دیا ہے

مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

جو	تم نہ ہوئے	تم جانتے (تھے)	

جو تم (پہلے) نہ جانتے تھے

تفسیر آیت ۲۳۸-۲۳۹/۲

محافظت نماز

فرمان ہے کہ محافظت کرو سب نمازوں کی یعنی ان پر پختہ رہو اور غفلت نہ کرو۔ ان کا دھیان رکھو۔ محافظت نماز سے مراد یہ ہے کہ اس کے اوقات، شروط اور آداب وغیرہ کو پوری طرح سے ادا کیا جائے۔ اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے اردو میں کوئی لفظ مل سکتا ہے تو وہ "نگہبانی" ہے کیونکہ نگہبانی کا لفظ بھی اسی طرح وسیع مفہوم رکھتا ہے۔

یاد رہے کہ محافظت اور حفاظت ہم معنی نہیں۔

یہاں خصوصی توجہ اَلصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى یعنی درمیانہ نماز کی طرف دلائی گئی ہے۔ اس سے مراد عصر کی نماز ہے۔ اس خاص تاکید کی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ عصر کے وقت چونکہ دل

کاروبار سمیٹنے اور آرام کے خیال میں مشغول ہوتا ہے اس لئے نماز سے غفلت کا بہت امکان رہتا ہے۔

دشمن کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہو تو ایسے میں بھی نماز ادا کرنے کا حکم ہے کیونکہ نماز کو زندگی میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ بے شک ایسی حالت میں سکون سے ایک جگہ نماز پڑھنا مشکل ہوتا ہے اس لئے یہ رعایت ہے کہ چلتے چلتے یا سواری پر بیٹھے ہی رکوع و سجود کے اشارہ سے ادا کر دی جائے خطرہ کی حالت نہ رہے تو بدستور پورے آداب سے نماز پڑھنی چاہیے۔ چنانچہ حکم ہے: پھر جب تم امن پاؤ تو اللہ کو یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں بتلا دیا ہے۔ یہاں ذکر یعنی یاد کرنے سے مراد نماز پڑھنا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا

اور جو	وفات پاتے ہیں	من (سے)	تم	اور چھوڑ جاتے ہیں	بیویاں

اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں

وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ

وصیت	لِ (لئے) ازواج (بیویاں)	اُن کی

(ان کو) وصیت لازم ہے ان کی بیویوں کے لئے

وَصِيَّةً یعنی فَلْيُوْصُوْا وَصِيَّةً

مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ

سرمایہ	تک	سال	نکالنا

(یعنی) سرمایہ ایک سال تک بغیر نکالے (گھر سے)

فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

پس (تو) اگر نکلیں تو نہیں گناہ علیٰ (پر) تم

تو اگر وہ (خود) نکلیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں

فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ

بابت جو کیا ان عورتوں نے بابت جانیں اُن کی سے دستور

اس بابت جو وہ اپنے بارے میں کریں دستور کے موافق

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

اور اللہ غلبہ والا حکمت والا

اور اللہ غلبہ والا ہے، حکمت والا ہے

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ

اور لِ (لئے) مطلقہ عورتیں فائدہ دینا ساتھ دستور

اور مُطلّقہ عورتوں کو فائدہ دینا ہے دستور کے موافق

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾

لازم پر تقویٰ والے

لازم تقویٰ والوں پر

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

اس طرح واضح کرتا ہے اللہ لِ (لئے) تمہارے آیات اس کی

یوں اللہ اپنی آیات تمہارے لئے واضح کرتا ہے

ع ۲۱
۱۵

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع

تاکہ۔ تم تم سمجھو گے

تاکہ تم سمجھو

تفسیر آیت ۲۴۰-۲۴۲

بیوی کے لئے وصیّت

عورت بیوہ ہو یا مطلقہ وہ ہمدردی کی مستحق ہے۔ جب تک آیت میراث نازل نہیں ہوئی تھی اور بیوی کا خاوند کی میراث میں کوئی حصہ نہ تھا آیت ۲۴۰ کی رو سے خاوند کے لئے یہ ضروری تھا کہ مرنے سے قبل وصیت کر جائے کہ اس کی بیوی کو کامل ایک برس تک گھر سے نہ نکالا جائے۔ اگر وہ خود اس گھر کو چھوڑ دے تو اس کی مرضی ہے۔ دیگر مطلقہ عورتوں کے لئے بھی کچھ نہ کچھ متاع یعنی فائدہ بہم پہنچانے کی ہدایات دے دی گئی ہیں جیسا کہ سابقہ آیات سے ظاہر ہے۔ مہر مقرر ہو یا نہ ہو، انہیں مس کیا یا نہ، خالی ہاتھ رخصت نہ کی جائیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

کیا نہیں دیکھا تو نے طرف جو

کیا تو نے نہیں دیکھا ان کی طرف جو

اَلَمْ تَرَ (۱) کیا تو نے نہیں دیکھا (۲) کیا تجھے علم نہیں

خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۵ط

نکلے سے گھر اُن کے اور وہ ہزاروں بچاؤ موت (کا)

موت سے بچنے کو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے

Marfat.com

اُلوف جمع ہے اَلف (ہزار) کی۔

فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ

فَ (تو) کہا ان کو مرجاؤ پھر زندہ کیا انہیں

تو اللہ نے ان سے کہا، مرجاؤ پھر انہیں زندہ کر دیا

مَاتَ وہ مرا يَمُوْتُ وہ مرتا ہے مُتْ تو مر مُوْتُوْا تم مرو

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

یقیناً لام تاکید والا پر

یقیناً اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

اور لیکن لوگ نہیں شکر کرتے ہیں

لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور جنگ کرو میں راہ

اور اللہ کی راہ میں جنگ کرو

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾

اور جان لو کہ یقیناً سننے والا علم والا

اور جان لو کہ یقیناً اللہ سننے والا ہے جاننے والا ہے

Marfat.com

تفسیر آیت ۲۴۳-۲۴۴

موت سے فرار نہیں

اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیات میں جہاد کرنے اور دشمنانِ حق کے خلاف جان لڑانے کا حکم دیا ہے۔ آیات زیرِ نظر میں فرمانا ہے کہ موت سے ڈر کر جہاد سے پہلو تہی نہ کرو۔ انجام کار سب کو مرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں بنو اسرائیل کے ایک ایسے گروہ کی مثال دی ہے جو ہزاروں پر مشتمل تھا۔ اس نے اپنے نبی کی نہ سُنی اور دشمن سے جان بچانے کو شہر سے بزدلانہ بھاگ نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سبق دلانے کے لئے ناگہانی موت مار دیا۔ پھر حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے انہیں دوبارہ زندہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جان عطا کی ہے اور زندگی کے سامان دئے ہیں۔ اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور اس کے احکام کی تعمیل کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دے رکھا ہے۔ اس لئے جب بھی جہاد کی پکار ہو فوراً لبیک کہا جائے۔ جہاد سے جی چرانا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا

کون	جو	قرض دیتا ہے		قرض	عمدہ

کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دیتا ہے

قَرْض اسم ہے (خازن)

فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً ط

فَ (تو)	کئی گنا بڑھائے	اُسے	اُس کے	کئی گنا	بہت

تو وہ اس قرض کو اس کے لئے کئی گنا بڑھا دے

Marfat.com

ضِعْف۔ مثل، برابر۔ جمع اَضْعاف ہے یعنی کئی گُنا۔ ضعف (ن) دوگنا کیا دو گنی بڑھایا

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠

اور اللہ تنگی کرتا ہے اور کشائش کرتا ہے

اور اللہ تنگی کرتا ہے اور کشائش کرتا ہے

وَيَبْصُطُ اور کشائش کر دیتا ہے (شاہ عبد القادرؒ)

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾

اور اِلیٰ (طرف) اس کے لوٹائے جاؤ گے تم

اور تم کو اس کی طرف پھیرا جائے گا۔

تفسیر آیت ۲۴۵

اس آیت میں انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید ہے۔ سابقہ آیت میں جہاد کی تلقین تھی مالی قربانی چونکہ جہاد کا ضروری جزو ہے اس لئے اس آیت میں اس کی اہمیت جتائی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیے تفسیر آیت ــــ ۳)

اَلَمْ تَرَ

کیا نہیں دیکھا تو نے

کیا تو نے نہیں دیکھا

مراد صرف ظاہر کی آنکھ سے نہیں، دل کی آنکھ سے بھی دیکھنا ہے۔ اس لئے اس کا یہ ترجمہ بھی ٹھیک ہے: کیا تو نے نہیں جانا

Marfat.com

إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى

طرف رؤساء سے بنو اسرائیل بعد موسیٰ

موسیٰ کے بعد بنو اسرائیل کے سرداروں کی طرف

مَلَأ اصل میں اس جماعت کو کہتے ہیں جو دوسروں میں اپنا رعب و اثر بھر دے۔
یہاں مراد ہے رؤساء کی جماعت۔

إِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ

جب کہا انہوں نے لئے نبی لئے اُن کے

جب انہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا

ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

مقرر کر لئے ہمارے بادشاہ جنگ کریں ہم میں راہ

ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر (کہ) ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں

قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ

کہا کیا ممکن ہے کہ تم اگر لازم کیا گیا تم پر جہاد اَنْ (کہ) لَا (نہ) جنگ کرو تم

اس نے کہا، کیا تم سے یہ ممکن ہے کہ اگر تمہیں جہاد کا حکم دیا جائے تو تم جنگ نہ کرو

قَالُوْا وَمَا لَنَآ أَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

بولے اور کیا لئے ہمارے اَنْ (کہ) لَا (نہ) جنگ کریں ہم میں راہ

وہ بولے، اور ہم اللہ کی راہ میں جنگ کیوں نہ کریں

Marfat.com

وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا ؕ

جبکہ ہیں نکالے گئے ہم سے گھر ہمارے اور بچے ہمارے

جب کہ ہم اپنے گھروں اور بچوں سے نکال دیئے گئے ہیں

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ

ف (پھر) لَمَّا (جب) حکم کیا گیا علیٰ (پر) وہ جہاد

پھر جب انہیں جہاد کا حکم ہوا

تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ

وہ پھر گئے سوا قلیل مِنْ (سے) وہ

تو وہ منہ موڑ گئے سوائے ان میں سے تھوڑے لوگوں کے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ (۲۴۶)

اور جاننے والا بِ (ساتھ) ظلم کرنے والے

اور اللہ ظالموں کو جاننے والا ہے

وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ

اور کہا لِ (لئے۔کو) وہ نبی اُن کا

اور اُن سے اُن کے نبی نے کہا

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ

یقیناً ہے مقرر کیا لئے تمہارے طالوت بادشاہ

یقیناً اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے

Marfat.com

قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا

بولے | کہاں کیسے | ہوگا | اس کی | بادشاہی | ہم پر

وہ بولے، ہم پر اس کی حکومت کیسے ہوگی

انّٰی کہاں سے (دناازن)

وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ

حالانکہ | ہم | زیادہ حق دار | بہ (ساتھ) | بادشاہی | من (سے) | وہ

حالانکہ ہم اس سے حکومت کے زیادہ حق دار ہیں

وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ

اور | نہیں دیا گیا اس کو | وسعت | سے | مال

اور اس کو مال کی وسعت نہیں دی گئی

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ

کہا | یقیناً | اصطفٰی (چن لیا) | اسے | تم پر

(نبی نے) کہا، یقیناً اللہ نے اُسے تم پر انتخاب کیا ہے

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ

اور | بڑھایا | اسے | وسعت۔ کمال | میں | علم | اور | بدن

اور اس کو علم اور جسم کے کمال میں بڑھایا ہے

بَسْطَ مفعولِ ثانی ہے۔

Marfat.com

وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ

اور دیتا ہے ملک اس کا جسے وہ چاہتا ہے

اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دیتا ہے

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٤٧﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ

اور وسعت والا علم والا اور کہا ان سے نبی ان کا

اور اللہ وسعت والا ہے علم والا ہے - اور اُن کے نبی نے ان سے کہا،

اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ

یقیناً نشانی حکومت اسکی کہ آئے تمہارے پاس صندوق

یقیناً اس کی حکومت کی نشانی (یہ ہے) کہ تمہارے پاس صندوق آئے گا

فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

فی (میں) وہ سکون سے رب تمہارا

اس میں تمہارے رب کی طرف سے تسکین ہوگی

سَكِيْنَةٌ مصدر ہے اور یہاں اسم کے طور سے آیا ہے

وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ

اور باقی حصہ من (سے) ما (جو) چھوڑا معزز موسٰی اور معزز ہارون

اور باقی حصہ اس کا جو معزز موسٰی اور معزز ہارون نے چھوڑا

اٰل کا لفظ یہاں اظہارِ عظمت کے لئے آیا ہے

Marfat.com

تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ط

اٹھائے ہوں گے	اسے	فرشتے

اس کو فرشتے اٹھائے ہوں گے

تَحْمِلُهُ ای تسوقه (خازن)

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (٢٤٨) ع ٣٢

یقیناً	میں	وہ	ل (البتہ) نشانی	لئے	تمہارے	اگر	تم ہوئے	ایمان والے

یقیناً اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

تفسیر آیت ۲۴۶-۲۴۸

طالوت کا بادشاہ ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ بنی اسرائیل نے فلسطین کا ایک حصہ وہاں کے قدیم باشندوں عمالقہ سے چھین لیا۔ اس کے بعد بنو اسرائیل اور عمالقہ کے درمیان وقتاً فوقتاً معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ ایک معرکہ میں عمالقہ (یا فلسطینیوں) نے بنو اسرائیل کو خوب شکست دی۔ بنو اسرائیل نے دوبارہ تیاری کی اب کے وہ تابوت سکینہ کو بھی ساتھ لے گئے تاکہ اس سے برکت حاصل کریں۔ لیکن بنو اسرائیل ان دنوں اس قدر بدعقیدہ اور سیاہ کار ہو چکے تھے کہ اس تابوت نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ جنگ ہوئی تو تیس ہزار اسرائیلی مارے گئے اور تابوت سکینہ کو عمالقہ چھین کر لے گئے۔

تابوت سکینہ لکڑی کا ایک صندوق تھا جس میں تورات کی الواح تھیں اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی چند یادگاریں تھیں۔ بنو اسرائیل اس سے برکت

Marfat.com

حاصل کرتے تھے۔ یہ ان کے لئے تسکین اور اطمینان کا ظرف تھا اس لئے اسے تابوت سکینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسے تابوتِ شہادت بھی کہتے ہیں۔

ان دنوں حضرت شمعون علیہ السلام نبوت پر فائز تھے۔ عیسائی انہیں سیموئیل کہتے ہیں۔ بنو اسرائیل نے اپنی پے درپے شکستوں کا عذر ان کے سامنے یہ پیش کیا کہ عمالقہ کی کامیابی کا سرچشمہ ان کا پرشوکت بادشاہ جالوت ہے جس کی رہنمائی میں وہ جنگ کرتے ہیں اور ہمارا کوئی بادشاہ نہیں جو شاہانہ عظمت و حشمت کا سکہ جما کر انہیں مرعوب کر دے۔ لہٰذا آپ کو ہم سے جہاد کرانا منظور ہے تو ہم پر کوئی بادشاہ مامور کیجئے۔ حضرت شمعون علیہ السلام نے کہا کہ بادشاہ کی تمنا نہ کرو۔ وہ تمہیں اپنی غلامی میں جکڑ کر رکھے گا (تورات) جہاد فی سبیل اللہ کے لئے بادشاہ کا وجود ضروری نہیں، تم کیوں جہاد سے گریزاں ہو رہے ہو؟ بنو اسرائیل نے کہا کہ ہم جہاد سے گریز نہیں کرتے۔ ہمیں گھر بار سے نکالا گیا ہے۔ اب جہاد میں ہمیں کیا مضائقہ ہو سکتا ہے لیکن بادشاہ کے بغیر کامیابی محال ہے۔ یہود کی اس عذر تراشی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ یہ بنو اسرائیل کا محض فریب تھا۔ وہ جنگ اس لئے نہیں ہارتے تھے کہ ان کے سر پر کسی بادشاہ کا سایہ نہ تھا بلکہ اس لئے کہ ان میں جرأت کا وجود نہ تھا۔ فوراً فرار کر جاتے تھے اور اس طرح اللہ کے باغی ہو کر اور غیروں سے ہزیمت اٹھا کر اپنے پر ظلم کرتے تھے۔

بہرحال حضرتِ شمعون علیہ السلام نے ان پر طالوت نامی ایک شخص کو بادشاہ مامور کر دیا۔ تورات میں طالوت کا نام ساؤل ہے۔ یہ رنگریز یا سقا تھا۔ اسرائیلی بگڑ بیٹھے اور بولے، یہ اوروں سے زیادہ مالدار نہیں۔ ہم اسے بادشاہ کیسے مان لیں؟ شمعون علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس کے پاس دولت نہ سہی لیکن اللہ کے نزدیک دولت معیارِ انتخاب نہیں۔ طالوت تم سے علم اور جسمانی قوت میں بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس لئے اللہ نے اسے بادشاہی عطا کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے موزوں سمجھے حکومت پہ فائز کر دے۔ طالوت کی بادشاہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ تابوتِ سکینہ واپس آ جائے گا۔ یہ ثبوت جلد فراہم ہو گیا۔ اس کا قصہ یہ تھا

Marfat.com

کہ عمالقہ جب تابوتِ سکینت لے کر گئے تو ان پر طرح طرح کے مصائب اور بیماریاں نازل ہوئیں اور اس کے دیگر منفی اثرات بھی نمودار ہوئے۔ وہ گھبرائے کہ ہم پر یہ مار اس کے پاس رہنے سے ہے۔ پس تابوتِ سکینت بنو اسرائیل سے چھین لائے ہیں انہوں نے اسے ایک گاڑی میں رکھا اور اس کے آگے دو بیل باندھ کر ہانک دیئے۔ گاڑی فرشتوں کی رہنمائی میں اسرائیلی علاقہ میں پہنچ گئی۔ اسرائیل نے تابوتِ سکینت کو پا کر آتا دیکھا تو حضرت شمعون علیہ السلام کی بات کا یقین آیا۔ طالوت کو بادشاہ مان لیا۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ

تو	جب	کوچ کیا		ساتھ	لشکروں (کے)

پھر جب طالوت نے لشکروں کے ساتھ کوچ کیا

جُنُوْد جمع ہے جُنْد (لشکر) کی

قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ

کہا	یقیناً	مُبتَلی (آزمانے والا)	تمہارا ساتھ	نہر

اس نے کہا، یقیناً اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے

اِبْتَلیٰ آزمایا / امتحان لیا نَھْر یا نَھَر (۱) نہر (۲) دریا

فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي

تو	جس نے	پیا	مِن (سے)	وہ	فَ (تو)	نہیں	میرا

تو جس نے اس سے (سیر ہو کر) پیا تو وہ میرا نہیں

وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ

اور جس نے | لَمْ يَطْعَمْ (نہ چکھا) | اسے | فَ (تو) اِنَّ (یقیناً) | وہ | میرا

اور جس نے اُسے نہ چکھا تو وہ یقیناً میرا ہے

طَعَمَ چکھا يَطْعَمُ وہ چکھتا ہے لَمْ يَطْعَمْ اس نے نہ چکھا

اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ

سوا | جس نے | چُلّو میں لیا | چُلّو | بِ (ساتھ) | يَدِ (ہاتھ) | اس کا

سوائے اُس کے جس نے اپنے ہاتھ سے ایک چُلّو بھر لیا

غُرْفَة پانی کا چلّو غَرْفَة ایک بار چُلّو بھر پینا
اِغْتَرَفَ چُلّو بھر لیا

فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ

تو | پیا انہوں نے | مِنْ (سے) | وہ | سوا | تھوڑے | مِنْ (سے) | وہ

پھر اس سے انہوں نے پیا سوائے ان میں سے تھوڑے لوگوں کے

فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

فَ (تو) لَمَّا (جب) | عبور کیا اسے | اس نے | اور | جو | ایمان لائے | مَعَ (ساتھ) | اس کے

تو جب اسے عبور کیا اس نے اور انہوں نے جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے

Marfat.com

قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ

بولے نہیں طاقت ہماری آج بِ (مقابل) جالوت اور لشکر اس کے

انہوں نے کہا، آج جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابل ہماری طاقت نہیں

قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ

کہا جو یقین رکھتے تھے کہ یقیناً وہ سامنے آنے والے

کہا انہوں نے جو یقین رکھتے تھے کہ وہ ضرور اللہ کے سامنے پیش ہوں گے

يَظُنُّوْنَ يَسْتَيْقِنُوْنَ وَيَعْلَمُوْنَ (خازن) يُوْقِنُوْنَ بِالشَّهَادَةِ (مدارک)

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً

کتنی سے جماعت قلیل غالب آئی جماعت زیادہ

کتنی ہی قلیل جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آئیں

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (۲۴۹)

بِ (ساتھ) حکم اور ساتھ صبر والے

اللہ کے حکم سے۔ اور اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ

اور جب سامنے ہوئے لِ (لئے) جالوت اور لشکر اس کے

اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکروں کے سامنے ہوئے

Marfat.com

قَالُوا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا

بولے اے رب ہمارے انڈیل دے علی (پر) ہم استقامت

وہ بولے، اے ہمارے رب! ہم پر استقامت بھرپور نازل کر

وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (۲۵۰)

اور جما دے قدم ہمارے اور مدد دے ہمیں خلاف لوگ کفر والے

اور ہمارے قدم پختہ رکھ اور کافر لوگوں پر ہماری مدد کر

وَانْصُرْنَا اور ہماری مدد کر (مدارک، شاہ رفیع الدینؒ)

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ قف وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ

تو شکست دی انہیں ساتھ حکم اور قتل کیا داؤد نے۔ جالوت

پس انہوں نے ان کو اللہ کے حکم سے شکست دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا

وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ

اور دی اسے حکومت اور حکمت اور سکھایا اسے مِنْ (سے) مَا (جو) وہ چاہتا

اور اسے اللہ نے حکومت اور حکمت دی اور اسے سکھا دیا جو کچھ اللہ چاہتا

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

اور اگر نہ دور کرنا لوگ بعض اُن سے ذریعے بعض

اور اگر اللہ کا بعض (لوگوں) کو بعضوں کے ذریعے ہٹا دینا نہ ہوتا

Marfat.com

(۲۵۱) لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

خراب ہوتی	زمین	اور	لیکن	والا	پر	سب جہان

تو زمین میں بگاڑ ہو جاتا لیکن اللہ سب جہانوں پر فضل کرنے والا ہے

شاہ رفیع الدینؒ نے یہاں ارض کے معنی 'زمین' اور شاہ عبدالقادرؒ نے 'ملک' لکھے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۴۹-۲۵۱

طالوت کا جہاد

حضرت طالوت روانہ ہوئے تو ان کے زیر کمان اسی ہزار سپاہ تھی لیکن وہ بخوبی جانتے تھے کہ یہ اسی ہزار کتنے حوصلے کے مالک ہیں۔ انھوں نے اس بھیڑ کو چھانٹ لینا چاہا۔ رستے میں ایک نہر آئی تو پیاس کی ماری فوج سے فرمایا کہ میرا شریک حال وہی ہے جو اس نہر کا پانی نہ چکھے اور بہت مجبور ہو تو چلو بھر سے زیادہ نہ پیئے جس نے یہاں سے پیٹ بھر کر پیا اس کا مجھ سے سروکار نہیں۔ وہ میرے ہمراہ جنگ کو نہ جائے۔ اس آزمائش میں صرف ۳۱۳ آدمی پورے اترے۔

طالوت ۳۱۳ اصحاب ایمان کو لے کر جالوت کے مقابل ہوئے۔ جالوت کی فوج ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح تھی۔ طالوت کے بعض ساتھی مرعوب ہو گئے اور کہا کہ ہم میں جالوت اور اس کی فوج کے مقابلہ کی تاب نہیں یہ سن کر ان کے دیگر ہمراہی جو کامل اور پختہ ایمان رکھتے تھے بولے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کتنے ہی قلیل دستے بڑی بڑی افواج پر غالب آئے ہیں۔ ثابت قدم رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

بنو اسرائیل نے جس وقت جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابل میدان جنگ میں قدم رکھا تو اللہ کے حضور میں دعا مانگی: اے اللہ! ہمیں استقامت سے سرشار کر دے کفار کے مقابل ہماری مدد فرما۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی جالوت سے مبارزت ہوئی۔ آپ نے اسے ڈھیر کر دیا۔

Marfat.com

عمالقہ بھاگ نکلے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اس فوج میں ایک غیر معروف سپاہی کی حیثیت سے شامل ہوئے تھے لیکن ان کے لئے نبوت مقدر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنگ میں ایسا امتیاز عطا کیا کہ طالوت نے انہیں اپنی بیٹی بیاہ دی۔ اس کی وفات کے بعد حضرت داؤد ہی حکومت پر فائز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا ہے کہ اگر اللہ کا بعض لوگوں کو بعضوں کے ذریعے ہٹا دینا نہ ہوتا تو زمین میں بگاڑ ہو جاتا۔ مراد یہ کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی باغی ہو جائے اور فساد کی راہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ کسی دیگر قوم کے ذریعے اس کو مسند اقتدار سے دور کر کے اس کی سرگرمیوں پر بند باندھ دیتا ہے۔ اور دنیا میں امن قائم ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا انسان پر بہت بڑا فضل ہے کہ وہ حق پرست اقوام کو اُبھار کر ان کے ذریعے حق دشمن اقوام کا شیرازہ مٹاتا ہے۔ ورنہ دنیا فتنہ و فساد کے جال سے کبھی نکل نہ سکے۔ عمالقہ کا کردار بگڑا تو بنو اسرائیل کے ذریعے اُن کا زور توڑا اور جب بنو اسرائیل نے بگاڑ کی راہ اختیار کی تو ان کی طاقت دیگر اقوام کے ذریعے سلب کروا دی۔ تاریخ کی یہ کڑیاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ

وہ | آیات | سناتے ہیں ہم | انہیں | تجھ کو | ساتھ | یقین

یہ اللہ کی آیات ہیں (اے نبی!) ہم انہیں آپ کو سناتے ہیں یقین کے ساتھ

تلا علیہ، اس کو سنایا

وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

اور | یقیناً | تو | لَ (البتہ) | سے | پیغمبر

اور آپ یقیناً پیغمبروں میں سے ہیں

تفسیر آیت ۲۵۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے کہ یہ آیات آپ کو حق کے ساتھ سنائی جا رہی ہیں۔ حق اس یقین کو کہتے ہیں جس میں شک یا شبہ کا شائبہ تک نہ ہو۔ ان آیات کے مضامین جیسا کہ تورات کے موجودہ ترجموں سے بھی ثابت ہوتا ہے اہل کتاب کو معلوم تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّی تھے۔ آپ نے تورات یا انجیل کا علم کسی سے حاصل نہیں کیا تھا۔ آپ کی زبان سے ان واقعات کا بالکل درست ادا ہونا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور آپ کو یہ علم وحی کے ذریعے حاصل ہوا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

وہ رسول فضیلت دی ہم نے بعض (کو) اُن سے پر بعض

یہ رسول ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

من (سے) ھم (وہ) جو کلام کیا اور اٹھایا بعض (کو) ان سے درجے

ان (میں) سے (کوئی ایسا ہے) جس سے اللہ نے کلام کیا اور ان میں سے بعض کو درجات میں بلند کیا۔

درجات مفعول ثانی ہے۔ اس سے پہلے علیٰ یا الیٰ یا فی کی ضمیر مقدر مانی جائے گی۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

اور دیں ہم نے واضح نشانیاں

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں دیں

Marfat.com

وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

اور قوت دی ہم نے اس کو بِ (ساتھ) روح القدس

اور ہم نے اس کو روح القدس کے ساتھ قوت دی

اَیْد قوت، توانائی اَیَّدَ قوت دی، توانائی دی

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِ

اور اگر چاہا نہ جنگ کی جو بعد ان

اور اگر اللہ چاہتا تو ان (رسولوں) کے بعد کے لوگ نہ لڑتے

مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ

بعد کہ آئیں پاس ان کے واضح نشانیاں

اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آ چکیں

وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

اور لیکن اختلاف کیا انہوں نے

پر انہوں نے باہم اختلاف کیا

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَ

فَ (تو) مِنْ (سے) ھُمْ (وہ) جو ایمان لایا اور مِنْ (سے) ھُمْ (وہ) جس نے

تو ان سے (کوئی ایسا) ہے جو ایمان لایا اور ان سے (کوئی ایسا) ہے جس نے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟

اور اگر چاہا نہ باہم جنگ کی انہوں نے

اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ ع ۳۴ ۵ ۱

اور لیکن کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے

لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

تفسیر آیت ۲۵۳

(دیکھو تفسیر آیت ۲۱۳)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ

اے جو ایمان لائے خرچ کرو من (سے) ما (جو) دیا ہم نے تمہیں

اے وہ جو ایمان لائے ہو خرچ کرو اس سے جو ہم نے تمہیں دیا

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ

پہلے کہ آئے دن نہیں سودا (فی (میں) وہ (اس میں)

اس سے قبل کہ (وہ) دن آئے جس میں نہ کوئی سودا ہو گا

وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ

اور نہ دوستی اور نہ سفارش

اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش۔

Marfat.com

خُلَّۃٌ گہری دوستی۔

وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾

اور ناشکرے وہ ظالم

اور ناشکرے ہی ظالم ہیں

تفسیر آیت ۲۵۴

اس آیت میں انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید ہے اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ اس دنیا میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا جو موقع ملا ہے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ۔ کل قیامت کے روز کوئی سودا نہیں ہو سکے گا اور نہ کسی کی دوستی یا سفارش کام آئے گی۔ اگلی آیت میں شفاعت کے بارے میں جو کچھ ارشاد ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا سفارش کرنے کا اعزاز دے گا۔ یہ اعزاز اللہ کے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حاصل ہے۔

انفاق کی مفصل بحث کے لئے دیکھو تفسیر آیت

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ

اللہ نہیں معبود سوائے وہ زندہ قائم رہنے اور قائم رکھنے والا

اللہ۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (جو) زندہ (ہے) قائم رہنے اور قائم رکھنے والا

قَیُّوْم سب کا تھامنے والا (شاہ عبدالقادرؒ)

قائم رہنے والا (شاہ رفیع الدینؒ)

Marfat.com

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

نہیں پکڑتی ہے اسے اونگھ اور نہ نیند

اس کو نہ اونگھ آتی ہے، نہ نیند

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

لِ (کا) وہ (اُس کا) جو میں بلندیاں اور جو میں زمین

جو کچھ بلندیوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اس کا ہے

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

کون جو سفارش کرتا ہے پاس اس کے سوائے ساتھ حکم اس کا

کون ہے جو اس کے پاس اس کے اذن کے سوا سفارش کرے

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

وہ جانتا ہے جو سامنے اُن کے اور جو پیچھے اُن کے

وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو اُن کے بعد (ہوگا)

یہاں ھُم کا اشارہ مخلوق کی طرف ہے۔

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ

اور نہیں احاطہ رکھتے ہیں وہ شے سے علم اس کا

اور وہ اس کے علم میں کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے

اَحَاطَ محیط ہوا، حاوی ہوا، گھیرا

Marfat.com

اِلَّا بِمَا شَآءَ

سوا | جو | چاہا اس نے

سوائے اس کے جو اس نے چاہا

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ

وسیع ہوا | تخت | اس کا | بلندیاں | اور | زمین

اس کا تخت بلندیوں پر اور زمین پر چھایا ہوا ہے

کُرسِی (۱) تخت (۲) چوکی (۳) قدرت (۴) تسلّط، غلبہ

۲۵۵ وَلَا يَئُودُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

اور نہیں تھکاتا ہے | اُسے | سنبھالنا | ان دو کا | اور | وہ | عالی | عظمت والا

اُن کی حفاظت اُسے نہیں تھکاتی اور وہ عالی (شان) اور عظمت والا ہے

اَوْدٌ (۱) گراں گزرا (خازن) (۲) تھکایا یَئُودُ مضارع ہے

حِفْظٌ (۱) حفاظت کرنا۔ سنبھالنا (۲) تھامنا (شاہ عبدالقادر)

تفسیر آیت ۲۵۵

آیت الکرسی

آیت زیرِ نظر کو آیت الکرسی کہتے ہیں۔ کرسی کا لفظ اگرچہ عام معنی بھی رکھتا ہے لیکن یہاں اس سے مراد تخت، سلطنت یا حکومت ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے اور اس کی قدرت سے ہر ایک چیز قائم ہے۔ وہ ہر آن جاگتا ہے۔ اسے پل بھر اونگھ نہیں

Marfat.com

تی زمین و آسمان کو سنبھالے ہوئے ہے اور یہ دیکھ بھال اُسے نہ تھکاتی ہے اور نہ گراں گزرتی ہے۔ وہ لوگوں کے پس و پیش کے حالات سب جانتا ہے۔ جو کچھ وہ کر چکے ہیں اس کا بھی علم رکھتا ہے، جو وہ کریں گے اس سے بھی باخبر ہے۔ اس کے برعکس اس کے علم پر کسی کو کچھ احاطہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ مختارِ کل ہے یہاں تک کہ کسی کو اس کے پاس سفارش کا حق بھی نہیں۔ ہاں یہ حق وہ خود کسی کو عطا کر دے تو اور بات ہے۔ یہ حق اس کے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حاصل ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قف

نہیں | جبر | میں | دین

دین میں کوئی جبر نہیں

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ج

بے | جدا یا ممتاز ہوئی | ہدایت | سے | گمراہی

راستی ممتاز ہو چکی ہے گمراہی سے

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ

تو | جو | انکار کرے | - | شیطان | اور | ایمان لائے | ساتھ

تو جو انکار کرے طاغوت سے اور ایمان لائے اللہ پر

طَاغُوْت (۱) سرکش چیز (۲) شیطان

طاغوت واحد ہے لیکن جمع کے معنی بھی دیتا ہے۔ ویسے اس کی جمع طَوَاغِيت آتی ہے۔

Marfat.com

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی

تو پ وابستہ ہوا ساتھ حلقہ پختہ

تو وہ پختہ حلقہ سے وابستہ ہو لیا

اَمْسَكَ، اِسْتَمْسَكَ، تَمَسَّكَ مضبوطی سے پکڑا۔

عُرْوَۃ (۱) برتن کا دستہ (۲) رسی کا وہ حلقہ جو جانور کے گلے میں ڈالتے ہیں۔
اس کی جمع عُریٰ ہے۔ وُثْقٰی مؤنث ہے اَوْثَقُ (پختہ) سے۔

لَا انْفِصَامَ لَهَا ۚ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

نہیں ٹوٹنا لئے اس کے اور سننے والا جاننے والا

اس کے لئے ٹوٹنا نہیں اور اللہ سننے والا ہے، جاننے والا ہے

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ساتھی جو ایمان لائے

اللہ ساتھی ہے اُن کا جو ایمان لائے

يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ۗ

نکالتا ہے انہیں سے اندھیرے طرف نور

انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ

اور جو کفر کیا انہوں نے اولیاء (ساتھی) ان کے شیاطین

اور جنہوں نے کفر کیا ان کے ساتھی شیاطین ہیں

Marfat.com

يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ

نکالتے ہیں انہیں سے نور طرف اندھیرے

وہ انہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں

۳۴ ع ۲ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

وہ والے آگ وہ اس میں مقیم

وہ آگ والے ہیں۔ وہ اس میں مقیم رہیں گے

تفسیر آیت ۲۵۷

(دیکھو تفسیر آیت ۲۱۳)

آیت میں النّور واحد ہے اور ظلمات جمع کیونکہ حق واحد ہے اور باطل بے شمار ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ

کیا نہیں دیکھا تو نے طرف جس نے حجت بازی کی ابراہیم (ع) بابت رب اس کا

کیا تو نے نہیں دیکھا اس کی طرف جس نے ابراہیم سے اس کے رب کی بابت حجت بازی کی

اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ

کہ دی اللہ (نے) سلطنت

(اس گھمنڈ پر) کہ اللہ نے اسے سلطنت دی۔

اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ

جب کہا رب میرا جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے

جب ابراہیم نے کہا، میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے

قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ قَالَ اِبْرٰهٖمُ

کہا میں زندہ رکھتا ہوں اور مارتا ہوں کہا

وہ بولا میں زندہ رکھتا ہوں اور مارتا ہوں ابراہیم نے کہا

فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ

تو یقیناً لاتا ہے سورج سے مشرق

تو یقیناً اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے

اَتٰی وہ آیا اَتٰی بِ وہ لایا

فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ

تو اتِ بِ (لا) ھَا (اِ) سے مغرب

پس تو اسے مغرب سے لا

فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ

فَ (تو) مبہوت ہو گیا جو انکار کیا اس نے

تب وہ کافر دم بخود ہو گیا

بُهِتَ تَحَیَّرَ وَ دُهِشَ (مدارک)

حیران ہوا، دم بخود رہ گیا۔ دہشت زدہ ہو گیا۔ اس سے مجہول کا صیغہ فصیح

لہٰذا باھت یا بَہِیت کے بجائے مَبْھُوت کہتے ہیں۔

Marfat.com

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥٨﴾

اور اللہ نہیں ہدایت دیتا ہے لوگ ظالم

اور اللہ نہیں ہدایت دیتا ظالم لوگوں کو

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ

یا کَ (مانند) اَلَّذِیْ (جو) گزرا پر بستی

یا اس کی طرح جو ایک بستی پر گزرا

وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا

اور وہ گری ہوئی پر چھت اُس کے

اور وہ اپنے چھتوں کے بل گری ہوئی تھی

خَوٰی (۱) خالی ہوا (۲) گرا خَاوٍ خالی گرنے والا خَاوِيَةٌ اس سے مؤنث ہے۔
عُرُوْش جمع ہے عَرْش (چھت) کی۔

قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا

کہا کیسے زندہ کرے گا یہ اللہ بعد موت اسکی

اس نے کہا، اللہ اس کو اس کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ

فَ (تو) اَمَاتَ (مار دیا) اسے اللہ سو برس پھر اٹھایا اسے

تو اللہ نے اس کو ایک سو برس (کے لئے) مار دیا پھر اسے اُٹھایا

Marfat.com

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ط قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

کہا | کتنا | تو رہا | کہا | میں رہا | ایک دن | یا | حصہ | دن

کہا، تو کتنی مدت رہا؟ وہ بولا، میں رہا ایک دن یا اس کا حصہ

كَمْ لَبِثْتَ تو کتنی مدت رہا یعنی تجھ پر کتنی مدت گزری (اس حال میں)

قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ

کہا | بلکہ | تو رہا | سو | برس

کہا، بلکہ تو ایک سو برس رہا۔

فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ

پس | انظر (نظر کر) | طرف | کھانا | تیرا | اور | مشروب | تیرا | نہیں سڑا

پس اپنے کھانے اور مشروب کی طرف دیکھ۔ وہ نہیں سڑا

وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ

اور | نظر کر | طرف | حمار (گدھا) | تیرا

اور اپنے گدھے کی طرف دیکھ

وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ

اور | لِ (تاکہ) | نجعل (ہم بنائیں) | ك (تجھے) | نشانی | لئے | لوگ

اور غرض یہ ہے کہ ہم تجھ کو لوگوں کے لئے ایک نشانی بنائیں۔

Marfat.com

وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا

اور نظر کر طرف ہڈیاں کیسے ہم اٹھاتے ہیں انہیں

اور ہڈیوں کی طرف دیکھ ہم انہیں کیسے کھڑا کرتے ہیں

عِظَام جمع ہے عَظْم (ہڈی) کی۔ نَشَزَ اٹھا، اونچا ہوا۔ اَنْشَزَ اٹھایا، کھڑا کیا۔

ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا

پھر پہناتے ہیں انہیں گوشت

پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ

تو جب واضح ہوا لِ (لئے) اس کے کہا

تو جب اس کے لئے (یہ معجزہ) واضح ہوگیا۔ وہ بولا،

اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾

میں جانتا ہوں کہ یقیناً پر ہر چیز قادر

میں جانتا ہوں کہ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى

اور جب کہا ا میرے رب دکھا مجھے کیسے تو جلاتا ہے مردے

اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! مجھ کو دکھا تو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے

رَبِّ دراصل رَبِّیْ ہے۔ اَرٰی دکھایا اَرِ دکھا مَوْتٰی جمع ہے مَیّت کی۔

Marfat.com

اُسے زندہ کیا۔ مُحی تُو زندہ کرتا ہے۔

قَالَ اَ وَ لَمْ تُؤْمِنْ

کہا کیا اور تُو ایمان نہیں لایا

کہا، اور کیا تُو ایمان نہیں لایا؟

قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ

کہا کیوں نہیں پر لِ (تاکہ) مطمئن ہو دل میرا

کہا، کیوں نہیں؛ پر اس لئے کہ میری دل کی خواہش پوری ہو

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ

کہا فَ (پس) خُذْ (لے) چار سے پرندے پھر سدھا انہیں طرف میرے

کہا، تُو پرندوں میں سے چار لے پھر انہیں اپنی طرف سدھا

اخذ اُس نے لیا یا اخذ وہ لینا ہے خُذْ تُو لے

صار (۱) مائل کیا (۲) اپنے ساتھ سدھایا۔ صُرْ (۱) مائل کر (۲) سدھا

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

پھر رکھ پر ہر پہاڑی مِن (سے) ھُنَّ (وہ) اُن سے ٹکڑا

پھر اُن سے ایک ٹکڑا ہر پہاڑی پر رکھ

ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا

پھر | ادْعُ (بلا) هُنَّ (انہیں) | آئیں گی | تیرے پاس | دوڑتی

پھر انہیں بلا | تیرے پاس دوڑے آئیں گے

دَعَا بلایا یَدْعُوْ بلاتا ہے اُدْعُ بلا

وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۲۶۰) ع

اور جان لے | کہ یقیناً | غلبہ والا | حکمت والا

اور جان لے کہ یقیناً اللہ غلبہ والا ہے، حکمت والا ہے

تفسیر آیت ۲۵۸ - ۲۶۰

موت وحیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

(مناظرۂ براہیمی)

آیت ۲۵۷ میں یہ ہدایت ہے کہ طاغوت یعنی شیطان سے دور رہو اور اللہ تعالیٰ کا دین اختیار کرو۔ اللہ کا دین پختہ دین ہے۔ آیاتِ زیرِ نظر میں بتایا ہے کہ سب قدرت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ چاہے تو مردے کو بھی زندہ کر دے۔ طاغوتی طاقتیں یہ تو کر سکتی ہیں کہ زندوں کو مار دیں لیکن مُردوں کو زندہ کرنا ان کے بس میں نہیں۔ اس باب میں وہ عاجز و درماندہ ہیں۔ اسی مقام پر آکر اللہ تعالیٰ کی بے کنار قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں دی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

اوّل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نمرود کے دربار میں پیش کیا گیا تو کچھ سوال و جواب ہوئے۔ نمرود کو خدائی کا دعویٰ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے صاف کہہ دیا کہ تم بے شک ملک و سلطنت کے مالک ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے مقابلہ

Marfat.com

میں تمہاری کچھ قدرت نہیں۔ وہ زندگی اور موت کا مالک ہے۔ تمہاری اتنی بساط کہاں؟ نمرود بولا، زندگی اور موت پر اختیار تو میرا بھی ہے۔ جسے چاہوں زندہ رہنے دوں اور جسے چاہوں مار دوں۔ نمرود نے اس کے ثبوت میں دو آدمیوں کو بلایا۔ ایک کو زندہ رہنے دیا اور دوسرے کو مروا دیا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا اللہ مُردے کو زندہ بھی کر سکتا ہے۔ نمرود نے پوچھا، کیا تم نے ایسا ہوتا دیکھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چونکہ اس معجزہ کا مشاہدہ نہ تھا اس لئے دلیل بدل دی اور فرمایا کہ میرا اللہ ہر روز سورج کو مشرق سے ظاہر کرتا ہے اگر تم بھی اس کی طرح صاحبِ قدرت ہو تو سورج کو مغرب سے نکال کر دکھا دو۔ نمرود یہ جواب سُن کر مہر بہ لب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ دور نہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مردے کو زندہ کر دکھاتے اور نمرود کو یہ دعوت پیش کرتے کہ تم بھی مردے کو جلا کر دکھا دو لیکن کفار کے ہر سوال کا جواب دینا لازم نہیں ورنہ وہ لوگ، کیا کیا مطالبے نہ کریں گے۔ مثلاً قریشِ مکہ نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ ہمارے بزرگوں کو زندہ کر دے ورنہ مکہ کی پہاڑیوں کو دور ہٹا کر شہر کو وسیع کر دے نہیں تو یہاں ایک نہر رواں کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اس قدر بے حساب کرشمے ہر وقت نگاہ کے سامنے رہتے ہیں کہ بات بات پر معجزے دکھانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زندگی اور موت کے سوال کو چھوڑ کر ایک بالکل نئی دلیل پیش کر دی جس کے سامنے نمرود لاجواب تھا۔ تاہم حضرت ابراہیمؑ کے دل میں مُردے کو جی اُٹھتا دیکھنے کی خواہش باقی رہ گئی اور یہ خواہش اس حد تک بڑھی کہ ایک روز اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کر دیا کہ مجھے آنکھوں دکھا دے کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے [1]

[1] اس بارے میں علماء کے کئی مختلف اقوال ہیں کہ حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے اس خواہش کا اظہار کیوں کیا؟ یہ جو سبب لکھا ہے اسے خازن نے اپنی تفسیر میں دیگر اقوال کے ہمراہ ذکر کیا ہے میرے نزدیک یہ سبب زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیا تمہیں میرے کہنے کا اعتبار نہیں کہ مشاہدہ اور تجربہ سے دیکھنا چاہتے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا، ایمان تو ضرور ہے لیکن چاہتا ہوں کہ دل کو اطمینان ہو جائے۔

اطمینان لغت میں اٹھنے کے بعد بیٹھ جانے کو کہتے ہیں لہٰذا کسی کام کو ہاتھ میں لے کر اسے چھوڑ دیا جائے تو کہتے ہیں اِطْمَأَنَّ عَمَّا كَانَ يَفْعَلُهٗ یعنی وہ جو کر رہا تھا اسے چھوڑ دیا۔ چنانچہ اَلْمُطْمَئِنُّ مِنَ الْاَرْضِ زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو باقی کے مقابلہ میں دب گیا ہو۔ اِطْمِئْنَانُ الْقَلْبِ کے معنی ہوں گے دل میں کسی جذبہ، امنگ، تمنا، خواہش یا جستجو کے پیدا ہونے سے جو ہیجان ہوتا ہے اس کا ساکن ہو جانا یعنی اس جذبہ یا جستجو کا پورا ہو جانا۔

وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ کہنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ دل میں مردہ کو زندہ ہوتے دیکھنے کی جو خواہش اٹھی ہے اس کی تسلی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی یہ خواہش پوری کر دی۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خواہش کے لئے حدیث میں شک کا لفظ آیا ہے۔ یہ لفظ عربی لغت میں وسیع معنی رکھتا ہے۔ یہاں اس کے معنی ہیں: تجربہ کی خلش یا مشاہدہ کی جستجو۔ اس کا ثبوت حضرت ابراہیمؑ کے سوال میں کَيْفَ کے لفظ سے بھی ملتا ہے۔ آپ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی ایسے ہی جذبہ کے تحت اللہ تعالیٰ سے دیدار کا سوال کیا تھا۔

نبی کا یقین کامل اور پختہ ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا سوال یقین کی کسی کمی یا ضعف کی بنا پر نہ تھا۔ صرف مشاہدہ اور معائنہ کی خواہش تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بموجب چار پرندے لئے: مور، کوا، مرغ اور کبوتر۔ انہیں اپنے ساتھ سدھایا۔ پھر ان کو ذبح کیا۔ بال و پر نوچ ڈالے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر ایک ایک ٹکڑا آس پاس کی پہاڑیوں پر رکھا۔ اس کے

Marfat.com

بعد اُن کو پکار کر بلایا، کیا دیکھتے ہیں کہ بال و پر اور گوشت کے ٹکڑے اڑ اڑ کر آپس میں جمع ہو رہے ہیں اور زندہ و سالم پرندوں کی صورت اختیار کر رہے ہیں۔ پرندے بن چکے تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس دوڑتے آئے۔ اُڑ کر بھی آسکتے تھے۔ لیکن پھر یہ شک ہوتا کہ فضا سے کوئی اور پرندے نہ آئے ہوں آنکھوں کے سامنے زمین پر چل کر آئے تو شک کی کوئی گنجائش نہ رہی۔

دوم - بابل کے حکمران بُخت نصّر نے یروشلم پر حملہ کر کے اسے زیر وزبر کر ڈالا تھا۔ بے شمار یہود کو تلوار کے حوالے کر دیا اور جو زندہ بچے انہیں اسیر کر کے ساتھ لے گیا۔ یروشلم میں اب زندگی کا کوئی نشان باقی نہ تھا۔ کھنڈروں کے ڈھیر عبرت کا سامان تھے۔

حضرت ارمیاء[1] پیغمبر علیہ السلام ان دنوں زندہ تھے۔ بنو اسرائیل کی تباہی کا انہیں پہلے سے الہام ہو گیا تھا۔ اس لئے بُخت نصّر کے حملہ سے قبل ہی شہر سے نکل گیے تھے بخت نصر کی واپسی کے بعد یروشلم آئے۔ سنسان کھنڈروں کو دیکھ کر حیرت کے عالم میں کھو گیے اور بولے کہ اس بربادی سے آبادی کا ظہور اب کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے جب یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ورس دینا چاہا اور انہیں موت کی نیند سُلا دیا۔ سو برس کے بعد انہیں دوبارہ زندگی دی۔ ارمیاء علیہ السلام کی آنکھ کھلی تو اللہ تعالیٰ نے آواز دے کر پوچھا کہ تم کتنی دیر اس حال میں رہے۔ حضرت ارمیاءؑ نے جواب دیا کہ میں یہی پہر دن سویا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ذرا کھانے پینے کی چیزوں کو تو دیکھ۔ اُسی حال میں ہیں۔ سڑی گلی نہیں۔ پھر اپنے گدھے پر بھی نظر ڈال۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے دیکھا تو گدھے کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں۔ اللہ کی قدرت تھی کہ ایک طرف تو سو برس کے بعد بھی کھانے کا پھل اور پینے کا شیرہ ویسے کا ویسے پڑا تھا اور دوسری طرف گدھے کی ہڈیاں بھی

---

[1] بعض تفاسیر میں حضرت عزیر کا نام ہے لیکن خازن نے ارمیاء لکھا ہے۔ خازن کے تحقیقی مرتبہ کے پیش نظر میں نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے اس سے تورات کا بیان بھی موافق ہے۔

Marifat.com

منتشر تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارمیاء علیہ السلام کو اپنی قدرت کا مزید ثبوت یہ دکھایا کہ دیکھتے ہی دیکھتے گدھے کی ہڈیاں آپس میں جڑ کر ڈھانچہ بنیں، ان پر گوشت اُبھرنے لگا اور جیتا جاگتا گدھا بن گیا۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام کی نظر اب شہر پر پڑی تو اسے آباد اور زندگی سے بھرپور دیکھا۔ جن دنوں ارمیاء علیہ السلام موت کی دنیا میں سو رہے تھے ان دنوں اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کی آزادی کے سامان کر دیئے تھے اور وہ بابل سے واپس یروشلم آگئے تھے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

مثال — جو — خرچ کرتے ہیں — مال اپنے — ان کے — میں — راہ

مثال ان کی جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ

مانند — مثال — دانہ — اُگائیں — سات — بالیں

ایک دانہ کی مثال ہے جس نے سات بالیں نکالیں

فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ

میں — ہر — بال — سو — دانے

ہر بال میں سو دانے ہیں

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ

اور — اللہ — بڑھاتا ہے — لئے — جس کے — وہ چاہتا ہے

اور اللہ جس کے واسطے چاہے بڑھا دیتا ہے

وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (۲۶۱)

اور اللہ وسعت والا علم والا

اور اللہ وسعت والا ہے، علم والا ہے

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

جو خرچ کرتے ہیں سرمایے ان کے میں راہ

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں

ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى

پھر نہیں پیچھے بھیجتے ہیں جو خرچ کیا انہوں نے احسان جتانا اور نہ ستانا

پھر انہوں نے جو خرچ کیا اس کے پیچھے احسان نہیں جتلاتے اور نہ ستاتے ہیں

تشریح (۱) احسان کرنا (۲) احسان جتلانا

یعنی قولی اور عملی ایذا۔ مثلاً طعنے دینا کہ تم غریب اور فقیر تھے، میں نے تمہاری پرورش کی تھی یا بیگار وغیرہ میں پکڑنا۔

لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

لئے ان کے اجر ان کا پاس رب ان کا

ان کے لئے اُن کا اجر ان کے ربّ کے پاس ہے

وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (۲۶۲)

اور نہیں خوف علیٰ (پر) وہ (ان پر) اور نہ وہ وہ غم کریں گے

اور ان پر کوئی خوف نہیں . اور نہ وہ غم کریں گے

Marfat.com

حَزَن وہ غم جو کسی چیز کے کھو جانے پر ہو۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى

کلام نیک اور پردہ پوشی بہتر سے صدقہ پیچھے آتا ہے اس کے آزار

نیک کلام اور پردہ پوشی بہتر ہے اس صدقہ سے جس کے پیچھے پیچھے آزار ہو

مَغْفِرَۃٌ یہاں مراد ہے پردہ پوشی یعنی غریب کی غریبی اور خانگی مجبوریوں کو فاش نہ کرنا (خازن)

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (۲۶۳)

اور اللہ بے نیاز حلم والا

اور اللہ بے نیاز ہے، حلم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى

اے جو ایمان لائے نہ باطل کرو صدقات تمہارے سے احسان جتانا اور آزار

اے وہ جو ایمان لائے ہو اپنے صدقات کو احسان جتلانے اور آزار سے باطل نہ کرو

اَبْطَلَ باطل کیا۔ مٹایا

كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

کَ (مانند) الَّذِی (جو) خرچ کرتا ہے مال اس کا دکھاوا لوگ

اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچ کرتا ہے

Marfat.com

وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور نہیں ایمان رکھتا ساتھ اللہ اور روز آخر

اور اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتا

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ

ف (تو) مثل (مثال) اسکی ک (مانند) مثال چکنا پتھر اوپر اس کے خاک

تو اس کی مثال چکنے پتھر کی مثال کی طرح ہے (کہ) اس پر خاک ہے

صَفْوَان سخت اور چکنا پتھر۔ واحد بھی ہے اور جمع بھی

فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا

فَ (تو) اَصَابَ (پڑا) اسے زوردار مینہ اور چھوڑا اسے صاف۔

پھر اس پر زور کا مینہ پڑا اور اسے صاف کر دیا

وَابِلٌ شدید بارش جس کی بڑی بڑی بوندیں ہوں۔ صَلْدٌ صاف۔ ملائم

لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا

نہیں قادر/ رکھتے ہیں وہ پر شے مِنْ (سے) مَا (جو) کمایا انہوں نے

وہ اس سے جو انہوں نے کمایا کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے

وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ

اور نہیں ہدایت دیتا ہے لوگ ناشکرے

اور اللہ ناشکرے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا

Marfat.com

لَا یَھْدِیْ یہ باب ضرب : ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔

وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ

اور | مثال | جو | خرچ کرتے ہیں | اموال | ان کے

اور ان کی مثال جو اپنے اموال خرچ کرتے ہیں

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

طلب رکھنا | رضا | اور | تصدیق | سے | دل | ان کے

اللہ کی رضا کی رغبت میں اور دلوں سے (اٹھی ہوئی) تصدیق سے

مَرْضَات مصدر ہے

تَثْبِیْت لغوی معنی ہیں (۱) پختہ کرنا۔ (۲) تحقیق (ابن قتیبہ) (۳) تصدیق یعنی اسلام کی (خازن)

مِنْ اَنْفُسِھِمْ : اَیْ مِنْ اَصْلِ اَنْفُسِھِمْ (مدارک) اور اپنے دلوں کو ثابت کر (محمود الحسن)

كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ

مانند | مثل | باغ | ب (اوپر) بلند جگہ | پڑا | اس پر | زوردار مینہ

ایک بلند جگہ کے باغ کی مثال کی طرح ہے (کہ) اس پر زوردار مینہ پڑا

فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ج

ف (تو) اٰتَتْ (لائی) | پھل | اس کا | دوگنا

اور وہ باغ اپنا پھل دوگنا لایا

اُکُل کھانے کا پھل

فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ

تو اگر نہ پڑا اس پر زوردار مینہ تو بوندا باندی

تو اگر اس پر زوردار مینہ نہ پڑا تو بوندیں (کام دے گئیں)

طَلّ (۱) بوندا باندی (۲) شبنم

وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲۶۵﴾

اور اللہ ساتھ جو تم کرتے ہو دیکھنے والا

اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کا دیکھنے والا ہے

اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ

کیا چاہتا ہے کوئی تم سے

کیا تم میں سے کوئی چاہے گا

اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ

کہ ہو لئے اس کے باغ سے کھجور اور انگور

کہ اس کا کھجور اور انگور کا باغ ہو

نَخْل۔ نَخِیْل اس سے مفرد نَخْلَةٌ یا نَخِیْلَةٌ ہے اَعْنَاب جمع ہے عِنَب کی۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ

جاری ہیں نیچے اس کے نہریں

اس میں[1] نہریں بہتی ہیں

[1] خازن

لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

اُس کے لئے اس میں سے سب میوے

اس کے لئے وہاں سب میوے ہوں

وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ

اور پہنچا اسے بڑھاپا اور اس کی اولاد کمزور

اور اس پر بڑھاپا آجائے اور اس کی ناتوان اولاد ہو

فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ

فَ(پس) اَصَابَ (پڑا) هَا (اسے) بگولہ اس میں آگ فَ (پس) اِحْتَرَقَتْ (جل گئی)

پھر اس باغ پر بگولا پڑے جس میں آگ ہو اور (باغ) جل جائے

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

اس طرح واضح کرتا ہے اللہ لِ (لئے) تمہارے آیات

یوں اللہ تمہارے لئے نشانیاں واضح کرتا ہے

ع ٣٦ ٤ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾

تاکہ تم تم غور کرو گے

تاکہ تم غور کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ

اے جو ایمان لائے خرچ کرو سے طیب چیزیں جو کمائیں تم نے

اے وہ جو ایمان لائے ہو خرچ کرو طیب چیزوں سے جو تم نے کمائیں

Marfat.com

طَیِّبَات جمع ہے طَیِّبَۃ کی یعنی پاکیزہ چیزیں۔ مراد ہیں وہ چیزیں جو
اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرائی ہیں

یا

جائز کمائی کی ہیں

یا

اچھی حالت میں ہیں

وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

اور مِنْ (سے) مَا (جو) نکالا ہم نے لئے تمہارے سے زمین

اور اس سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ

اور نہ قصد کرو ردی چیز مِنْ (سے) وہ تم خرچ کرتے ہو

اور ردی چیز کا قصد نہ کرو (کہ) تم اس سے خرچ کرو

خَبِیْث ناپاک۔ یہاں ردی مراد ہے

وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ

اور تم نہیں ۔ لینے والے اس کے سوائے کہ چشم پوشی کرو اس میں

اور تم اس کے لینے والے نہیں سوائے اس کے کہ تم اس بابت چشم پوشی کرو

آخِذ لینے والا۔ اَخْذ لینے والا۔

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۲۶۷﴾

اور | جان لو | کہ یقیناً | بے نیاز | حمد والا

اور جان لو کہ یقیناً اللہ بے نیاز ہے، حمد والا ہے

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ج

شیطان | خوف دلاتا ہے تمہیں | محتاجی | اور | ہدایت کرتا ہے تمہیں | ساتھ | بخل

شیطان تمہیں محتاجی کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں بخل کی ہدایت کرتا ہے

اَمَرَ (۱) حکم دیا (۲) ہدایت کی، تلقین کی۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں

فَحْشَآء (۱) بخل (خازن۔ مدارک) (۲) بے حیائی

وَ اللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ط

اور | اللہ | وعدہ کرتا ہے | تم سے | مغفرت | اس سے | اور | فضل

اور اللہ تمہیں اپنے ہاں سے مغفرت اور فضل کا وعدہ دیتا ہے

وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۸﴾ لا

اور | وسعت والا | علم والا

اور اللہ وسعت والا ہے، علم والا ہے

یُّؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ج

وہ دیتا ہے | حکمت | جسے | چاہتا ہے

وہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے

Marfat.com

حکمۃ وسیع المعنی لفظ ہے۔ قرآن و سنّت اور دیگر نیک علوم کے علاوہ ان پر عمل کرنے کو بھی شامل ہے۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ

اور جو دیا جائے حکمت تو ہے دیا گیا خیر بہت

اور جس کو حکمت دی گئی تو (جان لو) اس کو خیر کثیر دی گئی

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (٢٦٩)

اور نہیں نصیحت پکڑتا سوا والے عقلیں

اور عقل و خرد والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں

اَلْبَاب جمع ہے لُبّ (عقل) کی۔ معنی ہوں گے: عقل و خرد

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ

اور جو خرچ کیا تم نے سے خرچہ یا نذر مانی تم نے کوئی نذر

اور جو کچھ خرچ تم نے اٹھایا یا تم نے کوئی نذر مانی

یعنی تم نے جو بھی خرچ کیا اللہ کی راہ میں یا شیطان کی راہ میں

یا

تم نے نذر مانی اطاعتِ الٰہی کے لئے یا شیطان کی پیروی کے لئے

فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ

تو یقیناً جانتا ہے اسے

تو یقیناً اللہ اسے جانتا ہے

Marfat.com

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (۲۷۰)

اور | نہیں | لئے | حق ناشناس لوگ | کوئی | مدد گار

اور حق ناشناسوں کے لئے کوئی مدد گار نہیں

ظالم کسی چیز کو غلط جگہ استعمال کرنے والا یعنی اس چیز کا حق نہ جاننے والا۔
یہاں مراد ہے، اللہ کے رزق کو غلط استعمال میں لانے والا۔
اَنْصَار جمع ہے نَصِیر یا نَاصِر کی۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ

اگر | تم ظاہر کرو | صدقات | تو | خوب ہے | وہ

اگر تم صدقات ظاہر کرو تو یہ خوب ہے

اَبْدٰی اس نے ظاہر کیا یُبْدِی وہ ظاہر کرتا ہے تُبْدُوْنَ تم ظاہر کرتے ہو۔
صَدَقَة وہ مال جو اللہ کی راہ میں صدق دل سے خرچ کیا جائے، زکوٰۃ ہو یا دیگر خیرات
نِعِمَّا اصل میں نِعْمَ مَا ہے۔

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ

اور | اگر | تم چھپاؤ | انہیں | اور | تم دو | انہیں | حاجت مند

اور اگر تم ان صدقات کو پوشیدہ رکھو اور حاجت مندوں کو دو

اَخْفٰی اس نے چھپایا یُخْفِی وہ چھپاتا ہے تُخْفُوْنَ تم چھپاتے ہو
اٰتٰی اس نے دیا یُؤْتِی وہ دیتا ہے تُؤْتُوْنَ تم دیتے ہو
فَقِیْر (۱) نادار (۲) محتاج۔ حاجت مند۔

Marfat.com

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ط

فَ (تو) هُوَ (وہ) بہتر لِ (لئے) تمہارے

تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے

مراد یہ کہ علانیہ صدقہ دینا بھی اچھا ہے لیکن خُفیہ افضل ہے۔

وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ط

اور ڈھانپے گا عَنْ (سے) کُمْ (تم) کچھ برائیاں تمہاری

اور تم سے تمہاری کچھ برائیاں مٹائے گا

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (۲۷۱)

اور ب (ساتھ) مَا (جو) تم کرتے ہو باخبر

اور اللہ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ

نہیں پر تیرے راہ پر چلانا ان کا

(اے نبیؐ!) آپ پر ان کو راہ پر چلانا (لازم) نہیں

ھُدٰی یعنی ہدایت کے کئی مدارج ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ آدمی اشارہ یا قول سے رستہ بتادے۔ آخری یہ کہ ساتھ ہو کر رستہ پر ڈالے یا چلائے۔ یہاں یہ آخری درجہ مراد ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرض تعلیم و تبلیغ کی حد تک تھا۔ ہر شخص کو ہاتھ سے پکڑ کر رستہ پر ڈالنا آپؐ کی ذمہ داری میں شامل نہ تھا۔

Marifat.com

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

پر　راہ پہ ڈالتا ہے　جسے　وہ چاہتا ہے

پر اللہ جسے چاہتا ہے راہ پر ڈالتا ہے

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ

اور جو　تم خرچ کرو　سے　مال　فَ (تو) لِ (لئے) انفس (جانیں) تمہاری

اور (مسلمانو!) جو کچھ مال تم خرچ کرو تو تمہارے اپنے لئے ہے

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ

اور نہیں　تم خرچ کرتے ہو　مگر　رغبت　توجّہ۔ عنایت

اور تم صرف اللہ کی عنایت طلب کرنے کے لئے خرچ کرتے ہو

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ

اور جو　تم خرچ کرو　سے　مال　ایفاء کیا جائے گا　اِلیٰ (طرف) تمہارے

اور تم جو کچھ مال خرچ کرو وہ تمہیں پورا پورا واپس کیا جائے گا

مراد یہ کہ تمہیں پورا اجر ملے گا۔ کمی نہیں ہوگی، البتہ زیادتی ہو سکتی ہے۔

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (۲۷۲)

اور　تم　نہ　تم پر ظلم کیا جائے گا

اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا

یعنی تمہاری جزاء میں کمی نہیں ہو گی۔

Marfat.com

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

لئے | فقراء | جو | روکے گئے | میں | راہ

(خیرات ہے) محتاجوں کے لئے جو اللہ کی راہ میں رُکے پڑے ہیں

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد، علم یا کسی اور دینی خدمت وغیرہ کے سلسلہ میں کسی جگہ مجبوراً مقیم ہیں اور تنگ دستی میں مبتلا ہیں۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ

نہیں کر سکتے ہیں | سفر | میں | زمین

وہ زمین میں سفر نہیں کر سکتے

استطاع (۱) اس نے طاقت رکھی (۲) وہ کر سکا۔

ضرب - لفظ قیام اور سفر کے متضاد معنی رکھتا ہے۔ یہاں سفر مراد ہے۔

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ

گمان کرتا ہے | انہیں | ناواقف | بے نیاز لوگ | سے | خودداری

ناواقف اُن کو (ان کی) خودداری سے غنی گمان کرتا ہے

تعفّف کسی چیز کو چھوڑ دینا یا اس سے رُک جانا۔ یہاں خودداری مراد ہے۔ اس کا مادہ عفت ہے جس کے معنی ہیں، پرہیزگاری۔

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ

تو پہچانے گا | انہیں | ساتھ | علامت | اُن کی

تو اُن کو اُن کی علامت سے پہچانے گا

Marfat.com

بِسِیمٰہُمْ ، سِیمیا ، شناختی علامت ۔ پیشانی کو اس لئے سیماء کہتے ہیں کہ اس سے آدمی کی شناخت ہوتی ہے ۔

لَا یَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ

نہیں	وہ سوال کرتے ہیں	لوگ	لپٹنا ، اصرار کرنا

وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے

یعنی ایک تو صرف ضرورت کی حد تک مانگتے ہیں اور دوسرے یہ کہ خود دار ہیں ۔ کوئی انکار کر دے تو ذلیل اور ڈھیٹ ہو کر اس کے پیچھے نہیں پڑتے ۔

سوال کرنے سے حتی الوسع پرہیز چاہیے ۔ اسلام میں گداگری کو بطور پیشہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں ۔ جناب ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی رسّہ لے کر کسی پہاڑ پر جائے اور وہاں سے ایندھن کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے ۔ آپؐ کے ایک اور فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کے پاس پچاس درہم ہوں اور وہ بھیک مانگے تو قیامت کے روز اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی ۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ جس نے جمع کرنے کو سوال کیا تو سمجھو اس نے انگارہ طلب کیا ۔ وہ چاہے تو زیادہ انگارے جمع کرے اور چاہے تو کم رکھا رہنے دے ۔

فرمانِ نبوی ہے کہ جس بندے نے سوال کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے[1]

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ

اور	جو	تم خرچ کرو	کچھ	مال

اور تم جو کچھ مال خرچ کرو

[1] الترغیب والترہیب ج اول باب اول

Marfat.com

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ ع

تو یقیناً ساتھ اس کے جاننے والا

تو اللہ یقیناً اس کا جاننے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ

جو خرچ کرتے ہیں وہ موال اُن کے

جو اپنے اموال خرچ کرتے ہیں

بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً

میں رات اور دن پوشیدہ اور ظاہراً

رات کو اور دن کو، پوشیدہ اور علانیہ

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج

فَ (تو) لِ (لئے) هُمْ (وہ) اجر ان کا پاس رب ان کا

تو اُن کے لئے ان کا اجر اُن کے ربّ کے پاس ہے

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ وقف منزل

اور نہیں خوف علیٰ (پر) وہ اور نہ وہ وہ غم کریں گے

اور ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم کریں گے۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۲۶۱ - ۲۷۴

انفاق فی سبیل اللہ

آیات زیر نظر کی تفسیر ان کے حوالوں کے ساتھ تفسیر آیت ۱۹۵ کے تحت گزر چکی ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا

جو کھاتے ہیں سود

جو لوگ سود کھاتے ہیں

لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ

نہیں کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے

وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ

یہاں قیامت کے روز کھڑا ہونا مراد ہے۔

الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

جو کج رفتار کرتا ہے اسے شیطان بسبب جنون

جس کو شیطان جنون کے سبب سے غلط رفتار کر دیتا ہے

خَبط غلط اور کج قدم اٹھانا مَسّ جنون مَمْسُوس مجنون (خازن، مدارک)

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا

وہ عوض کہ یقیناً وہ بولے صرف سودا مانند سود

یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا سودا گری سود کے مانند ہی ہے

Marfat.com

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ

حالانکہ حلال ٹھہرایا سودا اور حرام ٹھہرایا سود

حالانکہ اللہ نے سوداگری کو حلال ٹھہرایا اور سود کو حرام ٹھہرایا

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

تو جو پہنچا اسے نصیحت سے ربّ اس کا

تو جس کے پاس اپنے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی

فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ

فَ (پھر) اِنْتَھٰی (وہ رک گیا) فَ (تو) لِ (لئے) اس کے جو گزرا

اور وہ باز آیا تو اس کا (ربا) جو گزر چکا

اِنْتَھٰی ختم ہوا۔ رک گیا۔ باز آیا

وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ

اور امر اس کا طرف اور جو پلٹا

اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور (اب) جو (سود کی طرف) پلٹے

فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾

تو وہ والے آگ وہ (فی ۔ میں) وہ مقیم

تو وہ آگ والے ہیں وہ اس میں مقیم رہیں گے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ

مٹاتا ہے | سود | اور | بڑھاتا ہے | صدقات

اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے

وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ (۲۷۶)

اور | اللہ | نہیں | چاہتا | ہر | ناشکرا | گنہگار

اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو نہیں چاہتا

كَفَّار ناشکرا (شاہ عبدالقادرؒ)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

یقیناً | جو | ایمان لائے | اور | کیے | نیک کام

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے

صالحة نیک کام صالحات اس کی جمع ہے

وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ

اور قائم کی انہوں نے | نماز | اور | ادا کی | زکاۃ

اور انہوں نے نماز قائم کی اور انہوں نے زکوٰۃ ادا کی

لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ

لئے | ان کے | اجر | اُن کا | پاس | رب | ان کا

ان کا اجر اُن کے رب کے پاس ہے

Marfat.com

(۲۷۰) وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

اور نہیں خوف پر وہ اور نہ وہ غم کریں

اور ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم کریں گے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

اے جو ایمان لائے ڈرو اللہ (سے)

اے وہ جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو

وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اور چھوڑ دو جو باقی رہا سے سود اگر تم ہوئے ایمان والے

اور سود سے جو کچھ باقی رہا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا

فَ (تو) اگر تم نے نہ کیا

تو اگر تم نے ایسا نہ کیا

فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ

فَ (تو) اِئْذَنُوْا (خبردار ہو جاؤ) بِ (ساتھ) حَرْب (جنگ) سے اور رسول اس کا

تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ سے خبردار ہو جاؤ

اَذِنَ کان لگایا، معلوم کیا، جانا یَاْذَنُ مصدر بہ اِئْذَنْ خبردار ہو جا۔

Marfat.com

وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ

اور اگر توبہ کی تم نے ف (تو) لِ (لئے) تمہارے اصل اموال تمہارے

اور اگر تم نے توبہ کی تو تمہارے لئے تمہارے اصل اموال ہیں

رَأس (۱) سر (۲) اصل ، جمع رُءُوْس ہے

لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾

نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا

نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ

اور اگر (تمہارا) والا تنگی تو مہلت تک آسانی

اور اگر (کوئی) تنگی والا ہو تو (اسے) آسانی (ہونے) تک مہلت (دو)

وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾

اور کہ صدقہ کرو تم بہتر لئے تمہارے اگر تم ہوتے ایمان والے

اور (یہ) کہ تم صدقہ کرو (تو) تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ

اور ڈرو دن تم واپس کئے جاؤ گے فی (میں) وہ طرف اللہ

اور ڈرو اس دن سے جس میں کہ تم اللہ کی طرف پھیرے جاؤ گے

Marfat.com

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

پھر | ایفاء کیا جائے گی | ہر | جان | جو | کمایا اس نے

پھر ہر جان کو پورا پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا ہے

وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ع

اور | وہ | نہیں | ظلم کیا جائے اُن پر

اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تفسیر آیت ۲۷۵ - ۲۸۱

سُود

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ یوں کھڑے ہوں گے جیسے وہ شخص جسے شیطان نے پھانس کر بدمست اور بدرفتار کر دیا ہو۔ یہ اس لئے کہ سود خواروں کی عقل الٹی ہوتی ہے۔ وہ تجارت اور سود کو ایک جیسا سمجھتے ہیں۔ جن لوگوں کی ناسمجھی کا یہ حال ہے کہ تجارت اور سود میں فرق نہیں کرتے وہ زندگی کی ہر راہ میں غلط قدم اٹھائیں گے۔ بلکہ قیامت کے روز بھی پاگلوں کی طرح بہکے اور لڑکھڑاتے ہوئے اٹھیں گے۔

ربوٰ سود کے لئے آیت زیر نظر میں ربوٰ کا لفظ آیا ہے۔ ربوٰ کے لغوی معنی ہیں 'زیادتی'۔ فقہ میں ربا سے مراد ہے کسی ایسی چیز کے بدل میں جس کا وزن ناپ یا شمار ہو سکے اس کی ہم جنس چیز اس سے بغیر کسی عوض کے بڑھا کر لینا۔ ربا کی دو قسمیں ہیں:

(۱) رِبَا النَّسِيْئَة : قرض پر سود لینا۔

(۲) رِبَا الفَضْل : غیر مساوی مبادلہ کا سود یعنی ہم جنس اشیاء کا کمی بیشی سے مبادلہ کرنا چاہے ان میں سے ایک چیز عمدہ اور ایک ردی ہو۔ اگر ان کا مبادلہ کرنا ضروری ہو تو ان میں سے ایک کی قیمت لگا کر اس

قیمت کی دوسری اسی جنس چیز خریدنی چاہیے۔

ربا قرض کا ہو یا غیر مبادلہ کا دونوں صورتوں میں فائدہ اٹھانے والے کو ناجائز منفعت ملتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اگر کسی شخص کے ساتھ تجارت میں روپیہ لگایا جائے تو نفع کے ہمراہ نقصان کی بھی ذمہ داری اٹھانی چاہیے ورنہ یہ نفع سود شمار ہو گا۔

اسلام سے قبل عرب میں سود کی خوب گرم بازاری تھی۔ اگر کوئی آدمی اس پر اعتراض کرتا تو کہتے کہ سود بھی تو آخر تجارت ہی کی ایک نوع ہے۔ لہٰذا ناجائز کیوں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آیت زیر نظر میں آگاہ کیا ہے کہ تجارت اور سود میں فرق ہے۔ تجارت حلال ہے اور سود حرام۔ اس لئے سود سے باز آجاؤ۔ جو لوگ اس حکم سے قبل سود کھا چکے ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ مراد یہ کہ ممکن ہو تو وہ اب بھی تلافی کر دیں تاکہ اللہ کے پاس حساب بے باق ہو جائے۔ بہر حال آئندہ کے لئے سود خواری چھوڑ دو۔ جس قدر سود باقی ہے اس سے دست کش ہو جاؤ۔ تمہارا حق صرف اصل رقم کا ہے۔ یہ حق اب بھی باقی ہے۔ نہ تو اس بات کی اجازت ہے کہ تم سود لے کر اوروں پر ظلم کرو اور نہ یہ روا ہے کہ تمہاری اصل رقم مار کر تم پر ستم ڈھایا جائے۔ البتہ قرض دار تنگ دست ہو تو اسے فراخی تک مہلت دو۔ اگر تم اس کی ناداری کے پیش نظر اسے اصل رقم بھی معاف کر دو تو یہ بہت بڑی نیکی ہوگی۔ اللہ کے ہاں بڑا اجر پاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ مراد یہ کہ سود کی بنیاد چونکہ ظلم و ستم پر ہوتی ہے اس لئے اس کا انجام خرابی اور افلاس ہے۔ جو معاشرہ اس حد تک سنگدل ہو جائے کہ سود میں حرج نہ دیکھے اس کی تباہی اٹل ہوتی ہے ایسا معاشرہ شیطانی سحر اور جنون کا شکار رہتا ہے۔ اس کا ہر قدم غلط پڑتا ہے اس کے برعکس صدقات میں برکت ہوتی ہے۔ ہمدردی اور تعاون کے جذبات پنپتے ہیں اور ملت کا کاروبار فروغ پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق انہی کو ملتی ہے جو واقعی ایماندار ہوں۔ ان کا ہر قدم نیکی کی طرف اٹھتا ہے۔ یہ لوگ نماز و زکوٰۃ

Marfat.com

کے پابند ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سایہ فگن رہتی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ خ
اور حزن سے محفوظ رکھتا ہے۔
حزن ایسے رنج کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے کھو جانے سے ہو۔

سود کی بلاکتیں بے شمار ہیں۔ بے رحمی، آدم کشی اور بے حیائی کی پرورش کرت
اسلام اس کا قطعی روادار نہیں۔ آیت ۲۷۹ میں تنبیہ ہے کہ اگر تم سود سے ہاتھ
اُٹھاتے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جنگ
اعلان سن لو۔ مراد یہ کہ سُود خوار باز نہ آئیں تو حکومت کتاب وسنّت کے احکا
روشنی میں ان کے خلاف تعزیزی کارروائی کرنے میں باک نہ کرے۔

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا
اے	جو	ایمان لائے

اے ایمان لانے والو!

اِذَا	تَدَايَنْتُمْ	بِدَيْنٍ	اِلٰٓى	اَجَلٍ	مُّسَمًّى	فَاكْتُبُ
جب	ادھار سودا کیا تم نے	ساتھ قرض	تک	میعاد	مقرر	ف (تو) اُسکو لکھو

جب تم ایک مقررہ میعاد تک ادھار لین دین کرو تو اُسے لکھو

وَلْيَكْتُبْ	بَّيْنَكُمْ	كَاتِبٌ	بِ	الْعَدْ
اور ریکتب (لکھے)	درمیان تمہارے	لکھنے والا	ساتھ	انصا

اور تمہارے درمیان ایک منشی انصاف سے لکھے

وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ج

اور نہ انکار کرے منشی کہ لکھے جیسے علم دیا اسے اللہ ف (تو) لیکتب (وہ لکھے)

اور منشی انکار نہ کرے (اس سے) کہ لکھے جیسے اس کو اللہ نے علم دیا ہے۔ پس اُسے چاہیے کہ لکھ دے

وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ

اور املاء کرائے جو علی (پر) ہ (وہ) (اس پر) حق

اور بولے وہ جس کے ذمے حق ہے

اَمَلَّ املاء کرائی یُمِلُّ املاء کراتا ہے لِیُمْلِلْ املاء کرائے

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ط

اور لیتق (ڈرے) اللہ (سے) رب اسکا اور نہ گھٹائے اس سے کچھ

اور ڈرے اللہ سے (جو) اس کا رب (ہے) اور اس (حق میں) سے کچھ نہ گھٹائے

فَإِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا أَوْ ضَعِيْفًا

ف (تو) اِن (اگر) ہوا جو اس پر حق جاہل یا ضعیف

تو اگر وہ جس پر حق (عائد ہوتا ہے) نادان ہے یا ضعیف ہے

سَفِیْھًا ی جاھلًا بالاملاء (خازن) مراد ہے، نادان، جاہل

أَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يُّمِلَّ هُوَ

یا نہیں استطاعت رکھتا ہے کہ املاء کرائے وہ

یا (ایسا) نہیں کر سکتا کہ وہ املاء کرائے۔

Marfat.com

فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ط

فَ (تو) لْيُمْلِلْ (املاء کرائے) مہتمم اس کا ساتھ انصاف

یا اس کا مہتمم انصاف کے ساتھ املاء کرائے

وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ

اور اِسْتَشْهِدُوْا (گواہ ٹھہراؤ) دو گواہ سے مرد تمہا

اور اپنے آدمیوں میں سے دو شاہدوں کو گواہ کرو

یہاں اپنے آدمیوں سے مراد ہے: مسلمان
اِسْتَشْهَدَ یا اَشْهَدَ گواہ ٹھہرایا

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ

فَ (تو) اِنْ (اگر) نہ ہوئے دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں

تو اگر دو آدمی نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ

مِنْ (سے) مَنْ (جو) تم پسند کرتے ہو سے گواہ

ان شاہدوں میں سے جنہیں تم چاہو

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى

کہ بھولے ایک ان دو سے فَ (تو) یاد دلائے ایک ان دو سے دوسری کو

کہ ان دو عورتوں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا

اور نہ انکار کریں | گواہ | جب کبھی | وہ بلائے گئے

اور شاہد انکار نہ کریں جب کبھی وہ بلائے جائیں

اَبٰی انکار کیا۔ یَأْبٰی انکار کرتا ہے

وَلَا تَسْئَمُوْا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ

اور نہ اکتاؤ | کہ تم لکھو اسے | چھوٹا | یا | بڑا | تک میعاد اس کی

اور نہ اکتاؤ کہ اسے لکھو چھوٹا (معاملہ) ہو یا بڑا، اس کی میعاد تک

لَا تَسْئَمُوْا نہ اکتاؤ (رخاذان)

ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ

اے سننے والو | زیادہ قرین انصاف | پاس | اللہ | اور زیادہ پختہ | لِ (لئے) | شہادت

اے مخاطبین یہ (نوشتہ) زیادہ قرین انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور ثبوت کو زیادہ پختہ رکھنے والا ہے

یہاں شَهَادَة کے معنی ہیں ثبوت

وَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا

اور | قریب تر | اَنْ (کہ) لَا (نہ) | تم شک کرو

اور زیادہ قریب ہے (اس کے) کہ تم شک میں نہ پڑو

Marfat.com

اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

سوائے | کہ | ہو | تجارت | حاضر (دست بدست)

سوائے اس کے کہ دست بہ دست سودا ہو

سوداگری ہاتھوں ہاتھ (شاہ رفیع الدین)

تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ

تم پھراتے ہو | اسے | درمیان | تمہارے

جسے تم اپنے درمیان دائر رکھتے ہو

یعنی لین دین تمہارے درمیان مسلسل رہتا ہے

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا

تو | نہیں | عَلٰی (پر) کُمْ (تم) | گناہ | اَنْ (کہ) لَا تَكْتُبُوْا (نہ لکھو) هَا (اسے)

تو تم پر گناہ نہیں کہ اسے نہ لکھو

وَ اَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ

اور | گواہ ٹھہراؤ | جب | سودا کیا تم نے

اور جب تم سودا چکاؤ تو گواہ ٹھہرالو

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۵

اور | نہ | لکھنے والا | اور | نہ | گواہ

اور لکھنے والے یا گواہ کو ضرر نہ پہنچایا جائے

إِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ

اگر تم کرو ۔ فَ (تو) إِنَّ (یقینا) ہُ (وہ) گناہ بِ (میں) کُمْ (تم)

اور اگر تم (ایسا) کرو تو وہ یقینا تمہارا گناہ ہے

اتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ

ڈرو اللہ (سے) اور سکھاتا ہے تمہیں اللہ

اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں علم سکھاتا ہے

اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۲۸۲﴾

اللہ بِ (ساتھ) ہر چیز علم رکھنے والا

اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے

إِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا

اگر تم ہوئے پر سفر اور نہ پایا تم نے لکھنے والا

اور اگر تم سفر پر ہوئے اور تم نے لکھنے والا نہ پایا

فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ

گرو چیزیں قبضہ میں لی ہوئی

تو گرو چیزیں قبضہ میں لی ہوئی ہونی چاہییں

رِھَان جمع ہے رَھن کی جیسے بِغَال جمع ہے بَغل کی

فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا

تو اگر اعتبار کیا بعض تم سے بعض (کو)

تو اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے

فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ

فَ (تو) لْيُؤَدِّ (ادا کرے) الَّذِی جو اؤْتُمِنَ (وہ امین مانا گیا) امانت اس کی

تو جس پر اعتبار کیا جائے وہ اپنی امانت ادا کرے

اَدّٰی ادا کیا ۔ یُؤَدِّیْ ادا کرتا ہے اِئْتَمَنَ امین جانا ۔ اعتبار کیا ۔ امانت دی

اُؤْتُمِنَ مجہول کا صیغہ ہے یعنی اس کے پاس امانت رکھی گئی ۔

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ

اور لْيَتَّقِ (ڈرے) اللّٰہ (سے) ربّ اس کا

اور ڈرے اللہ سے (جو) اس کا رب (ہے)

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ

اور نہ چھپاؤ گواہی

اور شہادت نہ چھپاؤ

وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ

اور جو چھپائے اسے فَ (تو) اِنَّ (یقیناً) وہ گناہگار دل اس کا

اور جو اس کو چھپائے تو یقیناً اس کا دل سیاہ ہے

اٰثم گنہگار

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ ع ۳۹

اور اللہ بِ (ساتھ) مَا (جو) تم کرتے ہو علم والا

اور تم جو کرتے ہو اللہ اس کا جاننے والا ہے

Marfat.com

تفسیر آیت ۲۸۲ - ۲۸۳

مُدَایَنَت (یعنی ادھار خرید و فروخت) کی تحریر

تجارت کی دو قسمیں ہیں - ایک تجارتِ حاضرۃ یعنی نقد خرید و فروخت اور دوسری دَین یعنی ادھار خرید و فروخت - اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں ۔

(۱) چیز لے لی اور رقم بعد میں ادا کرنی ٹھہری ــــ اسے قرض ہی کہہ سکتے ہیں ۔

(۲) رقم پیشگی ادا کر دی اور خرید شدہ چیز بعد میں وصول کرنی ٹھہری ۔ اسے بیعُ السلم یا بیعُ السلف کہتے ہیں ۔

آیاتِ زیرِ نظر میں دَین کی مذکورۂ بالا صورتوں کے بارے میں چند ہدایات ہیں یعنی

(۱) دَین کی میعاد مقرر کرو تو اسے تحریر کر لو ۔ اگر دَین کی مقدار کم ہو تو اسے نظر انداز نہ کرو کیونکہ بعض دفعہ چھوٹی چیزوں سے بڑے جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں ۔ لکھ لینے سے ثبوت پختہ ہو جائے گا اور شک نہیں پڑے گا ۔

(۲) جس لکھے پڑھے آدمی کو کہا جائے اسے چاہیے کہ وہ تحریر لکھ دے

(۳) کاتب انصاف سے لکھے ۔ کمی بیشی نہ کرے ۔

(۴) تحریر کی عبارت وہ فریق املا کرائے جو مدیون ہے ۔ یعنی جس کے ذمے نقد یا جنس قابلِ ادا ہے ۔ عبارت میں مدیون کی طرف سے اقرارِ دین ہوگا ۔

(۵) مدیون جاہل یا گونگا ہو یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے ناتوان ہو تو اس کا مہتمم املا کرائے ۔

(۶) اس تحریر پر دو نیک مردوں کو گواہ ٹھہرایا جائے ۔ اگر دو مرد میسّر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ۔

(۷) گواہ تمہاری باہمی پسند سے ہوں (مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ)

(۸) جب کسی کو گواہ بننے کے لئے کہا جائے تو وہ اس اخلاقی فرض سے انکار نہ کرے ۔

(۹) جب گواہ کی گواہی کی ضرورت آ پڑے تو وہ کوئی بات نہ چھپائے ۔

(۱۰) کاتب یا گواہ کا بیان جس فریق کے خلاف پڑے وہ ان کو نقصان پہنچانے کی

کوشش نہ کرے۔

(۱۱) اگر دَین حالتِ سفر میں طے پا جائے اور تحریر کا انتظام نہ ہو سکے تو کوئی چیز گرو رکھ لینی چاہیے۔ گرو رکھنا حضر میں بھی جائز ہے۔

(۱۲) مندرجۂ بالا ہدایات چونکہ صرف استحباب کے درجہ میں ہیں اس لئے اگر دائن ان پر عمل ضروری نہ سمجھے اور مدیون کا اعتبار کرے تو مدیون کو چاہیے کہ دیانت کا حق ادا کرے۔

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط

لئے (کا) اللہ جو میں بلندیاں اور جو میں زمین

اللہ کا ہے جو (کچھ) بلندیوں میں ہے اور جو (کچھ) زمین میں ہے

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ

اور اگر تم ظاہر کرو جو میں دل تمہارے یا چھپاؤ اسے

اور جو تمہارے دلوں میں ہے چاہے اسے ظاہر کرو یا اسے پوشیدہ رکھو

یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ط

محاسبہ کرے گا تمہارا ساتھ اس کے اللہ

اللہ اس میں تمہارا محاسبہ کرے گا

فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ط

ف (پس) بخشے گا جسے چاہے گا اور عذاب دے گا جسے چاہے گا

اور جسے چاہے گا اس کی مغفرت کرے گا اور جسے چاہے گا اسے عذاب دے گا

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

اور | اللہ | پر | ہر | چیز | کے | قدرت والا

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

تفسیر آیت ۲۸۴

زمین و آسمان کی کوئی چیز، اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علم اور قبضۂ قدرت سے باہر نہیں۔ وہ ظاہر و باطن ہر بات سے آگاہ ہے۔ دلوں کے بھید بھی اس پر آشکارا ہیں۔ کوئی آدمی یہ نہ سمجھے کہ میں دل میں چاہے کچھ عقیدہ اور نیت رکھوں فقط زبان سے اسلام کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ کو فریب دے سکتا ہوں۔ یہ ناممکن ہے۔ انسان کا عقیدہ یا اس کی نیت اللہ تعالیٰ کی علیم و حکیم ذات سے پوشیدہ نہیں۔ بلکہ وہ تو اعمال کا وزن بھی نیت کے پیمانہ سے کرتا ہے۔ جیسی نیت ہو ویسا اجر دے گا۔ قیامت کے روز ظاہر و باطن ہر دو کا حساب ہوگا۔

یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ روز جزا کو انسان کے ایمان اور اس کے اعمال کے موافق بدلہ دے گا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی حیثیت محض ایک قانونی یا جج کی ہو بلکہ وہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے۔ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے نہ بخشے۔ وہ ہر بات پر قادر ہے۔ اس کی قدرت کے آگے سب بے بس ہیں۔ کوئی آدمی یہ حق نہیں جتا سکتا کہ میرے اعمال چونکہ نیک ہیں اس لئے مجھے ضرور بخشا جائے۔ انسان کو بہ لحظہ ہمہ تن عجز و انکسار ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں بخشش و مغفرت کا سوالی رہنا چاہیئے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ

ایمان رکھتا ہے | رسول (اس) پر | جو | اتارا گیا | طرف اس کی | سے | رب اس کا | اور | ایمان والے

ایمان رکھتا ہے رسول اس پر جو اس پر اس کے رب کی طرف سے اتارا گیا اور مومنین (بھی)

Marfat.com

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف

ہر ایمان لایا ب (پر) اللہ اور فرشتوں اس کے اور کتابیں اس کی اور رسول اس کے

ان میں سے ہر ایک ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف

نہیں تفریق کرتے ہم درمیان کوئی سے رسول اس کے

ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے

وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

اور بولے سنا ہم نے اور اطاعت کی ہم نے

اور انہوں نے کہا، ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ٢٨٥

مغفرت ہو تیری اے رب ہمارے اور طرف تیرے پلٹنا

اے ہمارے رب! تیری مغفرت چاہیے اور تیری طرف پلٹ کر جانا ہے

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط

نہیں تکلیف دیتا ہے اللہ جان مگر وسعت اس کی

اللہ نہیں تکلیف دیتا کسی جان کو مگر اس کی وسعت بھر

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

لئے اس کے جو کمایا اس نے اور پر اس کے جو کیا اس نے

اس کے لئے ہے جو (نیکی) اس نے کمائی اور اس کے خلاف (پڑتا) ہے جو (گناہ) اس نے کیا

Marfat.com

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج

اے رب ہمارے نہ پکڑ ہمیں اگر بھول جائیں ہم یا خطا کی ہم نے

اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھول گئے یا خطا کر بیٹھے

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا

اے رب ہمارے اور نہ لاد علیٰ (پر) ہمارے بوجھ مشقت

اور اے ہمارے رب! ہم پر بوجھ نہ ڈال

كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج

جیسے لادا تو نے اس کو پر جو پہلے ہمارے

جیسے تو نے ڈالا اُن پر جو ہم سے پہلے تھے

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج

اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے جو نہیں طاقت لئے ہمارے ساتھ اس کے

اے ہمارے رب! ہم سے نہ اٹھوا جس کی ہمیں طاقت نہیں

وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَاغْفِرْ لَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه

اور اُعْفُ (معاف کر) عَنْ (سے) نا (ہم) اور اِغْفِرْ (بخش) لَ (لئے) نا (ہمارے) اور اِرْحَمْ (رحم کر) نا (ہم پر)

اور ہمیں معاف کر اور ہماری مغفرت کر اور ہم پر رحم کر

Marfat.com

ع ۸ | اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (۲۸٦)

کافر	لوگ	پر	ہمارا(نا)	اُنصر (مددکر)	فَ (پس)	ہمارا	مولا	تو

تو ہمارا مولا ہے پس ہماری مدد کر کافر لوگوں کے خلاف

تفسیر آیت ۲۸۵-۲۸٦

ایمان۔ اطاعت۔ عجز و دعا

ان آیات میں تین چیزوں کی بنیادی اہمیت جتائی گئی ہے : ایمان، اطاعت اور عجز و دعا۔

(۱) **ایمان** ۔ ابتدائے ایمان کا بیان چوتھی آیت کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ کی کچھ تفسیر بھی اس میں شامل ہے۔ اس کا مطلب مختصراً یہ ہے کہ جہاں تک انبیاء علیہم السلام کی صداقت، حقانیت اور احترام کا تعلق ہے ہم ان میں تفریق نہیں کرتے۔ سب کی عزت کرتے ہیں اور ان کا نام ادب سے لیتے ہیں۔

اسلام میں یہ مُتَّفَقَّہ مسئلہ ہے کہ کسی نبی کی شان میں بھی گستاخی کرنا کفر ہے بلکہ کسی نبی کی تعریف اس انداز سے نہ کی جائے کہ دوسرے نبی کی بے ادبی کا پہلو نکلتا ہو۔

آیت کے اِس حصّہ کا ترجمہ بہت اہم ہے اس لئے اردو کے بعض ترجمے درج ذیل ہیں۔ ان کا فرق صرف الفاظ کا فرق ہے، معنی کا نہیں :

ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے رسولوں میں (شاہ عبد القادرؒ)

نہیں جادئی ڈالتے ہم درمیان کسی کے۔ (شاہ رفیع الدینؒ)

ہم کسی ایک رسول میں بھی فرق نہیں کرتے (حقانی)

(۲) **اطاعت** - ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت بھی فرض ہے - فقط ایمان کا اقرار کرکے کوئی آدمی اس وقت تک بری الذمہ نہیں ہوجاتا جب تک کہ اسلام کے سب احکام بجالانے کی پوری کوشش نہ کرے -

اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل ناممکن نہیں - اگر ایمان پختہ ہو تو ان پر آسانی سے عمل ہو سکتا ہے - اللہ تعالیٰ نے جس قدر شریعتیں بھیجیں ان میں سے کوئی ایسی نہ تھی کہ اس کی تعمیل انسانی طاقت کے دائرہ سے باہر ہوتی - البتہ یہ ضرور ہے کہ پہلی امتیں چونکہ سرکش اور رجعت باز تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقابلۃً سخت احکام بھیجے لیکن وہ احکام بھی ان کی طاقت سے بعید نہ تھے - وہ ان پر عمل کر سکتے تھے - ان پر زیادہ مشقت اس لئے ڈالی گئی کہ ان کی سرکشی ختم ہو - یہ مشقت محض تادیب کے لئے تھی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں سراپا عجز ہو جائیں -

جو قوم اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جائے اور اس کی اطاعت نہ کرے اس کے لئے طرح طرح کے مسائل اور مشکلات اٹھ کھڑی ہوتی ہیں - وہ دکھوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے - وہ جب تک اللہ تعالیٰ کے آگے سر نہ جھکائے اس کے روحانی اور دنیوی امراض بڑھتے جاتے ہیں - وہ ہزار دولت مند اور صاحب مال ہو جائے دماغ کے سکون اور دل کی راحت سے بے نصیب رہتی ہے - اس کی زندگی اس کے لئے ایک بوجھ اور عذاب بن جاتی ہے - شراب و کباب اور رقص و سرود اس بوجھ کو ہلکا نہیں کر سکتے بلکہ اور بڑھاتے ہیں - اللہ تعالیٰ کی محبت اور اطاعت ہی سے اس کا تدارک ہو سکتا ہے -

غیور اور فرض شناس قوم وہ ہے جو اپنے اندر عمل کی حرارت زندہ رکھتی ہے - دوسروں کے سہارے جی کر نہ اس دنیا میں کچھ ہاتھ آتا ہے نہ اگلی دنیا میں - ارشاد ہے - لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ یعنی ہر آدمی کو اپنے

Marfat.com

اعمال کا پھل ملے گا۔ اعمال اچھے ہوں تو پھل اچھا ہو گا اور اعمال بُرے ہوں تو پھل بھی بُرا ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب پہلی بار قریش میں دعوت اسلام کا برملا اعلان کیا تو اپنے خاندان کو پکار کر فرمایا کہ ایمان لاؤ اور اپنی اپنی نجات کی فکر کرو ورنہ میں تمہارے نفع و ضرر کا مالک نہیں۔

اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر شخص کو اس کا اپنا عقیدہ اور عمل کام آئے گا۔ یہود کہتے ہیں کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام ہمیں دوزخ سے بچا لیں گے۔ اور عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرتِ عیسیٰؑ ہماری طرف سے ہمارے گناہوں کا دکھ بھر کر کفارہ دے گئے ہیں، اب ہم خود بہ خود جنّت میں جائیں گے۔ اسلام ان عقائد کی تردید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے عمل کے سہارے جینا سیکھو۔

۳۔ عجز و دعا: مسلمان کو روا نہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی نیکی سے غافل ہو۔ آدمی چاہے کتنا ہی نیک اعمال اور بلند اخلاق کیوں نہ ہو اس کی گردن اللہ تعالیٰ کی بندگی سے نکل نہیں سکتی۔ اسے آخر دم تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سرگرم رہنا چاہیے۔ نیکی کا غرور کسی وقت دماغ میں نہ آئے بلکہ اللہ کا ہر دم شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے نیکی کی توفیق دی۔ نیکی کی قابلیت عطا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اس لئے اس کے دربار میں مزید توفیق کے لئے زبان پہ دعا جاری رہنی چاہیے یہ دعا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا سے آیت کے آخر تک ہے۔ اس دعا میں اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عرض کی جاتی ہے کہ اے اللہ! ہم اپنی طرف سے تیری اطاعت کی پوری کوشش کریں گے لیکن ہماری طاقت محدود ہے۔ ہم سے بھول چوک ہو جائے تو درگزر فرما۔ اے اللہ ہم تیرے وفادار ہیں۔ ہمارے سر تیرے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ پہلی امتوں کی طرح ہم پہ نادیدی مشقت کا بوجھ نہ رکھ اور ہمیں ایسے امتحان میں نہ ڈال جن کی ہمیں تاب نہ ہو۔ اے اللہ ہم ہزار نیکوکار ہوں پھر بھی گناہ گار ہیں۔ ہمارے گناہ معاف کر۔ اور ہم پر رحمت نازل کر۔ کفّار ہمارے خلاف کینہ سے لبریز ہیں۔ ہمیں ان بد خواہوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور طاقت دے اور ہماری مدد فرما۔

احادیث میں آیا ہے کہ دعا بہت بڑی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ ایمان بندے کی دعا سن کر خوش ہوتا ہے اور خلوصِ دل سے نکلی ہوئی دعا ضرور سنتا ہے بشرطیکہ دعا کرنے والا حرام خور نہ ہو۔

توضیح القرآن

سورۃ آلِ عمران

شیخ محمد اقبال ایم اے (عربی) ایم اے (فلسفہ) ایم اے (اسلامیات)

علمی کتاب خانہ - اردو بازار - لاہور

Marfat.com

عنوانات

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
زمزمۂ آغاز	۷	نبوت عطیۂ الٰہی ہے	۸۰
تسمیہ	۹	ولادتِ مریمؑ اور بشارتِ یحییٰؑ	۹۴
زمانۂ نزول	۱۰	حضرت مریمؑ کو اصطفا کی بشارت	۱۰۰
وفدِ نجران	۱۰	آلِ عمران کی تجمیع تاریخ صرف نزول	
مضامین	۱۰	میں ہے۔	۱۰۲
توحید	۲۰	حضرت مریم کو حضرت عیسیٰؑ کی بشارت	۱۰۵
ذاتِ الٰہی	۲۱	حضرت عیسیٰؑ کی ولادت اور حیات	۱۰۶
صفاتِ الٰہی	۲۲	حضرت عیسیٰؑ کے معجزات	۱۱۲
محکمات و متشابہات	۳۱	حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات	۱۱۴
اللہ کی مدد	۳۶	حواری	۱۱۶
انعامِ آخرت کے حقدار کون ہیں	۴۲	یہود کی سازش کو شکست	۱۱۷
اللہ تعالیٰ کا نظامِ عدل	۴۴	حضرت عیسیٰؑ کا رفعِ جسمانی	۱۲۰
دین میں خود پرستی کی ممانعت	۴۹	حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی	
دینِ اسلام کی اہمیت	۵۱	پیدائش کی مثال یکساں ہے	۱۲۲
یہود کی سنگدلی	۵۵	مباہلہ کی دعوت	۱۲۶
یہود کا تورات سے تکبّر	۵۸	توحید کی عملی تعبیر	۱۳۱
کفار مغلوب اور مومنین غالب ہوں گے	۶۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا	
غیر مسلموں سے ولایت کی ممانعت	۶۶	تاریخِ نبوت میں مقام	۱۳۲
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی		حق پوشی کی ممانعت	۱۳۷
اور اہمیتِ حدیث	۷۲	یہود کی فریب کاری	۱۴۰

یہود کی بد دیانتی	۱۴۶
ایفائے عہد کی اہمیت	۱۴۷
کسی نبی نے اپنی بندگی نہیں کرائی	۱۵۰
ایمان (قسمیں)	۱۵۸
سب انبیاء نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے تھے۔	۱۶۴
دشمنانِ حق عذاب میں گرفتار ہوں گے۔	۱۶۸
مالی ایثار کا کمال	۱۷۰
شریعتِ اسلام برحق ہے	۱۷۳
کعبہ اولین عبادت گاہ ہے	۱۷۸
تقویٰ	۱۸۰
ملی اتحاد	۱۸۳
امر بالمعروف ونہی عن المنکر	۱۹۳
اہلِ ایمان کی آبرومندی اور کفار کی رسوائی	۲۰۶
امتِ مسلمہ اور فریضۂ امامت	۲۱۱
غیر مسلموں سے مایوسی کی ممانعت	۲۱۴
اعمال کا مدار نیت پر ہے	۲۱۶
جنگِ احد	۲۲۱
امرِ الٰہی میں کوئی شریک نہیں	۲۴۱
سود کی حرمت	۲۴۳
احسان	۲۴۹
توبہ	۲۵۰
سرکشوں کا انجام	۲۵۳
جہاد میں آزمائش ہے (۱)	۲۵۷
جہاد	۲۵۸
موت کے خوف سے جہاد ترک نہ کرو۔	۲۶۸
مجاہدین کی استقامت	۲۷۱
کفار کی مرعوبیت	۲۷۴
برتری استقامت سے مشروط ہے	۲۷۷
تنازع اور دنیا طلبی کے نقصانات	۲۸۳
موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے۔	۲۸۷
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلقِ عظیم	۲۹۰
حسنِ خلق	۲۹۱
عفو	۲۹۲
شوریٰ	۲۹۴
توکل	۲۹۵
دیانت داری	۳۰۰
فرائضِ نبوت	۳۰۲
جہاد میں آزمائش ہے (۲)	۳۰۸
شہداء کی زندگی	۳۱۱

Marfat.com

جہاد کی فضیلت	۳۱۲	یہود کی کٹھ حجتی	۳۳۱
لشکرِ قریش کا تعاقب اور صحابۂ کرام کا توکل	۳۱۶	عزم و ہمت کی تلقین	۳۳۵
کفار کی تگ و دَو عذاب کی تیاری ہے۔	۳۲۰	حق پوشی کی ممانعت	۳۳۸
منافقین کا کردار اور ان سے احتراز	۳۲۲	اصحابِ خرد کا اقرار و استغفار اور اللہ تعالیٰ کا ان سے عہد	۳۴۴
بخل کی تباہیاں	۳۲۶	ذکر و فکر (التفکر فی الخلق)	۳۴۵
یہود کا دل آزاری کرنا	۳۲۹	کفار کی شوکت ملمع کاری ہے	۳۴۹
		دلِ بیدار اور اصلاحِ کار	۳۵۱

زمزمۂ آغاز

یہ کس کے در پہ تمنا کے کارواں کے ٹھہرے
خوشا نصیب کہ ٹھہرے تو ہم کہاں ٹھہرے

دو اشک نذر کیے، مسکرا کے فرمایا
ہماری یاد ترے دل کی پاسباں ٹھہرے

شۂ مدینہ فرنگی ہوا ہے باطن سوز!
پناہِ پیر و جواں تیرا آستاں ٹھہرے

تری تلاش میں پھرتے رہے صبا کی طرح
قدم رکے نہ کہیں زیرِ آسماں ٹھہرے

ہمارے دل میں تصور ترا فروزاں ہے
ہمارے در پہ نہ کیوں آج کہکشاں ٹھہرے

ہمارا داغِ جگر عشق کا نشاں ہو جائے
ہمارا حرفِ جنوں زیست کا بیاں ٹھہرے

ہمارا رازِ نہاں شعلۂ عیاں بن جائے
ہمارا سوزِ سخن آتشِ رواں ٹھہرے

جو تیرے نام پہ مٹ جائے کامراں ٹھہرے
جو تیری آن پہ کٹ جائے جاوداں ٹھہرے

Marfat.com

کلی کے دوش سے گزرے ہیں ہم مثالِ نسیم
ترے عدو کے مگر دل پہ ہم گراں ٹھہرے

عجب ہے دردِ جگر، اس پہ اختیار نہیں
کبھی یہ نغمہ بنے اور کبھی فغاں ٹھہرے

نہ ذکر غیروں میں تھا اور نہ یاروں میں مذکور
ہوئے ہیں جانِ سخن، ترے نغمہ خواں ٹھہرے

خدا کے دوست کا سیرت نگار ہے اقبال
وہ دوست جو کہ خدائی کا مہرباں ٹھہرے

سورۃ آلِ عمران

تعارف

تسمیہ اس سورت میں آلِ عمران کا ذکر ہے۔ عمران حضرتِ مریمؑ کے والد کا نام تھا۔ وہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السّلام کے نانا تھے۔
سورت میں اولادِ عمران میں سے صرف حضرتِ مریم اور حضرتِ عیسیٰؑ کا ذکر آیا ہے۔ چوں کہ عیسائیوں میں ایک بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ حضرتِ عیسیٰؑ (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے ہیں اس لیے اُن کا آلِ عمران میں شمار کرکے اس عقیدہ کی نفی کردی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ بعض لوگ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے اور حیران ہوتے ہیں کہ ایک انسان باپ کے بغیر کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ان کے نانا عمران کی آل میں شمار کرکے یہ بتادیا کہ اُن کا کوئی باپ دادا نہ تھا۔ جو لوگ یوسف نجار کو حضرتِ عیسیٰؑ کا باپ کہتے ہیں ان کی تردید کے لیے منجملہ دیگر دلیلوں کے یہ بھی ایک زبردست دلیل ہے۔

اس سورت میں آلِ عمران کے لفظ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے سورت کا یہی نام ہوا۔

Marfat.com

حضرت مریم کے والد عمران حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی نسل سے تھے۔ بعض علماء عمران کے والد کا نام آشیم[1] بن آمون اور بعض ماثان بتاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام بھی عمران تھا لیکن اس سورت میں وہ مراد نہیں۔

زمانۂ نزول یہ سورۃ مدنی ہے۔ اس کی صرف ایک آیت لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ ...... مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۱۸۶) مکی ہے (خازن)

سورت کا پہلا حصّہ یعنی اسّی نوّے آیات وفدِ نجران کے بارے میں ہیں جو ہجرت کے نویں برس آیا تھا۔ اگلی آیات بدر اور اُحد کی جنگوں کے بعد نازل ہوئیں۔

وفدِ نجران نجران کے علاقے میں عیسائیوں کی بہت آبادی تھی۔ جب مکہ فتح ہوا اور عرب کے لوگ جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگے تو نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد بھی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا۔ یہ لوگ اسلام قبول کرنے کی نیّت سے نہیں آئے تھے۔ اسلام کی سلطنت چونکہ سارے عرب پر چھا رہی تھی اس لئے انہوں نے پیش بینی کی اور عہد نامۂ اطاعت طے کرنے کے لئے چلے آئے۔

اس وفد میں ساٹھ شہسوار تھے جن میں چودہ رؤساء تھے۔ امیرِ وفد کا نام عبد المسیح تھا۔ ان کے ہمراہ ابو حارثہ بن علقمہ اُسقف یعنی بڑا پادری بھی تھا جس کو یورپ کے عیسائی بادشاہ بہت تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

وفد کے قائدین نے جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مباحثہ کیا۔ آخر حضورؐ نے مباہلہ کی دعوت دی۔ یہ لوگ ہمت ہار گئے اور جزیہ پر عہد نامہ طے کر کے وطن روانہ ہوئے۔

مضامین سورۃ کے پہلے حصّہ میں غیر مسلموں بالخصوص اہلِ کتاب کے عقائد اور ان کی اخلاقی حالت کا مختصر سا جائزہ ہے۔ اس کے بعد اہلِ اسلام کو بتایا گیا ہے کہ غیر مسلموں سے تعلقات نہ بڑھائیں۔

---

[1] یا آشم

Marifat.com

آخری حصہ میں انہیں دینی حمیّت اور جذبۂ حریّت کا درس دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں بدر و اُحد کے جستہ جستہ واقعات کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ مضامین کا مختصر تجزیہ درج ذیل ہے:

اہلِ کتاب کے عقائد اور اُن کا کردار یہود کا مدینہ اور اس کے آس پاس بہت زور تھا۔ وہ مذہبی تفوّق اور نسبی تقدّس کے بڑے مدعی تھے۔ اس لئے سورۃ ہٰذا میں ان کے عقائد کا خصوصی تذکرہ آیا ہے۔ اُن کے کردار کا بھی جا بجا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں نصاریٰ کے اخلاق پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

اہلِ کتاب کے لئے دلائل اہلِ کتاب کو اسلام کی تبلیغ کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں اُن کو مختصراً درج ذیل دلائل پیش کئے گئے ہیں۔

(۱) تورات، انجیل اور قرآن کا ایک ہی سرچشمہ ہے یعنی وحیِ الٰہی۔ قرآنِ حکیم اصولی لحاظ سے تورات اور انجیل کی تردید نہیں کرتا، ان کی بنیادی تعلیمات کی حفاظت کا ضامن ہے۔ تورات اور انجیل اصل حالت میں موجود نہیں۔ اس لئے عقائد کے سلسلہ میں اس وقت فرقان یعنی فیصلہ کن چیز قرآنِ حکیم ہے۔

(۲) اہلِ کتاب کا کہنا ہے کہ ہم شرک کے مخالف ہیں۔ اُن سے ارشاد ہے کہ آؤ توحید کی عملی تعبیر پیش کریں۔ اللہ کے سوا کسی کے آگے سر نہ جھکائیں اور اسی کو خالق و مالک جانیں۔

(۳) اہلِ کتاب کو حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا دعویٰ ہے۔ یہی دعویٰ اہلِ اسلام کا بھی ہے۔ اس کا فیصلہ صرف اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ آج ان کے دین کا صحیح معنی میں کون پیرو ہے۔ اس مقصد کے لئے یہ دیکھنا ہے کہ ان کی بتائی ہوئی خالص توحید کے تصوّر کو کس نے سنبھال رکھا ہے اور کون

Marfat.com

لوگ ان کے شعائر مثلاً کعبہ اور حج وغیرہ کے قائل ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا اور دائمی دین صرف اسلام ہے۔ یہ دین آدم کے وقت سے چلا آتا ہے۔ سب انبیاء علیہم السّلام اسی دین کے پیرو تھے اسلام اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری سکھاتا ہے۔ یہ دین فطرت ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو آخری اور کامل صورت میں پیش کیا۔

(۵) سب کو مر کر اللہ تعالیٰ کے آگے پیش ہونا ہے۔ آخرت کا دن اٹل ہے دنیا کی رعنائیاں عارضی ہیں۔ دل کو مال و دولت کی محبّت اور قبیلہ و وطن کے تعصّب سے آزاد کر کے حق کی تلاش کرنی چاہیے۔ اسی صورت میں صحیح راہ نظر آ سکتی ہے۔

اہلِ اسلام کو نصائح

سورت میں جگہ جگہ اہل اسلام کو اسلام پر پختہ رہنے کی تلقین ہے۔ مثلاً

(۱) **اللہ تعالیٰ کی اطاعت**: اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب گار رہو۔ تقویٰ رکھو۔ سستی اور غفلت نہ کرو۔

(۲) **سنّتِ نبوی کی پیروی**: اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اطاعت کے لیے کوشاں رہو۔ حضورؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

(۳) **محکمات و متشابہات**: قرآنِ حکیم کی متشابہ آیات اور محکم آیات میں تفریق نہ کرو۔ محکم آیات ہی قرآن کی جڑ اور اصل ہیں۔ متشابہات کے معانی ان سے وابستہ ہیں۔ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑنا الٹی ذہنیت کا کام ہے۔

(۴) **منافقت سے احتراز**: اطاعت کا حق صرف زبان سے ادا نہیں ہوتا، عمل بھی لازم ہے۔ اسلام کے دل و جان اور قول و عمل سے تابع رہو۔

(۵) **دین پر پختگی**: اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اس

رفت کو قطعاً ڈھیلا نہ پڑنے دو۔ دین پر پختہ رہو۔

(۶) اتحاد : ایک ہو کر رہو۔ اتحاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ سب مسلمانوں کی ایک برادری ہے۔

(۷) امر بالمعروف و نہی عن المنکر : نیک ہو کر رہو اور نیکی پھیلاؤ۔ دنیا کی امامت اور رہنمائی کے لئے آئے ہو۔ اس منصب کا تقاضا ہے کہ نیکی کی تبلیغ کرو اور برائی کے قلع و قمع میں کوشاں رہو۔ تم نے اگر منصب امامت کا حق ادا کر دیا تو تم دنیا کی بہترین امت ہو گے۔

(۸) مالی ایثار : مال و دولت کے جال میں پھنس کر نہ رہو۔ اس جال کا ایک ایک پھندا توڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانی کے بغیر چارہ نہیں۔ بخل کے ہاتھوں اقوام اور افراد تباہ ہوتے ہیں اور سخاوت کے طفیل آباد و شاداب۔ مالی ایثار کا کمال یہ ہے کہ ان چیزوں کو خرچ کرو جو تمہارے دل کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔

(۹) سود کی حرمت : سود مالی ایثار کے منافی ہے اس لئے حرام ہے۔ سود کھانا کافروں کا شعار ہے۔ اس سے دور رہو۔

(۱۰) غیر مسلموں سے ولایت کا انتزاع : ولایت قلبی تعلق کو کہتے ہیں۔ مسلمان کو چونکہ کسی سے کینہ رکھنے کی اجازت نہیں اس لئے وہ اکثر غیروں کے پھندے میں آ جاتا ہے اور غیر مسلموں پر دل کے راز کھول دیتا ہے۔ غیر مسلم کبھی مسلمانوں کے خیر اندیش نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ان سے قلبی تعلق قائم رکھنے کی ممانعت ہے ورنہ وہ اپنے ساحرانہ انداز سے تمہارے دلوں میں اس طرح گھر کر لیں گے کہ تمہارے ایمان پر بھی اثر انداز ہونے لگیں گے اور کوشش کریں گے کہ تم اسلام سے رشتہ توڑ دو۔

(۱۰) ایفائے عہد : غیر مسلموں سے قلبی تعلق نہ رکھنے سے مراد یہ نہیں کہ ان سے فریب کرو۔ اسلام فریب کاری کا روادار نہیں غیر مسلموں سے

Marfat.com

دنیوی تعلقات بہرحال قائم رہیں گے۔ اس سلسلہ میں اُن سے معاہدے بھی طے ہوں گے بشرطیکہ وہ اسلامی روح کے خلاف نہ ہوں اور ولایت کے دائرہ میں نہ آتے ہوں۔ ان معاہدوں کو نباہنا ازبس لازم ہے۔

(۱۱) **جہاد**: سورتِ ہٰذا میں جہاد کی نہایت بصیرت افروز تلقین ہے اس سلسلہ میں بدر و اُحد کے بعض واقعات سے سبق دلایا گیا ہے۔

اہلِ اسلام کو ظاہری اور باطنی دشمنوں سے خبردار رہنا چاہیے۔ ان کے مقابلہ کے لئے ہمیشہ مُستعد رہیں۔

جہاد اٹل ہے۔ اس سے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے۔ اسی سے منافقوں کی قلعی کھل جاتی ہے اور اہلِ ایمان کی شان ابھرتی اور نکھرتی ہے۔

بُزدلی حرام ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے (۱۷۵) دشمن طاقت بہ ظاہر کتنی ہی زیادہ ہو ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ شکست سے بد دل نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا طریق یہ ہے کہ وہ حالتیں بدلتا رہتا ہے۔ ہمیشہ فتح نہیں دلواتا ورنہ آزمائش کیسے ہوتی؟ صحابۂ کرام رض میں سے بھی بعض افراد نے اُحد کے میدان میں شکست اٹھائی لیکن ان کا عزم پھر بحال ہوا اور دشمن کی ہمت ٹوٹ گئی (۱۵۱)

اہلِ ایمان پر بارہا نشیب و فراز آئے تاہم انہوں نے امید کا دامن نہ چھوڑا۔ کبھی نقصان اٹھانا پڑا تو اپنی کوتاہی پر نادم ہوئے اور اللہ کی جناب میں استغفار کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

موت کا وقت مقرر ہے (۱۴۵) آدمی ہزار چھپ کر بیٹھے آخر موت کی آغوش میں جانا ہے (۱۵۶) پھر کیوں نہ شہادت کی موت مرے اور شہداء کی طرح مر کر بھی زندہ رہے (۱۶۹-۱۷۱)

دولت کی بندگی نہ کرو۔ شہادت دولت سے بہتر ہے۔ اگر دنیا سے دل لگا رکھوگے تو بُزدل ہو جاؤ گے اور مغلوب رہو گے۔

Marfat.com

کوئی تعجب نہیں کہ تمہاری صفوں میں منافقوں کا بھی وجود ہو۔ یہ بے دین لوگ بہنگامِ جنگ بھاگ اٹھیں تو ہمت نہ ہارو اور ان کی مدد سے بے نیاز رہو (۱۶۷)

(۱۲) دعا: آخری آیات میں دعا اور استغفار کی تلقین ہے۔ آدمی ہزار نیک عمل کرے جنّت آخر ربّ کریم کی رحمت ہی سے ملتی ہے اس لئے کوئی آدمی اعمال پر نازاں نہ ہو۔ ہر وقت اللہ کو یاد کرتا رہے اور اس کی بارگاہ میں معافی اور رحمت کی دعا مانگتا رہے۔ دعا مانگنا فی نفسہٖ بہت بڑی عبادت ہے بلکہ سب عبادتوں کی روح ہے ؛

Marfat.com

Marfat.com

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

الٓمّٓ ①	اللّٰهُ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	
الف۔ لام۔ میم	اللہ	نہیں	معبود	سوا	وہ	

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے

الْحَیُّ	الْقَیُّوْمُ ②
زندہ	نظام قائم کرنے والا

(جو) زندہ ہے، نظام قائم کرنے والا ہے

الٓمّٓ : الف۔ لام۔ میم

یہ حروف مقطعات ہیں۔ یہ مُتشابہات میں سے ہیں۔ ان کے معانی کی گہرائی میں جستجو کرنا ممنوع ہے۔ جو معانی پہلی نظر میں یا آسانی سے معلوم ہو جائیں ان کا

حرج نہیں بشرطیکہ محکم آیات کے منافی نہ ہوں۔

حروفِ مقطعات کے معنی کے بارے میں کوئی احادیث نہیں ملتیں۔ صحابہ کرامؓ نے ان کی بابت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کبھی پوچھا ہی نہیں اور نہ حضورؐ نے از خود بتایا۔

الٓمّٓ کے بارے میں ایک خیال یہ ہے کہ یہ انا اللہ اعلم کا مخفف ہے الف انا کے، لام اللہ کے لئے اور میم اعلم کے لئے آیا ہے۔

نَزَّلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ

اتاری اس نے	اوپر	تیرے	کتاب	ساتھ	حق

اس نے آپؐ پر کتاب اُتاری حق کے ساتھ

نَزَلَ اترا نَزَّلَ اتارا اَنۡزَلَ اتارا

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ

تصدیق کرنے والی	لئے	جو	آگے	اس کے

تصدیق کرتی ہوئی اس وحی کی جو اس سے آگے آئی تھی

وَاَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ ﴿۳﴾

اور	اتاری اس نے	تورات	اور	انجیل

اور اس نے اتاری تورات اور انجیل

بَیۡنَ یَدَیۡ آگے، سامنے، پہلے

Marfat.com

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ

سے پہلے (پہلے) ہدایت لِ (لئے) لوگ اور اتارا فرقان

اس سے قبل لوگوں کے لئے بطور ہدایت اور اتارا فرقان

مِنْ قَبْلُ کے لغوی معنی تو ہیں "قبل سے" لیکن محاورہ میں اس کے معنی صرف قبل ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ

یقیناً جنہوں نے انکار کیا ۔ آیتیں اللہ کی

یقیناً جن لوگوں نے اللہ کی آیات سے انکار کیا

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ④

لئے ان کے عذاب سخت. اور اللہ غلبہ والا انتقام والا

ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ اور اللہ غلبہ والا ہے، انتقام والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ

یقیناً اللہ نہیں پوشیدہ رہتا اُس پر کچھ

یقیناً اللہ پر کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہتا

فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ⑤ هُوَ

میں زمین اور نہ میں بلندی وہ

زمین میں اور نہ بلندی میں وہی

Marfat.com

الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ

جو | صورت بناتا ہے | تمہاری | میں | بچہ دانیاں

ہے جو بچہ دانیوں میں تمہاری صورت بناتا ہے

کَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

جیسے | وہ چاہتا ہے | نہیں | معبود | سوائے | وہ

جیسے چاہتا ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے

الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۶﴾

غلبہ والا | حکمت والا

غلبہ والا ، حکمت والا

خَفِیَ پوشیدہ ہوا یَخْفٰی پوشیدہ ہوتا ہے صَوَّرَ صورت گری کی۔
یُصَوِّرُ صورت گری کرتا ہے۔ اَرْحَامٌ جمع ہے رَحِمٌ یا رِحْمٌ بچہ دانی کا۔
شَاءَ اس نے چاہا یَشَآءُ وہ چاہتا ہے۔

تفسیر آیت ۱ ـــ ۶

توحید

آیتِ زیرِ نظر کے پہلے حصہ میں توحید کا غیر مبہم اعلان ہے۔ دوسرے میں الحیّ اور القیوم کے دو لفظ اللہ تعالیٰ کی دو ایسی صفات کا پتہ دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ازلی و ابدی اور لم یزل اور لایزال ہونے کی گواہ ہیں۔

معنی و مفہوم۔ لغت میں توحید کے معنی ہیں، کسی چیز کو ایک جاننا اور ماننا۔

Marfat.com

شرع میں توحید سے مراد ہے:

اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں یکتا ماننا۔

یعنی دل سے تسلیم کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح نہ اور کسی کی ذات ہے اور نہ اس کی صفات کی سی کسی اور کی صفات۔ اس کی ذات میں کوئی شریک یا حصہ دار نہیں۔ بہ الفاظِ دیگر:

وہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ہے۔ کسی اور کی اگر کوئی ہستی ہے یا وہ کوئی صفت رکھتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا ہی عطیہ ہے۔ وہ خالق ہے اور کائنات اس کی مخلوق ہے۔ مخلوق کی ذات و صفات عارضی و فانی ہیں اور ہر دم تغیر کی زد میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ تغیّر و تبدّل ہے، نہ اس کو زوال اور نہ زیاں ہے۔ اس کی ذات و صفات کی نہ حد ہے نہ کنارہ۔

اللہ تعالیٰ کو ذات میں یکتا ماننے کو توحید فی الذات اور صفات میں یکتا ماننے کو توحید فی الصفات کہتے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ توحید فی العبادت ہے یعنی جس کی ذات و صفات کا یہ عالم ہو کہ ہر چیز اس کے سامنے ہیچ اور بے مقدار ہے اور اپنی حیات کے لئے اُسی کی محتاج ہے اس کے سوا عبادت کے لائق اور کون ہو سکتا ہے۔ لہٰذا غیرُ اللہ کو سجدہ حرام ہے۔

ذاتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کی ذات سے کیا مراد ہے؟ اس کا دو ٹوک اور حتمی جواب محال ہے۔ قرآن میں آیا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ یعنی اس کے مانند کوئی چیز نہیں۔ ہمارا تجربہ اور مشاہدہ اس کے سامنے عاجز ہیں۔ کائنات کی کوئی چیز اس سے مشابہت نہیں رکھتی۔ مادی اشیاء میں جوہر بھی ہوتا ہے اور عرض بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نہ جوہر ہے، نہ عرض۔

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا وجود زمان و مکان کی حدود میں گھرا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات زمان و مکان ہر دو سے وراء ہے۔

اللہ تعالیٰ کائنات کا نور ہے لیکن یہ نور اس نور سے جداگانہ ہے جو سورج

Marfat.com

کی کرن یا بجلی کی چمک میں جھلک رہا ہے۔ اس نور کی حقیقت الفاظ میں نہیں سما سکتی اور نہ استعاروں میں بیان ہو سکتی ہے۔

صفاتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کی صفات کی کوئی حد یا کنارہ نہیں۔ اگر سب سمندروں کا پانی دو چند ہو کر بھی سیاہی میں تبدیل ہو جائے اور سب درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور کوئی لکھتا چلا جائے یہاں تک کہ کل سیاہی خرچ ہو جائے اور سب قلمیں گھس کر رہ جائیں تو جب بھی اس کی صفات کا شمار نہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی صفات بھی ہمارے حواس اور افکار کی دسترس سے وَرا ہیں۔ وہ بصیر ہے لیکن اس کی بصارت ہماری بصارت کی سی نہیں۔ وہ سنتا ہے لیکن اس کی شنوائی سے ہماری شنوائی کو کوئی مشابہت نہیں۔ یہی کیفیت اس کی دیگر صفات کی ہے۔

انسان کی دنیا مجاز کی دنیا ہے، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مشاہدہ بھی مجاز کے محدود آئینہ ہی میں کر سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسان کے ذہن اور حواس کی مناسبت سے قرآن حکیم میں اپنی وہی صفات بیان کی ہیں جن سے انسانی فہم کو بقدرِ ضرورت آگاہی اور اطمینان حاصل ہو سکے۔ ان صفات کی نشان دہی عموماً ان اسماء سے ہوتی ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو موسوم فرمایا ہے۔ یوں تو ان اسماء کی تعداد بہت ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان میں سے ننانوے ایسے نام ایک ترتیب سے بیان فرما دیے ہیں جن میں کامل جامعیت ہے۔ ان میں ایک نام ذاتی ہے یعنی اللہ اور باقی اٹھانوے نام صفاتی ہیں۔ ان ناموں کی روشنی میں ہم اپنی بساط کے بموجب اللہ تعالیٰ کے حسن کا جلوہ دیکھ سکتے ہیں، لہٰذا ان کو اسمائے حُسنیٰ یعنی حُسن والے نام کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے باقی نام بھی اسمائے حُسنیٰ ہیں لیکن ننانوے ناموں کو حدیثِ نبوی میں یکجا مرتب ہو کر جو خصوصیت حاصل ہو گئی ہے اس کے پیشِ نظر خاص و عام میں اسمائے حُسنیٰ انہی کو کہا جانے لگا۔ ان میں سے بعض اسماء یہ ہیں:

رحمٰن، رحیم، خالق، مُصَوِّر، غَفّار

قہّار، وہّاب، رزّاق، علیم، سمیع،
بصیر، عظیم، جلیل، کریم، حکیم،
صمد، قادر، رءوف وغیرہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اسمائے حُسنیٰ کے بارے میں فرمایا ہے، مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ مراد یہ کہ جس نے ان اسماء کو اپنے دل و دماغ میں بسالیا وہ جنّت میں داخل ہوا۔ اس ارشاد میں یہ تلقین ہے کہ ان پر ایمان لایا جائے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ ان کی روشنی میں کیا جائے اور اپنے اخلاق میں ان کا پرتو اتارا جائے۔

آیت زیر نظر میں اللہ تعالیٰ کی دو صفات یعنی یہ کہ وہ حیّ اور قیوم ہے بنیادی طور پر بیان ہوئی ہیں اور ان کے ضمن میں چند دیگر صفات بھی آئی ہیں جیسا کہ سطورِ ذیل سے ظاہر ہوگا۔

(۱) وہ حَیّ ہے۔ یعنی دائم اور باقی ہے۔ اس پر موت واقع نہیں ہوسکتی، وہ لافنا ہے۔

(۲) وہ قیُّوم ہے۔ قیّوم اُسے کہتے ہیں جو خود قائم ولازوال ہو اور دوسروں کو بھی قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا قیّوم ہے یعنی اس کا نظام سنبھالے ہوئے ہے۔

قیّومیت کے ضمن میں وہ ھادی بھی ہے یعنی مخلوق کی مادی اور روحانی ہدایت کا سلسلۂ کار اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی ہدایت سے جو شخص بغاوت کرنا چاہے اسے جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ عزیز یعنی غلبہ والا اور ذوانتقام یعنی سزا دینے والا ہے: اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اس کی قدرت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے، یہاں تک کہ ماں کے پیٹ میں بچہ بھی اُسی مُصَوِّر کی صورت گری کا مرہون ہے۔ الغرض وہ الحکیم یعنی لاشریک حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مادی نظام ہی نہیں سنبھال رکھا بلکہ روحانی نظام کو بھی قائم کیے ہوئے ہے۔ بچہ اپنی پیدائش سے ہی جبلّی صلاحیتیں ساتھ لاتا ہے۔ بھوک لگنے پر روتا ہے۔ ماں چھاتی سے لگاتی ہے تو دودھ پینے لگتا ہے۔ یہ باتیں اُسے کس سکھائیں؟ اللہ نے۔ اللہ تعالیٰ پیدائش سے لے کر موت تک جبلّی اور روحانی ہدایت کے سامان کرتا ہے۔ انسان کے دل میں توحید کا طبعی احساس پیدا کرتا ہے اور اسے صفائی پسند ضمیر دیتا ہے۔ لیکن توحید کے اس احساس اور ضمیر کی صفائی میں اکثر دنیا کے زنگار سے فرق آجاتا ہے۔ اس لئے اللہ نے مزید رہنمائی کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے۔ اُنہیں الہامی کتابیں دیں۔ تورات، انجیل اور قرآن ان میں سب سے آخری ہیں۔ تورات اور انجیل کی شریعتیں چونکہ دائمی نہ تھیں اس لئے محفوظ نہ رہ سکیں۔ قرآن آخری کتاب ہے لہٰذا آج تک محفوظ ہے۔

کُل انسانوں کی فطرت ایک سی ہے اس لئے ان کی ہدایت کے بنیادی اصول بھی یکساں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان بنیادی اصولوں کی تبلیغ کرتے رہے۔ جو نبی بھی آیا اس نے پہلے انبیاء کی تعلیمات کی نفی نہ کی، بلکہ اس کے بتلائے ہوئے بنیادی اصولوں کو محفوظ رکھا البتہ وقتی اور مقامی تغیرات سے شریعتوں میں فرق آتا رہا۔

قرآن حکیم میں سابقہ اَدیان کی بنیادی تعلیمات محفوظ ہیں۔ وہ تورات اور انجیل کی تردید نہیں کرتا بلکہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ اصل کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سلسلۂ ہدایت کی زرّیں کڑیاں تھیں۔

قرآنِ حکیم نے سابقہ کتابوں کی بنیادی تعلیمات محفوظ کر لیں۔ لیکن یہ کتابیں خود اپنی اصل حالت پر قائم نہ رہ سکیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ تورات و انجیل کی کونسی تعلیمات ان میں محفوظ ہیں۔ اس غرض کے لئے قرآن حکیم کسوٹی کا کام دے گا۔ جو تعلیمات اس کے موافق ہیں وہی قابلِ عمل ہیں۔ قرآنِ حکیم فرقان ہے۔ فرقان کے معنی ہیں فرق کرنے والا یعنی حق و باطل اور صدق و کذب کو الگ الگ کر دکھانے والا۔ تورات و انجیل کے مضامین کے لئے قرآن نہ صرف مصدِّق یعنی

Marfat.com

تصدیق کرنے والا ہے بلکہ فُرقان بھی ہے۔

کائنات کا مادی اور روحانی نظام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ کائنات پہ ایک نگاہ ڈالی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی یکتا ہستی کی تخلیق ہے۔ ورنہ اس میں یہ وحدت، توازن، ہم آہنگی اور دوام نہ ہوتا۔ اس کا تار و پود از خود بکھر چکا ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ زمین کا ذرّہ ذرّہ اس کے علم میں ہے۔ اس کا علم اور قدرت ہر شے پر حاوی ہے۔ لہٰذا اس نظام میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ اس کی حکمت اور غلبہ کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ انسان ماں کے شکم میں بھی اس کی دسترس سے آزاد نہیں۔ وہ جیسے چاہے صورت گری کرتا ہے۔ چاہے تو صورت سنوار دے اور چاہے تو بگاڑ دے۔

روحانی نظام بھی اللہ تعالیٰ کی یکتائی کا مرہُونِ منّت ہے۔ اسی نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ الہامی کتابیں بھی اسی نے ارسال کیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصولی لحاظ سے ان میں کوئی اختلاف نہیں۔

هُوَ	الَّذِيٓ	اَنۡزَلَ	عَلَيۡكَ		الۡكِتٰبَ
وہ	جو	اتاری اُس نے	اوپر	تیرے	کتاب

وہی ہے جس نے (اے نبیؐ) آپؐ پر کتاب اتاری

مِنۡهُ	اٰيٰتٌ		مُّحۡكَمٰتٌ
سے	وہ	آیات	محکم

اس میں سے (بعض) محکم آیات ہیں

هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ

وہ جڑ۔ اصل کتاب اور دیگر متشابہات

وہ کتاب کی اصل ہیں اور دیگر متشابہ ہیں

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ

تو سو جو میں دل ان کے کجی (ٹیڑھ)

تو سو جن کے دلوں میں کجی ہے

فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

تو وہ اتباع (پیروی) کرتے ہیں جو متشابہ ہوا سے وہ (اس سے)

تو وہ اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں جو اس (میں) سے متشابہ ہوا

ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ ؐ — وقف النبی علیہ السلام

طلب گمراہ کرنا اور طلب تاویل اس کی

گمراہ کرنے کی طلب میں اور اس کی تاویل کی طلب میں

وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ — وقف منزل / وقف لازم

اور نہیں جانتا ہے تاویل اس کی سوائے اللہ

اور اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے

وَ الرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ

اور پختہ کار ہیں علم

اور جو علم میں پختہ ہیں

يَقُولُونَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ

کہتے ہیں وہ ایمان لائے ہم ساتھ اس کے سب سے پاس رب ہمارا

وہ کہتے ہیں، ہم اس پر ایمان لائے (یہ) سب اللہ کے پاس سے ہے

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

اور نہیں نصیحت پکڑتا ہے مگر والے عقلیں

اور صرف اصحاب عقل نصیحت قبول کرتے ہیں۔

اُخَر جمع ہے اُخْرٰی کی۔ فَاَمَّا مرکب ہے فَ (تو) اور اَمَّا (سو) قُلُوْبِهِمْ مرکب ہے قُلُوْب (دل) اور هِمْ (وہ) سے یعنی اُن کے دل۔ اِتَّبَعَ اس نے اتباع کیا یَتَّبِعُ وہ اتباع کرتا ہے۔ يَتَّبِعُوْنَ وہ اتباع کرتے ہیں۔ پیروی کرتے ہیں۔ فَتَنَ فریب دیا، بہکایا، پھیرا، گمراہ کیا۔ فِتْنَة آزمائش، فساد، رُکاوٹ، گمراہی، عذاب، سزا اٰمَنَ وہ ایمان لایا اٰمَنَّا ہم ایمان لائے۔ ذَكَرَ اس نے یاد کیا۔ ذَكَّرَ اس نے یاد دلایا، سمجھایا، نصیحت کی تَذَكَّرَ اس نے یاد کیا، سمجھا، نصیحت پکڑی۔ يَذَّكَّرُ دراصل يَتَذَكَّرُ ہے وہ نصیحت پکڑتا ہے۔ اُولُوْ (والے) یہ ذَوُوْ (جمع ذُوْ) کی جگہ آتا ہے۔ اَلْبَاب جمع ہے لُبّ (عقل) کی۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ

اے رب ہمارے نہ ٹیڑھا کر دل ہمارے بعد جب

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر جب

Marfat.com

هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا

ہدایت دی تونے ہمیں اور عطا کر لئے ہمارے

تو ہمیں ہدایت دے چکا اور ہمیں عطا کر

مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ

سے پاس تیرے رحمت یقیناً تو

اپنے پاس سے رحمت یقیناً تو

اَنْتَ الْوَهَّابُ ⑧ رَبَّنَآ اِنَّكَ

تُو عطا کرنے والا اے رب ہمارے یقیناً تو

عطا کرنے والا ہے اے ہمارے رب! یقیناً تو

جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ

جمع کرنے والا لوگ لئے دن نہیں شک اس میں

یک جا کرنے والا ہے لوگوں کو اس دن جس میں شک نہیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ⑨ ع ۹/۹

یقیناً اللہ نہیں منسوخ کرتا عہد

یقیناً اللہ عہد منسوخ نہیں کرتا

زَاغَ ٹیڑھا ہوا اَزَاغَ اُس نے ٹیڑھا کیا یُزِیْغُ وہ ٹیڑھا کرتا ہے لَا تُزِغْ ٹیڑھا نہ کر۔ هَدٰی اُس نے ہدایت دی هَدَیْتَ تُونے ہدایت دی۔ وَهَبَ اس نے عطا کیا۔ يَهَبُ عطا کرتا ہے هَبْ عطا کر وَهَّاب بہت بخشنے والا

Marfat.com

مِن لَّدُنكَ دراصل ہے: مِنْ (سے) لَدُنْ (پاس) كَ (تیرے) یعنی تیرے پاس سے
لَا يُخْلِفُ (نہیں منسوخ کرتا) میعاد (عہد) مصدر میمی ہے۔ اِخلاف کے معنی ہیں
ایک حکم کے بعد دوسرا حکم بھیجنا جو پہلے کو غیر نافذ کردے یا ایک بات کے بعد دوسری
بات کہنا جو پہلی کو منسوخ کردے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ

یقیناً جنہوں نے کفر کیا نہیں کفایت کریں گے سے وہ (ان سے)

یقیناً جو لوگ کافر ہوئے ان کو کفایت نہیں کریں گے

اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ

اموال ان کے اور نہ اولاد ان کی

اموال اُن کے اور نہ اولاد ان کی

مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ

سے اللہ کچھ اور وہ وہ

اللہ سے (بچانے میں) کچھ (بھی)۔ اور وہ

وَقُوْدُ النَّارِ ۝۱۰ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ

ایندھن آگ مانند (وتیرہ) قوم فرعون

آگ کا ایندھن ہیں۔ جیسے وتیرہ تھا فرعون والوں کا

وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

اور جو پہلے ان سے جھٹلائیں آیات ہماری

اور ان کا جو ان سے قبل تھے انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔

Marfat.com

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ

تو پکڑا انہیں باعث گناہ ان کے

تو اللہ نے انہیں اُن کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا

وَ اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑪

اور سخت سزا

اور اللہ سخت سزا (دینے) والا ہے

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ

کہہ لئے جو کافر ہوئے جلد تم مغلوب کیے جاؤ گے

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیں ان سے جو کافر ہیں کہ تم اب مغلوب کیے جاؤ گے

وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ

اور تم اکٹھے کیے جاؤ گے طرف جہنم

اور تم جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے

وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ⑫

اور بُرا بچھونا۔ سیج

اور وہ بری سیج ہے۔

اَغْنٰی وہ کام دے گیا۔ اس نے کفایت کی۔ اَغْنٰی عَنْہُ اس نے اس کا کام دیا۔ اس کی طرف سے کفایت کی۔ اَمْوَال جمع ہے مَال کی۔

اَل (۱) اولاد

Marfat.com

(۲) پ ۱ رخازن سورۂ بقرہ)
(۳) ہم مذہب رخازن سورۂ بقرہ)
شاہ رفیع الدینؒ نے یہاں آلِ فرعون کے معنی فرعون کے لوگ لکھے ہیں اور حضرت تھانویؒ نے: فرعون والے۔
کَذَّبَ تکذیب کی۔ جھوٹا کہا۔ سچا نہ مانا۔ تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔
ذُنُوْب جمع ہے ذَنب (گناہ) کی۔ غَلَبَ وہ غالب ہوا یَغلِبُ وہ غالب آتا ہے یُغْلَبُ وہ مغلوب کیا جائے گا۔ تُغْلَبُوْنَ تم مغلوب کئے جاؤگے۔ سَتُغْلَبُوْنَ تم جلد مغلوب کئے جاؤگے۔ مَھَدَ بچھایا مِھَاد جو چیز بچھائی گئی۔ فراش۔ بچھونا۔ سیج۔ اس کی جمع مُھُد اور اَمْھِدَہ آتی ہے۔

تفسیر آیت ۷۔ ۱۲

محکمات و متشابہات

تلاشِ حق کے لئے بے تعصبی لازم ہے

ہدایت سے وہی لوگ بہرہ مند ہو سکتے ہیں جو صدقِ دل سے ہدایت کے طلب گار ہوں۔ تعصب میں مبتلا رہنے والے اور اپنی رائے پر اندھا دھند اڑ جانے والے لوگ بے ہدایت رہتے ہیں۔ ایسے لوگ ربانی کتابوں پر نظر رکھتے ہوئے بھی گمراہ رہتے ہیں۔ وہ ان کے مطالب کو جان بوجھ کر اپنی مرضی کے موافق ڈھالتے ہیں خود ساختہ مضامین کو دلفریب الفاظ و عبارات کا جامہ پہنا کر اس دعویٰ سے پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہی تھی۔ دیدہ و دانستہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔
قرآن حکیم کی عبارت محفوظ ہے۔ اس عبارت پر کسی کا بس نہیں چل سکتا۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کی معنوی تحریف پر ناکام طبع آزمائی ضرور کی ہے۔ معنوی تحریف سے مراد ہے اصل مطلب کو بدل کر یا توڑ مروڑ کر پیش کرنا۔ جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی حدیثِ مبارک اور علمائے کرام کے دم سے معنوی تحریف

کی کوئی کوشش کامیابی کا منہ نہ دیکھ سکے گی۔

سابقہ کتب سماویہ کی معنوی ہی نہیں لفظی تحریف بھی ہوئی ہے۔ان کی عبارات کو یا بدل دیا گیا یا سیاق وسباق سے نکال کر عجیب معنی پہنائے گیے۔

معنوی تحریف کی آسان صورت یہ ہے کہ آدمی محکم آیات کو نظرانداز کر کے متشابہہ آیات کے درپے ہو جائے۔کوئی آسمانی کتاب بھی ہو، اس کے ساتھ اگر یہ سلوک کیا جائے تو حق نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

محکم و متشابہ آیات سب آسمانی کتابوں میں رہی ہیں۔قرآن حکیم میں بھی یہ دونوں قسمیں موجود ہیں۔

ناقابل تاویل آیات کو محکمات کہتے ہیں۔یہی کتاب کی اصل اور جڑ ہوتی ہیں۔

قابل تاویل آیات کو متشابہات کہتے ہیں۔ان سے کئی معنی نکل سکتے ہیں لیکن ان کی مکمل تاویل اور کامل ادراک ناممکن ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ اور اس کی تاویل صرف اللہ جانتا ہے، کسی کو روا نہیں کہ متشابہات کی تاویل کے پیچھے اس طرح پڑ جائے کہ ضرور ان کا مکمل ادراک کرنا ہے۔

تاویل سے کیا مراد ہے؟ ویل

بعض عبارتیں ایک سے زائد مفہومات کا احتمال رکھتی ہیں۔ایک تو ظاہری ہوتا ہے جو پہلی ہی نگاہ میں سامنے آجاتا ہے۔لیکن مزید غور و فکر کیا جائے تو دیگر مفہوم بھی ابھر آتے ہیں۔انہیں باطنی مفہوم کہتے ہیں۔ان میں سے کس کو اختیار کیا جائے اس فیصلہ تک پہنچنے کے لئے دلائل سے مدد لی جاتی ہے۔

جب کسی دلیل کی رہنمائی میں لفظ یا عبارت کے ظاہر کو چھوڑ کر اس کے باطن کو اختیار کیا جائے تو اسے تاویل کہتے ہیں۔تاویل کے لغوی معنی ہیں پھیرنا یا لوٹانا۔ اصطلاحاً مراد یہ ہے کہ عبارت کا مطلب ظاہر سے باطن کی طرف پھیرا جائے۔

تاویل کی اصطلاح بہت وسیع ہے اور قرآن کے بتائے ہوئے ان سب لغوی معانی

کو شامل ہے۔ بیان[1]۔ تعبیر[2]۔ اصل مدعا[3]۔ باطنی مفہوم[4]۔ حقیقت[5]۔ تحقیق[6]۔

تاویل تفسیر کی ایک نوع ہے[7]۔ تاویل انتہائی احتیاط کی محتاج ہے جس کے بغیر یہ تفسیر کے دائرہ سے نکل کر ابہام کے زمرہ میں چلی جاتی ہے اور تحریفِ معنوی ٹھہرتی ہے۔

تاویل میں غور کرنے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط لازمی ہیں:

ا۔ دل خوفِ الٰہی سے لبریز ہو۔

ب۔ عربی زبان میں کامل دستگاہ ہو اور عربی عبارت کے اسلوب اور طرزِ ادا کی معرفت حاصل ہو۔

ج۔ دل میں کسی خود ساختہ نظریہ یا تخیل کے لئے ہٹ دھرمی نہ ہو، بلکہ صحیح دلائل کی روشنی میں حق تک پہنچنا مقصود ہو۔

د۔ جو عبارت زیرِ غور ہو اُسے قرآنِ حکیم کے بنیادی تصوّرات کے تحت سمجھا جائے کہ موضوع زیرِ بحث پر حتی الوسع کامل معلومات حاصل ہوں۔

ر۔ اگر کسی آیت یا کسی حصۂ آیت پر سوچنا مقصود ہو تو اسے اپنے سیاق و سباق یعنی پس و پیش کے رابطہ میں دیکھا جائے۔

س۔ تاویل اختیار کرنے کے لئے پختہ دلیل ہو۔ کوئی قوی تر دلیل اس کی مخالفت نہ کرے۔

جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ محکمات کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور متشابہات کا مطلب اپنے ڈھنگ پر موڑ کر لوگوں کو فتنہ یعنی گمراہی میں ڈالتے ہیں۔ یہ اُن لوگوں کا کام ہے جن کا علم اُن کی روح سے ابھی پیوستہ نہیں ہوا۔ اِن کے برعکس جو لوگ راسخون فی العلم ہیں یعنی علم میں رسوخ رکھتے ہیں۔ وہ پورے قرآن کو ایک وحدت سمجھتے ہیں۔ وہ قرآنی آیات کو ایک دوسرے سے ٹکرانے کی مذموم کوشش نہیں کرتے۔

---

[1] سورۂ یوسف ۱۰۰-۱۰۱ [2] سورۂ یوسف آیت ۳۷، ۴۴، ۴۵ وغیرہ [3] سورۂ یوسف ۶ [4] الکہف ۱۸ - ۷۸-۸۲
[5] یونس ۳۹ [6] النساء ۵۹ [7] اتقان۔ نوع ۷۷

راسخون فی العلم

وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ سے مراد وہ علماء ہیں جو علم میں پختہ ہیں۔ انہوں نے گہری نگاہ سے وسیع مطالعہ کیا ہے۔ یہ نہیں کہ چند کتابیں پڑھ کر دستارِ فضیلت باندھ لی اور لگے ہر ایک کے منہ آنے۔ ان کا علم صالح ہے۔ وہ عالم باعمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں اور زاہد و پرہیزگار ہیں۔ اسلام میں علم کا حرفِ اوّل اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ یہی لوگ صحیح معنی میں اُولوا الالباب یعنی صاحبِ خرد ہیں۔ یہی لوگ قرآن سے ہدایت یاب ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ صحابۂ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم سے عرض کیا کہ رَاسِخُوْن فِی الْعِلْم کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

مَنْ بَرَّتْ يَمِيْنُهٗ وَصَدَقَتْ لِسَانُهٗ وَاسْتَقَامَ قَلْبُهٗ وَعَفَّ فَرْجُهٗ وَ بَطْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ مِنَ الرّٰسِخِيْنَ فِی الْعِلْمِ۔

جس کی قسم پوری ہوئی اور اس کی زبان نے سچ کہا اور دل راہِ راست پر رہا اور اس کی شرمگاہ اور بطن عفیف رہے (یعنی اس نے حرام کاری نہ کی اور نہ حرام کھایا) تو یہی لوگ راسخین فی العلم میں سے ہیں۔

(کشکول مفتی محمد شفیع)۔

متشابہ آیات کے پیچھے پڑنا، لوگوں کی گمراہی کے درپے ہونا اور کتبِ مُنزّلہ کی تحریف کرنا کس قدر سنگدلانہ حرکت ہے؟ اس کا مرتکب کون ہو سکتا ہے؟ وہی جو دولت اور منصب کے پیچھے پاگل ہے یا قبیلہ و خاندان کے تعصّب میں مرا جاتا ہے۔

جو لوگ دولت اور منصب کی خاطر باطل سے وابستہ رہتے ہیں ان میں سے ایک نمایاں مثال قیصرِ روم کی ہے جس نے جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صداقت تسلیم کرنے کے باوجود سلطنت کے کھو جانے کے خوف سے اسلام قبول نہ کیا۔ بعض عیسائی اور یہودی علماء اور رؤسا کا بھی یہی حال تھا۔ قبیلہ و خاندان کے تعصب میں جو لوگ حق کے دشمن ہوئے ان میں ایک چوٹی کی مثال فرعون اور اس کی قوم کی ہے۔ انہوں نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام سے اس لئے انکار کیا کہ وہ بنو اسرائیل سے تھے۔ بنو اسرائیل مصر میں قومِ فرعون کے غلام سمجھے جاتے تھے

اس لئے فرعون اور اس کی قوم نے گوارا نہ کیا کہ جسے وہ غلام سمجھتے تھے اسے نبی مان لیں۔

ایسے لوگوں کو آیاتِ بالا میں آگاہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے روز نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد اور نہ قبیلہ و خاندان۔ ان میں سے کوئی چیز تمہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہ بچا سکے گی۔ آج دنیا میں غالب بنے پھرتے ہو لیکن تم اللہ کی طاقت کے آگے جلد مغلوب ہو جاؤ گے۔ قیامت کا دن دور نہیں۔ تم دوزخ میں داخل ہو گے جہاں مخملی سیج کے بجائے آتشیں فرش ہوگا۔

گھمنڈ، تعصب اور خود پرستی کی دیواریں حق تک پہنچنے سے روکتی ہیں۔ اگر حق مطلوب ہو تو آدمی کو چاہیے کہ سب تعصب چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ اس نے اگر خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تو سمجھو ہدایت کی راہ پالی۔ حق کی راہ خوب روشن ہے لیکن تعصب انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِیْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا

ہے	ہوا	لئے	تمہارے	نشانی عبرت	میں	دو جماعتیں ٹکرائیں وہ دو

تمہارے لئے عبرت تھی دو جماعتوں میں جو باہم ٹکرائیں

فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جماعت	جنگ کرتی (تھی)	میں	راہ	اللہ

ایک جماعت اللہ کی راہ میں جنگ کرتی تھی

وَ اُخْرٰی كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ

اور	دوسری	کافر	دیکھتے (تھے)	انہیں

اور دوسری کافر تھی وہ انہیں آنکھوں کی دید سے

مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَ اللّٰهُ

دوگنا | ان سے | دیکھ | آنکھ | اور اللہ

اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے۔ اور اللہ

يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ

طاقت دیتا ہے | ساتھ | مدد | اسکی جسے | وہ چاہتا ہے | یقیناً

جسے چاہے اپنی مدد سے طاقت دیتا ہے۔ یقیناً

فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

ہیں | وہ | ضرور | عبرت | لئے | والے | بینائیاں۔ آنکھیں

اس میں عبرت ہے آنکھوں والوں کے لئے

فِئَةٌ جماعت فِئَتَانِ دو جماعتیں۔ یہ لفظ فِیْ کی وجہ سے مجرور ہو کر فِئَتَیْنِ ہوا اِلْتَقَتَا اِلْتَقٰی سے مؤنث اور تثنیہ کا صیغہ ہے اِلْتَقَتَا وہ دو باہم مقابل ہوئیں قَتَلَ اس نے قتل کیا قَاتَلَ اس نے جنگ کی۔ تُقَاتِلُ وہ جنگ کرتی ہے۔ رَاٰی اس نے دیکھا۔ یَرٰی وہ دیکھتا ہے یَرَوْنَ وہ دیکھتے ہیں۔ اَیَّدَ طاقت دی۔ یُؤَیِّدُ طاقت دیتا ہے۔ تائید مصدر ہے لَعِبْرَةً میں لام تاکید کے لئے ہے۔ عِبْرَةٌ اِنَّ کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو کر عِبْرَةً ہوا۔ اُولُو سے پہلے لِ نے آ کر اسے مجرور کر دیا اور اُولِیْ ہوا۔ اَبْصَار جمع ہے بَصَر (آنکھ۔ بینائی کی)

تفسیر آیت۔ ۱۳

اللہ تعالیٰ کی مدد

گزشتہ آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ کفار قیامت کو مغلوب ہو کر رہیں گے۔

Marfat.com

آیتِ زیرِ نظر میں بتایا گیا ہے کہ اگر اہلِ اسلام میں ایمان کی تڑپ ہو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا پورا بھروسہ ہوا تو وہ ہزار بے سرو سامانی کے باوجود قاہر اور جابر باطل پرستوں کو بھی سرنگوں کر دیں گے۔ اس سلسلہ میں جنگ بدر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی مدد فرشتوں کی صورت میں آئی۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ ان کی سواری میں کل دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ سامانِ حرب کی قلت کا یہ حال تھا کہ صرف چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ باقی ادنیٰ ہتھیار تھے۔ مشرکین کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔ سارا لشکر ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ بعض مشرک سرتاپا آہن پوش تھے۔

بدر کی جنگ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت نے بہت کرشمے دکھائے، مثلاً جب لشکر آمنے سامنے ہوئے تو فریقین اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک دوسرے کو بہت قلیل نظر آئے۔ مسلمانوں کو اس لئے کہ ان کے حوصلے بڑھ جائیں اور کفار کو اس خاطر کہ میدان سے واپس جانے کی نہ سوچیں اور اہلِ اسلام کی تلواروں کا شکار ہوں۔ ابوجہل مسلمانوں کی اس قدر قلیل تعداد سمجھ کر بول اٹھا، آج فتح ہماری مٹھی میں ہے۔ اہلِ لشکر سے کہا، جنگ کرنا کیا ضرور ہے؟ مسلمانوں کو یونہی باندھ کر لے چلو۔ لیکن جیسا کہ آیت میں تُقَاتِلُ کے لفظ سے ظاہر ہے جب جنگ چھڑی تو کفار کو مسلمان اپنے سے دوگنا نظر آنے لگے اور سمجھے کہ دو ہزار ہیں۔ ان کے دل بیٹھ گئے۔ اُدھر آندھی نے ان پر تھپیڑے برسانے شروع کئے۔ حواس باختہ ہو گئے اور دھڑا دھڑ کٹنے لگے۔

مفسّرین نے سوال اٹھایا کہ آیت میں یَرَوْنَ کا لفظ کس کی طرف راجع ہے۔ اس کے مختلف جواب دئیے گئے ہیں۔ لیکن فیصلہ کن بات یہ ہے یَرَوْنَ کا لفظ کافِرَۃٌ سے عین متصل ہے لہٰذا اسی کی طرف راجع ہو گا۔

جنگ کے شروع میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو بشارت دی کہ تمہاری مدد کے لئے تین ہزار فرشتے آئیں گے۔ اہلِ اسلام

Marfat.com

کے دلوں کو تسلی ہو گئی۔ اتنے میں افواہ اڑی کہ کرز بن جابر ایک لشکر لے کر کفّار کی مدد کے لئے آرہا ہے۔ اس پر بشارت آئی کہ اے مسلمانو! یہ لوگ اب جو دلولہ دکھا رہے ہیں اگر اسی سے تم پر حملہ آور ہوئے اور تم ثابت قدم رہے تو تمہیں مزید پانچ ہزار فرشتوں کی مدد ملے گی (آیت ۱۲۵) کرز بن جابر نہ آیا اور نہ مشرکین کا جوش۔ کے وقت وہ جوش و خروش رہا۔ ان کی ہمت جواب دے گئی۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا (آیت ۱۲۵) میں یہ لطیف اشارہ نظر آتا ہے کہ وہ ہمت قائم نہیں رکھ سکیں گے۔

اس جنگ میں کفّار کے ستّر آدمی مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ ان کے چوٹی کے سردار کام آگئے۔ اپنے زمانے کے فرعون ابوجہل کا قصہ بھی تمام ہوا۔ کفّار کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ چنانچہ سورۃ ہذا کی آیت ۱۲۷ میں ارشاد ہوا لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ (تاکہ کفّار کا ایک حصّہ کاٹ ڈالے، انہیں منہ کے بل گرائے اور وہ نامراد واپس جائیں) کفّار کا لشکر خراب و خستہ حالت میں بھاگ کر مکّہ پہنچا۔ سارا شہر ماتم کدہ بن گیا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ

مزین کیا گیا	لئے لوگ	چاہت	مرغوبات

لوگوں کے لئے آراستہ کی گئی ہے مرغوبات کی محبت

مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ

سے	عورتیں	اور	بیٹے	اور	انبار	محفوظات

عورتوں (میں) سے اور بیٹوں سے اور سونے چاندی

لہ خازن۔

Marfat.com

مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ

سے سونا اور چاندی اور گھوڑے

کے محفوظ انباروں سے اور نشان زدہ

الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ

نشان زدہ اور مویشی اور کھیتی

گھوڑوں سے اور مویشیوں سے اور کھیتی (سے)۔

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

وہ (یہ) سامان زندگی دنیا

یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے

وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

اور اللہ پاس اس کے خوبی واپس جانے کی جگہ

اور اللہ کے پاس واپسی کی خوب جگہ ہے

زُيِّنَ اُس نے مزیّن کیا، دل کش بنایا۔ زُيِّنَ وہ مزیّن کیا گیا، دل کش بنایا گیا۔ شَهَوَات جمع ہے شَهوت کی۔ شہوت مصدر ہے اور اصل میں پسندیدہ چیز کے اشتیاق کو کہتے ہیں لیکن یہاں یہ لفظ مُشْتَهٰی یعنی مرغوب کے معنی میں استعمال ہوا۔

بَنِيْنَ درحقیقت بَنُوْن ہے جو مجرور ہو کر بَنِيْن ہوا۔ قَنَاطِيْر جمع ہے قِنْطَار (ڈھیر) کی۔ قَنْطَرَ اس نے محکم کیا، محفوظ کیا، دوگنا کر دیا۔ مُقَنْطَر بڑھایا ہوا۔ مُقَنْطَرَة مؤنث ہے۔ خَيْل اسم جمع ہے۔ اس سے

Marfat.com

قَوۡم اور رَهۡط (قبیلہ) کی طرح واحد نہیں آتا۔ ایک خیال یہ ہے کہ خَیۡل خائل کی جمع ہے۔ خائل کے معنی ہیں نخرہ میں ڈالنے والا۔

سِمَہ عربی میں علامت کو کہتے ہیں۔ سَوَّمَ اس پر علامت لگائی۔ مُسَوَّم جس پر علامت لگائی گئی ہے۔ مُسَوَّمَہ سے مراد ہیں وہ گھوڑے جو نشان زدہ ہوں یا چراگاہ میں کھلے چرائے جاتے ہوں یا بہت عمدہ ہوں۔ ان کی عمدگی ہی ان کی علامت ہوتی ہے۔ اَنۡعَام جمع ہے نَعَم (مویشی) کی۔ نَعَم اونٹ گائے بیل اور بھیڑ بکری کے لئے بولا جاتا ہے۔ حَرۡث مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی مزروعہ کھیتی۔ مَتَاع ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے فائدہ اٹھایا جا سکے، یا اس سے کام لیا جائے یا برتی جائے۔ مَآب (۱) اَوۡب یا اَیَاب (واپس جانا) سے اسمِ ظرف ہے یعنی واپس جانے کی جگہ۔ مرجع (۲) مصدر میمی

قُلۡ اَؤُنَبِّئُكُمۡ بِخَيۡرٍ مِّنۡ ذٰلِكُمۡ

کہہ کیا آگاہ کروں تمہیں ساتھ بہتر سے وہ اے سننے والو

(اے نبی) آپ کہہ دیں (کہ) کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز سے آگاہ کروں

لِلَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتٌ

لئے جو تقوی کیا انہوں نے پاس رب ان کا باغ

ان کے لئے جنہوں نے تقوی کیا ان کے رب کے پاس باغ ہیں

تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا

بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں مقیم ہیں وہ

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں مقیم ان میں

Marfat.com

وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ

اور جوڑ پاکیزہ اور خوشنودی سے اللہ

اور پاکیزہ جوڑ (ہوں گے) اور اللہ کی طرف سے خوشنودی (ہو گی)

وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ

اور اللہ دیکھنے والا ساتھ بندے جو کہتے ہیں وہ

اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ جو کہتے ہیں (کہ)

رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا

اے رب ہمارے یقیناً ہم ایمان لائے ہم پس بخش لیے ہمارے

اے ہمارے رب! یقیناً ہم ایمان لائے پس تو ہمیں ہمارے

ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾

گناہ ہمارے اور بچا ہمیں عذاب آگ

گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا

اَلصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الْقٰنِتِیْنَ

ثابت قدم اور راستباز اور فرماں بردار

(جو) ہیں ثابت قدم اور راستباز اور فرماں بردار

وَ الْمُنْفِقِیْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

اور خرچ کرنے والے اور مغفرت مانگنے والے میں رات کے آخری پہر

اور خرچ کرنے والے اور آخر شب میں مغفرت مانگنے والے

نَبَاٌ خبر اُنَبِّئُ میں خبر دیتا ہوں - بتاتا ہوں۔ ذٰلِکُمْ میں غائب کی طرف اشارہ اور مخاطب کو تنبیہ ہے یعنی" وہ بات اے سننے والو"
اِتَّقٰی اُس نے تقویٰ کیا اِتَّقَوْا انہوں نے تقویٰ کیا۔ مُتَّقِیْ تقویٰ کرنے والا۔ جَنَّۃٌ باغ جَنَّات جمع ہے۔ جَرٰی جاری ہوا تَجْرِیْ جاری رہتی ہے۔ بہتی ہے۔ اَنْھٰر جمع ہے نَھْر یا نَھَر کی۔ نَھَر عربی میں نہر اور دریا ہر دو کے لئے مستعمل ہے۔ اَزْوَاج جمع ہے زَوْج (جوڑ) کی۔ طَھَّرَ پاکیزہ کیا۔ مُطَھَّر پاکیزہ کیا ہوا۔ اَزْوَاج جمع مکسر ہے اس لئے صفت مؤنث آئی ہے یعنی مُطَھَّرَۃ
عِبَاد جمع ہے عَبد کی۔ فَاغْفِرْ اصل میں ہے: فَ (پس) اور اِغْفِرْ (بخش دے) اِغْفِر امر ہے غَفَرَ سے۔ وَقٰی اس نے بچایا یَقِی وہ بچاتا ہے قِ بچا (امر ہے) قَانِت ہمیشہ اطاعت گزار رہنے والا۔ اَنْفَقَ اس نے خرچ کیا۔ مُنْفِق خرچ کرنے والا۔ اَسْحَار جمع ہے سَحَر کی جس کے معنی ہیں: رات کا آخری پہر اس کے بعد فجر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

تفسیر آیت ۱۴ — ۱۷

انعامِ آخرت کے حق دار کون ہیں

سامانِ دنیا میں بڑی کشش ہے۔ یہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دینا چاہتے ہیں۔ جو شخص دنیا کا غلام ہو جائے وہ دین سے بے پروا ہو جاتا ہے۔ جس نے اس کی محبت کو زیر کر لیا اور اللہ تعالیٰ سے پختہ ربط رکھا اس کے لئے جنّت کی نعمتیں ہیں۔ جنّت کی سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔
آخرت کی نعمتوں کے حق دار وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن میں یہ خوبیاں ہوں:

(ا) صابر ہوں یعنی ثابت قدم رہیں۔ مثلاً

(ل) ناداری میں ہمت ہار کر ناجائز وسائل اختیار نہ کریں اور نہ دولت آنے پر مغرور اور بے باک ہو جائیں۔ ہر حال میں ان کا مزاج معتدل رہے اور زندگی کی سیدھی راہ پر گامزن رہیں۔

(ب) مشکلات کا جم کر مقابلہ کریں۔ دشمن سے جنگ آپڑے تو فرار نہ کریں۔ فتح یاب ہوں تو زیر دستوں پر ظلم نہ ڈھائیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل دل کی خوشی سے کریں۔ جبر محسوس نہ کریں۔ فرض کے ادا کرنے میں راحت اور فرحت حاصل کریں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کی رغبت سے مالی ایثار کریں۔ اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ کسی کو مالی مدد دے کر اس کو احسان نہ جتائیں اور نہ اسے طعنے دے کر دق کریں۔

(۴) سحر کے وقت اٹھ کر استغفار کریں۔ سحر کا وقت رات کی ظلمت چھٹنے سے فجر تک ہوتا ہے۔

یوں تو استغفار ہر وقت ہو سکتا ہے لیکن دن کا آغاز استغفار سے کرنا بڑی برکات کا موجب ہوتا ہے۔ انسان کے اندر برائی سے بچنے کی آمادگی پیدا ہو جاتی ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس وقت کی دعا قبول فرماتا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

گواہی دی	اللہ	کہ یقیناً وہ	نہیں	معبود	مگر	وہ

اللہ نے اعلان کیا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

Marfat.com

وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ ؕ

اور فرشتے اور والے علم منتظم ساتھ عدل

اور فرشتوں نے اور علم والوں نے عدل سے نظام قائم رکھے ہوئے ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ ﴿۱۸﴾

نہیں معبود مگر وہ غلبہ والا حکمت والا

نہیں ہے معبود مگر (صرف) وہ غلبہ والا (اور) حکمت والا

شَهِدَ اس نے گواہی دی - اعلان کیا - اقرار کیا - شہادت کے اصل معنی ہیں موقع پر موجود ہونا اور اس کا مشاہدہ کرنا - اس کے بعد یہ لفظ سچ سچ بیان دینے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا - شَهِدَ اللّٰهُ کے معنی ہوں گے ، اللہ نے اعلان کیا - مخلوق کی شہادت سے مراد ہے ، اُن کا سچ سچ بیان دینا - ملٰٓئِکہ جمع ہے مَلَک (فرشتہ) کی - قَائِمٌ وہ کھڑا ہوا قَامَ بِالْاَمْرِ کسی کام کا نظام سنبھالا قائم بِ = کام یا نظام سنبھالنے والا - اسی سے قَیِّم اور قَیُّوم کے لفظ ہیں -

تفسیر آیت ـ ۱۸

اللہ تعالیٰ کا نظامِ عدل

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں - اُس کی کائنات کا نظام قسط یعنی عدل سے قائم ہے - اس میں پورا توازن ہے - یہ توازن اُس نے غلبہ اور حکمت کے ذریعے قائم کر رکھا ہے -

---

ف یہ ترجمہ تھانوی صاحب کے ترجمہ کے موافق ہے -

اس نظامِ عدل کا اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام اور الہامی کتب کے ذریعے اعلان فرما رہا ہے۔ فرشتے بھی اس کے گواہ ہیں اور اصحابِ علم بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

شہادت کے معنی ہیں موقع پر حاضر ہونا اور اس کے بارے میں سچا بیان دینا۔ اللہ تعالیٰ کی شہادت دینا، اس کا اعلان ہے۔ ملائکہ اور اولوالعلم کی شہادت ان کا برملا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مادی اور روحانی نظام میں کامل عدل ہے۔ عدل نظامِ عالم کی جان ہے۔ یہ وہ اصول ہے جس کے سہارے کائنات کے اجزاء پورے توازن سے ہیں۔ اس توازن کو قرآن حکیم میزان کے نام سے بھی یاد کرتا ہے۔

اجزائے عالم کے درمیان ایک پختہ توازن ہے۔ اگر یہ توازن قائم نہ رہے تو کائنات کا نظام ٹوٹ جائے۔ مقداروں میں غیر طبعی کمی بیشی ہو۔ ایک شے دوسری کے دائرۂ عمل میں داخل ہونے لگے۔ سارا ربط ٹوٹ جائے اور کائنات کا شیرازہ بکھر جائے۔

انسانی بدن بھی عدل ہی کا مرہونِ منت ہے۔ سورۃ الانفطار میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق کی تو اس میں ہمواری پیدا کی اور نظمِ عدل یعنی توازن کا نظام قائم کیا۔

اللہ تعالیٰ کی روحانی ہدایت میں بھی عدل کی روح کارفرما ہے۔ قرآنِ حکیم سراپا عدل ہے۔ سورۃ الانعام (آیت ۱۱۵) میں ارشاد ہے:-

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط

(اور تیرے رب کا کلمہ صدق و عدل میں کامل ہے)

اس راہِ عدل پر قائم رہنے والی امت کو قرآنِ حکیم نے اُمتِ وسط کہا ہے۔

Marfat.com

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ ۟ قف وَ مَا

یقیناً دین پاس اللہ اسلام اور نہیں

یقیناً دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے اور نہیں

اخۡتَلَفَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ اِلَّا

اختلاف کیا جو دئے گیے وہ کتاب مگر

اختلاف کیا انہوں نے جنہیں کتاب دی گئی مگر

مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَہُمُ الۡعِلۡمُ بَغۡیًۢا

سے بعد کہ آیا ان کے پاس علم سرکشی[1]

اس کے بعد کہ اُن کے پاس علم آیا باہمی

بَیۡنَہُمۡ ؕ وَ مَنۡ یَّکۡفُرۡ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ

درمیان ان کے اور جو انکار کرے وہ - آیات اللہ

سرکشی سے اور جو اللہ کی آیات سے انکار کرے

فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۱۹﴾

تو یقیناً تیز حساب

تو یقیناً اللہ جلد حساب لینے والا ہے

[1] ایک دوسرے سے بڑھنا (تھانوی)

Marifat.com

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ

تو اگر حجت بازی کی انہوں نے تجھ سے تو کہہ سپرد کردی میں نے

تو (اے نبیؐ!) اگر وہ آپؐ سے حجت بازی کریں تو آپؐ کہہ دیں کہ میں نے خود کو

وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَ مَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَ

ذات اپنی لئے اللہ اور جو پیروی کی اُس نے میری اور

اللہ کے حوالے کر دیا[1] اور (اس نے) جس نے میری پیروی کی اور

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ

کہہ لئے جو دیئے گیے وہ کتاب اور

کہیں ان سے جنہیں کتاب دی گئی اور

الْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا

ناخواندہ۔ بے کتاب کیا تابع ہوئے تم تو اگر تابع ہوئے وہ

بے کتاب عربوں سے (کہ) کیا تم تابع ہو گیے تو اگر وہ تابع ہوئے

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

تو ہیں ہدایت پائی انہوں نے تو اگر مڑ گیے وہ تو صرف

تو وہ ہدایت پا گیے ہیں تو اگر وہ منہ موڑ جائیں تو آپؐ پر

[1] میں تو اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکا (تھانویؒ)

Marfat.com

ع ۱۱ | ۱۰ عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۚ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ⑳ ع

بندے	ساتھ	دیکھنے والا	اللہ	اور	تبلیغ	تیرے	اوپر

صرف تبلیغ (لازم) ہے اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے

اٰتٰی اُس نے دیا اُوْتِیَ وہ دیا گیا اُوْتُوْا انہیں دیا گیا۔

کِتٰب لکھی ہوئی چیز۔ یہاں یہ لفظ اسم جنس کے طور سے مستعمل ہے۔ اور سب الہامی کتابوں کے معنی دیتا ہے۔ بَغٰی اس نے طلب کیا۔ چاہا۔ مضارع یَبْغِیْ ہے۔ بَغْیًا (اسم مصدر) طلب کرنا۔ ایک دوسرے کے مقابلے میں طلب کرنا، مسابقت، سرکشی، بغاوت۔

حَاجَّ اُس نے حجت کی۔ حجت بازی کی۔ حَاجُّوْا انہوں نے حجت کی۔ فَقُلْ دراصل ہے فَ (تو) قُلْ (کہہ)

وَجْهِیَ میرا چہرہ۔ وَجْه عربی میں چہرے کو کہتے ہیں لیکن اس سے کامل ذات بھی مراد ہوتی ہے۔ مثلاً قرآن حکیم میں ارشاد ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (تم جدھر منہ کرو ادھر ہی اللہ کی ذات ہے)۔

اِتَّبَعَنِ دراصل ہے اِتَّبَعَ (اتباع کیا۔ پیروی کی) اور نِیْ (میری) نِیْ مُخَفَّف ہو کر نِ رہ گیا ہے۔

اُمِّیّ: اس کے لغوی معنی ہیں وہ شخص جو نوشت و خواند کے تکلف سے اسی طرح بے داغ ہے جس طرح ماں کے پیٹ میں تھا۔ عرب کے دیہاتی لوگ شہری تکلفات کو اچھا نہ سمجھتے تھے اور اُمّی کہلانے میں فخر سمجھتے تھے۔ اس لئے یہ لفظ ان کے لئے خاص ہو گیا اور اہلِ کتاب کے مقابل بولا جانے لگا۔ چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں آیت ۲۰ کے تحت اُمّی کے معنی "عرب" لکھے ہیں۔ ویسے یہ لفظ مطلق اَن پڑھ کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ سورۂ بقرہ میں اہلِ کتاب کے بارے میں ارشاد ہے: وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ

Marfat.com

(اور ان میں ان پڑھ بھی ہیں جو کتاب سے بے علم ہیں)

اَسْلَمَ کے اصل معنی ہیں سپرد کیا۔ پھر خود کو سپرد کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ لہٰذا اب اَسْلَمَ کے معنی ہیں خود کو سپرد کیا، مطیع ہوا، فرماں بردار ہوا۔

هَدٰی اُس نے ہدایت دی اِهْتَدٰی اُس نے ہدایت پائی اِهْتَدَوْا انہوں نے ہدایت پائی۔ تَوَلّٰی اُس نے موڑا تَوَلّٰی وہ مڑا تَوَلَّوْا وہ مڑے۔ فَاِنَّمَا کی ترکیب ہے: فَ (تو) اِنَّمَا (صرف)

تفسیر آیت ۱۹ —— ۲۰

دین میں خود پرستی کی ممانعت

اللہ تعالیٰ کے ہاں جو دین مقبول ہے وہ اسلام ہے۔ یہ دین ازلی و ابدی ہے۔ سب انبیاء علیہم السلام نے اسی دین کی دعوت دی۔ اس کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری اور کامل صورت میں پیش کیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب سب انبیاء علیہم السلام نے اسی دین کی دعوت دی اور ایک ہی رستہ بتا گئے تو یہ دینی اختلاف کیسے پیدا ہوا۔ اس کا جواب قرآن حکیم نے یہ دیا ہے کہ انسان کی خود پرستی اور جذبۂ مسابقت نے انسانیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کے دعویدار یہود اور نصاریٰ ہی نہ تھے بلکہ عرب کے وہ دیگر لوگ بھی تھے جن کے پاس کوئی الہامی کتاب نہ تھی اور جنہیں آیت ۲۰ میں اُمّی یعنی ناخواندہ یا بے کتاب کہا گیا ہے۔ ان کے باہمی اختلاف کا سرچشمہ بَغْی ہے۔ بَغْی کے معنی ہیں طلب و تمنا رکھنا، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔ مراد یہ کہ وہ ایک دوسرے کے آگے جھکنے کو تیار نہ تھے۔ ہر فریق یہ چاہتا تھا کہ میں غالب رہوں۔ حالانکہ دین کے معاملہ میں تحمل

Marfat.com

اور ایثار کی ضرورت ہوتی ہے۔

حق کا تقاضا ہے کہ آدمی افراد و قوم کے امتیاز کو یکسر چھوڑ کر اخوت کی طرف دعوت دے۔ کوئی شخص کسی کو اپنی چوکھٹ پر جھکنے کو نہ کہے۔ خود بھی اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائے اور دوسروں کو بھی اسی کے آگے جھکنے کی تلقین کرے۔ یہی اسلام ہے۔

جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے لوگوں کو جب اسلام کی دعوت پیش فرمائی تو بعضوں نے کہا کہ ہم بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کو ماننے والے ہیں۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ بہتر، اگر تم اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہو تو فخر و غرور کے بُت توڑ دو اور اللہ تعالیٰ کے آگے سرِ نیاز جھکا دو۔ سیدھی راہ خود نظر آجائے گی۔ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمان ہے کہ ان سے فرما دیں کہ میں نے اور میرے پیرو دل نے اپنی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیں۔ متاعِ دُنیا کی محبت سے آزاد ہیں۔ قبیلہ و خاندان کا فخر نہیں کرتے۔ ہر ایک کے لئے اخوت کا پیغام لائے ہیں۔ اب بھی تم ہماری دعوت کو قابلِ اعتناء نہیں سمجھتے تو تمہاری مرضی۔ ہم نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور نفع و نقصان سے آگاہ کر دیا۔

تبلیغ زبان ہی سے نہیں عمل سے بھی ہوتی ہے۔ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف خود دین کے پوری طرح پابند تھے بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی اللہ تعالیٰ اور آپ کی محبت میں مستغرق تھے۔ تبلیغ میں زبان سے زیادہ کردار کی دل آویزی کارگر ہوتی ہے۔ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار رہنا چاہیے تاکہ اس کے اعمال کو دیکھتے ہی لوگوں کے دل اسلام کی طرف کھنچے آئیں

دینِ اسلام کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے کیا انسان اور کیا حیوان سب کو کامیاب زندگی گزارنے کی اہلیت عطا کی ہے۔ یہ اہلیت کچھ تو طبع میں پائی جاتی ہے اور کچھ خارجی رہنمائی سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اول روز سے ہی انسان کی ہدایت کے لئے بنیادی اصول اور احکام صادر فرما دیئے۔ ان بنیادی اصول و احکام کے مجموعے کا نام دین ہے۔ یہ دین حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے چلا آتا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام اسی دین کا پیغام سناتے رہے ہے۔ البتہ زمان و مکان کے اختلاف کے ساتھ اس دین میں ان ثانوی قسم کے احکام میں تبدیلی آتی رہی ہے جن کا تعلق بنیادی عقائد اور معاشرت سے نہ تھا۔ ان ثانوی قسم کے احکام کو شریعت کا نام دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا انسان کے خود ساختہ دینوں کی بھی کمی نہیں رہی۔ آج بھی سینکڑوں مصنوعی دین رائج ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا دین ہمیشہ ایک یگانہ امتیاز کا مالک رہا ہے۔ شروع میں اس کا نام کچھ بھی رہا ہو لیکن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا نام اسلام رکھا (الحج ۷۸)۔ آپ کی زبان عربی نہ تھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی زبان میں اس کا ہم معنی لفظ کچھ اور ہو۔ بہرحال معنی و مفہوم کے اعتبار سے **اسلام** ہی تھا۔ یہ نام آج بھی رائج ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک واحد قابلِ قبول دین اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا دین کہا ہے۔ آیت ۔ ۱۹ میں ارشاد ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنی دین تو اللہ کے نزدیک یقیناً ایک ہی ہے۔ آیت ۔ ۸۳ میں غیر مسلموں کے بارے یوں فرمایا، اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ یعنی کیا وہ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی طلب رکھتے ہیں۔ پھر اس کے جواب میں آگے آیت ۔ ۸۵ میں ارشاد

Marfat.com

ہے، وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ یعنی جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواہاں ہو تو اس کا دین قبول نہ ہوگا۔

دینِ اسلام میں کچھ ایسی خصوصیتیں ہیں جو اس کو لازوال اہمیت دیتی ہیں۔ ان میں سے چند کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔ اسلام دینِ فطرت ہے۔ وہ انسان کے ظاہر کو ہی نہیں اس کے باطن کو بھی نگاہ میں رکھتا ہے۔ انسان کے کردار میں مرکزیت اس کے باطن کو حاصل ہے۔ اسلام اس فطری حقیقت کے پیشِ نظر انسان کی کل شخصیت کی رہنمائی ہاتھ میں لیتا ہے۔ اس کے فطری رجحانات اور میلانات کو صحیح ڈگر پر قائم رکھتا ہے۔ فطری تقاضوں کی تشفی اس انداز سے کرتا ہے کہ نہ افراط کی خرابی اور نہ تفریط کی زیاں کاری پیدا ہو۔

۲۔ انسان کو انسانی دنیا سے ہی نہیں، دیگر حیوانات بلکہ جمادات سے بھی ہم آہنگ رہنا ہے۔ وہ بھی فطرت کے اصولوں سے وابستہ ہیں۔ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ یعنی زمین آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے آگے سر جھکائے ہوئے ہے اور وہی ان کا مرجع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے فطرت کا کوئی راز پوشیدہ نہیں، اس لئے اس نے انسان کو جو دین عطا کیا ہے اس میں فطرت سے ہم آہنگی کے سب گُر موجود ہیں۔ مسلمان چاہے تو وہ کائنات سے پوری طرح نفع اندوز ہو کر امن اور چین کی زندگی گزار سکتا ہے۔

۳۔ اسلام کی تعلیمات روشن ہیں۔ یہ نہ تو کسی برہمنیت کے قبضہ میں ہیں اور نہ ان میں حکمت کے دُور از کار پیچ و خم ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے شریعت اسلامیہ کو بَیْضَاء (یعنی سفید) اور غَرَّاء (یعنی روشن) کہا ہے۔ بنیادی اور معمولی زندگی کے لئے جس قدر سادگی اور بے تصنّعی اسلام میں ہے وہ کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتی۔

۴۔ اسلام انسان کے کندھوں پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

Marfat.com

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا یعنی اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی گنجائش سے زیادہ مشقت میں نہیں ڈالتا۔ اس شریعت میں نہ رُکاوٹیں ہیں نہ تنگیاں۔ ایک صاف اور کشادہ رستہ ہے جو ہمتِ مردانہ کو کامیابی اور سرخروئی کی بشارت دے رہا ہے۔

۵۔ اسلام سعیِ پیہم کا درس دیتا ہے اور امید کی غیر مختتم روشنی فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں کامیابی کا مدار نیت کی نیکی پر ہے۔ ظاہری اور عارضی ناکامیاں انسان کو بددل نہیں ہونے دیتیں۔ اسلام نے نومیدی اور مایوسی کو کفر کے ہم پلّہ قرار دیا ہے۔

۶۔ اسلام دیگر اقوام سے منہ موڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ سب کو آدم کی اولاد کہہ کر ایک رشتۂ اخوت میں منسلک کرتا ہے۔ مسلمان کی بھلائی کا حق دار صرف دوسرا مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی ہیں۔ وہ سب کو امن اور فلاح کا پیغام سناتا ہے۔ یہ خصوصیت کسی اور مذہب یا معاشرتی نظریہ میں نہیں۔

۷۔ اسلام کی تاریخ مہر و محبت اور امن و فلاح کی درخشاں تاریخ ہے۔ اسلام نے دنیا میں صدیوں تہذیب کا نور فراواں رکھا۔ تن اور من کی صفائی کو عام کیا۔ انسانی عمل کا رخ متعین کیا اور ترقی کی شاہراہ تیار کی۔ خرد کو بیدار کیا، اس کو جہاں پیمائی اور تسخیر کائنات کے آداب سکھائے۔ لہٰذا اسلام کے دم سے کتنے ہی فنون ایجاد ہوئے اور کتنے ہی علوم کو نئی وسعت عطا ہوئی۔

آج دنیا میں اگر نیکی کا کچھ نور موجود ہے اور تہذیب کی کچھ پاکیزہ کرنیں نظر آتی ہیں تو یہ سب اسلام کے سرچشمہ سے ہیں۔ تاریخ پکار پکار کر اس کی گواہی دے رہی ہے۔ لیکن آہ! جب مسلمان خود ہی اسلام سے دور ہو جائے تو اسے اسلام کی نعمتوں سے کون بہرہ مند کرے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ

اللہ	آیات	ساتھ	انکار کرتے ہیں وہ	جو	یقیناً

یقیناً جو لوگ اللہ کی آیات سے انکار کرتے ہیں

Marfat.com

النصف

وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ

اور قتل کرتے ہیں انبیاء بغیر حق اور

اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ اور

يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ

قتل کرتے ہیں جو ہدایت کرتے ہیں ساتھ عدل سے لوگ

لوگوں میں سے انہیں جو انصاف کی ہدایت کرتے ہیں قتل کرتے ہیں

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾

تو خبر دے انہیں ساتھ عذاب دردناک

تو (اے نبیؐ!) آپؐ انہیں دردناک عذاب کی خبر دیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

وہ جو غارت ہوئے اعمال ان کے

(یہ) وہ ہیں جن کے اعمال غارت ہوئے لہ

فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ

میں دنیا اور آخرت

دنیا میں اور آخرت میں

وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾

اور نہیں لئے ان کے کوئی مددگار

اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

لہ یعنی جو کچھ صدقہ خیرات وغیرہ (نیکی) غارت ہو گئی (تھانوی)

Marfat.com

اَمَرَ اُس نے حکم دیا، ہدایت کی یَاْمُرُ وہ حکم دیتا ہے۔ ہدایت کرتا ہے، تلقین کرتا ہے۔ یَاْمُرُوْنَ وہ حکم دیتے ہیں۔

بشارت کا لفظ اصل لغت کے اعتبار سے مطلق خبر دینے کے معنی رکھتا ہے۔ لیکن اکثر اچھے معنی یعنی خوش خبری کے لئے آتا ہے بَشَّرَ اُس نے خبر دی۔ بَشِّرْ تو خبر دے۔

حَبِطَ کے لغوی معنی ہیں کنوئیں کے پانی کا اس طرح اتر جانا کہ پلٹ کر پہلی سطح پر نہ آسکے۔ حَبِطَ عَمَلُہٗ کے معنی ہیں اس کا عمل بے کار گیا، ضائع گیا، برباد ہوا، ناپید ہوا۔

تفسیر آیت ۲۱ —— ۲۲

یہود کی سنگدلی

یہود کے آباء و اجداد کو انبیاءؑ اور صُلحاء سے بہت دشمنی رہی ہے۔ جن انبیاء کو مانا اُن کو بھی ستاتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی آخر تنگ آکر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! ان کے اور میرے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔

یہود نے متعدد انبیاء کو شہید کیا۔ ان کی اولاد نے ان کے اس قتل کی تعریف کی اور ان کے وتیرہ کو اپنایا۔ یہودِ مدینہ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی شمع گل کرنے کی کئی بار کوشش کی۔ لہٰذا ان لوگوں پہ اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوئی اور وہ عذاب دوزخ کے حق دار ٹھہرے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا

حصّہ	دیئے گئے وہ	جو	طرف	کیا نہیں دیکھا تونے
ایک حصّہ	جنہیں دیا گیا ہے		ان کی طرف	(اے نبیؐ!) کیا آپؐ نے نہیں دیکھا

Marfat.com

مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ

سے کتاب بُلائے جاتے ہیں وہ طرف کتاب اللہ

کتاب میں سے وہ اللہ کی کتاب کی طرف بُلائے جاتے ہیں

لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ

تاکہ فیصلہ کرے درمیان ان کے پھر پلٹ جاتا ہے گروہ

کہ ان کے درمیان فیصلہ کرے پھر ان میں سے ایک گروہ پلٹ جاتا

مِّنْهُمْ وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ

ان سے اور وہ منحرف۔منہ پھیرنے والے وہ (یہ)

ہے اور وہ پلٹ جانے والے ہیں یہ ہے

بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ

بسبب کہ یقیناً وہ بولے وہ نہیں چھوئے گی ہمیں آگ

اس سبب سے کہ انہوں نے کہا کہ ہمیں آگ نہیں چھوئے گی

اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ص وَ غَرَّهُمْ

مگر دن گنے ہوئے اور دھوکا دیا انہیں

مگر گنتی کے دن اور انہیں دھوکا دیا

فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

بابت دین ان کا جو تھے وہ وہ گھڑتے (رہیں)

دین کے بارے میں اُس (عقیدہ) نے جو وہ گھڑلیتے تھے۔

منافسة الحكم الى الكتاب وهو فى سبيل المجاز (خازن)

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ

تو کیسا | جب اکٹھا کیا ہم نے | انہیں | لئے میں[1] | دن

تو کیسا رہے گا) جب ہم انہیں اکٹھا کریں گے اس دن کو

لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ

نہیں شک | بیچ | وہ | اور | پوری پوری واپس دی گئی | ہر | جان

جس میں شک نہیں اور ہر جان نے جو کمایا ہے اُسے پورا پورا واپس

مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

جو | کمایا اُس نے | اور | وہ | نہ | ظلم کیا جائے گا اُن پر

دیا جائے گا اور ان سے بے انصافی نہیں ہو گی۔

رَأٰی اُس نے دیکھا تَرٰی تو دیکھتا ہے۔ لَمْ تَرَ تو نے نہ دیکھا۔
دَعٰی اُس نے بلایا۔ پکارا۔ دعوت دی۔ یَدْعُوْ وہ بلاتا ہے۔ یُدْعٰی وہ
بلایا جاتا ہے۔ یُدْعَوْنَ وہ بلائے جاتے ہیں حَکَمَ اُس نے فیصلہ کیا۔ یَحْکُمُ
وہ فیصلہ کرتا ہے۔ لِیَحْکُمَ تاکہ وہ فیصلہ کرے۔ اَعْرَضَ اُس نے منہ موڑا،
منحرف ہو گیا مُعْرِضٌ اس سے فاعل ہے مَسَّ اُس نے چھوا تَمَسُّ چھوئے گی
لَنْ تَمَسَّ، ہرگز نہیں چھوئے گی۔ (نفی تاکید کا صیغہ ہے) عَدَّ اس نے گنا۔
مَعْدُوْدٌ گنا ہوا۔ مَعْدُوْدَۃٌ گنی ہوئی مَعْدُوْدَات گنی ہوئیں۔ اِفْتَرٰی۔
اس نے گھڑا، تراشا، جھوٹ باندھا یَفْتَرِی وہ جھوٹ گھڑتا ہے یَفْتَرُوْنَ وہ
جھوٹ گھڑتے ہیں۔ اس کا مادہ فَرْیٌ ہے۔ وَفّٰی اس نے پورا پورا واپس دیا۔

[1] اَیْ فِیْ یَوْمٍ (خازن)

Marfat.com

وُفِّيَ اُس کو پورا پورا واپس دیا گیا۔ وُفِّيَتْ مؤنث کا صیغہ ہے۔

تفسیر آیت ۲۳ —— ۲۵

یہود کا تورات سے تکبّر

یہود کو اپنے نسب کا بڑا فخر تھا۔ کہا کرتے تھے کہ ہم جو چاہیں کیے جائیں اوّل تو ہم دوزخ میں بھیجے ہی نہ جائیں گے اور اگر وہاں پہنچا بھی دیئے گئے تو چند روز بعد نکال کر جنت میں آباد کیے جائیں گے۔ وہ اس خود فریبی میں اس قدر اترائے ہوئے تھے کہ کھلم کھلا تورات کے احکام سے بھی انکار کر دیتے تھے اور من مانی کرتے تھے۔ انہیں قیامت کا کوئی خوف نہ تھا۔ وہ یہ بھول بیٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال کا پورا پورا بدلہ ملتا ہے۔

تورات میں زنا کاری کی سزا رجم یعنی سنگساری ہے۔ لیکن یہود کے امراء میں یہ مرض عام ہوا تو یہ دستور ٹھہرا کہ امراء اس کا ارتکاب کرتے تو انہیں چھوڑ دیتے اور ضعیفوں کو پکڑتے تو ان پر حدّ قائم کرتے۔ بعد میں عوام نے اس کے خلاف احتجاج کیا تو تورات کا قانون ہی بدل ڈالا اور یہ سزا مقرر ہوئی کہ زانی اور زانیہ کا منہ کالا کیا جائے اور کوڑے لگائے جائیں۔

ایک دفعہ یہود میں سے ایک مرد اور ایک عورت زنا میں پکڑے گئے یہود کے علماء نے مجرموں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہا کہ اگر حضورؐ نے منہ کالا کرنے اور دُرّے مارنے کا حکم دیا تو مان لینا اور سنگساری کا حکم دیا تو انکار کر دینا۔ جب مجرموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو آپؐ یہود کے عالموں کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا کہ زانیوں کے بارے میں تم تورات میں کیا حکم دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم اُن کا منہ کالا کرتے ہیں، اور گدھے پر الٹے رخ بٹھا کر گھماتے ہیں

Marfat.com

آپ نے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو تورات لاؤ۔ وہ تورات لائے اور پڑھنے لگے۔ جب آیت رجم پر پہنچے تو پڑھنے والے آدمی نے اس پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور اس کے پس و پیش پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے جو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے عرض کیا کہ اسے ہاتھ اٹھانے کا حکم دیجیے۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے آیت رجم تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ملزموں کو سنگ سار کیا جائے۔ اس کی تعمیل کی گئی (متفق علیہ)

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي

کہہ اے اللہ ہمارے مالک سلطنت تو دیتا ہے

(اے نبی!) کہہ دیجئے اے ہمارے اللہ! سلطنت کے مالک! تو

الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ

سلطنت جسے تو چاہتا ہے اور تو چھینتا ہے

جسے چاہے سلطنت دیتا ہے اور تو جس سے

الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ

سلطنت جس سے تو چاہتا ہے اور تو عزت دیتا ہے[1] جسے

چاہے سلطنت چھینتا ہے اور تو جسے چاہے عزت

تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

تو چاہتا ہے اور تو ذلت دیتا ہے[2] جسے تو چاہتا ہے

دیتا ہے اور تو جسے چاہے ذلت دیتا ہے

[1] غالب کرنا (تھانوی) [2] پست کرنا۔

Marfat.com

بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ

میں ہاتھ تیرا بھلائی یقیناً تو اوپر ہر

تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے یقیناً تو ہر شئے پر

شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٢٦﴾ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ

شئے قادر تو داخل کرتا ہے رات میں دن

قادر ہے تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے

وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ

اور تو داخل کرتا ہے دن میں رات اور

اور تو دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور

تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ

تو نکالتا ہے زندہ سے مردہ اور تو نکالتا ہے

تو جاندار کو بے جان سے پیدا کرتا ہے اور تو بے جان کو

الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ

مردہ سے زندہ اور تو رزق دیتا ہے جسے تو چاہتا ہے

جاندار سے پیدا کرتا ہے اور تو جسے چاہے

بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾

بغیر حساب

بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

اٰتَی اُس نے دیا تُـؤْتِی تو دیتا ہے۔

نَزَعَ کنوئیں سے بھرا ہوا ڈول باہر کھینچنا۔ کسی چیز کو زور سے کھینچنا، کھینچ کر کاٹ لینا۔ چھین لینا۔ تَـنْزِعُ تو چھین لیتا ہے۔

عَـزَّ عزت دی، غلبہ دیا سرفراز کیا۔ تُعِـزُّ تو عزت دیتا ہے۔ غلبہ دیتا ہے۔ سرفراز کرتا ہے۔

ذَلَّ ذلت دی۔ پست کیا۔ تُـذِلُّ مضارع ہے۔

وُلُوج داخل ہونا اَوْلَجَ اس نے داخل کیا تُوْلِجُ تو داخل کرتا ہے۔

تفسیر آیت ۲۶ ــــــ ۲۷

کفّار مغلوب اور مؤمنین غالب ہوں گے

آغازِ اسلام کے ایّام میں عرب کے کُفّار کا بڑا زور و شور تھا۔ آہستہ آہستہ یہ زور ٹوٹ گیا۔ اور مُلک کے گوشہ گوشہ سے لوگ اسلام لانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ لیکن اسی اثنا میں روم و فارس کی سلطنتوں میں کینہ کی آگ بھڑکنے لگی۔ ان دونوں ملکوں کے شہنشاہ عربوں کو اپنا غلام سمجھتے تھے۔ انہوں نے جب اسلام کی نوخیز قوت کو شان و شوکت کے ساتھ پروان چڑھتے دیکھا تو اس کو دبانے کی فکر میں لگ گیے۔ شہنشاہِ ایران پرویز نے تو یہاں تک جسارت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی گرفتاری کے لئے دو کارندے بھیج دیے لیکن اُس کو اپنے بیٹے نے ہی ہلاک کر دیا اور ایران کی سلطنت کا شیرازہ تیزی سے بکھرنے لگا۔ رومی سلطنت نے مدینہ پر حملہ کی تیاری شروع کر دی چنانچہ مُؤتہ کا واقعہ پیش آیا جس میں تین ہزار مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے زیر کمان روما کی اڑھائی لاکھ فوج کو شکست دی۔

Marfat.com

آیاتِ بالا میں ایران و روما کی بربادی اور اہل اسلام کی سرفرازی کی پیش گوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عزت دی اور ان عظیم الشان سلطنتوں کا مالک بنایا۔ ایران اور روما کی شہنشاہی ذلت آمیز تباہی سے دوچار ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کا کوئی کنارہ نہیں۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں غائب کر دیتا ہے۔ زندگی سے موت اور موت سے زندگی نمودار کرتا ہے۔ اس نے عربوں کی مردہ قوم کو زندہ کیا۔ انہیں جہالت کی تاریکیوں سے نکالا اور دنیا کا حکمران کر دیا۔ عزت اور ذلت اسی کے ہاتھ میں ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ

نہ اختیار کریں ایمان لانے والے کفار

مؤمن لوگ کافروں کو قلبی رفیق نہ

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ

قلبی رفیق سے سوا ایمان لانے والے اور جو

بنائیں مؤمنوں کو چھوڑ کر ۔ اور جو

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ

کرے وہ تو نہیں سے اللہ میں شے

(شخص) ایسا کرے تو اللہ سے کسی چیز میں (اس کا تعلق) نہیں

Marfat.com

إِلَّآ أَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَ

مگر سوائے کہ   بچاؤ کرتے ہو تم   سے   وہ   چوکنا ہونا   اور

سوائے (اس کے) کہ تم خبردار ہو کر ان سے بچاؤ کرو   اور

يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَ

خوف دلاتا ہے   تمہیں   اللہ   ذات   اس کی (سے)   اور

اللہ تمہیں اپنے سے خوف دلاتا ہے   اور

إِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

طرف   اللہ   واپس جانا

اللہ کی طرف واپس جانا ہے

اَخَذَ لیا، پکڑا۔ اِتَّخَذَ اُس نے لیا، اس نے بنالیا، پکڑا، اختیار کیا، قبول کیا۔ یَتَّخِذُ وہ لیتا ہے۔ لَایَتَّخِذْ وہ نہ لے (امر کا صیغہ ہے)

اَوْلِیَاء جمع ہے وَلِیٌّ (قلبی دوست) کی۔

اِتَّقٰی چوکنا ہوا، اُس نے بچاؤ کیا۔ یَتَّقِیْ وہ بچاؤ کرتا ہے۔ تَتَّقُوْنَ تم بچاؤ کرتے ہو اَنْ تَتَّقُوْا تاکہ تم بچاؤ کرو۔ اَنْ کے عمل نے تَتَّقُوْنَ کو تَتَّقُوْا کر دیا ہے۔

تُقَاۃ (خوف کھانا) مصدر ہے۔

حَذِرَ اُس نے بچاؤ کیا، وہ ڈرا۔ حَذَّرَ اُس نے ڈرایا

صَارَ وہ واپس آیا۔ مَصِیْر اس سے مصدر بھی ہے اور اسم ظرف بھی۔ مصدر کے لحاظ سے اس کے معنی ہوں گے واپس جانا اور اسم ظرف کے لحاظ سے واپس جانے کی جگہ۔ مرجع۔ مآب

Marfat.com

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ

کہہ اگر چھپاؤ تم جو میں سینے تمہارے

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیں کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اگر اسے چھپاؤ

اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ

یا تم ظاہر کرو اسے جانتا ہے اسے اللہ اور

یا تم اسے ظاہر کرو اللہ اسے جانتا ہے اور

یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ

وہ جانتا ہے جو میں بلندیاں اور جو میں زمین

وہ جانتا ہے جو بلندیوں میں اور جو زمین میں ہے

وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ

اور اللہ اوپر ہر شے قادر دن

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس دن

تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

پائے گی ہر جان جو کیا اس نے

ہر جان پائے گی (اپنے سامنے) جو کچھ اس نے

مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚۛ وَّ مَا عَمِلَتْ

سے کچھ بھلائی حاضر کیا ہوا اور جو کیا اس نے

بھلائی (میں) سے کیا ہے اور جو کچھ اس نے

Marfat.com

مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ

سے۔ کچھ برائی وہ چاہے گی کاش کہ یقیناً

برائی (میں) سے کیا ہے وہ چاہے گی کہ کاش اُس کے (عمل) اور

بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا ؕ

درمیان اس کے اور درمیان اس کے مسافت دور

اس کے درمیان دور کی مسافت ہو

وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ

اور خوف دلاتا ہے تمہیں اللہ ذات اسکی (سے)

اور اللہ تمہیں اپنے سے خوف دلاتا ہے

وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٣٠﴾ ع٣

اور اللہ شفیق ساتھ بندے

اور اللہ بندوں پر شفیق ہے۔

تُخْفِیَ چھپا۔ اَخْفٰی چھپایا تُخْفُوْنَ تم چھپاتے ہو اِنْ کے عمل نے تُخْفُوْنَ کو تُخْفُوْا کر دیا ہے۔ اس "اِنْ" نے اسی طرح تُبْدُوْا اور یَعْلَمْ کو بھی جزم دی ہے۔

صَدْر۔ سینہ۔ چھاتی۔ صُدُوْر جمع ہے۔

بَدٰی ظاہر ہوا۔ اَبْدٰی اُس نے ظاہر کیا۔ تُبْدُوْنَ تم ظاہر کرتے ہو۔

وَجَدَ اُس نے پایا تَجِدُ وہ پاتی ہے۔

حَضَرَ حاضر ہوا۔ اَحْضَرَ اس نے حاضر کیا مُحْضَرٌ جس کو حاضر کیا گیا ہو۔ سامنے

Marfat.com

وَدَّ اُس نے چاہا تَوَدُّ وہ چاہتی ہے۔

تفسیر آیت ۲۸ ——— ۳۰

غیر مسلموں سے وِلایت کی ممانعت

ان آیات میں اہلِ اسلام کو غیر مسلموں کی ولایت کی ممانعت کی گئی ہے۔ وِلایت سے مراد ہے، قریبی اور قلبی تعلق۔ ولی کے معنی مُونس۔ رفیق، ناصر اور مددگار کے ہیں۔ باہمی وِلایت کے لئے مُوالات کا لفظ آتا ہے۔

اگر کفّار غالب اور زبردست ہوں اور ان سے جان کا خوف ہو تو اُن سے قُرب رکھنے کی اجازت ہے لیکن یہ اجازت کمزور دِل عوام کے لئے ہے اور اُن کے لئے بھی تعریف کے شایاں نہیں۔ اولوالعزم خواص کو اس کی قطعاً اجازت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ہر خوف پر غالب رہنا چاہیے۔

ہمیں غیر مسلموں سے جو علاقہ رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے وہ وِلایت کا علاقہ ہے۔ عام رسم و راہ اور روابط سے اِمتناع نہیں۔ یہ موضوع ازبس اہم ہے۔ اس کی اہمیت اور وسعت کے پیشِ نظر قرآنِ حکیم نے متعدد ہدایات جاری فرمائی ہیں اور نہایت اختصار اور شرح و بسط کے ساتھ اس کی عقدہ کشائی کی ہے۔ اس کے علاوہ سنّتِ نبوی اور خلفائے راشدین کا طریقِ عمل بھی اس باب میں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔

اسلام کے دشمن اپنے مذہبی اختلافات کے باوجود اسلام کے خلاف باہم مُتّحد و معاون ہو جاتے ہیں۔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (۵: ۵۱) یعنی وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ سورۂ توبہ آیت ۶۷ میں بھی بتایا گیا ہے کہ منافقین اور منافقات سب ایک دوسرے کے ہم اصل ہوتے ہیں۔ ان متحد دشمنوں کی فتنہ طرازیوں سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان آپس میں ایک ہو کر

رہیں۔ سورۂ مائدہ آیت ۵۶ میں مذکور ہے کہ مسلمان کی ولایت اللہ تعالیٰ، اس کے رسولؐ اور اہلِ ایمان ہی سے ہو سکتی ہے، اہلِ اسلام دشمن کے متحدہ محاذ سے جبھی عہدہ برآ ہو سکتے ہیں کہ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْص یعنی سیسہ پلائی تعمیر بن جائیں۔

اس رمز کو قرآنِ حکیم نے تاریخی حقائق کی طرف توجہ دلا کر ذہن نشین کرایا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارک میں اعدائے اسلام نے ان تمام منصوبہ خیزیاں کیں۔ فطرت کی رمزیں اٹل اور دوامی ہوتی ہیں۔ اسلام سے پہلے بھی جب کبھی دینِ حق کا کوئی علمبردار آیا تو حق کے دشمنوں نے اسی وضع اور اسی انداز سے اس کے خلاف صف بندی کی۔ وہ عہدِ رسالت کے باطل پرستوں سے بھی بڑھ کر بداطوار تھے چنانچہ ان سے بندر اور خنزیر بنا دئے گئے۔ بولہبوں اور ابوجہلوں سے زمانہ کبھی خالی نہیں رہا۔ طاغوت کے پرستار اوّل روز سے آج تک اسلام کے خلاف محاذ آرائی میں مصروف ہیں۔ ان کا مداوا قرآنِ حکیم نے یہ بتایا ہے کہ توحید پرست متحد ہو کر رہیں اور تیاریوں سے کسی لمحے غافل نہ ہوں۔

مسلمان کو اس قدر احتیاط اور کمربستگی کا حکم دینے سے مراد یہ نہیں کہ وہ اغیار سے تعصب اور کینہ رکھے، ہرگز نہیں۔ مسلمان تو محبت و رحمت اور شفقت و مروّت کا مجسمہ ہوتا ہے۔ ان احتیاطی تدابیر کا حکم محض دفاع اور پیش بندی کی خاطر ہے، ورنہ جہاں تک بس چلے ہمیں غیر مسلموں سے حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ قرآنِ حکیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا ہے کہ آپؐ ہمیشہ یہود کی خیانت اور بدنیتی پر مطلع ہوتے رہیں گے۔ تاہم آپؐ ان سے ہمیشہ درگزر کیجئے۔ یہود کی طاقت سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ ان کی منصوبہ بندیاں اہلِ اسلام کا کچھ بگاڑ نہ سکتی تھیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ تحمل کیجیے اور ان کی دسیسہ کاریوں سے اغماض فرمائیے۔

Marfat.com

جب پانی سر سے گزرنے لگا اور یہود نے اہلِ اسلام کے خلاف تلوار اٹھائی تو ان کو قرار واقعی سزا دی گئی۔

سورۂ ممتحنہ کی پہلی آیت میں حکم ہے کہ اے مسلمانو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دلی نہ بناؤ۔ یعنی غیر مسلموں کے عداوت کیش گروہ سے محتاط رہو۔ آیاتِ مندرجۂ صدر اور سورۃ النساء کی آیت ۱۴۴ میں یہ فرمان دیا گیا ہے کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی نہ گانٹھو۔ سورتِ ہذا کی آیت ۱۱۸ میں ارشاد ہے کہ اے مسلمانو ان لوگوں کو اپنا بطانہ یعنی ہمراز دوست نہ بناؤ جو تمہیں نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے اور ظاہراً و باطناً تمہاری دشمنی میں سرگرم رہتے ہیں۔

مذکورہ احکام سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہم دشمن کی کارستانیوں سے آگاہ اور محتاط رہیں اور انہیں اپنا ولی اور بطانہ نہ بنائیں۔ اور جیسا کہ سورۂ ممتحنہ (۶۰) کی آیت ۸ اور ۹ میں ہدایت ہے انھی سے جنگ کریں جو ہم سے جنگ آزما ہوں۔ رہے وہ جنہوں نے ہمیں آزار نہ پہنچایا یعنی نہ دین کے معاملہ میں ہم سے لڑے اور نہ ہمیں ملک بدر کیا ان سے بے شک عام میل جول رکھیں۔ اور ان سے سیاسی معاہدے طے کریں۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ کوئی شخص جسے اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی سمجھ بوجھ دی ہو وہ اپنے بدخواہوں سے قلبی تعلق نہیں رکھتا۔ اس شخص سے بڑھ کر نادان اور بدبخت اور کون ہو سکتا ہے جس کے سامنے دشمن کی دشمنی روشن ہو اور وہ اس کی چال میں آکر اپنی تقدیر اس سے وابستہ کر دے۔ قرآنِ حکیم اس سے روکتا ہے اور یہ تصریح یہ اعلان فرماتا ہے کہ تم میں سے جو فرد اپنے دین کے دشمن سے دلی رابطہ رکھتا ہے وہ اسی کا ہم کیش اور ہم مشرب ہے اور قیامت کے روز اس کا حشر اسی کی ملت میں ہو گا۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ جب تک صریح اشتعال نہ ہو عمومی راہ و رسم کی ہمیں کسی

Marfat.com

کسی قوم سے روک نہیں۔ ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں مدینہ میں یہود کے کئی قبیلے آباد تھے۔ حضورؐ نے ان سے تعاون کا پیمان باندھا۔ اس پیمان کو آپؐ نے آخر تک ایفا کیا۔ اگر یہ پیمان ٹوٹا تو یہود کی بدعہدی کے سبب جس کی پاداش انہیں بھگتنا پڑی۔ ایک طرف یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایذا رسانی میں کبھی کمی نہ کی اور دوسری طرف آپؐ نے ان پر رحم فرمانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، ہمیشہ درگزر فرمایا۔ ان کی بد اندیشیوں کا جواب خیر خواہی سے دیا مگر افسوس کہ ان کی ناسمجھی نے انہیں سحابِ کرم سے فیض یاب نہ ہونے دیا۔

اس بارے میں قرآنِ حکیم نے مشرک والدین کی مثال دے کر معاملہ کو اور بھی سُلجھا دیا ہے۔ سورۂ توبہ (آیت ۲۳-۲۴) میں ہدایت ہے کہ اگر تمہارے ماں باپ اور بھائی کافر ہوں تو انہیں ولی مت سمجھو اور سورۂ لقمان (آیت ۱۳-۱۴) میں تکمیلِ وضاحت یوں کردی کہ والدین کی شرک کی پیروی نہ کرو لیکن دنیاوی معاملات میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔

یہ تو والدین کا معاملہ تھا، دیگر غیر مسلموں کے بارے میں بھی قرآنِ حکیم مروّت اور نیکی کا حکم دیتا ہے۔ سورۂ توبہ میں معاند مشرکوں کے خلاف نہایت زوردار الفاظ میں اقدام کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر عدل و احسان کی روشنی وہاں بھی پوری قوت سے جلوہ گر ہے۔ حکم ہے کہ مشرکین سے تمہارے جو معاہدے ہیں انہیں میعادِ مقررہ تک نبھاؤ اور مزید ہدایت ہے کہ اگر کوئی مشرک تمہارے پاس طالبِ پناہ ہو کر آئے تو اسے پناہ دو، اسے قرآنِ حکیم سناؤ اور اسے جائے امن تک حفاظت سے پہنچا دو۔

قرآن کا سینہ محبت کے جاں فزا اور روح پرور سوتوں کا مصدر ہے۔ قرآن اپنے پیروؤں کو حکم دیتا ہے کہ حدِّ امکان تک محبت و آشتی کا سلوک رکھو کیونکہ عین ممکن ہے دشمن کے دل میں آخر محبت رونما ہو جائے۔ اسلام اسی کے

Marfat.com

خلاف سینہ سپر ہوتا ہے جو اسلام کے مٹانے کے درپے ہو ورنہ یہ دین ابن آدم کے لئے رحمت اور ہدایت کا پیغام بن کر آیا ہے اور آخر دم تک راہ بھولے ہوؤں کو سیدھی راہ پر چلانے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ امتِ مسلمہ کو روئے زمین پر نیکی پھیلانے اور بدی کو مٹانے کا حکم ہے۔ اس فریضہ کی بجا آوری جیسا کہ قرآن حکیم میں وارد ہے اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اہلِ اسلام مہر و محبت کے پیکر ہوں اور سوائے جوابی وار کے کبھی تلوار نہ اٹھائیں۔

مسلمانوں میں ایک گروہ منافقین کا بھی تھا۔ یہ لوگ اہلِ کفر میں دوڑ دوڑ کر جاتے اور ان کی خوشنودی کے تمنائی رہتے تھے۔ ایسے زمرے کا وجود اسلامی معاشرہ کے لئے ازبس خطرناک ہوتا ہے۔ ان آستین کے سانپوں سے پُر حذر رہنا چاہیے۔

اہلِ اسلام کو چاہیے کہ دشمن کی آن بان میں نہ آئیں اور حق کا دامن تھام رکھیں۔ وہ فاتح و منصور ہوں گے۔ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (تو یقیناً اللہ کا گروہ ہی غالب آتا ہے)

حاصل کلام یہ ہے کہ

ا۔ اہلِ اسلام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل و جان سے فرماں بردار رہیں۔

ب۔ آپس میں متحد رہیں۔

ج۔ اپنے مقام کو پہچانیں، بیدار دل رہیں اور دشمن کے جال میں نہ آئیں۔

د۔ غیر مسلموں کے ساتھ قرآنی اور نبوی تعلیمات کی رہنمائی میں روابط رکھیں۔

ہ۔ دینِ اسلام کسی کا محتاج نہیں بلکہ اس کا بڑے سے بڑا جاں نثار پیرو بھی خود اسلام کا مرہونِ منت ہے جس نے اسے ہدایت کی راہ دکھائی۔

Marfat.com

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

کہہ | اگر | تم چاہتے ہو | اللہ

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیں کہ اگر تم (واقعی) اللہ کو چاہتے ہو

فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ

تو پیروی کرو | میری | چاہے | تمہیں | اللہ | اور

تو میری پیروی کرو (تاکہ) اللہ تمہیں چاہے | اور

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

بخش دے | لئے تمہارے (تمہیں) | گناہ | تمہارے | اور | اللہ

تمہیں تمہارے گناہ بخش دے | اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا

مغفرت کرنے والا | رحم کرنے والا | کہہ | اطاعت کرو

بخشنے والا ہے رحم کرنے والا ہے۔ (اے نبیؐ!) آپ کہہ دیں کہ اطاعت کرو

اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا

اللہ | اور | رسول | تو | اگر | وہ منہ موڑ گئے

اللہ کی اور رسول کی | تو اگر وہ منہ موڑ جائیں

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

تو | یقیناً | اللہ | نہیں چاہتا ہے | کفر کرنے والے

تو یقیناً اللہ کافروں کو نہیں چاہتا۔

Marfat.com

حَبَّ یا اَحَبَّ اُس نے چاہا تُحِبُّونَ تم چاہتے ہو یُحِبُّ وہ چاہتا ہے۔
یُحِبُّ تاکہ وہ چاہے اِتَّبَعَ اُس نے پیروی کی اِتَّبِعْ تو پیروی کر اِتَّبِعُوا پیروی کرو۔
اَطَاعَ اُس نے اطاعت کی اَطِعْ اطاعت کر اَطِیْعُوا اطاعت کرو۔

تفسیر آیت ۳۱ ۔۔۔ ۳۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی

اور

اہمیتِ حدیث

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی زندگیاں انسانیت کے لئے ایک کامل اور بے عیب معیارِ حیات مہیا کرتی ہیں۔ اس لئے ہر نبی کی اُمت پر اس کی مکمل اطاعت فرض رہی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال کے نقطۂ آخرین پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی ذاتِ مبارکہ میں دنیا کے سامنے ایک ایسی مثال رکھ دی جو ہر لحاظ سے بے عیب اور اکمل و اتم ہے۔ اس میں مزید ترقی کا تصور نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں جو انسان بھی پیدا ہو گا ہزار بلند مقام ہو لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام سے بدرجہا نیچے ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو تمام ادوار کے لئے اُسوۂ حَسَنہ یعنی بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ آپؐ کو جو شریعت عطا کی وہ بھی اکمل و اتم ہے۔ اس کے بنیادی قواعد میں کسی ترمیم کی گنجائش نہیں۔ زمان و مکان کے تغیّرات اسے بے اثر نہیں کر سکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبوت آپؐ پر ختم کر دی۔ قرآن شریف آپ کو خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کہتا ہے۔ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کے خطاب کا بھی یہی مفہوم ہے آپؐ سب جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ ان جہانوں میں آپؐ کے بعد کے ادوار بھی شامل ہیں۔

Marfat.com

جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی انسانیت کے تمام پہلوؤں کی جامع ہے۔ بے کسی اور غلبہ، دُکھ اور سُکھ کے سب انقلابات سے آپؐ گزرے اور ہر مرحلہ میں بنی نوعِ انسان کے لئے ایک مثالی نمونہ پیش کیا۔ خانگی امور، کاروباری معاملات، تعلیم، ملکی انتظام، بین الاقوامی سیاست، فنِ جنگ، الغرض زندگی کے ہر شعبہ میں آپؐ کی ذاتِ اقدس مشعلِ ہدایت ہے

قرآنِ حکیم سابقہ انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں بھی حکم دے رہا ہے:

فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ پھر اس ہستی کا اتباع کیوں نہ مستقبل کے ہر دَور کے لئے جزوِ ایمان ہو جو مرقعِ صفات اور جامعِ کمالات تھی، جو ہر ضعف اور ہر عیب سے بری تھی، جو ہر کثافت اور آلودگی سے پاک تھی، جس کی زندگی روحانی اور دنیوی ہر پہلو سے ایک محیر العقول معجزہ تھی۔ ہم اس پیکرِ شرف کے نقوشِ قدم کو کیسے فراموش کردیں جس کی گردن کسی غیر کے آگے نہ جھکی، جس کی آبرو نے کبھی کوئی زخم نہ اٹھایا، جس نے کسی جنگ میں منہ نہ موڑا اور نہ شکست کھائی، جو ایک وقت بے کسی کے عالم میں فقط ایک ہمراہی کے ساتھ اپنے شہر سے نکلا اور آٹھ برس کے بعد مسافرت کے عالم سے دس ہزار قدوسیوں کا تجلی ریز جلوس لے کر فاتحانہ جلال اور شفیقانہ جمال کے ساتھ اسی شہر میں رونق افزائے بزم ہوا۔ ہم اس شاہِ رُسلؐ اور تاجدارِ انسانیت کی پیروی کو کیوں نہ سرمایۂ زندگی بنائیں جو ہر وصفِ تمام اور جوہرِ کمال سے ممتاز تھا؟ کیا عقل باور کرسکتی ہے کہ ایسی ہستی کی پیروی وقتی اور ہنگامی تھی۔ کیا انسانیت کے جوہر کبھی پارینہ ہوسکتے ہیں؟ پھر اس پیکرِ کمال کو ہم (نعوذ باللہ) اگلے وقتوں کی پونجی کیوں قرار دیں جو سرتاپا انسانیتِ کاملہ کی تجلی تھا۔

دو مبلغ تمہاری رہبری کا دعوٰی لے کر آتے ہیں۔ ایک نہایت خوش گفتار اور جادو بیان ہے۔ اس کے وعظ میں ایک تاثیر اور نصائح میں ایک طلسم ہے لیکن عمل کے لحاظ سے دیکھو تو صفر ہے۔ دوسرا شخص نہ صرف زبان و بیان

Marfat.com

اور وعظ و پند کے اعتبار سے بے نظیر ہے بلکہ زبان سے جو کہتا ہے اس پر مؤثر عمل بھی کر کے دکھاتا ہے۔ تم ان میں سے کس کی پیروی کرو گے؟ لامحالہ دوسرے شخص کی جو علم و عمل دونوں کا پیکر ہے۔ پہلے شخص کو یہ کہہ کر جھٹلا سکتے ہو کہ تمہارے نصائح دل پذیر سہی لیکن ہم کیونکر جانیں کہ یہ قابلِ عمل بھی ہیں؟ دوسرے شخص کی ہر بات عمل کی کسوٹی پر پرکھی جا چکی ہے اور تجربہ کی میزان میں پوری اتر چکی ہے۔ اس کو جھٹلانے کا تمہیں یارا نہیں ہو سکتا۔ پہلے مبلغ کا کلام ہزار دلفریب سہی لیکن لفظی دل فریبی کے باوصف عملی نقطۂ نظر سے دقیق ہے اور شرح طلب۔ دوسرے شخص کا ہر سخن سورج کی کرن کی طرح صاف و شفاف اور مجلّا ہے۔ پہلے شخص کی تبلیغ کو فقط کان سن رہے ہیں لیکن دوسرے کی تبلیغ کو نہ صرف کان سنتے ہیں بلکہ آنکھ بھی دیکھتی ہے لہٰذا اس کی ہر بات دل میں ڈوب جاتی ہے۔ یہ تبلیغ محض تبلیغ یا بلاغ نہیں، بلکہ قرآن کے الفاظ میں **بلاغِ مبین** یعنی بیّن کر دینے والا بلاغ ہے۔ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مبارک قرآن حکیم کے بلاغ مبین کا پیکر تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور کو بَیِّنَہ یعنی بیّن نشانی کہا ہے۔ اگرچہ نبی کا بلاغ حقیقۃً بلاغِ مبین ہی ہوتا ہے تاہم قرآنِ حکیم نے سات[1] آیتوں میں تعیّن سے بلاغِ مبین کا ذکر کیا ہے۔ ایک آیت اصولی طور سے بتاتی ہے فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (النحل: ۳۵) (رسولوں کے ذمے فقط بلاغِ مبین ہے)

بلاغِ مبین کا فرض انجام دینا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اگر یہ محض فکری کاوشوں یا کلامی شعبدوں سے ممکن ہوتا تو کرسی نشین فلاسفر یا مسند آرا فقہا ہی قوموں اور حکومتوں کی سربراہی سنبھالنے کے لئے کافی رہتے۔ بلاغِ مبین

---

[1] ۵: ۹۲، ۱۶: ۳۵ و ۸۲، ۲۴: ۵۴، ۲۹: ۱۸، ۳۶: ۱۷، ۶۴: ۱۲

نبی کا ہی حصہ ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی براہِ راست نگرانی میں یہ فرض نباہتا ہے۔ نبوت محنت و مشقت کی کمائی نہیں، بلکہ قدرت کا عطیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا اس منصب پر سرفراز کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نبی کا روحانی اور عملی لحاظ سے نگہبان ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے: وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (اے نبی! آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں) ایک اور مقام پر ارشاد ہے: (پ ۲۷، ۵۲: ۴۸)

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ (ہم نے آپ پر سچی کتاب اتاری، تاکہ لوگوں کے درمیان اللہ کی رہنمائی میں فیصلے کریں) (پ ۵، ۴: ۱۰۵)

ان دو آیتوں ہی سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبیؐ کی ذاتِ مبارک کا پاسبان اور اس کے تشریعی فکر و عمل کی درستی کا ضامن ہوتا ہے۔ رسول اللہ کی حیثیت میں اس کے ہر حرف اور ہر حرکت پر رضائے الٰہی کی چھاپ ہوتی ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (اے نبی دشمن پر مشتِ خاک آپؐ نے نہیں پھینکی تھی، اللہ نے پھینکی تھی) ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔۔۔ گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

لہٰذا نبیؐ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) (پ ۵، ۴: ۸۰)

اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن کے جمع و حفاظت کا ذمہ لیا ہے وہاں اس کے بیان کا بھی ذمہ اٹھایا ہے۔ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۚ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۚ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ (اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے (اے نبی!) جب ہم پڑھیں تو آپؐ اس کا اتباع کریں۔ پھر ہمارے ذمے اس کا بیان ہے)۔ بیان کے معنی ہیں کھول کر بتانا۔ قرآن کا بیان اللہ تعالیٰ نے جنابِ رسولِ مقبول (پ ۲۹، ۷۵: ۱۷-۱۹)

Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسط سے انجام دیا۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (ہم نے آپ پر قرآن اتارا تاکہ آپ بیان کردیں جو ان کی طرف اتارا گیا تاکہ وہ تفکر کریں) (۱۶:۴۴)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنِ حکیم کا بیان کس طرح انجام فرمایا۔ اس کا جواب بھی قرآن کی زبان سے سنیئے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	اللہ نے مومنوں پر احسان کیا
اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا	کہ اُن میں انہی سے ایک رسول بھیجا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا	جو اُن کو اللہ کی آیات سناتا ہے اور
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ	ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ	کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ	اور بے شک پہلے وہ کھلی
مُّبِيْنٍ ۝ (آل عمران ۱۶۴)	گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار فرائض بتائے گئے ہیں یعنی (۱) مسلمانوں کو قرآنی آیات سنانا (۲) ان کا تزکیہ (روحانی پاکیزگی) انجام دینا (۳) کتاب اللہ کی تعلیم دینا (۴) حکمت کی تعلیم دینا۔ یہ چہارگانہ فرائض بلاغ مبین ہیں جن کے بغیر عرب کے لوگ ضلالِ مبین میں تھے۔

جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا منصب اللہ تعالیٰ کی آیات سنانا تھا یعنی قرآنِ حکیم پہنچانا۔ فقط اتنا کام اللہ تعالیٰ فرشتوں سے بھی لے سکتا تھا ان کے ہاتھ نہایت نفیس کاغذ پر طبع کی ہوئی کتاب کے لاتعداد نسخے بھیج دیتا تاکہ ہر انسان کے حصہ میں ایک نسخہ آجاتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کے ذمے کچھ اور فرائض بھی تھے جو فرشتہ کے بس کے نہیں اور ایک عام انسان کی قدرت میں ہیں۔ ان فرائض کو ایک کامل واکمل اور معصوم فردِ بشر کی حیثیت میں فقط حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی انجام دے سکتے تھے۔ مومنین کا تزکیہ یعنی روحانی صفائی اور اس کے ساتھ قرآن وحکمت کی تعلیم ایک گراں بار فریضہ تھا۔ اس کی انجام دہی میں آپؐ کو جن شدائد اور مصائب سے گزرنا پڑا ان کے ذکر سے زہرہ گداز ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا کے کسی انسان نے میرے جتنی سختیاں نہیں اٹھائیں۔[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندگی کے ہر پہلو سے اُسوۂ حَسَنَہ یعنی بہترین نمونہ پیش کرنا تھا۔ دکھ اور ابتلاء زندگی کا ایک نمایاں پہلو ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جہت سے بھی ایک بے نظیر و بے مثال معیار قائم کیا اور صبر واستقامت کے درس کا ایک درخشاں باب مرتب فرما گیے۔ علم وعمل کا کوئی رُخ اور کوئی گوشہ نہیں جس میں ہادیِ برحقؐ نے ایک کامل مثال قائم نہیں کی۔ اپنے حبیبؐ کو پے درپے آزمائشوں سے دوچار کرنے میں اللہ تعالیٰ کی یہی حکمت نظر آتی ہے۔

کتابُ اللہ میں کئی ایسے احکام ہیں جن کا تعیّن تشریحِ نبوی کے بغیر ناممکن ہے۔ مثلاً قرآن میں نماز کا حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اوقات، طریق ادا اور آداب وغیرہ سکھائے۔ قرآن میں زکوٰۃ اور اس کے مصارف کے احکام ہیں، اس کے دیگر قواعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام اشیاء کے بارہ میں ایک اصول بتا دیا کہ طیّب یعنی پاکیزہ چیزیں حلال اور غیر طیّب حرام ہیں۔ چند مثالیں بھی بتا دیں اور مزید وضاحت یہ کہہ کر نبیِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چھوڑ دی: وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ

---

[1] کنز العمال ج ۶ حدیث ۱۷۸۶ و ۱۷۸۷

Marfat.com

يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (نبی ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال اور ناپاک اشیاء حرام ٹھہراتا ہے) سورۃ النساء میں یہ بتا کر کہ فلاں فلاں رشتہ کی عورتوں سے نکاح نہیں ہو سکتا کہہ دیا؛ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (اور حلال ہیں تم پر جو ان کے سوا ہیں) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توضیح فرمائی ہے کہ کوئی عورت اپنی پھپی یا خالہ کی سوت نہیں ہو سکتی۔

تشریح نبوی کے بغیر قرآنی احکام سمجھنے میں کیا کیا غلطیاں ہو سکتی ہیں اس کی بعض مثالیں صحابہ کرامؓ کے ہاں بھی ملتی ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ وضو کے لئے پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔ ایک صحابی رضؓ کو تیمم کی کیفیت معلوم نہ تھی۔ ایک دفعہ انہیں پانی نہ ملا تو مٹی میں جا کر خوب لوٹیں لگائیں۔ آکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا۔ آپؐ نے انہیں تیمم کا طریقہ بتایا۔

نبی کی توضیحات قولی اور عملی دونوں لحاظ سے ہوتی ہیں۔ رسالت کے لئے بندوں کو انتخاب کرنے میں اللہ تعالیٰ کو یہی مصلحت منظور رہتی کہ وہ اپنا ئے جنس میں بنفسِ نفیس رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہو کر دلیل راہ بنیں اور اپنے فیصلوں اور ہدایات کے ذریعے ایک فقہ یا شریعت کی تشکیل کر جائیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ (یہ انبیاء — وہ نفوس ہیں جنہیں ہم نے کتاب، شریعت اور نبوّت دی اور اگر یہ لوگ ان باتوں کو نہ مانیں تو ہم نے ایسے لوگ مقرر کر رکھے ہیں جو ان کے منکر نہیں۔ یہ (انبیاء) وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت دی سو تو اُن کی راہ چل[1] انبیاء علیہم السلام کے توسط سے کتاب اللہ بھیجنے سے مقصود یہ تھا کہ وہ اس کی قولی اور عملی تعبیر اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور نگرانی میں کریں۔ شریعت کی تکمیل اسی طرح ہوئی۔

---

[1] الانعام ۹۰-۹۱۔ ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر سے ماخوذ ہے۔

ہر نبی کی شریعت دوسرے صاحب شریعت نبی کی بعثت تک بحال رہی۔ لیکن پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا رہنے کی ضرورت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کر دئیے کہ قرآن کا بیان یعنی شریعتِ محمدی آج چودہ سو برس بعد بھی کاملاً محفوظ اور روشن ہے۔ اس تاریخی حقیقت کا ثبوت آئندہ اوراق میں ملے گا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو شخص قرآن حکیم کی کوئی تشریح پیش کرے گا اس میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔ وہ یہ تو کہہ سکتا ہے کہ میں نے کتاب وسنت کے خطوط پر اجتہاد کیا ہے۔ ممکن ہے درست ہو، لیکن یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میری پیش کردہ تشریح بعینہٖ وہ بیان ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں لیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ایسے اصحابِ رسول کا یہ حال تھا کہ ان میں سے جب کوئی اپنے اجتہاد سے فتویٰ دیتا تو کہتا کہ اگر یہ فتویٰ درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت پر مقامِ رسالت قیامت تک آپؐ سے مختص ہو گیا ہے۔ یہ مقام نہ تو کسی کتب آموختہ اور فہم اندوختہ فرد کو مل سکتا ہے اور نہ اصحابِ خرد کے کسی ادارہ کو۔ جو نیا مسئلہ اٹھے گا اس کا حل اسی کتاب اور سنتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں تلاش کیا جائے گا۔ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کو فرض قرار دیتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں جہاں کہیں الرسول کی اطاعت کا حکم آیا ہے۔ وہاں رسول سے مراد فقط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ہم اس لفظ کو کوئی اور معنی نہیں پہنا سکتے۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ...... الآیت الاعراف ۱۵۷) یہاں اہلِ کتاب میں سے مشرف بہ ایمان ہونے والوں کے بارہ میں ارشاد ہے کہ وہ

اس رسول کا اتباع کرتے ہیں جو نبی[له] اور اُمّی ہے اور تورات و انجیل میں اس کا نام آیا ہے۔ اس سے اگلی آیت میں ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر جو نبی اور اُمّی ہے، جو اللہ اور اس کے کلموں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے تابع رہو تاکہ تم فلاح پاؤ) یہ آیت اَلرَّسول کے معنی کا ایک ایسا تعین کر دیتی ہے جس سے ہم سرِمُو انحراف نہیں کر سکتے۔ اگر ہم (نعوذ باللہ) فرض کر لیں کہ ایک مدت کے بعد رسول سے مُراد فلاں معیار کا کوئی عالم، جمہوری ادارہ یا مرکز لیا جائے گا تو آیات مذکورہ کی رُو سے اس عالم یا ادارہ میں ان اوصاف کا ہونا لازمی ہے کہ اس کا ذکر تورات اور انجیل میں آ چکا ہو۔ یہ نبوت کا کام کرے اور اُمّی یعنی ناخواندہ بھی ہو۔

قرآن حکیم میں جا بجا اطاعتِ رسول کا حکم ہے۔ لیکن کوئی اشارہ بلکہ کنایہ تک نہیں کہ یہ اطاعت میعادی ہے، فلاں عہد، سنہ، ماہ یا تاریخ کے بعد اُسے منسوخ سمجھو۔ اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واضح الفاظ میں رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (یعنی سب جہانوں کے لئے رحمت) بتایا گیا ہے۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ (الفرقان ۱)	بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ عالمین کو خبردار کرنے والا ہو (کہ بُرائی کا انجام بُرا ہے)

اس آیت میں قطعیت سے بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب جہانوں اور تمام ادوار کے لئے نذیر ہیں۔ ہم اپنے فیصلے سے قرآن حکیم کی کسی آیت کو نہ منسوخ کر سکتے ہیں اور نہ اس کو ایسے معنی پہنا سکتے ہیں جو نسخ پر منتہی ہوں۔ قرآن

[له] نبی کے معنی ہیں خبر دینے والا یعنی مستقبل اور آخرت کے بارہ میں۔

کے نسخ ہو نے کی کوئی نہیں۔ اگر کوئی شخص ایسی حرکت کرے تو قرآن کے ایک حصّہ کا منکر ہے اس کی سزا جیسا کہ قرآن حکیم میں بتایا گیا ہے دُنیا کی رُسوائی ہے۔ اور قیامت میں اس سے بھی شدید تر عذاب ملے گا۔ اس کے برعکس اگر اللہ تعالیٰ کی سب آیات پر ایمان ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی جائے تو قرآن کی بشارت ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (اور جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے بہت بڑی مراد پائی)[۱] (۳۳:۷۱)

سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر عہد کی رہنمائی کرتی ہے۔ تسلیم کہ معاشرہ کے تو بہ نو مسائل اُبھر رہے ہیں۔ اور نئی نئی اُلجھنیں پیدا ہو رہی ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث نے کب دعویٰ کیا ہے کہ ہمارے پاس ہر جزوی مسئلہ کا بھی تیار شدہ حل موجود ہے۔ قرآن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہنمائی کے لئے بنیادی اصول اور احکام صادر فرما دئے ہیں۔ نئے مسائل ان کے خطوط پر حل ہو سکتے ہیں۔ معاشرت و تمدن ہزار ترقی کرے اور اپنے ظواہر میں لاکھ ترمیم کرلے لیکن اس کے باطن میں آدمیت کی جو روح کارفرما ہے وہ اپنی اقدار کو بدلنے کی اجازت نہیں دے گی۔ یہ اقدار کیا ہیں؟ صحت، صفائی، سادگی، حیا، خلوص، یگانگت، مساوات، ہمدردی وغیرہ۔ معاشرت کے جو آداب و اطوار ان سے سازگار ہوں گے وہ ارتقا کی علامت ہوں گے اور جو ان سے ناموافق ہوں گے وہ تنزّل کے نقیب ٹھہریں گے۔ قرآن و سنّت کا مدعا یہ ہے کہ روحانی اور مادی زندگی ہر دو کی اقدار زندہ رہیں۔ اس بارہ میں وہ بنیادی اور اصولی احکام دیتے ہیں۔ اور زندگی کے ہر جزئیہ کو ہاتھ میں نہیں لیتے۔ زندگی کی جوئے رواں دو گونہ خواص رکھتی ہے۔ ایک تو سیّال ہونے کا وہ مستقل خاصہ ہے جو اسے بھاپ کا بادل یا برف کا میدان بننے کے بجائے

۱؎ دیکھو سُورۃ البقرۃ آیت ۸۵

رواں دواں ندی کی صورت میں رکھتا ہے۔ دوسرا وہ ہر دم تغیر پذیر خاصہ ہے
اُسے بدلتے ماحول اور نئی گزرگاہوں سے موافق ہونا سکھاتا ہے۔ تغیر پذ
عناصر مستقل جوہر سے بے ربط نہیں ہو سکتے۔ باہم وابستہ اور ہم آہنگ ر
ہیں۔ کتاب و سنت زندگی کے بنیادی اور مستقل جوہر کے بارہ میں اصول و قوا
عطا کرتے ہیں۔ لیکن زمانی اور مکانی تغیرات کو اُمت کے اجتہاد پر چھوڑ دیتے ہ
اُمّت کا وہی اجتہاد بار آور ہوگا جو کتاب و سنّت سے مربوط ہوگا۔

ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبّہ کے دو پہلو تھے، ایک
طبیعی اور دوسرا تشریعی[1]۔ طبیعی پہلو کا تعلق اس وقت کے خصوصی ماحول سے
تھا۔ اس کی اطاعت واجب نہیں۔ تشریعی پہلو کا تعلق تبلیغ رسالت سے تھا
یہ پہلو قرآن کی توضیح و تبیین کا حکم رکھتا ہے۔ اُسے قرآنِ حکیم سے جداگانہ تصور نہ
کیا جا سکتا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ط

(الاحزاب - ۲۱)

تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و(سلم) کی حیاتِ طیبّہ) میں (زندگی کا) بہترین نمو(نہ) ہے (لیکن یہ اُسی کے لئے ہے) جو اللہ (اور) یوم آخرت کی اُمید رکھتا ہے اور اللہ (کو) کثرت سے یاد کرتا ہے۔

اس آیت کا مدّعا یہ ہے کہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کا بار بار نام لینے والے ا(ور)
اس کی اطاعت کا دم بھرنے والے وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ (وسلم)
کو اسوۂ حسنہ مانتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمّت کو سنّت کے خلاف جانے سے روکا
ہے۔ اور قرآنِ حکیم اور اپنی سنّتِ طیبہ دونوں کی پابندی کا حکم دیا ہے ——

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ کے ساتویں مبحث میں اس پر مفصل بحث ہے۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہماری سنت کے خلاف جو بات نکالی جائے وہ مسترد ہو گی[1] فتح خیبر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھے اور درندوں کے گوشت کے حرام ہونے کا اعلان فرمایا۔ ان اشیاء کی تحریم کا ذکر چونکہ قرآن حکیم میں نہیں، اس لئے آپؐ نے ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا، جان لو کہ مجھے قرآن اور اس کے مانند اور بھی احکام دئے گئے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ کوئی پُرشکم شخص تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور اس سے میری کوئی حدیث بیان کیا جائے تو کہے کہ اللہ کی کتاب کو تھام لو۔ اس میں جو چیز حلال دیکھو اسے حلال جانو اور جو حرام دیکھو اسے حرام سمجھو۔ سُن لو کہ اہلی گدھے اور شکاری درندوں کا گوشت تم پر حرام ہے[2]

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو دوام حاصل ہے۔ لہذا آپؐ کی سنت کی پیروی تا قیامت واجب ہے۔ اس بارے میں آپؐ کی چند احادیث درج ذیل ہیں :-

(i) میں اس شخص کے لئے بھی رسول ہوں جو اس وقت زندہ ہے۔ اور اس کے لئے بھی جو بعد میں پیدا ہو گا۔[3]

(ii) میں فاتح و خاتم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مجھے کلمات کے جوامع اور فواتح ملے ہیں۔ میری حدیث مختصر ہے۔ تمہیں مضطرب الخیال لوگ ہلاک نہ کر دیں[4]

(iii) میری سب اُمت جنت میں داخل ہو گی سوائے اس کے جو انکار کرے۔ حاضرین نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کون انکار کرے؟ فرمایا، جس نے

---

[1] ابو داؤد کتاب السنہ۔ اس حدیث کے دو راوی صحابی ہیں جن میں ایک حضرت عائشہ رضؓ ہیں۔

[2] ابو داؤد کتاب السنہ۔ ترمذی ابواب العلم۔ دارمی۔ ابن ماجہ۔ اس حدیث کے بیان کرنے والے صحابی مقدام بن معدیکرب ابو رافع اور ایک اور صحابی ہیں [3] کنز العمال ج ۶ حدیث نمبر (۱۵۱۳)

[4] کنز العمال ج ۶ حدیث نمبر (۱۶۲۲)

Marfat.com

میری اطاعت کی وہ جنّت میں داخل ہوگا جس نے نافرمانی کی، اس نے انکار کیا۔[1]

(۴) جس نے میری سنّت سے محبّت کی اُس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنّت میں میرے ہمراہ ہوگا۔[2]

(۵) جس نے میرے بعد میری کسی مردہ سنّت کو زندہ کیا اس کے لئے اتنا ہی ثواب ہوگا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کے لئے بغیر اس کے کہ ان کا ثواب کم ہو اور اگر کسی ایسی بدعت کو کھڑا کیا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے تو اس کی گردن پر اس بدعت کے پیرووں کے مساوی گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ ان کا گناہ کم ہوتا۔[3]

ہم گذشتہ اوراق میں دیکھ آئے ہیں کہ سنّت کی دو قسمیں ہیں: تشریعی اور طبیعی جناب ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہ تمیز فرمادی ہے۔ آپؐ نے سنّت تشریعی کی دائمی پیروی واجب قرار دی ہے اور دیگر امور کے بارہ میں فرمایا ہے: اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ (تم اپنے دنیوی کاموں کو بہتر جانتے ہو) امّت کے لئے اس تفریق کا فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ بہرحال زندگی کا کوئی گوشہ ہو اس میں اصل روح کتاب وسنّت ہی کی کارفرما ہونی چاہیے۔

اشاعتِ حدیث کا حکم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کا علم آپؐ کی حدیث ہی سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپؐ نے حدیث کی بہت تاکید فرمائی ہے مثلاً:

(۱) میری حدیث جیسی سنو ویسی بیان کردو۔[4]

(۲) حجۃ الوداع حضورؐ کا آخری حج تھا۔ اس میں ایک لاکھ کے لگ بھگ صحابہؓ

---

[1] بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ [2] مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی

[3] ابواب العلم [4] المدخل از حاکم ص ۲ ابواب الدعوات۔

Marfat.com

موجود تھے۔ اس موقع پر آپ نے بعض نہایت مہتم بالشان خطبات ارشاد فرمائے جن میں سے آپ کے یہ فقرات یاد رکھنے کے قابل ہیں:

اللہ تعالیٰ اس شخص کو شاد کام رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی اور دوسرے تک پہنچائی۔

(میرے خطبے کو) سننے والا غیر موجود آدمیوں تک پہنچائے۔ بارہا وہ آدمی جسے بات سنائی جاتی ہے سنانے والے سے زیادہ حافظہ کا مالک ہوتا ہے۔

(جس حدیث سے یہ فقرات لئے گئے ہیں اُسے سات آٹھ جلیل القدر صحابہؓ نے روایت کیا ہے)[1]

(۳) ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے خلفا کون ہیں؟ فرمایا جو میری حدیث کی روایت کریں گے اور اس کی تعلیم دیں گے[2]

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ سے قرآن، علم اور وراثت کے قوانین سیکھو اور آگے سکھاؤ کیونکہ مجھے اس دنیا سے اُٹھ جانا ہے۔ علم جلد قبض ہو جائے گا اور فتنہ اُٹھے گا[3]

(۵) تم میری حدیث سنتے ہو پھر یہ تم سے منقول ہوگی۔ پھر آگے روایت ہوگی۔ اس کے بعد آگے (اگلے طبقے کو) پہنچائی جائے گی۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے جو موٹے ہوں گے اور موٹاپے کے متمنی ہوں گے۔ ان لوگوں کی یہ حالت ہوگی کہ پوچھے جانے سے پہلے ہی گواہی دیں گے[4]

(مراد یہ کہ یہ تن پرست طبقہ محنت سے جی چرائے گا۔ تحصیل حدیث کی کوشش

---

[1] ترمذی ابواب العلم مسلم کتاب القسامۃ۔ الخ بخاری، دارمی، ابوداؤد [2] مقدمہ دارمی از مولانا عبدالرشید بحوالہ طبرانی اوسط منتخب کنز العمال کتاب العلم برحاشیہ مسند احمد ۵ا ۲۶

[3] دارمی باب الفتیا۔ ترمذی ابواب الفرائض۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہؓ اور ابن مسعودؓ ہیں۔ [4] مستدرک حاکم کتاب العلم۔

سے پہلو تہی کرے گا۔ لیکن عالم کہلانے کا اس قدر شوق ہو گا کہ بغیر سوال کے اپنے فتوے اور فیصلے جاری کریں گے۔

(۶) فرمانِ نبوی ہے کہ جس شخص کو علم کی کوئی بات معلوم ہو پھر اس سے پوچھی جائے اور وہ چھپا رکھے تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام دی جائے گی۔

(۷) حضرت ابوہریرہؓ کا شغل احادیثِ نبوی کا حفظ کرنا تھا۔ ان کا حافظہ کمزور تھا۔ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شکایت کی۔ آپؐ نے دعا فرمائی اور حضرت ابوہریرہؓ کا حافظہ قوی ہو گیا۔[۱] حضرت علیؓ کو بھی آنحضرتؐ نے حفظ کی دعا دی تھی۔ وہ حدیث اس طرح بیان کرتے کہ ایک لفظ تک چھوٹنے نہ پاتا تھا۔[۲] چالیس حدیثیں یاد کرنے کے ثواب کے بارہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعدد احادیث منقول ہیں۔

(منتخب کنز العمال کتاب العلم)

إِنَّ	اللَّهَ	اصْطَفَىٰ	آدَمَ	وَنُوحًا
یقیناً	اللہ	چن لیا ہے	آدم	اور نوح

یقیناً اللہ نے برگزیدہ کیا آدم اور نوح کو

وَآلَ	إِبْرَاهِيمَ	وَآلَ	عِمْرَانَ	عَلَى	الْعَالَمِينَ ﴿۳۳﴾
اور اولاد	ابراہیم	اور اولاد	عمران	اوپر	سب اقوام

اور اولادِ ابراہیم کو اور اولادِ عمران کو سب اقوام پر

[۱] ترمذی کتاب العلم [۲] بخاری کتاب العلم ترمذی [۳] ترمذی احادیث شتی
[۴] مسلم کتاب الجنائز

Marfat.com

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ

اولاد۔نسل بعض ان سے سے بعض اور اللہ سننے والا

نسل بر نسل ہیں اور اللہ سننے والا ہے

عَلِيمٌ ﴿۳۴﴾

جاننے والا

جاننے والا ہے۔

اِصطِفاء کا لفظ صِفوۃ سے نکلا ہے۔ ہر شے کے خلاصہ یعنی خاص حصہ کو صِفوۃ کہتے ہیں اِصطَفٰی کے معنی ہیں انتخاب کیا۔ چن لیا۔

تفسیر آیت ۳۳ ــــ ۳۴

نبوّت عطیۂ الٰہی ہے

گزشتہ آیات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کامل کا حکم تھا۔ اس اتباعِ کامل کا حق نبی کے سوا اور کسی کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اُسے اللہ تعالیٰ خاص اس کام کے لئے نامزد کرتا ہے۔ نبوت محنت و مشقت اور درجہ بدرجہ ترقی سے نہیں حاصل ہوتی بلکہ یہ قدرت کا عطیہ ہے، جسے چاہا نواز دیا۔ سب سے پہلے آدم کو نبی کیا۔ بعد میں بھی ہزاروں انبیاء تشریف لائے۔ ان میں سے آیاتِ بالا میں صرف حضرتِ نوحؑ، آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمران کا ذکر ہے۔ آلِ ابراہیمؑ میں متعدد نبی آئے جن میں حضرتِ اسماعیلؑ، حضرتِ اسحاقؑ، حضرتِ یعقوبؑ حضرتِ یوسفؑ، حضرتِ موسیٰؑ، حضرتِ ہارونؑ، حضرتِ داؤدؑ، حضرتِ سلیمانؑ حضرتِ عیسیٰؑ اور حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی خاص طور

Marfat.com

سے قابلِ ذکر ہیں۔

آلِ عمران جیسا کہ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ کے الفاظ میں بھی اشارہ ہے اولادِ ابراہیمؑ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اس لئے فرمایا کہ یہود ان کے قائل نہ تھے۔ ان کی نبوت کو صرف عیسائی تسلیم کرتے ہیں۔ عمران کی اولاد میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہوئے جو آپس میں خالہ زاد بھائی تھے اور عمران کے نواسے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو ہمیشہ اپنی نگرانی میں رکھا اور ان کے اعمالِ صالحہ کی نگہداشت کی تاکہ وہ اپنی اپنی امت کے لئے کامل نمونۂ حیات پیش کریں۔ اگرچہ سب بنو آدم کی ایک ہی نسل ہے، ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔ لیکن اللہ نے جسے چاہا نبوت سے سرفراز کر دیا۔ یہود کہتے تھے کہ نبی آخر الزماںؐ کو ہم میں سے مبعوث ہونا چاہیے تھا اور قریش مکہ کو ضد تھی کہ اگر نبوت ملنا تھی تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے رئیس کو ملتی۔ لیکن آیاتِ بالا میں صاف صاف بتا دیا کہ نبوت کا شرف اللہ تعالیٰ جسے چاہے عطا کر دے۔

بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

(۱) نسل بہ نسل ہیں

(۲) ایک دوسرے کے ناصر اور مددگار ہیں۔

(۳) ایک دوسرے کے دین پر ہیں۔

إِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ

جب	کہا	بیوی	عمران	اے رب میرے
جب عمران کی بیوی نے کہا				اے میرے رب!

إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي

یقیناً میں نذر کی میں نے لیے تیرے جو میں بطن میرا

میرے بطن میں جو ہے میں نے تیری نذر کیا

مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ

آزاد کردہ تو قبول کر مجھ سے یقیناً تو

(دنیا سے) آزاد پس تو مجھ سے قبول فرما یقیناً تو ہی

أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا

تو سننے والا جاننے والا تو جب

سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔ تو جب

وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي

جنا اسے بولی اے رب میرے یقیناً میں

اسے جنا (تو) بولی، اے میرے رب! میں نے

وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

جنا میں نے اسے لڑکی اور اللہ سب سے زیادہ جاننے والا

اسے لڑکی جنا اور اللہ سب سے زیادہ باخبر ہے

بِمَا وَضَعَتْ ۖ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ

ساتھ جو جنی اس نے اور نہیں لڑکا مانند لڑکی

اس سے جو اس نے جنی اور (بے شک) لڑکا لڑکی کے مانند نہیں

Marfat.com

وَ اِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَ اِنِّيْٓ

اور یقیناً میں نام رکھا میں نے اس کا مریم اور یقیناً میں

اور یقیناً میں نے اس کا نام مریم رکھا اور یقیناً میں

اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا

پناہ میں دیتی ہوں اسے ساتھ تیرے (تیرے ہاں) اور اولاد اس کی

تیرے ہاں پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد (کو)

مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾

سے شیطان مردود

شیطان مردود سے۔

حَرَّرَ اس نے آزاد کیا۔ مُحَرَّرٌ آزاد کیا ہوا۔ تَقَبَّلَ اُس نے قبول کیا۔
تَقَبَّلْ (صیغۂ امر) قبول کر۔ كَالْاُنْثٰى کی ترکیب ہے: كَ (مانند) اور اُنْثٰى
(عورت)۔ اُنْثٰى کی جمع اِناث ہے۔ مُذَکَّر کے مقابل مؤنث اور ذَكَر کے
مقابل اُنْثٰى بولا جاتا ہے۔

سَمّٰى اُس نے نام رکھا سَمَّيْتُ میں نے نام رکھا

عَاذَ پناہ میں آیا۔ اس سے مصدر عَوْذ ہے۔

اَعَاذَ پناہ میں دیا۔ اُعِيْذُ میں پناہ میں دیتا ہوں۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ

تو قبول کیا اسے رب اس کا ساتھ قبول عمدہ

تو اللہ نے اسے اچھے قبول سے منظور کیا

وَ اَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ

اور پروان چڑھایا اسے پروان چڑھنا۔ نشوونما عمدہ اور

اور اسے، عمدہ نشوونما سے پروان چڑھایا اور

كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيۡهَا

کفالت میں دیا اسے زکریا جب کبھی داخل ہوا اس کے پاس

اسے زکریا کی کفالت میں دیا جب کبھی زکریا اس کے پاس آیا

زَكَرِيَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ وَجَدَ عِنۡدَهَا

زکریا کمرہ۔ عبادت خانہ پایا پاس اس کے

عبادت خانہ میں اس کے ہاں پایا

رِزۡقًا ۚ قَالَ يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ

رزق کہا اے مریم کہاں سے لئے تیرے یہ

رزق کہا، اے مریم! یہ تیرے لئے کہاں سے (آیا)

قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ

وہ بولی وہ (یہ) سے پاس اللہ

وہ بولی یہ اللہ کے ہاں سے ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ

یقیناً اللہ رزق دیتا ہے جسے وہ چاہتا ہے بغیر

یقیناً اللہ جسے چاہے بغیر حساب کے رزق

Marfat.com

حِسَابٍ (۳۷)

حساب

دیتا ہے۔

قَبُول اس وزن پر یہ واحد مصدر ہے۔ نَبَتَ نشوونما پائی۔ نبات مصدر ہے۔ اَنبَتَ نشوونما دی۔ کَفَّلَ کفالت میں دیا۔ مِحراب عبادت گاہ۔ مسجد میں عبادت کا کمرہ۔ جو بیت المقدس میں عموماً دوسری منزل میں ہوتا تھا۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ

وہاں پکارا زکریا رب اس کا کہا

وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا، کہا

رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ

اے رب میرے عطا کر لئے میرے سے پاس تیرے

اے میرے رب! مجھے اپنے ہاں سے عطا کر

ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ

اولاد پاکیزہ یقیناً تو سننے والا

پاکیزہ اولاد یقیناً تو دعا

الدُّعَاءِ (۳۸) فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ

دعاء تو نادی اسے فرشتے

سننے والا ہے تو فرشتوں نے اسے آواز دی،

وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ

اور | وہ | کھڑا | نماز پڑھتا ہے | میں | حجرہ

اور وہ کمرے میں کھڑا نماز پڑھتا تھا

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا

کہ یقیناً | اللہ | بشارت دیتا ہے | تجھے | ساتھ | یحییٰ | تصدیق کرنے والا

کہ یقیناً اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے تصدیق کرنے والا

بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا

ساتھ | کلمہ | سے | اللہ | اور | پیشوا

اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی اور پیشوا

وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

اور | پرہیزگار | اور | نبی | سے | موزوں۔ اہل[1]

اور پرہیزگار اور نبی اہل لوگوں سے

سَیِّدٌ اصل میں سَیْوِدٌ تھا یا دَبِیٌّ مخفف ہو کر صرف دَبٌّ رہا۔ ب کا کسرہ "ی" کے معنی دیتا ہے۔ سَادَ اس نے لوگوں کی سیادت، قیادت یا رہنمائی کی۔ سَیِّدٌ قیادت یا سرداری کرنے والا۔ پیشوا جس کے بہت پیرو ہوں۔ وَالسَّیِّدُ هُوَالرَّئِیْسُ الَّذِیْ یُتْبَعُ (خازن)

حَصُوْدٌ بروزن فعول بمعنی فاعل (خازن) کے لغوی معنی ہیں اپنے کو بہت

[1] شائستہ (تھانوی) یعنی وہ اپنے کام کے لئے خوب اہل اور موزوں ہوگا۔

روکنے والا یعنی جنسی اور دیگر لذائذ سے بہت پرہیز کرنے والا۔ صَلَحَ درست ہوا شایان یا شائستہ ہوا۔ اہل یا قابل ہوا۔ صالح اس سے فاعل ہے۔

تفسیر آیت ۳۵ —— ۳۹

ولادتِ مریمؓ اور بشارتِ یحییٰ علیہ السلام

بنو اسرائیل میں یہ دستور تھا کہ ہر نبی یا عالم اپنے نومولود بچے کو ہیکل کی نذر کر دیتا تھا۔ وہ بلوغ تک ہیکل میں رہتا۔ اس کے بعد اسے اپنے طور سے زندگی بسر کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔

ہیکل ہیکل یروشلم کی عبادت گاہ کا نام ہے۔ اسے بیت المقدس بھی کہتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ بیت المقدس کا نام یروشلم کے شہر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے ہیکل کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی تھی۔ ہیکل کے لغوی معنی عبادت گاہ ہیں۔

عمران کا خاندان علم و اقتدار کا مالک تھا۔ عمران کی بیوی حَنّہ نے منت مانی کہ میرے ہاں جو بچہ پیدا ہوا اُسے ہیکل کی نذر کروں گی۔ وہ مُحَرَّرْ یعنی دنیاوی بندھنوں سے بالکل آزاد ہو گا اور ہمہ وقت ہیکل کی خدمت کے لئے وقف رہے گا۔

عمران کی وفات کے چند ماہ بعد حَنّہ کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ حَنّہ کا خیال تھا کہ لڑکا ہو گا۔ جب لڑکی جنی تو جی ہی جی میں رنجیدہ ہوئیں کیونکہ لڑکیوں کو ہیکل کی نذر کرنے کا قاعدہ نہ تھا۔

حضرت حَنّہ نے کہا، رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی یعنی میرے رب میں نے تو بچی جنی ہے۔ مطلب یہ کہ کاش میرے ہاں لڑکا ہوتا۔ جواب ملا کہ بے شک ظاہراً لڑکے اور لڑکی میں فرق ہے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس میں کیا صلاحیت رکھی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ یعنی حَنّہ نے جو

Marfat.com

بچی جنی ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی خوب علم رکھتا ہے کہ اس میں کیا صلاحیتیں ہیں۔ حنّہؒ کو معلوم نہ تھا کہ عمران کی یتیم بیٹی جب بالغ ہوگی تو اُس کے ہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کے نام کی قیامت تک دھوم ہوگی۔ اس کے ساتھ ماں کا نام بھی ہمیشہ کے لئے پاکیزگی اور صداقت شعاری کے لئے ضرب المثل ہو جائے گا اور عمران کا نام بھی زندۂ جاوید رہے گا۔

حنّہؒ نے بیٹی کا نام مریم رکھا۔ دودھ چھڑانے کے بعد اُسے ہیکل کے مجاوروں کے پاس لے گئیں۔ عام دستور کی رُو سے لڑکی کو ہیکل کے لئے منظور نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن عمران چونکہ بہت قدر و منزلت رکھتے تھے اس لئے اُن کی یتیم بیٹی کو قبول کر لیا گیا۔ عمران کی یہ واحد نشانی تھیں۔ ان کی معصوم صورت کو دیکھ کر ہر مجاور نے چاہا کہ اس کی پرورش اُسے ہی سپرد کی جائے۔ اس سے پہلے کسی بچے کی کفالت کے لئے مجاوروں نے اس بے تابی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ حنّہؒ مریم کی پیدائش کے وقت آزردہ تھیں کہ شاید اسے ہیکل کے لئے بتول نہ کیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجاوروں کے دل میں ایسی اُلفت پیدا کر دی کہ ہر ایک اس کی پرورش کی سعادت سے بہرہ مند ہونا چاہتا تھا۔ یہ نہایت شاندار اور قابلِ رشک مقبولیت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قبولِ حَسَن کہا ہے۔

حضرت زکریا نبی علیہ السلام ان دنوں موجود تھے۔ ان کے گھر میں حضرت مریم کی خالہ تھیں جن کا نام ایشاع تھا۔ حضرت زکریاؑ نے مجاوروں سے کہا کہ میرے گھر میں مریم کی خالہ ہیں۔ وہ اسے بہت محبت سے پالیں گی۔ اسے میرے سپرد کر دیا جائے۔ مجاوروں نے نہ مانا۔ ہر مجاور بنتِ عمران کی خدمت سے مشرف ہونا چاہتا تھا۔ کافی بحث ہوئی۔ آخر قرعہ ڈالا گیا۔ اس میں حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکلا۔

حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ نے بہت اچھی صحت دی۔ اخلاقی اور روحانی لحاظ

Marfat.com

سے بھی اُن کی خوب تربیت ہوئی۔ اُن کی اس قابلِ رشک پرداخت کو اللہ تعالیٰ نے نَبَاتًا حَسَنًا کہا ہے۔

حضرت مریم کا زیادہ وقت محراب میں گزرتا تھا۔ محراب اس حجرہ کو کہتے ہیں جو مسجد میں عبادت کے لئے وقف ہو۔ یہ حجرے اس زمانے میں عموماً دوسری منزل میں ہوتے تھے۔ حضرتِ مریم کی اخلاقی رفعت کا یہ حال تھا کہ قرآن حکیم نے انہیں صدّیقہ کے لقب سے یاد کیا۔

حضرتِ زکریّا علیہ السلام جب کبھی محراب میں جاتے تو دیکھتے کہ مریم کے پاس ایسے ایسے پھل پڑے ہیں جن کا اس موسم میں گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ حضرتِ زکریّا یہ بے موسم پھل دیکھ کر حیران رہ جاتے اور پوچھتے کہ کہاں سے آئے۔ مریم جواب دیتیں کہ اللہ نے بھیجے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ بڑھاپے کی آخری منزل میں تھے اور اولاد کی طرف سے مایوس تھے۔ جب ایک دن مریم نے ان سے کہا کہ یہ پھل اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں تو ان کا جی بھر آیا۔ دل نے آواز دی کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ذریعے مریم کے پاس بے موسم کے تازہ پھل بھیج سکتا ہے تو کیا وہ مجھے اس بڑھاپے میں اولاد کی صورت میں پھل نہیں دے سکتا۔

انہوں نے وہیں ربِّ کریم کے حضور التجا کی کہ مجھے پاکیزہ اولاد عطا کر۔ فرشتوں نے ندا دی کہ تیرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ اس میں یہ اوصاف ہوں گے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرے گا۔ حضرت عیسیٰؑ چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم "کُن" سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس لئے کج ذہن اور حق دشمن یہود کے لئے یہ ناقابلِ تسلیم بات ہوئی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کرشمہ کی تصدیق کے لئے انہی دنوں ایک اور نبی حضرت یحییٰ کو بھیجا حالانکہ اُس وقت حضرتِ زکریّاؑ بھی موجود تھے۔

Marfat.com

(۲) سید یعنی پیشوا اور قائد ہو گا۔ مراد یہ کہ اس کے پیروؤں کی بہت بڑی جماعت ہو گی۔

(۳) حصور یعنی لجنا پاک دامن ہو گا۔ عورتوں سے شغف نہیں رکھے گا۔

(۴) نبیؑ ہو گا۔

(مضمون آگے جاری ہے)

قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَّ

کہا اے رب میرے کہاں سے ہو گا لئے میرے لڑکا جب کہ

کہا، اے میرے رب! میرا لڑکا کہاں سے ہو گا جب کہ

قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي

ہے پہنچا مجھے بڑھاپا اور بیوی میری

مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی

عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذَٰلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (۴۰)

بانجھ کہا اس طرح اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے

بانجھ ہے؟ کہا اس طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّي آيَةً ۖ

کہا اے رب میرے مقرر کر لئے میرے نشانی

کہا، اے میرے رب! میرے لئے نشانی مقرر کر۔

Marfat.com

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ

کہا نشانی تیری کہ نہ تو کلام کرے گا لوگ

کہا، تیری نشانی (یہ ہے) کہ تو لوگوں سے تین روز تک

ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ

تین دن مگر اشارہ اور یاد کر رب تیرا

سوائے اشارہ کے کلام نہ کرے گا۔ اور اپنے رب کو بہت

كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿٤١﴾ ع ۴ ۱۲

بہت اور تسبیح کر میں شام اور صبح

یاد کر اور صبح و شام تسبیح کر

اَلَّا دراصل ہے اَنْ (کہ) اور لَا (نہ)۔ کَلَّمَ اُس نے کلام کیا۔ تُكَلِّمُ تو کلام کرتا ہے۔ اَنْ کے عمل نے اُسے تُكَلِّمَ کر دیا ہے۔ عَشِيّ آفتاب کے ڈھلنے سے غروب تک کا وقت۔ اِبْكَار کے اصل معنی ہیں: دن چڑھتے ہی کسی کام کے لئے نکلنا۔ پھر طلوعِ فجر سے دوپہر تک کے وقت کو ابکار یا بُکرۃ کہنے لگے۔

تفسیر آیت ۴۰ —— ۴۱

(گزشتہ مضمون سے پیوستہ ہے)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت سن کر حضرت زکریا پر حیرت و انبساط کی حالت طاری ہو گئی۔ انہیں اس بشارت کا پورا اعتبار تھا تاہم اطمینانِ قلب کے لئے پوچھا کہ مجھ پر بڑھاپا چھا چکا ہے، میری بیوی بانجھ ہے، اب ہمارے

Marfat.com

ہاں اولاد کیونکر ہو گی۔ فرمایا، بظاہر یہ انوکھی بات ہے لیکن میں جیسے چاہوں کر سکتا ہوں۔ حضرتِ زکریا نے درخواست کی کہ مجھے کوئی علامت بتا دیجئے کہ مجھے مزید تسلی اور خوشی ہو۔ فرمایا، تیری زبان تین روز کے لئے بند ہو جائے گی۔ تو صرف اشاروں سے مطلب ادا کر سکے گا۔ جب ایسا ہوا تو سمجھ لینا کہ تیری بیوی امید سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور صبح و شام تسبیح کرنا۔

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ

اور جب کہا فرشتے اے مریم

اور جب فرشتوں نے کہا، اے مریم

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ

یقیناً اللہ چنا تجھے اور پاک کیا

یقیناً اللہ نے تجھے چن لیا اور تجھے پاک کیا

وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

اور چنا تجھے اوپر عورتیں سب اقوام

اور تجھے سب جہانوں کی عورتوں پر انتخاب کیا

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِىْ

اے مریم فرماں بردار ہو لئے رب تیرا اور سجدہ کر

اے مریم! اپنے رب کی فرماں بردار رہ اور سجدہ گزار رہ

Marfat.com

وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور جھک ساتھ۔ مانند جھکنے والے

اور (اللہ کے آگے) جھکنے والوں کی طرح جھکی رہ

تفسیر آیت ۴۲ ۔۔۔ ۴۳

حضرت مریم کو اصطفاء کی بشارت

حضرت مریم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثمرات و بشارات کا سلسلہ جاری رہا۔ فرشتوں کے ذریعے پیغام آیا "اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ" اللہ نے تجھے چن لیا۔ مراد یہ کہ ہیکل کی خدمت صرف مردوں کو حاصل ہوتی تھی لیکن اللہ نے تجھے بھی اس شرف سے نوازا ہے۔ یہ اعزاز اس وقت اور کسی عورت کو نصیب نہ تھا۔

وَطَهَّرَكِ یعنی اللہ نے تجھے کمال جسمانی اور روحانی پاکیزگی عطا فرمائی۔

حضرت مریم دنیوی رغبتوں اور آلائشوں سے دور تھیں۔ ان کے روحانی صفا کا یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے ان سے ہم کلام ہوتا تھا۔

وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ

یہ وہ انتخاب تھا جس کا پورا اندازہ اس وقت غالباً حضرت مریم کو بھی نہ تھا ان کے بطن سے بنو اسرائیل کے اس نبی کو پیدا ہونا تھا جس کی نیک شہرت قیامت تک دنیا میں باقی رہے گی۔ ان کے ہمراہ حضرت مریم کا نام بھی زندہ رہے گا دنیا کا کون ملک اور کون سا خطہ ہے جہاں حضرت مریم کے پاکیزہ نام اور قابل تقلید عصمت کا شہرہ نہیں۔ تقریباً ہر مذہب و ملت کے لوگ انہیں عزت و عقیدت سے یاد کرتے ہیں۔

حضرت مریم سے ارشاد ہے: وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ یعنی تیری عظمت امی

Marfat.com

میں ہے کہ تو آخر تک اللہ کی فرماں بردار رہے اور اس کی اسی طرح عبادت کرتے جائے جیسے کہ صلحاء کا وتیرہ ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ

وہ | سے | خبریں | غیب | وحی کرتے ہیں ہم اسے | طرف | تیری

یہ غیب کی خبریں ہیں جو (اے نبی) ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ

اور | نہ | تو تھا | پاس | ان کے | جب | وہ ڈالتے (پھینکتے)

اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلمیں

اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ

قلم | ان کے | کون | ان سے | کفالت کرے گا | مریم

پھینکتے تھے (کہ) مریم کی کفالت کون کرے گا

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

اور | نہ | تو تھا | پاس | ان کے | جب | وہ باہم حق جتاتے تھے

اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ دعوے جتاتے تھے

اَنْۢبَآءُ جمع ہے نَبَاٌ (خبر) کی۔

اَوْحٰی وحی کی۔ نُوْحِیْ ہم وحی کرتے ہیں۔ اَلْقٰی ڈالا۔ یُلْقِیْ ڈالتا ہے۔ یُلْقُوْنَ وہ ڈالتے ہیں۔ اَقْلَامٌ جمع ہے قَلَمٌ کی۔ اَیُّهُمْ کی ترکیب ہے اَیٌّ (کون) اور هُمْ (وہ) سے۔ کَفَلَ کفالت میں لیا۔ یَکْفُلُ کفالت یا پرورش

... بنا ہے۔

خُصُومَة کے معنی ہیں ایک دوسرے کے مقابل اپنی دعویٰ پیش کرنا۔

تخاصَمَ یا اِخْتَصَمَ انہوں نے ایک دوسرے کے مقابل دعوے جتائے اور تنازع کیا۔ قَنَتَ وہ فرماں بردار رہا اُقْنُتْ فرماں بردار رہ۔ اُقْنُتِی مونث کا صیغہ ہے۔

نکتہ: آیت ۴۲ کو سامنے رکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور آلِ عمران اِصطِفاء عَلَی العٰلمین میں شریک ہیں اسی طرح حضرت مریم کے ساتھ بھی اِصطِفاء عَلَی العٰلمین میں شرکت ہو سکتی ہے احادیث سے ثابت ہے کہ ایسی رفعت، فضیلت حضرت آسیہ زوجۂ فرعون، حضرت خدیجہؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ کو بھی حاصل ہے۔

تفسیر آیت۔ ۴۴

آلِ عمران کی صحیح تاریخ صرف قرآن میں ہے

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ آلِ عمران اور حضرت زکریاؑ کے واقعات تاریخ کے ایوان سے محو ہو کر غیب کے پردے میں مستور تھے۔ کسی مؤرخ یا عالم کو ان کا درست علم نہ تھا ہم نے آپؐ کو ان کا صحیح علم دے دیا ہے حالانکہ حضرت مریم کی کفالت حاصل کرنے کے لئے بیت المقدس کے راہبوں نے کس طرح دعوے جتائے اور کس طرح قرعہ اندازی کی آپؐ ان واقعات کے عینی شاہد نہ تھے۔

قرعہ اندازی کے لئے آیت میں قلم پھینکنے کا استعارہ آیا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ سب راہب اپنے اپنے قلم لے کر دریا کے کنارے گئے اور انہیں رواں پانی میں پھینک دیا۔ سب قلم بہہ نکلے مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قلم بہاؤ کے مخالف

Marfat.com

چلنے لگا۔ وہ قرعہ جیت گئے

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ

جب کہا فرشتے اے مریم یقیناً

جب فرشتوں نے کہا، اے مریم یقیناً

اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ

اللہ بشارت دیتا ہے تجھے ساتھ کلمہ اس سے

اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے

اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

نام اس کا مسیح عیسیٰ بیٹا مریم

اس کا نام المسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ

آبرومند میں دنیا اور آخرت اور سے

وہ دنیا و آخرت میں آبرومند ہوگا اور قرب والوں

الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ

قریب کئے ہوئے اور کلام کرے گا لوگ

سے ہوگا۔ اور لوگوں سے پنگوڑے

Marfat.com

فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٤٦﴾

میں پنگوڑا اور آدھیڑ پن اور سے اہل موزوں ل

میں اور آدھیڑ پن میں کلام کرے گا اور وہ اہل لوگوں میں سے ہو گا

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ

وہ بولی اے رب میرے کہاں سے ہو گا لئے میرے بیٹا

وہ بولی، اے میرے رب! میرے لئے بیٹا کہاں سے ہو گا

وَّ لَمْ يَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ؕ قَالَ

جب کہ نہیں چھوا مجھے انسان کہا

جب کہ مجھے کسی بشر نے نہیں چھوا۔ کہا،

كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ

اس طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے

اللہ اسی طرح پیدا کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے

اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ

جب طے کیا کام تو صرف کہتا ہے اس کو ہو جا

جب وہ کوئی امر طے کر لیتا ہے تو اس کو صرف کہتا ہے ہو جا

فَيَكُوْنُ ﴿٤٧﴾ وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ

تو وہ ہو جاتا ہے اور تعلیم دے گا اسے کتاب اور حکمت

تو وہ ہو جاتا ہے اور اسے تعلیم دے گا کتاب اور حکمت کی

وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾

اور	تورات	اور	انجیل

اور تورات اور انجیل کی

مَسِیْح بعض کہتے ہیں عبرانی میں یہ لفظ ایشوع تھا جس کے معنی ہیں مبردار
مَسّ چُھوا یَمَسُّ چھوتا ہے۔ لَمْ یَمْسَسْ اُس نے نہ چھوا۔ کَانَ تھا۔ ہوگیا۔
یَکُوْنُ ہوجاتا ہے۔

تفسیر آیت ۴۵ — ۴۸

حضرت مریم کو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بشارت

حضرت مریم جوان ہوئیں تو اُنہیں فرشتوں کی وساطت سے بشارت ملی کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک فرزند ارجمند عطا کرے گا جس کا نام اَلْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ہوگا۔ وہ نہ صرف دنیا میں عزت پائے گا بلکہ آخرت میں بھی مقربین الٰہی میں سے ہوگا۔ وہ پنگھوڑے میں کلام کرے گا اور کہل یعنی اُدھیڑپن میں بھی۔

کہل کا آغاز عُرفِ عرب میں تیس برس کے بعد ہوتا ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے تیس برس کے بعد تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔ اُن کے کلام میں بہت تاثیر تھی۔ اس لئے اس کا ذکر خصوصیت سے آیا ہے۔ اس میں ایک لطیف اشارہ یہ ہے کہ وہ نبوت پر سرفراز ہوں گے۔

حضرت مریم نے عرض کیا' اے اللہ میں کنواری ہوں۔ میرے ہاں اولاد کیسے ہوسکتی ہے؟ جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ کرے تو صرف "کُن" (ہوجا) کہہ کر اُسے پورا کر دیتا ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں مزید بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں

آئیکتب یعنی سب الہامی کتابوں کا علم دے گا۔ تورات اور انجیل سے خصوصی طور پر آگاہ کرے گا۔ تورات کو یہود نے محرّف کر دیا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی صحیح تعلیمات کی روشنی میں یہود کے جھوٹے دعووں کی تردید کرنی تھی۔ حکمت سے مراد علم و عمل ہے۔ علم و عمل دونوں مل کر انسان میں گہری بصیرت پیدا کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اس کی ہر بات درستی اور دانائی کا مظہر ہوتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور حیات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن حکیم میں علاوہ عیسیٰؑ کے مسیح اور ابن مریم کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ آپ کی والدہ حضرت مریمؑ بنو اسرائیل سے تھیں۔ جناب مریمؑ کو ان کی والدہ نے ہیکل کی نذر کر دیا تھا جہاں آپ ایک مومنہ کی پاک باز زندگی بسر کر رہی تھیں۔ حالت دوشیزگی ہی میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوئی کہ تیرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جس کا نام المسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ حضرت مریمؑ نے کہا کہ یا رب! میرے ہاں اولاد کیونکر ہوگی جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں — ؟ جواب ملا کہ اللہ کے کاموں کا یہی پیرایہ ہے کہ جب وہ چاہتا ہے کہ کوئی امر واقع ہو تو وہ "کُن" (ہو جا) کہتا ہے اور وہ امر ظہور پذیر ہو جاتا ہے

حضرت مریمؑ اللہ کے حکم سے بغیر کسی بشری مس کے حاملہ ہو گئیں۔ ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو بہت گھبرائیں۔ آبادی سے دور رہ کر بچہ جنا۔ بدنامی کا ڈر

Marfat.com

گزار رہا تھا مگر عین اس حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ ڈرو مت، جب لوگ ملامت کریں تو انہیں کنایا بچہ کی طرف رجوع کرو۔ چنانچہ جب لوگوں نے حضرت مریمؑ کی مذمت کرنا شروع کی تو آپ نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ اور نبی ہوں (سورۃ مریم ۱۶ تا ۳۴)

اناجیل میں حضرت مریم کے خاوند کا نام یوسف نجار دیا گیا ہے جس سے بعض لوگوں نے اس نظریہ کو تقویت دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مسیح باپ کے بغیر پیدا نہیں ہوئے تھے۔ یہ موقع اس وقت طویل بحث کا نہیں۔ قرآن حکیم کی عبارات واضح اور روشن ہیں۔ وہ صاف بتاتی ہیں کہ جناب مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ اگر اس معاملہ میں اناجیل ہی مدارِ فیصلہ ہوں تو متی کی انجیل کی عبارت ملاحظہ ہو:

> اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ پس اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے اس کے بیٹا ہوگا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی

Marfat.com

اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے۔

قرآن حکیم میں ان واقعات کا ذکر نہیں۔ بہر حال حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش قدرت الٰہی کا ایک کرشمہ تھی۔

حضرت عیسیٰؑ کے بعد کے اکثر حالاتِ زندگی پر ہماری لاعلمی کا پردہ پڑا ہوا ہے اناجیل سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تیس برس کی عمر میں تبلیغ کا آغاز کیا۔ مگر قرآنِ حکیم کے حوالہ سے ہم ابھی دیکھ چکے ہیں کہ آپ نے پیدائش کے پہلے روز ہی نبوت کا اعلان کیا تھا۔ نظر بہ ظاہر کچھ عرصہ مشن کی تیاری میں صرف ہو گیا اور اشاعت دین کا باقاعدہ آغاز آپ نے تیس برس کی عمر میں کیا۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کی گمراہ بھیڑوں کو سیدھے رستے پر چلانے کے لئے آیا ہوں مگر ان بھیڑوں کو ہانکنے کے لئے ڈنڈے کی ضرورت تھی۔ انہوں نے آپ کی نہ سُنی۔ پہلے صرف چند ماہی گیروں نے آپ کا دامنِ ہدایت تھاما۔ ان کو قرآنِ حکیم نے حواریوں کا نام دیا ہے۔

ان جاں نثار اصحاب کی مدد سے آپ کی تحریک میں نئی جان پیدا ہوئی مگر روم کے شہنشاہ نے آپ سے وہی خطرہ محسوس کیا جو اس سے پہلے حضرت ابراہیمؑ سے نمرود کو اور جنابِ موسیٰؑ سے فرعون کو ہوا تھا۔ اس نے آپ کو قتل کرنے کی ٹھانی۔ حضرت عیسیٰؑ کی اپنی قوم نے غداری کی اور آپ کو گرفتار کروانا چاہا مگر اللہ کی تدبیر پر کس کا بس چل سکتا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کی عقل کو چکرا دیا اور آپ کی جان بچا لی۔

اس واقعہ کے بعد آپ کی زندگی کہاں اور کیسے گذری؟ اس کا جواب ہمیں وضاحت سے نہیں ملتا۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ آپ رومی سلطنت سے نکل کر یہود کے دیگر قبائل میں چلے گئے مگر یہ محض ظن و تخمین ہے۔ قرآنِ حکیم فقط یہی بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ آپ کو آسمان پر کب اٹھایا گیا؟ کیا اسی وقت جب کہ آپ کو دشمن کے ہاتھ سے بچایا گیا یا بعد میں؟ اس کے جواب میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ یہی کافی ہے کہ آپ آسمان پر تشریف

Marfat.com

لے گئے۔

شاہی عتاب کا اس قدر خوف تھا کہ حضرت عیسیٰ کے بعد شروع میں کوئی آدمی آپ کا نام لینے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا مگر جلد ہی آپ کے حواریوں نے میدان عمل میں قدم رکھا اور آپ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اس مذہب کو بنو اسرائیل میں زیادہ کامیابی نہ ہوئی مگر فلسطین اور اس کے نواحی ممالک سے ہوتے ہوئے یہ مذہب سارے یورپ پر چھا گیا۔

قرآن حکیم میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کا کلمہ ہیں، فرزند نہیں۔ حضرت عیسیٰ نے بھی اسی عقیدہ کی تعلیم دی۔" اوائل عیسائیت میں اس عقیدہ کی اشاعت بھی تھی مگر تثلیث کا غلبہ تیزی سے بڑھتا گیا اور حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا گیا ابتداء میں باپ اور بیٹے کی حقیقت کے بارے میں مباحثے ہوتے رہے اور وقتاً فوقتاً کونسلیں منعقد ہوئیں۔ ۳۲۵ء میں نیقیہ کی کانفرنس میں طے پایا کہ حضرت مسیح فرزند خدا ہی نہیں بلکہ ازلی وابدی وجود رکھتے ہیں۔ اور ان کی اور خدا کی حقیقت ایک ہے۔ بعد میں آہستہ آہستہ اس نظریہ کو بھی توثیق حاصل ہوگئی کہ روح القدس بھی خدا اور بیٹے کی ہم مرتبہ ہے اور تینوں کی ایک وحدت ہے۔ لامحالہ حضرت عیسیٰ کی پرستش شروع ہوگئی اور اس پرستش میں جناب مریم کو بھی شامل کر لیا گیا۔ ایک گروہ نے تو بت پرستی بھی اختیار کر لی تھی۔" لہ

نصاریٰ کی اکثریت تثلیث کی قائل ہے اور یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ جناب مسیح نے صلیب کے دکھ جھیل کر اپنی امت کا کفارہ قیامت تک دے دیا ہے۔

لہ واوین میں دئے ہوئے واقعات ہسٹری آف چرچ ہسٹری سے ماخوذ ہیں دیکھئے صفحہ ۱۴۹،۸۹،۱۵۲ یہ بیانات قرآن حکیم کے بیانات سے مختلف نہیں۔

Marfat.com

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۙ اَنِّیْ

اور نبی طرف بنو اسرائیل کہ یقیناً میں

اور (اسے) بنواسرائیل کی طرف رسول (بنائے گا) (وہ کہے گا) یقیناً میں

قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

آیا ہوں تمہارے پاس نشان معجزہ سے رب تمہارا

تمہارے رب کی طرف سے معجزہ لے کر آیا ہوں

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ

کہ یقیناً میں بناؤں گا لئے تمہارے سے گارا مانند صورت

(وہ یہ) کہ میں یقیناً تمہارے لئے گارے سے پرند کی سی صورت

الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًا

پرند پھر پھونکوں گا میں وہ تو ہو جائے گا پرند

بناؤں گا پھر اس میں پھونکوں گا تو وہ پرند ہو جائے گا

Marfat.com

بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَ

ساتھ حکم اللہ اور میں تندرست کروں گا اندھا اور

اللہ کے حکم سے اور میں تندرست کروں گا اندھے اور

الۡاَبۡرَصَ وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ

کوڑھی اور زندہ کروں گا مُردے ساتھ حکم اللہ

کوڑھی کو اور مُردوں کو زندہ کروں گا اللہ کے حکم سے

وَ اُنَبِّئُكُمۡ بِمَا تَاۡكُلُوۡنَ وَ مَا

اور بتاؤں گا تمہیں ساتھ جو تم کھاتے ہو اور جو

اور تمہیں بتاؤں گا جو تم کھاتے ہو اور جو تم

تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِیۡ بُیُوۡتِكُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ

تم ذخیرہ کرتے ہو میں گھر تمہارے یقیناً میں وہ

اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو ۔ یقیناً اس میں

لَاٰیَةً لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۚ (۴۹)

نشانی لئے تمہارے اگر تم ہوئے ایمان لانے والے ۔

تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم (واقعی) مؤمن ہو

جَاءَ وہ آیا جِنّتٌ میں آیا ۔ طَیۡرٌ اسم جنس ہے ۔ واحد تثنیہ اور جمع سب

Marfat.com

کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ اس سے واحد طائر بھی آتا ہے۔ نَفَخَ اُس نے پھونک ماری اَنْفُخُ میں پھونک مارتا ہوں۔ بَرِئَ وہ بری ہوا۔ بے عیب ہوا۔ تندرست ہوا۔ اَبْرَئَ اُس نے بری ا بے عیب یا تندرست کیا۔ یُبْرِئُ اُبْرِئُ مضارع کے صیغے ہیں۔ اَکْمَہُ (۱) اندھا (۲) مادر زاد اندھا (۳) رات کا نابینا (خازن) حَیِیَ وہ زندہ ہوا اَحْیٰ اس نے زندہ کیا۔ یُحْیِیْ اُحْیِی مضارع کے صیغے ہیں۔ مَوْتٰی جمع ہے مَیِّت کی۔ تَدَّخِرُوْنَ : ذَخَرَ (ذخیرہ کیا) باب افتعال میں اِذْتَخَرَ ہوا۔ بعد میں ت اور د مدغم ہو کر اِدَّخَرَ بنا یَدَّخِرُ وہ ذخیرہ کرتا ہے۔ تَدَّخِرُوْنَ تم ذخیرہ کرتے ہو۔

بُیُوْت جمع ہے بَیْت کی۔

تفسیر آیت ۴۹

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیس برس کے ہوئے تو انہوں نے نبوت کا اعلانِ عام فرمایا۔ اور بعض معجزوں کا اظہار کیا مثلاً گارے سے پرندے کی مورت بناتے اس میں پھونکتے تو وہ اُڑنے لگتا۔ کتنی کوڑھیوں اور مادر زاد اندھوں کو تندرست کر دیا۔ بعض مُردوں کو قبر سے نکال کر زندہ کیا۔ لوگوں کو ان کی پوشیدہ باتوں کی خبر دینے لگے۔ بعض اشخاص ان کے یہ معجزات دیکھ کر ایمان لے آئے۔

وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ

اور تصدیق کرنے والا	لئے جو	آگے میرے	سے	تورات [1]

اور تصدیق کرتا ہوا اس کی جو مجھ سے پہلے تورات سے ہے۔

[1] یعنی اس وقت بھی سالم تورات محفوظ نہ تھی۔

وَ لِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ

اور تاکہ حلال ٹھہراؤں لئے تمہارے بعض جو حرام ٹھہرایا گیا تم پر

اور تاکہ تمہارے لئے حلال ٹھہراؤں بعض جو تم پر حرام ٹھہرایا گیا

وَ جِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ

اور میں آیا تمہارے پاس ساتھ معجزہ سے رب تمہارا

اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے معجزہ لے کر آیا ہوں

فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۵۰﴾

تو ڈرو اللہ اور اطاعت کرو میری

تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو

اِتَّقٰی: اس نے تقویٰ کیا، ڈرا۔ اِتَّقِ: تو ڈر۔ اِتَّقُوْا: تم ڈرو۔
اَطِعْ اطاعت کر۔ اَطِیْعُوْا اطاعت کرو۔ اَطِیْعُوْنِیْ: میری اطاعت کرو۔
اس میں نِیْ کا لفظ مخفّف ہو کر نِ رہ گیا اور اَطِیْعُوْنِ ہوا۔

اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ

یقیناً اللہ رب میرا اور رب تمہارا تو عبادت کرو اس کی

یقیناً اللہ رب ہے میرا اور تمہارا، تو اس کی عبادت کرو

ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۵۱﴾

یہ رستہ سیدھا

یہ سیدھا رستہ ہے۔

عَبَدَ اس نے عبادت کی یَعْبُدُ وہ عبادت کرتا ہے اُعْبُدُوا عبادت کرو۔

تفسیر آیت ۵۰ — ۵۱

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات

اللہ تعالیٰ کا دین ہمیشہ سے ایک رہا ہے۔ اس لئے تورات و انجیل کی بنیادی تعلیمات ایک ہیں۔ ان میں فرق صرف شریعت کا ہے۔ انجیل تورات کی تصدیق کرتی ہے۔ انجیل (متی) میں حضرت عیسیٰؑ کا ارشاد ہے:

یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں
کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے
نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔

(باب ۵ - ۲۲)

یہود سرکش تھے، اس لئے ان کی سرکشی کو دبانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے قدرے سخت شریعت بھیجی تھی کہ نظم و ضبط کے خوگر ہو جائیں۔ ان کے لئے بعض چیزیں محض ضبط آموزی کی خاطر حرام ٹھہرا دی گئی تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت کو نرم کیا اور ان ممنوع چیزوں کو حلال قرار دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا، میں تمہارے لئے واضح معجزات لایا ہوں۔ اللہ کی قدرت دیکھ لو اور اس کا خوف رکھو۔ اُس نے مجھے نبی کر بھیجا ہے، میری اطاعت کرو، مگر خبردار! میرے معجزات دیکھ کر مجھے اللہ نہ سمجھ بیٹھنا۔ عبادت کی سزاوار صرف اللہ کی ذات ہے۔ سیدھا رستہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رب اور معبود مانو اور مجھے پیغمبر تسلیم کرکے میرے احکام پر چلو۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ

تو جب معلوم کیا عیسیٰ ان سے کفر کہا

تو جب عیسیٰ نے ان کی جانب سے کفر معلوم کیا (تو) کہا،

مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

کون مددگار میرا طرف اللہ۔ کہا حواری

اللہ کی جانب میرا کون مددگار ہے! حواریوں نے کہا:

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ

ہم مددگار اللہ ایمان لائے ہم ساتھ اللہ اور گواہ رہو

ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور گواہ رہ

بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ

ساتھ کہ یقیناً ہم فرماں بردار اے رب ہمارے ایمان لائے ہم ساتھ جو

کہ ہم یقیناً فرماں بردار ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے

اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ

اتارا تو نے اور اتباع کی ہم نے رسول

اس پر جو تو نے اتارا اور ہم نے رسول کی پیروی کی

فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾

پس لکھ ہمیں ساتھ گواہ

پس ہمیں گواہوں میں لکھ دے۔

Marfat.com

انصار جمع ہے ناصر یا نصیر (مددگار) کی۔ شَہِدَ گواہی دی اِشْہَدْ گواہی دے فَاکْتُبْنَا کی ترکیب ہے فَ (تو) اُکْتُب (لکھ) نا (ہمیں) سے۔

تفسیر آیت ۵۲ — ۵۳

حواری

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایمان افروز معجزات اور اثر انگیز خطبات کے باوصف اکثر یہود منکر ہو گئے۔ البتہ چند آدمی جو ایمان لائے خوب ثابت قدم رہے۔ انہوں نے آپ سے عہد کیا کہ ہم بہرصورت اللہ تعالیٰ کی راہ میں آپ کی مدد کریں گے۔ یہ لوگ حواری کہلائے۔

حواری کے لغوی معنی کا قطعی علم مشکل ہے۔ علماء نے اس کے مختلف معنی بتائے ہیں مثلاً:

(۱) سفید پوش۔ حواری سفید لباس پہنتے تھے، اس لئے سفید پوش کہلائے سفید لباس اب بھی راہبوں کا شعار ہے۔

(۲) صاف دل اور روشن ضمیر

(۳) منتخب — حواری حضرت عیسیٰؑ کے منتخب پیرو تھے

(۴) وزیر و خلیفہ

(۵) مددگار۔ مشکل کے وقت کام آنے والا۔

حواریوں کی کل تعداد بارہ تھی۔ وہ ماہی گیر تھے

وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ

اور	خفیہ تدبیر کی انہوں نے	اور	خفیہ تدبیر کی	اللہ	اور	اللہ

اور انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے (بھی) خفیہ تدبیر کی۔ اور اللہ بہتر

Marfat.com

خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع

بہترین — خفیہ تدبیر کرنے والا

خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

مَکْر خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ اچھے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

تفسیر آیت ۵۴

یہود کی سازش کو شکست

یہودی علماء نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دشمنی پر کمر باندھ لی۔ آپ پر طرح طرح کے بہتان باندھے اور یہ چرچا شروع کیا کہ آپ لوگوں کو شہنشاہ کے خلاف اُکسا کر اپنی سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت سلطنت رومیوں کی تھی اُن کے شہنشاہ کے کان بھرے گئے۔ مقدمہ قائم ہوا۔ جرم ثابت نہ تھا لیکن یہود کی سازش سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے قتل کا فیصلہ دیا گیا۔

سرکاری پیادے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لئے نکلے۔ ایک یہودی نے جو بظاہر حضرت عیسٰی علیہ السلام کا بہت جاں نثار مرید تھا جاسوسی کا ذمہ لیا۔ اس کی مدد سے پیادوں نے حضرت عیسٰیؑ کو فوراً تلاش کر لیا۔ لیکن اللہ تعالٰی کی قدرت دیکھئے کہ یہودی جاسوس کا چہرہ بدل کر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرح ہو گیا۔ حضرت عیسٰیؑ صاف بچ گئے۔ یہودی جاسوس گرفتار ہو کر سولی چڑھا دیا گیا۔

آیتِ بالا میں اِسی قصّہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہود نے مکر کیا یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے خلاف سازش کی۔ اللہ تعالٰی نے ان کی سازش کو توڑا، انہی میں سے ایک کو گرفتار کرا کر صلیب پر کھچوایا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو

Marfat.com

کو صاف بچا کر آسمان پر اُٹھا لیا۔ یہود کو کچھ خبر نہ ہوئی اور سمجھے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔

یہود نے بہت بڑی خفیہ سازش کی لیکن اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ تدبیر نے اس سازش کو شکست دے دی۔

إِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ

جب کہا اللہ اے عیسیٰ یقیناً میں لینے والا تجھے

جب اللہ نے کہا، اے عیسیٰ میں تجھے لینے والا ہوں

وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ

اور اٹھانے والا تجھے طرف میری اور پاکیزہ کرنے والا تجھے سے

اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں سے (جدا کرکے) پاک

الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ

جو کفر کیا انہوں نے اور رکھنے والا جو پیرو ہوئے تیرے

کرنے والا ہوں اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں رکھنے

فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ

اوپر جو کفر کیا انہوں نے طرف دن قیامت

والا ہوں اُن سے بالا جو کافر ہوئے قیامت کے دن تک

Marfat.com

ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ فِیۡمَا

پھر طرف میری پلٹنا تمہارا تو فیصلہ کروں گا درمیان تمہارے میں جو

پھر تمہیں میری طرف پلٹ کر آنا ہے تو فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان اس میں

کُنۡتُمۡ فِیۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ

تم تھے اس میں تم اختلاف کرتے ہو تو سو جو

جس میں تم اختلاف کرتے تھے تو جو کافر

کَفَرُوۡا فَاُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا

کافر ہوئے وہ تو عذاب دوں گا انہیں عذاب سخت

ہوئے میں انہیں شدید عذاب دوں گا

فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَةِ ۫ وَ مَا لَهُمۡ

میں دنیا اور آخرت اور نہیں لئے ان کے

دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے کوئی

مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾ وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ

کوئی مددگار اور سو جو

مددگار نہیں اور جو

اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیۡهِمۡ

ایمان لائے وہ اور کئے انہوں نے نیک کام تو پورا دے گا انہیں

ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو ان کو پورے

Marfat.com

أُجُوْرَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾

بدلے ان کے اور اللہ نہیں چاہتا ہے ظلم کرنے والے

بدلے دے گا۔ اور اللہ ظالموں کو نہیں چاہتا

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ

وہ (یہ) پڑھتے ہیں ہم اسے اوپر تیرے سے آیات

(اے نبیؐ!) ہم آپؐ کو یہ سناتے ہیں آیات سے

وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾

اور تذکرہ حکمت آمیز

اور حکمت آمیز تذکرہ سے۔

وَفّٰی پورا پورا دیا۔ تَوَفّٰی پورا پورا لیا۔ مُتَوَفِّی فاعل ہے یعنی پورا پورا لینے والا۔ مُتَوَفّٰی مفعول ہے۔ جسے پورا پورا لیا گیا ہو۔ عَذَّبَ اس نے عذاب دیا اُعَذِّبُ میں عذاب دوں گا۔

اُجُوْر جمع ہے اَجْر (بدلہ۔ معاوضہ) کی۔

تَلَا اس نے تلاوت کی۔ سنایا۔ پڑھ کر سنایا۔ یَتْلُوْ وہ پڑھتا ہے تِلَاوَت پڑھنا۔ تَلَا عَلَيْهِ اس کو پڑھ کر سنایا۔

تفسیر آیت ۵۶ —— ۵۸

حضرت عیسیٰؑ کا رفع جسمانی

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا

اُن کے ماننے والے اُن کے دشمنوں کے مقابلہ میں قیامت تک فائق رہیں گے۔
یہود ان کے دشمن تھے۔ مسلمان اور عیسائی ان کو مانتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ سے یہود پر فائق چلے آتے ہیں۔

سُوال پیدا ہوتا ہے کہ توَفّی کے کیا معنی ہیں۔ عُرفِ عرب میں اس کے معنی موت نہ تھے۔ اس لئے قرآنِ حکیم میں ہر جگہ اس سے موت مراد لینا درست نہیں۔ مُتوَفّی کے لُغوی معنی ہیں پورا پورا لینے والا۔ آیتِ بالا میں اس سے مراد ہے پورے جسم کے ساتھ اپنے قبضہ میں لے لینے والا۔ ان معنی میں یہ لفظ قرآنِ حکیم میں اور جگہ بھی آیا ہے مثلاً:

(۱) اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا ج

(الزمر۔ ع ۵)

(اللہ تعالیٰ جانوں کو پورے قبضہ میں لیتا ہے موت کے وقت اور جو ابھی نہیں مرے انہیں ان کی نیند کے وقت)

(۲) وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ (۶۔ ۶۰)

(اور وُہی ہے جو تمہیں رات کے وقت پورے قبضے میں لے لیتا ہے)

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ توَفّی اور موت ایک چیز نہیں جب انسان کا اپنے پر کوئی بس نہ رہے تو اسے توَفّی کہا جا سکتا ہے۔ توَفّی موت کے وقت بھی ہو سکتی ہے، نیند اور بے ہوشی میں بھی اور اس کے علاوہ بھی جس صورت میں اللہ تعالیٰ چاہے حضرت عیسیٰ کی توَفّی جسمانی رفع کی صورت میں تھی۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ط

یقیناً	کیفیت	عیسیٰ	پاس	اللہ	مانند	کیفیت	آدم

یقیناً عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے

خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ

بنایا	اُسے	سے	خاک	پھر	کہا	اس کو	ہو جا

اسے خاک سے بنایا، پھر اُس کو کہا، ہوجا

فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

تو ہوتا ہے۔ ہوگیا	حق	سے	رب	تیرا

تو ہوگیا۔ حق ہے آپؐ کے رب کی طرف سے

فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾

تو	نہ	ہو	سے	شک کرنے والے

تو آپؐ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں

مَثَل مثال۔ کیفیت۔ حالت گَانَ وہ ہوگیا۔ کُنْ اس سے امر ہے۔
یَکُوْنُ کے لغوی معنی ہیں، ہوتا ہے۔ لیکن آیت میں عربی محاورہ کے بموجب اس کے معنی ہیں: ہوگیا۔
مِرْيَة یا (مُرْيَة)، شک اِمْتَرَى اُس نے شک کیا۔ مُمْتَرِی شک کرنے والا۔

تفسیر ۵۹ ـــ ۶۰

حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی مثال یکساں ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ کے پیدا ہونا بظاہر اچنبھے کی بات ہے۔

Marfat.com

لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ قطعاً بعید نہیں۔ زمین پر پہلے کوئی زندگی نہ تھی۔ اس کے بعد زندہ چیزیں پیدا ہو گئیں۔ یہ عمل تولید کے بغیر کیسے ہوا؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے۔ اس نے "کُن" کہا اور وہ پیدا ہو گئیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہیں۔ انہوں نے عورت کے پیٹ سے جنم نہیں لیا۔ فرشتوں نے مٹی سے اُن کا پتلا بنایا اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جیتے جاگتے انسان کی صورت میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش عام انسانی پیدائش سے مختلف تھی۔ یہی ماجرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا اور کنواری ماں سے پیدا ہو گئے۔ یہاں شک کا کیا مقام ہے؟

اگر ہم اس بات کو تسلیم کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کا نظام اس قدر کڑا اور بے لچک ہے کہ خود اللہ تعالیٰ بھی (نعوذ باللہ) بےبس ہے اور اس کے خلاف وہ کوئی کام انجام نہیں دے سکتا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محدود مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت بے کنار ہے۔ اس کے رستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ اور نہ اس کے لئے کوئی بندش ہے۔ اگر ہمارا یہ عقیدہ نہ ہو تو ہم کفر کے مرتکب ہوں گے۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بے کنار اور غیر محدود سمجھا جائے۔ اس عقیدہ کی تقویت کے لئے اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کے ہاتھ پر معجزات اور اولیا کے ہاتھ پر کرامات صادر کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کے بغیر پیدا ہونا بھی معجزہ ہے۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ

تو	جو	حجت کی اُس نے	تجھ سے	بابت	یہ	(اس بات) بعد

تو (اے نبیؐ!) اس بابت آپؐ سے جو حجت کرے (اس) کے بعد

مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا

جو آیا پاس تیرے سے علم تو کہہ آؤ

(کہ) آپ کے پاس علم آیا تو کہہ دیجئے، آؤ

نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ

ہم بلائیں بیٹے ہمارے اور بیٹے تمہارے اور

ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور

نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا

عورتیں ہماری اور عورتیں تمہاری اور جانیں ہماری

اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں

وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ

اور جانیں تمہاری پھر ہم زاری کریں

اور تمہاری جانیں اور زاری کریں

فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾

پھر ڈالیں ہم لعنت اللہ اوپر جھوٹے

اور اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ

یقیناً یہ وہ بیان سچ

یقیناً یہی سچا بیان ہے

Marfat.com

وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَ اِنَّ

اور نہیں کوئی معبود سوا اللہ اور یقیناً

اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یقیناً

اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

اللہ لے وہ غلبہ والا حکمت والا تو اگر وہ مڑ گئے

اللہ ہی غلبہ والا اور حکمت والا ہے تو اگر وہ مڑ جائیں

۶ ع ۹ ۱۴ فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾

تو یقیناً اللہ جاننے والا ساتھ فساد کرنے والے

تو یقیناً اللہ فساد کرنے والوں کا جاننے والا ہے۔

تَعَالَ تُو آ۔ تَعَالَوْا تم آؤ۔ یہ دراصل تَعَالٰی سے ہے جس کے معنی ہیں بلندی پر چڑھا۔ پھر اس کے معنی ہوئے: متوجہ ہوا، سامنے آیا۔ عربی میں تَعَالَ کا ایک اور ہم معنی لفظ هَلُمَّ ہے۔

دَعٰی اس نے بلایا نَدْعُو ہم بلاتے ہیں۔ نَدْعُ ہم بلائیں اَبْنَاء جمع ہے اِبْن (بیٹا) کی۔ اِبْن کی جمع بَنُوْن بھی ہے۔ نِسَاء سے مفرد اِمْرَاَۃ (عورت) ہے۔ اَنْفُس جمع ہے نَفْس (جان) کی۔ اِبْتَهَلَ اس نے زاری کی نَبْتَهِلْ ہم زاری کرتے ہیں۔ بَهَلَ سے باب انتعال ہے۔ اِبْتِهَال، تباهُل اور مُباهله کے ایک ہی معنی ہیں یعنی بہت توبہ اور زاری سے دعا کرنا۔ اس میں لعنت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ جَعَلَ رکھا، ڈالا، بنایا، قرار دیا۔ نَجْعَلُ ہم رکھتے ہیں۔ ڈالتے ہیں۔ نَجْعَلْ ہم ڈالیں۔

لے لَ تاکید کے معنی دے رہا ہے۔

Marfat.com

نَقَصَ یَنقُصُ قَصَّاً وَ قَصَصًا (بیان) ۔ حَقّ وہ پختہ بات جس میں کوئی شک نہ ہو۔

تفسیر آیت ۶۱ — ۶۳

مُباہلہ کی دعوت

ان آیات میں وفد نجران کی طرف اشارہ ہے۔ ان کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذہبی امور میں گفتگو فرمائی۔ لیکن وہ ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آؤ اپنے بچوں، عورتوں اور افراد کو لے کر اللہ کی جناب میں زاری کریں کہ جو جھوٹا ہے اُس پر لعنت ہو۔ اس کو مباہلہ کہتے ہیں۔ وفد والوں نے کہا کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے کل اپنے عندیہ سے آگاہ کریں گے۔ وہ واپس جا کر مشورت کرنے لگے تو عبدالمسیح امیر وفد نے کہا۔ تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔ اگر تم نے مباہلہ کیا تو فنا ہو جاؤ گے۔ بہتر یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد نامہ کر کے اپنے علاقے میں واپس چلے جاؤ۔ دوسرے روز جب صبح ہوئی تو اہل وفد نے آ کر دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسینؓ کو گود میں اٹھائے اور حضرت حسنؓ کو ہاتھ سے تھامے تشریف لا رہے ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ بھی ہیں۔ نجران کے اُسقف نے ان کے نورانی چہرے دیکھ کر ہمراہیوں سے کہا، میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے کہیں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دو تو ہلا دے گا۔ ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر کوئی عیسائی نہ بچے گا۔ انہوں نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم مباہلہ نہیں کریں گے۔ آپ ہم سے عہد نامہ طے فرما لیں اور ہمیں اپنے دین پر رہنے دیں۔ اس کے بعد عدم جنگ اور جزیہ کی شرطوں پر صلح نامہ ہوا اور وفد واپس چلا گیا۔

Marfat.com

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى

کہہ اے اہل کتاب آؤ طرف

(اے نبی!) کہیے! اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف

كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ

کلمہ۔ بات۔ برابر[1] درمیان ہمارے اور درمیان تمہارے

جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان برابر ہے

اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ

کہ نہ عبادت کریں ہم سوائے اللہ اور نہ شریک ٹھہرائیں ساتھ اس کے

کہ ہم نہ عبادت کریں مگر (صرف) اللہ کی اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ

شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا

شے اور نہ اختیار کرے بعض (کوئی) ہم سے بعض۔ کوئی

ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو

اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ

رب الگ اللہ تو اگر

اللہ کے سوا رب نہ اختیار کرے[2] تو اگر

[1] سَوَاءٍ اسم مصدر بمعنی فاعل ہے۔

[2] یعنی ایک دوسرے کو رب نہ مانیں۔

Marfat.com

تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا

وہ مڑ گئے تو کہو گواہ رہو۔ دیکھ لو ساتھ کہ یقیناً ہم

وہ مڑ جائیں تو کہو ، دیکھ لو کہ ہم (اللہ کے) فرماں بردار

مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

فرماں بردار لہ

ہیں

اَشْرَكَ اس نے شریک ٹھہرایا مُشْرِك اس سے فاعل ہے۔ لَا نُشْرِكُ ہم شریک نہیں ٹھہراتے۔ اَنْ نے اُسے نصب دے کر لَا نُشْرِكَ کر دیا ہے۔ اَرْبَاب جمع ہے رَبّ کی۔ قَالَ اُس نے کہا۔ قُلْ تو کہہ تَوَلَّوْا تم کہو شہادت کے اصل معنی ہیں، موقع پہ حاضر ہونا۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ

اے والے کتاب کیوں تم حجت کرتے ہو

اے اہل کتاب تم کیوں حجت کرتے ہو ابراہیم کے

فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ

بابت ابراہیم اور نہیں نازل کی گئی

بارے میں اور تورات اور انجیل

لہ شاہ رفیع الدین

Marfat.com

التَّوْرٰىةُ وَ الْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ

تورات اور انجیل مگر بعد اس کے

نہیں نازل کی گئی مگر اس کے بعد۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰٓاَنْتُمْ

کیا تو نہیں تم سمجھتے ہو ہاں تم

کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ ہاں!

هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا

وہ حجت کی تم نے بابت جو

تم وہ ہو کہ تم حجت کر چکے اس کی بابت جس

لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ

لئے تمہارے ساتھ اس کے علم تو کیوں تم حجت کرتے ہو

کے بارے میں تمہیں علم تھا تو کیوں تم حجت کرتے ہو

فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ

بابت جو نہیں لئے تمہارے بابت اس کے علم اور اللہ

اس کی بابت جس کا تمہیں کوئی علم نہیں اور اللہ

يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو تم

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

Marfat.com

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا

نہیں تھا ابراہیم یہودی اور نہ عیسائی

ابراہیم یہودی نہ تھا اور نہ عیسائی

وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ

اور لیکن تھا راست رو فرماں بردار

بلکہ راست رَو اور فرماں بردار تھا

وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

اور نہ تھا وہ سے مشرکین

اور مشرکین میں سے نہ تھا

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ

یقیناً قریب ترین لوگ ساتھ ابراہیم البتہ جو

یقیناً لوگوں میں سے ابراہیم کے قریب ترین وہ ہیں جنہوں نے

اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پیروی کی انہوں نے اس کی اور یہ نبی اور جو ایمان لائے

اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور جو ایمان لائے

وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

اور اللہ رفیق ایمان لانے والے

اور اللہ ایمان لانے والوں کا رفیق ہے۔

Marfat.com

حَاجَّ اُس نے حجت کی۔ حَاجَجْتُم تم نے حجت کی۔ حَنَفَ مائل ہوا یعنی غلط رستہ سے ہٹ کر سیدھی راہ کی طرف آیا۔ حنیف اس سے فاعل ہے یعنی غلط راہوں سے الگ درمیانہ اور معتدل رستہ پر چلنے والا۔

اَولیٰ اسم تفضیل ہے وَلِیَ (قریب ہوا) سے۔

تفسیر آیت ۶۴ —— ۶۸

توحید کی عملی تعبیر

اہل کتاب کہتے تھے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں اور شرک کے مخالف ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے کہ ان سے فرمائیں کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ سچا ہے تو آؤ توحید کی عملی تعبیر پیش کریں اور ان باتوں پر عمل کریں۔

(۱) عبادت کا حق صرف اللہ کو ہے۔ اس لئے کسی کے بت نہ بنائے جائیں اور نہ کسی ماسوا اللہ کے آگے سجدہ کیا جائے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اہل اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہراتے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائیں۔

(۳) اللہ کے سوا کسی کو رب کا درجہ نہ دیا جائے۔ مجاوروں، راہبوں، عالموں، حاکموں، اور بادشاہوں کو اپنا رب نہ سمجھیں۔ ان کے آگے سر نہ جھکائیں ان کی تعظیم اس انداز سے نہ کریں جس طرح صرف اللہ کو روا ہے یعنی ان کے آگے رکوع وسجود نہ کریں۔

اگر اہل کتاب توحید کی اس عملی تعبیر پر عمل پیرا ہو جائیں تو بہتر ورنہ ان سے کہو کہ آؤ اور ہماری زندگیاں دیکھو۔ ہم صرف اللہ کی الوہیت اور ربوبیت کو مانتے ہیں۔ غیر اللہ کے قانون کو باطل سمجھتے ہیں اور کسی کے آگے نہ رکوع کرتے ہیں

Marfat.com

نہ سجدہ پیش کرتے ہیں۔ ہماری توحید صرف زبان تک محدود نہیں ہمارے عمل میں بھی اسی کی روح ہے۔ ہم اپنے اللہ کے اطاعت شعار بندے ہیں۔

یہود اور نصاریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا دعویٰ رکھتے تھے۔ یہود انہیں یہودی اور نصاریٰ نصرانی کہتے تھے حالانکہ وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی کیونکہ تورات اور انجیل ان کے بعد نازل ہوئیں۔

حضرت ابراہیمؑ تو اللہ تعالیٰ کے سیدھے سادے، راست رو اور فرماں بردار بندے تھے۔ کسی قسم کا اعتقادی یا عملی شرک نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے توحید کی عملی تعبیر پیش کی۔ ان سے قریبی ربط کا دعویٰ وہ لوگ کرسکتے ہیں جو قولاً و عملاً شرک کے دشمن ہیں اور سیدھی راہ چلتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قریب ترین تعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی امت کا ہے جو اُن کے رستے پر رواں ہے۔ جو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وابستگی کی خواہش رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ اسلام سے وابستہ ہو جائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تاریخ نبوت میں مقام

اِن آیات میں اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بے شک دین اسلام کی شریعت مختلف تبدیلیوں سے گزرتی رہی لیکن آپؑ نے دین کے بنیادی حقائق اور اصول کو جس صورت میں پیش کیا آئندہ ادوار کے لئے وہی سند ہے آپؑ کے بعد جو انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے انہوں نے دین کو آپؑ ہی کی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا اور آپؑ کی روش اختیار کی۔ اس لحاظ سے آپؑ اقوام عالم کے لئے اِمام یعنی پیشوا اور نظیر ہیں۔ آپؑ کے اس مسلّمہ منصبِ امامت سے غیر مسلموں کو بھی انکار مشکل تھا لہٰذا آغازِ اسلام کے وقت جس نبی کے دنیا بھر میں چرچے تھے اور جس کی پیروی کا اقوام عالم کو اِدّعا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی تھے۔ یہود

اور نصاریٰ ہی تھیں بعض مشرک قومیں بھی اپنے کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیرو کار سمجھے بیٹھی تھیں۔ ان اقوام سے ہدایت کا اصل سر رشتہ کھو گیا تھا اور تاریک وادیوں میں بھٹکتی پھرتی تھیں تاہم جیسا کہ آیات زیر نظر میں بتایا گیا ہے ہر ایک کو ناز یہ تھا کہ دین ابراہیمؑ کے اصل سرمایہ دار ہمارے سوا کوئی نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت کی تاریخ میں ایک ممتاز اور منفرد مقام حاصل ہے۔ اس کی تائید آپؑ کے مزید خصائص سے بھی ہوتی ہے جن میں سے بعض کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱۔ از منۂ قدیم و جدید کی روشن شخصیت: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانۂ حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال قبل کا ہے۔ اس قدر قدیم دور کے باوجود آپؑ کے سوانح زندگی جس حد تک ضرورت تھی آج بھی محفوظ ہیں۔ دنیا کے کتب خانوں میں آپؑ کی سیرت و سوانح کے بارے میں ایک عظیم سرمایہ دستیاب ہے۔ اہل عالم کو اس تاریخ ساز شخصیت سے اسی لئے دلچسپی ہے کہ آپؑ کے بغیر دنیا کی تاریخ ناقص رہ جاتی۔

۲۔ اُسوۂ حسنہ: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاقی نقوش پورے عالم کے لئے رہنمائی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ نوعمری ہی میں نمرود کے دعوائے خدائی کو بے خوف ہو کر للکارا، آگ میں ڈالے جانے کا حکم ہوا لیکن جبینِ استقلال پر بل نہ آیا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکا کر تنہا بیوی اور شیر خوار بچے کو مکہ کی سنسان وادی میں چھوڑ آئے، یہی بچہ بلوغ کی حد ذرا کو چھونے لگا تو اس کی قربانی کا حکم ہوا، بے دریغ آمادہ ہو گئے۔ پچھتر برس کے سن میں ہجرت کے کٹھن سفر پر روانہ ہوئے اور سو برس تک شدائد کو لبیک کہتے اور توحید کا پرچار کرتے رہے۔ قرآن حکیم نے آپؑ کے کردار کو اُسوۂ حسنہ یعنی عمدہ نمونہ قرار دیا ہے۔

Marfat.com

۳- ذُرِّیَّت کی عالمگیر وسعت: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد دنیا میں پھلی پھولی اور خوب پھیلی۔ اس سے شاخ در شاخ اقوام کا ظہور ہوا۔ ان میں بنو اسماعیل، بنو اسرائیل اور اصحاب مدین وغیرہ کا سلسلۂ نسب یقیناً آپ سے ثابت ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ذریت انہی پر ختم نہیں۔ تحقیق کا دائرہ جوں جوں پھیلے گا شاید نئے حقائق سامنے آئیں۔ مثلاً ایک جدید نظریہ کی رُو سے ہندوستان کے راجپوتوں کا سلسلۂ نسب بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ یہ رائے غلط ہو یا صحیح لیکن اتنا ضرور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی کرنوں نے ہندوستان کو بھی منور کیا تھا اور سندھ وغیرہ کے بعض ہندو اسلام سے قبل حج کے لئے مکہ جاتے تھے۔

۴- نُبُوَّت کا آپ کے گھرانے سے مختص ہو جانا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت آپ ہی کے گھرانے سے مختص ہو گئی۔ آپ کی ذریت میں بعثت کی سلسبیل جاری رہی جس کی ہدایت سے پوری دنیا سیراب ہوتی رہی۔

۵- خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مورثِ اعلیٰ: پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی کے شجرۂ ذریت کی شاخ سدا بہار ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالمگیر اور دائمی نبوت عطا ہوئی۔ آپ کا نام دنیا کے کونے کونے میں لیا جاتا ہے اس وقت دنیا میں کوئی ایسی ہستی نہیں جس کی سیرت کے بارے میں اتنی کتابیں لکھی اور پڑھی جاتی ہوں جتنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔ آپ کے نام کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام قیامت تک لیا جائے گا۔ آپ کا ارشاد ہے میں اپنے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمر ہوں۔

۶- ذُرِّیَّتِ براہیمی کی فوقیت: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پوری دنیا میں ممتاز سربرآوردہ

Marfat.com

رہی ہے۔ اقوام کی امامت بارگاہِ الٰہی سے اسی کے سپرد رہی۔ تاریخ صدیوں اس کے گرد گھومتی رہی ہے۔

۷۔ **مُسلم کا تسمیہ:** نیز ان میں خود سپردگی اور للّٰہیت کی جو روح نظر آتی ہے وہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے مکتبِ علم و عمل کا فیضان ہے۔ آپؑ نے ہی سب سے پہلے دینِ اسلام کے پیرؤوں کو مسلم کا نام دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن میں بھی اس نام کو برقرار رکھا۔

۸۔ **تجدیدِ کعبہ:** آپؑ نے کعبہ کی تجدید کی۔ یوں تو کعبہ کی تعمیر سب سے پہلے حضرتِ آدم علیہ السلام نے کی تھی لیکن حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں اللہ تعالیٰ کے اس گھر کی صرف بنیادیں باقی تھیں۔ آپؑ نے اپنے فرزندِ ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے اس کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ کعبہ میں ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر آپؑ نے حضرتِ اسماعیل علیہ السلام کو چنائی کے لئے گارا اور پتھر دیے تھے۔ اس پتھر کو مقامِ ابراہیمؑ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کہتے ہیں۔ بیتُ المُقدس کی تجدید آپؑ کے پوتے حضرتِ یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوئی۔

۹۔ اسلام کی بعض عبادات بالخصوص حج کی چند رسوم کے بانی حضرتِ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

الْكِتٰبِ	مِّنْ اَهْلِ	طَّآئِفَةٌ	وَدَّتْ
کتاب	اہل سے	جماعت	چاہا اس نے

اہلِ کتاب میں سے ایک جماعت نے چاہا

يُضِلُّوْنَ	وَمَا	يُضِلُّوْنَكُمْ ط	لَوْ
گمراہ کرتے ہیں	اور نہیں	گمراہ کریں وہ تمہیں	کاش

(کہ) تمہیں گمراہ کریں اور وہ نہیں گمراہ کرتے

اِلَّآ اَنۡفُسَهُمۡ وَ مَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۶۹﴾

مگر جانیں اُن کی اور نہیں وہ بُوجھتے ہیں

مگر اپنی جانوں کو اور وہ نہیں جانتے

يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ

اے اہل کتاب کیوں تم انکار کرتے ہو ساتھ آیات

اے اہل کتاب تم اللہ کی آیات سے کیوں انکار کرتے

اللّٰهِ وَ اَنۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ ﴿۷۰﴾ يٰۤاَهۡلَ

اللہ حالانکہ تم گواہی دیتے ہو اے اہل

ہو حالانکہ تم (خود) اُن کا (دل میں) اقرار کرتے ہو۔ اے اہل کتاب

الۡكِتٰبِ لِمَ تَلۡبِسُوۡنَ الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ

کتاب کیوں تم ملاتے ہو حق ساتھ باطل

تم حق کو باطل سے کیوں ملاتے ہو

وَ تَكۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ وَ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۱﴾ ع ۷ ۸ ۱۵

اور تم چھپاتے ہو حق حالانکہ تم جانتے ہو

اور حق کو (کیوں) چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔

Marfat.com

وَدَّ اُس نے چاہا۔ وَدَّتْ مؤنث کا صیغہ ہے۔ اسی سے وَدُوْد ہے جس کے معنی ہیں بہت چاہنے والا۔ ضَلَّ گمراہ ہوا۔ اَضَلَّ گمراہ کیا۔ یُضِلُّوْنَ وہ گمراہ کرتے ہیں۔ لَبَسَ الْاَمْرَ کام کو خلط ملط کیا، مشتبہ کر دیا۔ یَلْبِسُ الْحَقَّ حق کو خلط ملط کرتا ہے۔ مشتبہ کرتا ہے۔ کَتَمَ اس نے چھپایا۔ یَکْتُمُوْنَ وہ چھپاتے ہیں۔

تفسیر آیت ۶۹ — ۷۱

حق پوشی کی ممانعت

تورات وانجیل میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں واضح پیش گوئیاں موجود تھیں۔ ان کو دیکھ کر اہلِ کتاب کے بعض علماء اسلام لے آئے۔ لیکن بعض لوگ وفدِ نجران کے رئیس اور قیصرِ روم کی طرح جان بوجھ کر متاعِ دنیا کی خاطر انکاری ہو گئے۔

بعض یہودی علماء حق کو چھپاتے تھے اور تورات میں کمی بیشی کر کے حق و باطل کی ملاوٹ کرتے تھے۔ وہ اسی قسم کی حیلہ سازی کر کے اہلِ اسلام کو بھی دین سے ہٹانا چاہتے تھے لیکن ان کی کوششیں ناکام رہیں۔

تبلیغ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو واشگاف طور سے بیان کیا جائے۔ دھوکا دے کر اور چال بازی کر کے لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف پھیرنا تبلیغ نہیں بلکہ اضلال ہے۔ اس ہتھکنڈے سے اوروں کو حق کے دائرے میں لانا تو درکنار آدمی خود ہی گمراہ ہو جاتا ہے۔ بڑھتے بڑھتے نوبت یہ آتی ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں فریب دینے سے بھی نہیں شرماتا اور یوں حق پوشی اور کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے÷

Marfat.com

وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

اور کہا جماعت سے اہل کتاب

اور اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے کہا،

اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ایمان لاؤ ساتھ جو نازل کیا گیا اوپر جو ایمان لائے

مؤمنوں پر جو کچھ اتارا گیا ہے اس پر دن کے شروع

وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ

آغاز دن اور انکار کرو اخیر اس کا

میں ایمان لاؤ اور اس کے اخیر میں انکار کردو۔

لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ لَا تُؤْمِنُوْۤا

تاکہ وہ پلٹ جائیں گے اور نہ ایمان لاؤ

تاکہ وہ (شرک کی طرف) پلٹ آئیں اور نہ ایمان لاؤ

اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ

مگر لئے جو تابع ہوا دین تمہارا کہہ

مگر اس پر جو تمہارے دین کا تابع ہوا (اے نبی!) کہہ دیجئے

اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ

یقیناً ہدایت ہدایت اللہ کہ

یقیناً ہدایت اللہ کی ہدایت ہے (تم ایسا اس لئے کرتے ہو) کہ

Marfat.com

يُؤْتٰى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ

دیا جائے کوئی مانند جو

دیا جاتا ہے انہیں جیسے

اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ط

دیے گئے تم یا وہ بحث کریں تم سے پاس رب تمہارا

تمہیں دیا گیا یا وہ تم سے حجت کریں تمہارے رب کے پاس لہ

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ج يُؤْتِيْهِ

کہہ یقیناً فضل میں ہاتھ اللہ دیتا ہے ۔ اسے

(اے نبی!) آپ کہہ دیں کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے

مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ

جسے وہ چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا

دیتا ہے ۔ اور اللہ وسعت والا ہے

عَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ

جاننے والا خاص کر دیتا ہے ساتھ رحمت اس کی جسے

جاننے والا ہے ۔ وہ جسے چاہے اپنی رحمت سے مختص

لہ تم پر غالب آجائیں تمہارے رب کے نزدیک۔

Marfat.com

يَشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

وہ چاہتا ہے اور اللہ والا فضل بڑا

کر دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

اٰمَنَ وہ ایمان لایا یُؤْمِنُ وہ ایمان لاتا ہے لَا تُؤْمِنُوا ایمان نہ لاؤ
اٰتٰی اس نے دیا اُوْتِیَ اسے دیا گیا اُوْتِیْتُمْ تمہیں دیا گیا۔ یُؤْتِیْ وہ دیتا ہے
یُؤْتٰی اسے دیا جاتا ہے۔ اِخْتَصَّ اس نے خاص کر دیا۔ یَخْتَصُّ وہ خاص
کرتا ہے۔ اِخْتِصَاص مصدر ہے۔

تفسیر آیت ۷۲ ــــ ۷۴

یہود کی فریب کاری

علمائے یہود کے پاس ایسی روشن دلائل نہ تھیں جن سے وہ اسلام کے مقابل اپنے مذہب کی صداقت پیش کر سکتے۔ انہوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے خفیہ اور فریب کارانہ حربے برتنے شروع کئے۔ اپنے آدمیوں کو پڑھا سکھا کر بھیجتے کہ جا کر دکھاوے کے لئے اسلام لاؤ۔ دن بھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی مجلسوں میں رہو۔ دن گذر جاتے تو اسلام کے خلاف شکوک و اعتراضات بیان کر کے ترک اسلام کا اعلان کر دو۔ تمہاری باتوں میں آ کر شاید اور لوگ بھی اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔

یہود ان حرکتوں پر اس لئے اتر آئے تھے کہ ان کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ نبوت بنو اسرائیل کے گھرانے کے لئے مختص ہو چکی ہے۔ وہ اس بات پر جلتے تھے کہ بنو اسماعیل میں نبوت کیوں آ گئی۔ چنانچہ ان سے خطاب ہوا اَنْ یُّؤْتٰۤی اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ یعنی تم اس بات پر

Marfat.com

بے چین ہو کہ نبوت جیسے ہمارے گھر آتی ویسے اوروں کو کیوں ملی۔

علمائے یہود کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صداقت کا یقین تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اہلِ اسلام حق پر ہیں اور ہم (یہود) باطل پر۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں جب ان کا (یعنی مسلمانوں کا) اور ہمارا سامنا ہوگا تو وہ ثابت کر دیں گے کہ انہوں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا تھا مگر ہم (یہود) نے تسلیم نہ کیا۔ ہم ان کے سامنے لاجواب ہوں گے۔ لہٰذا کوئی ایسی صورت نکالو کہ اس اُمت ہی کا خاتمہ ہو جائے اور کل ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی شرمسار کرنے والا نہ ہو۔ یہود اس نیت سے قولاً اور فعلاً پوری جدوجہد میں مصروف رہتے تھے۔ شاطرانہ چالیں چلتے تھے۔ کفارِ مکہ سے مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازش کی، جنگِ احزاب میں ۲۴ ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے لیکن اہلِ اسلام کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔

ان سے ارشاد ہے إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَى اللَّهِ یعنی ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہے۔ تم جو لوگوں کو اسلام سے پھیرنا چاہتے ہو تو یہ ہدایت نہیں گمراہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا نبوت سے سرفراز کیا۔ کسی کا گلہ نہیں چل سکتا کہ فلاں کو نبوت ملی اور میں کیوں محروم رہا۔

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ

اور	سے	اہل	کتاب	جو	اگر	تو امانت دے اسے

اور اہل کتاب میں سے (ایسا بھی ہے) جسے تو اگر ایک ڈھیر کی امانت (بھی)

بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ

ساتھ ڈھیر ادا کرے وہ اس کو طرف تیری اور سے وہ

دے (تو) تجھے ادا کردے اور ان میں سے (ایسا

مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ

جو اگر تو امانت دے اسے ساتھ دینار

بھی ہے) جسے تو ایک دینار کی امانت دے

لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ

نہ ادا کرے اسے طرف تیری مگر جب تک تو رہا

تو تجھے ادا نہ کرے سوائے اس کے کہ تو اس (کے سر)

عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا

اوپر اس کے کھڑا وہ بسبب کہ یقیناً وہ کہا انہوں نے

پر کھڑا رہے یہ اس سبب سے کہ وہ کہتے ہیں

لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَ

نہیں ہم پر میں بابت ان پڑھ عرب رستہ

(کہ) ان پڑھ عربوں (کے معاملہ) میں ہمارے خلاف کوئی رستہ نہیں

وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

اور وہ کہتے ہیں اوپر اللہ جھوٹ

ا۔ ۔ ۔ الحمد للہ یہ رحمہ رضا اللہ لترملہ

Marfat.com

وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ بَلٰى

اور وہ وہ جانتے ہیں کیوں نہیں

اور وہ جانتے ہیں کیوں نہیں؟

مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰى

جو ایفاء کیا اس نے ساتھ عہد اس کا اور تقویٰ کیا

جس نے اپنے عہد کا ایفاء کیا اور تقویٰ کیا

فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٧٦﴾ اِنَّ

تو یقیناً اللہ چاہتا ہے پرہیزگار یقیناً

تو یقیناً اللہ متقی لوگوں کو چاہتا ہے یقیناً

الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ

جو سودے میں لیتے ہیں عوض عہد اللہ اور

جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض

اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ

قسمیں ان کی دام کم[1] وہ

سودے میں حقیر دام لیتے ہیں اُن

[1] دنیا کی ساری متاع آخرت کے مقابلہ میں قلیل ہے

Marfat.com

لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَا

نہیں حصّہ لئے ان کے میں آخرت اور نہ

کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور

یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ

کلام کرے گا ان سے اللہ اور نہ نظر ڈالے گا طرف ان کی

قیامت کے روز اللہ ان سے کلام نہیں کریگا اور ان کی طرف نظر نہ ڈالے گا

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ

دن قیامت اور نہ پاکیزہ کرے گا انہیں

قیامت کے روز اور نہ انہیں پاکیزہ کرے گا

وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۷﴾

اور لئے ان کے عذاب دردناک

اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے

وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ

اور یقیناً سے وہ ان کے ۔ گروہ وہ پھیرتے ہیں

اور یقیناً ان میں سے ایک فریق ہے (جو) کتاب کے ساتھ

اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ

زبانیں ان کی ساتھ کتاب تاکہ تم گمان کرو اسے

زبانیں پھیرتے ہیں تاکہ تم اسے کتاب میں

مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ج

سے کتاب اور نہیں وہ سے کتاب

سے گمان کرو حالانکہ وہ کتاب سے نہیں

وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ

اور وہ کہتے ہیں وہ سے پاس اللہ اور نہیں وہ

اور وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس سے ہے اور وہ

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ج وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى

سے پاس اللہ اور وہ کہتے ہیں اوپر

اللہ کے پاس سے نہیں اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے

اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

اللہ جھوٹ حالانکہ وہ جانتے ہیں

ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں

اٰمَنَ اس پر اعتماد کیا۔ بھروسا کیا۔ اَدّٰی اس نے ادا کیا یُؤَدِّیْ وہ ادا کرتا ہے۔ یُؤَدِّہٖ اس کی حالت جزمی ہے جو اِنْ شرطیہ کی وجہ سے ہے جس نے تَاْمَنْ اور یُؤَدِّہٖ دونوں کو جزم دی ہے دَامَ رہا۔ دُمْتَ تو رہا۔ دَوَام مصدر ہے

اِشْتَرٰی اس نے خریدا۔ سودے میں لیا۔ اَیْمَان جمع یَمِین (قسم) کی۔ ثَمَن ایک کے عوض دوسری کا چیز جو سودے میں لی جاتی ہے

نَظَرَ اس نے دیکھا۔ نظر ڈالی۔ یَنْظُرُ وہ دیکھے گا زَکّٰی اس نے پاکیزہ کیا۔ یُزَکِّیْ وہ پاکیزہ کرتا ہے تَزْکِیَہ مصدر ہے۔

لَفَرِیْقًا میں لام تاکید کے لیے ہے فَرِیْقًا اِنَّ کی خبر ہو کر منصوب ہوا۔
لَوٰی بل دیا۔ موڑا۔ پھیرا۔ گھمایا لَیًّا مصدر ہے۔ یَلْوِیْ وہ موڑتا ہے۔
یَلْوٗنَ۔ دراصل یَلْوُوْنَ ہے۔
اَلْسِنَۃ جمع ہے لِسَان (زبان) کی۔ حَسِبَ اس نے گمان کیا یَحْسَبُ وہ گمان کرتا۔ تَحْسَبُوْنَ تم گمان کرتے ہو۔ لِ کے عمل سے یہ منصوب ہو کر تَحْسَبُوْا ہوا۔

تفسیر آیت ۷۵ ــــــ ۷۸

یہود کی بد دیانتی

سابقہ آیات میں یہود کی مذہبی فریب کاری کا ذکر تھا۔ ان آیات میں اُن کی مالی بد دیانتی کا تذکرہ ہے بتایا گیا ہے کہ بے شک اُن میں بعض دیانت دار لوگ بھی ہیں لیکن ایسے حرام خوروں کی کمی نہیں جو دوسروں کا مال مارنا پدری حق سمجھتے ہیں۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ عرب کے اَن پڑھ لوگ یہود کے مقابلہ میں بہت پست ہیں۔ یہود ان عربوں سے اشرف ہیں۔ عرب کیا اور اُن کا مال کیا سب اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری اور لاڈلی مخلوق یہود کے لئے پیدا کیا ہے۔
یہود اپنے لئے تقویٰ غیر ضروری جانتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ ہم جنت کے وارث تو ہیں ہی زمین بھی ہماری میراث ہے۔ غیر یہود سے ہم جیسا سلوک چاہیں کریں۔ وہ ان کا مال کھا جاتے، معاملات و معاہدات میں بد عہدی کرتے، قسمیں کھا کھا کر اپنا اعتبار بٹھاتے اور ان قسموں کو لے کر کھایا توڑ دیتے: انھوں نے نفع یابی کے لئے یہ سنہری گُر بنا رکھے تھے۔
ان کے پاس عہد کی کوئی قدر نہ تھی حالانکہ مباح اور نیک کام میں اللہ کا نام لے کر جو عہد کیا جاتا ہے وہ اللہ ہی کا عہد ہوتا ہے۔ جو شخص اس عہد کو نہ نبھائے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے نام کی پروا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے سخت

Marfat.com

ناراض ہوگا۔ قیامت میں ایسے اصول شکن شخص پر نگاہ بھی نہیں ڈالے گا۔

جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نام بیچ کر دولت کماتے ہیں اُن کے دل کبھی پاکیزہ نہیں ہوں گے۔ اُن کی ساری زندگی ناپاک رہے گی۔ ان کی ناپاک عادات وخصائل اُن کو نہ صرف دنیا میں آخر کار مبتلائے رنج کریں گی بلکہ آخرت میں بھی موجب عذاب ہوں گی۔

یہود دنیوی فائدوں کے لئے تورات پر بھی ہاتھ صاف کر جاتے تھے۔ ارشاد ہے یَلْوٗنَ اَلْسِنَتَھُمْ بِالْکِتٰبِ مراد یہ کہ جب تورات پڑھتے تھے تو حرکات وسکنات یا سیاق وسباق کے لحاظ سے زبان کو اس طرح پھیر لیتے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جاتا۔ اس طرح وہ عمداً تحریف کے مرتکب ہوتے تھے اور کہتے تھے ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ یعنی یہ عبارت ہماری تصنیف نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جان بوجھ کر جھوٹ بولتے تھے۔

ایفائے عہد کی اہمیت

اسلام میں عہد کی پابندی پر بہت تاکید ہے۔ سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے:
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ یعنی اے ایمان والو! اپنے بندھن نبھاؤ۔

عہد اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو یا اس کی مخلوق کے ساتھ، اس کی پابندی بہرکیف اور بہرصورت لازم ہے۔ البتہ یہ ملحوظ رہے کہ جو عہد بندگانِ الٰہی کے ساتھ باندھے جائیں وہ دین وشرافت کی روح کے منافی نہ ہوں ورنہ قابلِ نفاذ نہ ہوں گے۔ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی ایسی شرط طے کی جس کا جواز کتاب اللہ میں نہیں ملتا تو یہ شرط اس پر عائد نہیں ہوگی چاہے اس نے اس کو سو بار پختہ کیا ہو کیونکہ اللہ کی شرائط کا حق اور پختگی زیادہ ہے۔

Marfat.com

سورۃ نحل (آیات ۹۰ تا ۹۵) میں اللہ تعالیٰ نے باہمی اور بین الاقوامی معاہدات کو عَہْدُ اللّٰہِ (اللہ کا عہد) کہہ کر ان کے احترام کو ہزار چند کر دیا ہے۔

مسلمان جب قرآن و سنّت کے مطابق کسی سے کوئی عہد باندھتا ہے تو وہ عہد اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عہدِ ربانی ہوتا ہے جس کی پابندی از بس ضروری ہے جو شخص خلاف ورزی کرے گا وہ غدّار ہو گا۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز ہر غدار کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہو گا[1] تاکہ اس کی خوب تشہیر ہو جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ منافق کی تین نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی کہ وہ عہد شکن ہوتا ہے[2] آپ کا ارشاد ہے لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ (جس کا عہد نہیں اس کا دین نہیں)

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے: وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا ہ (اور وعدوں کو پورا پورا ایفا کرو۔ یقیناً وعدہ کے بارہ میں پوچھا جائے گا)

قرآنِ حکیم میں اس قسم کی اور بھی ہدایات ہیں۔ سورۃِ انفال میں حکم ہے کہ جب تمہیں کسی (ہم عہد) قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو تم معاہدہ ان کی طرف برابر طور سے پھینک دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کاروں کو پسند نہیں کرتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی قوم اہلِ اسلام کے ساتھ عہد کر کے پھر خیانت پر اُتر آئے تو اس کا جواب خیانت سے دے کر اپنے عہد کی لاج برباد نہیں کرنی چاہیے۔ اس عہد کو علانیہ منسوخ کر دو۔ چنانچہ جیسا کہ سورۃِ توبہ کی ابتدائی آیات سے صاف ظاہر ہے فتح مکہ کے کچھ عرصہ بعد ان قبیلوں کو جنہوں نے اہلِ اسلام سے غداری کی تھی اعلان کر دیا گیا کہ اب ہمارے تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں

---

[1] ترمذی ابواب السیر، مسلم کتاب الجہاد والسیر، بخاری میں بھی اس مضمون کی حدیث ملتی ہے۔
[2] ریاض الصالحین باب الوفاء بالعہد

اور پھر انہیں چار ماہ کی مہلت بھی دی گئی کہ تم اپنا بُرا بھلا سوچ لو ہم اس اثناء میں تمہارے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ جن قبیلوں نے بدعہدی نہیں کی تھی ان کے معاہدے بدستور رہنے دیئے گئے۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے کہ معاہد کا قاتل دوزخی ہوتا ہے[1] یعنی اگر تمہارا کسی مشرک سے بھی عہد ہو تو تمہیں کوئی حق نہیں کہ بے سبب اس پر ہتھیار اٹھاؤ۔ اگر کوئی مسلمان اس قوم کے کسی فرد کو قتل کر ڈالے تو وہ دوزخ میں جائے گا۔

حضرت معاویہؓ اور رومی حکومت کے درمیان کچھ مدت کے لئے صلح کا عہد ہوا۔ حضرت معاویہؓ رومی سلطنت کے شہروں میں اس انتظار میں پھرتے رہتے تھے کہ اگر عہد توڑ دیا جائے تو حملہ کر دوں۔ اچانک ایک سوار آیا۔ وہ کہہ رہا تھا: اللہ اکبر! وفا کرو، بدعہدی نہ کرو۔ لوگوں نے دیکھا تو عمرو بن عبسہ تھے۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو جواب دیا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کسی شخص کا کسی قوم کے ساتھ عہد ہو تو جب تک میعاد نہ گزر چکے اس کو نہ توڑے اور نہ زیادہ پختہ کرے یا برابر طور سے (یعنی جب اُدھر سے پہل ہو) عہد کے منسوخ ہونے کا اعلان کرے[2]

حضرت حُذیفہؓ بن یمان اور ابو حُسیلؓ دو صحابی تھے۔ یہ اسلامی لشکر میں شرکت کرنے کے لئے میدانِ بدر کی طرف جا رہے تھے کہ مشرکین کے ہاتھ آ گئے۔ انہوں نے اس شرط پر جانے دیا کہ بدر نہیں جاؤ گے بلکہ مدینہ کا رخ کرو گے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عہد کی خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا، تم مدینہ جاؤ۔ ہم عہد نبھائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے مدد کے طلب گار رہوں گے[3]

---

[1] تجرید البخاری ص ۵۰۵ [2] ترمذی ابواب السیر [3] مسلم کتاب الجہاد والسیر

Marfat.com

بدر کی جنگ میں مسلمان نہایت قلیل تھے۔ ایک ایک فرد کی ضرورت تھی تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہؓ کو مدینہ جانے کا حکم دیا۔ حالانکہ جنگ کا موقع تھا اور پوچھنے والا کون تھا۔ لیکن اللہ کی پرسش بہت سخت ہے۔ وہ دشمن سے بھی بدعہدی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو ہدایت فرمائی کہ تم نے اسلام سے سابقہ دور میں جو عہد کئے ہیں ان کو نباہو۔ اسلام انہیں مزید قوت دیتا ہے۔ جب قبلِ اسلام کے معاہدوں کی اسلام میں یہ وقعت ہے تو جو عہد کوئی شخص ایک مسلمان کی حیثیت میں کرے اس کی کس قدر شدید اہمیت ہوگی۔

باہمی معاہدات کا کچھ ذکر ہو چکا۔ اب اس عہد پر ایک نظر ڈالیں جو اللہ تعالیٰ سے استوار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عہد سے مراد ایک تو انسانی فطرت ہے جس سے انحراف کرنا راستی کی راہ سے بھٹکنا اور دنیوی واخروی بربادی کو دعوت دینا ہے۔ اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے دین سے وابستگی ہے۔ اسے سورۂ مائدہ میں جا بجا میثاقِ الٰہی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

قبولِ اسلام بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وسیع الاثر پیمان ہے جس کی رو سے دین وشریعت کے کل احکام کی بجا آوری ہم پر فرض ہو جاتی ہے۔ یہ احکام بجائے خود مواعید کا حکم رکھتے ہیں۔

ایمان (قسمیں)

مندرجۂ صدر آیات میں ایمان یعنی قسموں کی اہمیت بھی جتائی گئی ہے۔ ایمان جمع ہے یمین (قسم) کی۔ قرآنِ حکیم میں قسموں کی بجا آوری کی سخت تاکید ہے

Marfat.com

سورۂ مائدہ کی پہلی آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ اے ایمان والو! اپنے مواعید کا ایفاء کرو۔ آیت ۸۰ میں تاکید ہے کہ مواعید تو بہت بڑی چیز ہیں تم ذاتی معاملات میں بھی قسم کھاؤ تو اسے ایفاء کرو مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم ایک غلط کام کرنے کی یا نیک کام نہ کرنے کی قسم کھا بیٹھو تو اس پر بھی پختہ رہو۔ اس قسم کو توڑ دو مگر قسم کی اہمیت کو برقرار رکھنے کے لئے تمہیں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا کفّارہ ادا کرو۔

اس موضوع پر سورۂ بقرہ میں بھی آیات ہیں۔ مثلاً وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○ (آیت ۲۲۴ - ۲۲۵) (ترجمہ) اور اللہ کے نام) کو اپنی قسموں کا (اس لئے) ہتھکنڈا نہ بناؤ کہ نیکی اور تقویٰ (نہ) کرو اور لوگوں کے درمیان صلح (نہ) کراؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں لغو قسموں پر نہیں پکڑتا لیکن پکڑتا ہے اس پر جو تمہارے دل کرتے ہیں۔ اور اللہ مغفرت کرنے والا ہے حلم والا ہے

کفّارہ کا مادہ کفر ہے جس کے معنی ہیں ڈھانپنا یا پردہ ڈالنا۔ قرآن حکیم میں لغزشوں اور معاصی کے ساتھ تکفیر کا لفظ انہی معنی میں آیا ہے۔ کفّارہ اصطلاحی معنی میں وہ تاوان یا سزا ہے جس سے کسی ذاتی معاملہ میں کوتاہی یا غلطی کا خمیازہ بھگتنا مقصود ہو۔ کفّارہ مالی بھی ہو سکتا ہے اور بدنی بھی مثلاً روزے رکھنا۔

کفّارہ اور جرمانہ میں یہ فرق ہے کہ جرمانہ جبر کی چیز ہے اور کفارہ کے پیچھے دل کی رضا ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا طبعی نتیجہ توبہ، تزکیہ اور اصلاح حال ہے۔ جبری جرمانہ یا دیگر سزا ضرور نہیں کہ دل کی اصلاح کرے اور مجرم گناہ سے تائب ہو جائے۔

فقہی اصطلاح میں قسم کی تین نوعیں ہیں:-

(۱) یمینِ لَغْو یعنی کوئی شخص کسی واقعہ کے بارے میں غلط بیان دے

جائے اور اسے گمان ہو کہ درست ہے[۱]

۔یمینِ لغو ایسی مہمل قسم کو بھی کہتے ہیں جو بے احتیاطی سے بلا قصد و نیّت زبان سے نکل جائے۔ بعض لوگ قسم کو تکیۂ کلام بنا لیتے ہیں۔ ان کے ذہن میں کوئی ارادہ نہیں ہوتا اور نہ کوئی معاہدہ مقصود ہوتا ہے۔ ایسی بے ضرر قسموں کے توڑنے کا کوئی کفارہ نہیں لیکن ان سے احتراز چاہیے۔ وہ خرابی کا باعث ہو سکتی ہیں۔

۔۔یمینِ لغو پر کوئی گرفت نہیں۔

(۲) یمینِ غموس - یہ قسم گزشتہ واقعہ سے متعلق ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی آدمی قسم کھا کر عمداً جھوٹ بولے کہ فلاں واقعہ ہوا ہے یا نہیں ہوا[۲] آیت ۷۷ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

جان بوجھ کر جھوٹ حلفیہ بیان دینا گناہِ کبیرہ ہے۔ اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ البتہ توبہ اور استغفار سے بخشش ممکن ہے[۳]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے جھوٹا حلف اٹھایا اس کو اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا۔[۴]

ایک دفعہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ کبیرہ گناہ کیا کیا ہیں؟ فرمایا، شرک؟ پوچھا، اس کے بعد؟ جواب دیا، والدین کی حکم عدولی۔ اس نے پھر پوچھا کہ اس کے بعد؟ فرمایا، یمینِ غموس۔ اس نے سوال کیا، یمینِ غموس کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ یمینِ غموس وہ قسم ہے جس سے کسی مسلمان کا مال ناحق ہتھیایا جائے۔ ایسے آدمی کی سزا آگ ہے[۵]

اس موضوع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی ارشادات ہیں مثلاً:

---

[۱] ہدایہ کتاب الایمان [۲] ہدایہ کتاب الایمان [۳] ہدایہ کتاب الایمان [۴] ہدایہ کتاب الایمان
[۵] ہدایہ کتاب الایمان

Marfat.com

اگر کوئی آدمی جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال مار لے تو وہ فاجر ہوگا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔[1]

جو آدمی جھوٹی قسم کھا کر اپنا سودا بیچتا ہے قیامت کے دن وہ عذاب میں ہوگا۔[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ تین آدمیوں کے بارے میں بتایا جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نگاہ نہیں کرے گا۔ فرمایا: ان میں سے ایک وہ ہوگا جو عصر کے بعد اپنا سودا لے کر کھڑا ہوتا ہے اور اللہ کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ مجھے اس کی اتنی قیمت پیش ہوئی اور کوئی شخص اسے سچا مان لیتا ہے[3] جھوٹی قسم مال کو کھوٹا کرتی ہے اور برکت کو مٹاتی ہے[4] جو شخص جھوٹی قسم سے کسی کا مال حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر جنّت حرام کر دیتا ہے اور دوزخ لازم چاہے وہ اراک (درخت) کی ٹہنی ہی کیوں نہ ہو[5]

غموس کے لغوی معنی غوطہ کے ہیں۔ یہ قسم انسان کے ایمان اور عاقبت کو ڈبو دیتی ہے۔ غالباً اسی لئے اسے یمین غموس کہا گیا ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے یمینِ صبر فاجرۃ بھی کہا ہے یعنی وہ فاجر قسم جس پر انسان پختہ رہے[6]

(۳) یمینِ مُنعقدہ: اس کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ وہ قسم ہے جس کے ساتھ کوئی نیّت یا تعہد کیا جائے یا ارادہ باندھا جائے یا معاہدہ طے کیا جائے کہ فلاں کام کروں گا یا نہیں کروں گا یا اسے یوں سمجھوں گا۔ یہ قسم مندرجہ ذیل صورتوں میں منعقد ہوتی ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حلف اٹھایا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

---

[1] ریاض الصالحین بحوالہ مسلم [2] مسلم کتاب الایمان [3] مسلم کتاب الایمان ۱: ۷۱ [4] تجرید بخاری باب فی الشرب ۲۶۶ و مسلم کتاب الایمان [5] تجرید البخاری ص ۲۹۶ [6] مسلم کتاب الایمان ۱: ۸۵

ارشاد ہے مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ [۱] (جسے قسم ضرور کھانی ہے وہ اللہ کا نام لے یا خاموش رہے)

(۲) اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی ہستی یا چیز کے ساتھ حلف اٹھایا جائے جس کا عقیدہ سے گہرا تعلق ہے مثلاً فلاں کام کروں تو قرآن یا نبی سے بری ہوں یا یہودی یا نصرانی ہوں (ہدایہ)

نفسِ عمل کے اعتبار سے یمینِ منعقدہ کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں:

ایک وہ جس کے ساتھ موافقِ شرع قصد یا فعل مقصود ہو چاہے یہ قصد یا فعل ذاتی ہو یا دیگر اشخاص یا اقوام سے متعلق ہو۔ اس کی بجا آوری پر اسلام نے بہت زور دیا ہے۔

سورۂ نحل کی آیات ۹۰ تا ۹۵ میں بھی ایمان کا تذکرہ کر کے قرآنِ حکیم نے اس کے ایفاء کی شدید تاکید کی ہے۔ وہاں خصوصی اشارہ باہمی اور بین الاقوامی معاہدات کی طرف ہے جنہیں عَهْدُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کا عہد) کہہ کر ان کی عظمت و احترام کا پایہ بہت بلند کر دیا ہے۔ وہاں حکم ہے کہ جب تم آپس میں عہد کرو تو اللہ تعالیٰ کا عہد (یعنی یہ عہد) پورا کرو۔ قسموں کو پختہ کر چکنے کے بعد مت توڑو حالانکہ تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے پر ضامن [۲] بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کرتے ہو اور اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا مضبوط کاتا ہوا سوت پارہ پارہ کر دیا۔ [۳] اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے (کا بہانہ) نہ بناؤ کہ ایک گروہ دوسرے سے چڑھا ہوا ہو [۴]۔ اللہ تعالیٰ اس [۵] سے تمہاری پرکھ کرتا ہے اور قیامت کے دن تمہارے

---

[۱] مسلم کتاب الایمان   [۲] اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قسم کھائی تو گویا اسے ضامن کیا
[۳] پختہ عہد کو مضبوط کاتے ہوئے سوت سے تشبیہ دی اور اس کے توڑنے کو سوت کے خواہ مخواہ توڑنے سے جو پاگلوں کا کام ہے [۴] طاقت ور فریق کمزور کے معاہدہ کی پرواہ نہیں کرتا یہاں اس سے منع کیا ہے [۵] یعنی قوت کے فرقِ مراتب سے۔

سامنے خوب کھول کر واضح کرے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن جسے چاہے راہ بھلاتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور تم سے اپنے کئے کی ضرور پوچھ ہو گی اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے کا حیلہ نہ بناؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو جما ہوا قدم اکھڑ جائے گا[1] اور تم اس بات کی سزا پاؤ گے کہ تم نے اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکا اور تمہارے لئے عذاب عظیم ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے عہد کے عوض دنیاوی متاع مت لو۔ اگر تمہیں علم ہو تو (جان لو) جو اس کے پاس ہے وہی بہترین ہے۔"

(ترجمہ آیات ۹۰ تا ۹۵)

ان آیات میں حکم ہے کہ معاہدہ کی پابندی سے قوم کی ساکھ جمتی ہے، اس کے قول کا اعتبار ہوتا ہے، اس کی خوش اخلاقی دلوں کو راغب کرتی ہے اور نتیجۃً اس کے مذہب کی طرف اور لوگوں کا رجحان ہوتا ہے۔ بدعہد اور وعدہ ناشناس قوم کے مذہب سے کسی کو کیا لگاؤ ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے کہ اگر تم اپنے قول کا پاس نہ کرو گے تو اللہ کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو گے اور تمہیں اس کی پاداش بھگتنی ہو گی۔

حدیث قدسی ہے کہ قیامت کے دن میں تین آدمیوں کا دشمن ہوں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر عہد کیا اور پھر خلاف ورزی کی ..... الخ[2]

یمین منعقدہ کی دوسری نوع وہ ہے جو شریعت کے حکم یا روح کے منافی ہو یا جس فعل کی نیت کی گئی ہے اس سے بہتر یا نافع تر فعل کی صورت نظر آجائے ایسے میں قسم کا توڑنا لابدی ہو جاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی کفارہ بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس میں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ ایک تو یہ معلوم ہو جائے کہ نفس عمل کو پیش نگاہ رکھنا ہے۔

---

[1] مثلاً کسی غیر مسلم نے پختہ ارادہ کیا کہ اسلام لائے اور کسی مسلمان کی بدعہدی اور بد اخلاقی دیکھ کر پھسل گیا[2] تجرید بخاری ص ۴۱۸

Marfat.com

آدمی ضد کے پیچھے نیکی یا زیادہ ثواب سے محروم نہ رہ جائے، دوسرے یہ کہ حلف کو بے اصل اور بے کار چیز نہ سمجھا جائے اور اس کی اہمیت ذہن نشین رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کام کے لئے حلف اٹھائے اور بعد میں دیکھے کہ اس کے بجائے کسی دوسرے کام کے انجام دینے میں بہتری ہے تو اس بہتر کام کو اختیار کرے، قسم توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کرے۔[1]

سورۂ بقرہ کی آیات ۲۲۴ و ۲۲۵ جو اسی مضمون کے آغاز میں آئی ہیں بتاتی ہیں کہ اللہ (کے نام) کو اپنی قسموں کا ہتھکنڈا بنا کر حسنِ سلوک، پرہیزگاری اور اصلاحِ عامہ سے بے نیاز نہ ہو جاؤ۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد کا استعمال موقوف کرنے کا عہد کر لیا۔ اس پر وحی نازل ہوئی کہ اللہ کی حلال چیز کو حرام نہ ٹھہرائیں۔ ایسی صورت میں قسم کا توڑنا فرض ہو جاتا ہے۔[2]

مَا كَانَ	لِبَشَرٍ	اَنْ	يُّؤْتِيَهُ	اللّٰهُ
نہ تھا	لئے بشر	کہ	دے اُسے	اللہ

کسی بشر کے لئے نہ تھا کہ اللہ اسے

الْكِتٰبَ	وَ	الْحُكْمَ	وَ	النُّبُوَّةَ	ثُمَّ
کتاب	اور	فیصلہ	اور	نبوت	پھر
کتاب	اور	حکم	اور	نبوت دے	پھر

[1] مسلم کتاب الایمان [2] ہدایہ تجرید البخاری ص ۹۷۱

Marfat.com

يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ

کہے لئے لوگ ہو جاؤ بندے لئے میرے سے

وہ لوگوں سے کہے (کہ) اللہ سے ہٹ کر میرے

دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ

الگ اللہ اور لیکن ہو جاؤ رب والے

بندے ہو جاؤ۔ (نہیں) لیکن اللہ والے ہو جاؤ

بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا

باعث جو تم پڑھاتے تھے کتاب اور باعث جو

اس لئے کہ تم کتاب پڑھاتے تھے اور اس لئے

كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَا

تم پڑھتے تھے اور نہ

کہ تم کتاب پڑھتے تھے اور نہ

يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ

حکم دے تمہیں کہ اختیار کرو فرشتے

حکم دے کہ بناؤ ملائکہ کو

وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ

اور انبیاء رب کیا حکم دیتا ہے تمہیں

اور انبیاء کو رب کیا وہ تمہیں کفر کا

بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ ع ۹ / ۱۶

ساتھ	کفر	بعد	جب	تم	مسلمان

حکم دے گا اس کے بعد کہ تم اسلام لا چکے

کَانَ تھا۔ ہوا۔ اٰتٰی اس نے دیا یُؤْتِیْ وہ دیتا ہے اَنْ کی وجہ سے منصوب ہو کر یُّؤْتِیَ ہوا۔ اسی اَنْ کے عمل سے یَقُوْلَ بھی منصوب ہوا ہے۔ کُنْ ہو جا کُوْنُوْا ہو جاؤ۔ رَبّٰنِیّٖنَ منصوب ہوا ہے رَبَّانِیُّوْنَ سے بوجہ حال ہونے کے۔ یہ رَبَّانِیْ کی جمع ہے۔

رَبَّانی کے معنی ہیں:

(۱) اللہ والا۔

(۲) دین پر عمل کرنے والا۔

(۳) علم دین رکھنے والا۔

(۴) ۔ دین کا عالم باعمل۔

(۵) علم دین کا معلّم

آیت ۷۹ میں اس کے پہلے معنی موزوں ترین ہیں۔

دَرَسَ اُس نے پڑھا۔ تَدْرُسُوْنَ تم پڑھتے ہو۔

تفسیر آیت ۷۹ ——— ۸۰

کسی نبی نے اپنی بندگی نہیں کرائی

کسی نبی نے شرک کی تعلیم نہیں دی اور نہ کسی سے یہ کہا کہ مجھے یا فرشتوں کو خدائی میں شریک کر کے اُن کی پوجا کرو۔ جو لوگ اس قسم کے عقائد رکھتے ہیں اُن کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ شروع میں ہر اُمت کے عقائد درست تھے اور وہ

اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار تھی۔

جن اُمتوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتابیں آئیں انہوں نے ابتداء میں سچے دل سے اُنہیں پڑھا پڑھایا لیکن پھر نہ صرف عقائد میں بلکہ کتابوں میں بھی تبدیلی کر دی۔ قرآن حکیم چونکہ آخری کتاب ہے اس لئے قیامت تک محفوظ رہے گا۔ کسی نبی سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ جب اس کی دعوت قبول ہو جائے اور پیروؤں کی تعداد خوب بڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ کا باغی ہو بیٹھے اور اپنی بندگی کرائے۔ اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کے یہی معنی ہیں۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ

اور جب | لیا | اللہ | پختہ عہد | انبیاء | البتہ جو

اور جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا

اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ

دیا میں نے | تمہیں | سے | کتاب | اور | حکمت

کہ جو کچھ بھی تمہیں کتاب اور علم (سے) دوں

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ

پھر | آیا | تمہارے پاس | رسول | تصدیق کرنے والا

پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے تصدیق کرنے والا

لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ

لئے جو | ساتھ | تمہارے | تم ضرور ایمان لاؤ گے | ساتھ اس کے | اور

اس کی جو تمہارے پاس ہے (کہ) تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور

Marfat.com

لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ

تم ضرور مدد کرو گے | اس کی | کہا | کیا | اقرار کیا تم نے

تم اس کی ضرور مدد کرو گے کہا، کیا تم نے اقرار کیا

وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ

اور | لیا تم نے | اوپر | وہ اے مخاطبین | بھاری عہد میرا

اور تم نے اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا

قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا

وہ بولے | اقرار کیا ہم نے | کہا | تو | گواہ رہو

وہ بولے، ہم نے اقرار کیا۔ کہا، تو گواہ رہو

وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾

اور | میں | ساتھ | تمہارے | سے | گواہ

اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ

تو | جو | مڑ گیا | بعد | وہ | تو | وہ

تو جو اس کے بعد مڑ گیا تو وہی

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَیْرَ دِیْنِ

وہ | بد اعمال | کیا | تو | غیر | دین

بد اعمال ہیں تو کیا وہ اللہ کے دین سے غیر

Marfat.com

اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ

اللہ وہ طلب کرتے ہیں اور لئے اس کے مطیع ہوا جو

(کوئی اور دین) طلب کرتے ہیں اور اس کا مطیع ہوا جو

فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا

میں بلندیاں اور زمین رضا اور جبر

آسمانوں اور زمین میں ہے رضا سے اور جبرًا

وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

اور طرف اس کی وہ واپس بھیجے جائیں گے

اور وہ اس کی طرف واپس بھیجے جائیں گے۔

يُؤْمِنُ وہ ایمان لاتا ہے۔ لَتُؤْمِنُنَّ مضارع معروف با لام تاکید و نون ثقیلہ ہے۔ اس کے معنی ہیں تم ضرور ایمان لاؤ گے۔

اَقَرَّ اس نے اقرار کیا اَقْرَرْتُمْ تم نے اقرار کیا۔

فِسْق حد سے نکلنا۔ بہت برا کام کرنا فاسِق بد اعمال شخص بَغٰی اُس نے چاہا يَبْغِی يَبْغُوْن (وہ چاہتے ہیں)

سماوات جمع ہے سَمَاء کی۔ سَمَاء بلندی کو کہتے ہیں اور آسمان کو بھی۔

اِصْرِی میرا بھاری عہد۔ مراد یہ کہ میری طرف سے تم پر بھاری ذمہ داری کا یہ عہد عائد ہوتا ہے۔

طَوْع دل کی خوشی سے کوئی کام کرنا۔ اسی سے اطاعت کا لفظ ہے یعنی وہ عبادت جو دل کی خوشی سے کی جائے۔ کَرِهَ ناگوار ہوا، اچھا نہ جانا، ناپسند کیا۔

Marfat.com

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

کہہ ایمان لائے ہم ساتھ اللہ اور جو نازل کیا گیا اوپر ہمارے

آپؐ کہہ دیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور (اس پر) جو ہم پر اتارا گیا

وَ مَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ

اور جو نازل کیا گیا اوپر ابراہیمؑ اور اسماعیل

اور جو اتارا گیا ابراہیم اور اسماعیل

وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ

اور اسحاق اور یعقوب اور قبیلے

اور اسحاق اور یعقوب اور (اس کی اولاد کے) قبیلوں پر

وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ

دیا گیا موسٰی اور عیسٰی اور

جو دیا گیا موسٰی اور عیسٰی کو اور

النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ

انبیاء سے رب ان کا نہیں فرق کرتے ہم

انبیاء کو اُن کے رب کی طرف سے۔ ہم ان سے

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَ نَحْنُ لَهٗ

درمیان کوئی ان سے اور ہم لئے اس کے

کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے

مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ مَنْ يَّبْتَغِ

اطاعت گزار اور جو طلب کرے

اطاعت گزار ہیں اور جو اسلام کے سوا

غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ

غیر اسلام (کوئی) دین تو نہیں قبول کیا جائے گا

کوئی اور دین طلب کرے تو اس سے قبول نہیں

مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

سے وہ (اس سے) اور وہ میں آخرت سے خسارہ مند

کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ مندوں سے ہوگا۔

اَسْباط جمع ہے سِبْط یعنی قبیلہ کی۔ یہ عبرانی لفظ ہے۔ اولادِ اسمٰعیل کے ہاں جن معنی میں قبیلہ کا لفظ مستعمل ہے انہی معنی میں اولادِ اسحاقؑ میں سِبْط کا لفظ رائج تھا۔ یہاں اَسْبَاط سے مراد حضرتِ یعقوبؑ کی اولاد ہے۔ حضرت یعقوبؑ حضرتِ اسحاقؑ کے فرزند تھے۔

اَحَد یہ لفظ دو معنی رکھتا ہے یعنی:

(۱) اسم عدد "ایک"

(۲) ایک ایسا اسم جو واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث سب کے معنی دیتا ہے۔

Marfat.com

آیت ۸۴ میں دوسرے معنی مراد ہیں۔
یُقْبَلُ قبول کیا جائے گا لَنْ یُّقْبَلَ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

تفسیر آیت ۸۱ —— ۸۵

سب انبیاء نبیِّ آخر الزّمان علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر ایمان لائے تھے!

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اگرچہ بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہیں لیکن آپؐ کا نور اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے پیدا کر دیا تھا۔ عالم مثال میں جب سب انبیاء علیہم السلام کی ارواح جمع ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دوں گا۔ تمہارے بعد نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تشریف لائیں گے۔ آپؐ تم سب کی تصدیق کریں گے۔ تم اقرار کرو کہ تم آپؐ پر ایمان لاؤ گے اور آپؐ کی مدد کرو گے۔ سب انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کا میثاق یعنی پختہ عہد کیا۔

جس قدر انبیاء دنیا میں تشریف لائے وہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پیش گوئی کر کے آئندہ لوگوں کو تلقین کر گئے کہ آپؐ جب تشریف لائیں تو ضرور مدد کرنا۔ آیت میں لَتَنْصُرُنَّهٗ کے لفظ سے یہی مراد ہے۔ یعنی وہ اپنی طرف سے جہاں تک ہو سکا مدد کا سامان کر گئے۔

اللہ کا دین عین دینِ فطرت ہے۔ کائنات کی ہر چیز اس کے تابع ہے لیکن انسان کی خود پرستی دیکھئے کہ بعض دفعہ بغاوت پہ اُتر آتا ہے۔

اسلام کل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دین ہے۔ مسلمان ان سب کو برحق مانتے ہیں جہاں تک نفسِ نبوّت اور صداقت کا تعلق ہے وہ سب برابر ہیں۔

البتہ مدارج کمال میں فرق ہے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے سردار ہیں۔

جو شخص انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور صداقت میں فرق کرتا ہے اس کا عمل چاہے کتنا ہی بھلا نظر آئے مقبول نہیں ہو گا۔ قیامت کے روز وہ گھاٹے میں ہو گا کیونکہ اسے کسی نبی کی شفاعت نصیب نہ ہو گی۔

كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا

کیسے | ہدایت دے گا | لوگ | انہوں نے کفر کیا

اللہ کیسے ہدایت دے گا (ان) لوگوں کو جنہوں

بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ

بعد | ایمان لانا | ان کا | اور | اقرار کیا انہوں نے | کہ یقیناً | رسول

نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور وہ (پہلے) اقرار کر چکے کہ یقیناً یہ رسول

حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اللّٰهُ

برحق | اور | آیا اُن کے پاس | کھلی نشانیاں | اور | اللہ

برحق ہے اور ان کے پاس کھلی نشانیاں آ چکیں اور اللہ

لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ

نہیں | ہدایت دیتا | لوگ | ظالم | وہ

ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا یہ

Marfat.com

جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ

جزاء ان کی کہ یقیناً اوپر ان کے

لوگ ہیں کہ سزا ان کی ہے کہ یقیناً ان پر

لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾

لعنت اللہ اور فرشتے اور لوگ سب

لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ج لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ

مقیم میں وہ (انہیں) نہ گھٹایا جائے گا سے وہ ان سے

وہ اس میں مقیم رہیں گے ان سے عذاب نہیں گھٹایا

الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾

عذاب اور نہ وہ اُن کو مہلت دی جائے گی

جائے گا اور نہ اُن کو مہلت دی جائے گی۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ

مگر جو تائب ہوئے سے بعد وہ

مگر وہ جو اس کے بعد تائب ہوئے

وَ اَصْلَحُوْا قف فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾

اور اصلاح کی انہوں نے تو یقیناً اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا

اور انہوں نے اصلاح کرلی تو یقیناً اللہ مغفرت کرنے والا ہے، رحم کرنے والا ہے۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِہِمْ

یقیناً | جو | کافر ہوئے | بعد | ایمان لانا | ان کا

یقیناً جو لوگ ایمان لانے کے بعد (پھر) کافر ہوئے

ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ

پھر | وہ بڑھے | کفر | نہیں قبول کی جائے گی

پھر وہ کفر میں بڑھ گئے ان سے توبہ ہرگز قبول

تَوْبَتُہُمْ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾

توبہ | ان کی | اور | وہ | وہ | گمراہ

نہیں کی جائے گی اور وہی گمراہ ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ ہُمْ

یقیناً | جو | کافر ہوئے | اور | مر گئے | جبکہ | وہ

یقیناً جو کافر ہوئے اور مر گئے جب کہ وہ

کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِہِمْ

کافر | تو | نہیں قبول ہوگا | سے | کوئی | وہ

کافر (ہی) تھے تو ان (میں) سے کسی سے

مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَہَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰی

بھرا ہوا | زمین (کا) | سونا | اور چاہے | اپنا بدلہ دیا

زمین بھر (بھی) سونا نہیں قبول ہوگا اور چاہے اس سے وہ اپنا فدیہ

Marfat.com

بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

ساتھ اس کے | وہ | لئے | ان کے | عذاب | الم ناک

دے۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے

وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ۹۱ ع

اور نہیں | لئے | ان کے | ہے۔ کوئی | مددگار

اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

بَیِّنٰت جمع ہے بَیِّنَۃ (واضح نشانی) کی۔

نَظَرَ مہلت دی نَظِرَۃٌ مہلت دینا یُنْظَرُوْنَ انہیں مہلت دی جائے گی

اِزْدَادَ کے معنی ہیں زَادَ (زیادہ ہوا) اِزْدِیَاد لازم و متعدی دونوں معنی

رکھتا ہے فَدٰی فدیہ دیا اِفْتَدٰی اپنے لئے فدیہ دیا۔

تفسیر آیت ۸۶ —— ۹۱

دشمنانِ حق عذاب میں گرفتار ہوں گے

ہدایت اُسی کو نصیب ہوتی ہے جو سچے دل سے ہدایت کا کُلی طور پر طالب ہو جو شخص حق کے ایک پہلو سے بھی منکر ہو اُسے کسی پہلو سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق نہیں پہچانتے وہ ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ وہ گمراہ رہیں گے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو سرِ رحمت سے دور رکھے گا۔ اور سب مخلوق ان پر لعنت بھیجے گی۔ ان کے عذاب میں کمی نہ ہوگی۔ جنہوں نے ایک بار جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا اور واضح معجزات بھی دیکھ چکے اگر وہ انکار کریں اور اس پر پختہ رہیں تو ان کا

Marfat.com

کیا ثمر کتنا ہو گا۔ یہود مدینہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی پیش گوئیاں کیا کرتے تھے لیکن بعد میں محض اس لئے مخالف ہو گئے کہ آپؐ نے قسمت انہی سے کیوں نہ وابستہ کی اور آپؐ حضرت عیسٰیؑ کی تصدیق کیوں کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں پر کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِہِمْ کے الفاظ صادق آتے ہیں۔

یہود بڑے متمول تھے۔ انہیں دولت کا بہت گھمنڈ تھا۔ اس کے نشہ میں اندھے تھے۔ ان کے بارے میں تنبیہ ہے کہ اگر اُن کے پاس اتنی دولت ہو کہ پوری زمین کا پیٹ اس سے بھر جائے اور وہ عذاب سے بچاؤ کے لئے یہ دولت اللہ تعالیٰ کو پیش کرنا چاہیں تو بھی وہ قبول نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے۔ جو شخص مرنے سے پہلے سچے دل سے تائب ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا

تم ہرگز نہیں پاؤ گے نیکی حتیٰ کہ تم خرچ کرو سے جو

تم ہرگز (پوری) نیکی کو نہیں پہنچو گے حتیٰ کہ تم خرچ کرو اس سے جسے

تُحِبُّوْنَ ۚ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ

تم چاہتے ہو اور جو تم خرچ کرو سے شے

تم چاہتے ہو اور تم کسی چیز سے جو خرچ کرو

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

تو یقیناً اللہ ساتھ اس کے جاننے والا

تو یقیناً اللہ اس کا جاننے والا ہے۔

نَیل پانا نَالَ اس نے پایا تَنَالُوْنَ تم پاؤ گے لَنْ تَنَالُوا تم ہرگز نہ پاؤ گے
اَنْفَقَ اُس نے خرچ کیا تُنْفِقُوْنَ تم خرچ کرو گے۔ حتّٰی نے اسے نصب دے
تُنْفِقُوا کر دیا ہے۔

تفسیر آیت ۹۲

مالی ایثار کا کمال

جو مال اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے خرچ کیا جائے قرآن حکیم اسے صَدَقہ کا نام دیتا ہے کیونکہ وہ صدقِ دل سے خرچ کیا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو مالی ایثار کیا جائے وہ دل کی پوری رغبت اور کمال خوشی سے ہونا چاہیے۔ اگر دکھاوے یا ریاء کے لئے ہو تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔

مالی ایثار کا جذبہ دو عنصر رکھتا ہے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ سے محبت اور دوسرا دنیا سے بے رغبتی۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جس کی مدد کی جائے اسے احسان نہ جتایا جائے۔ دنیا سے بے رغبتی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنے مال سے چُن چُن کر ردی اور گھٹیا چیزیں صدقہ میں نہ دے اور مرغوب اشیاء کو سینے سے لگائے نہ رکھے۔ ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے فرمایا، اس وقت کا صدقہ جب تُو تندرست ہو، تجھے خود مال کی ضرورت ہو اور (اپنا) فقر نظر آرہا ہو۔
حضرت ابوطلحہ انصاریؓ بہت مالدار تھے۔ مسجد کے سامنے اُن کا ایک شیریں کنواں تھا اور اس سے کچھ زمین ملحق تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے اٹھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا، یہ جائیداد مجھے سب سے

زیادہ عزیز ہے۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہوں۔ حضورؐ نے یہ جایداد ان کے رشتہ داروں پر بانٹ دی۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۪ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝ (آیت ۲۶۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! خرچ کرو طیب چیزوں سے جو تم نے کمائیں اور اس سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا اور ردی چیز دینے کا قصد نہ کرو اور تم خود اس کے لینے والے نہیں سوائے اس کے کہ تم چشم پوشی کر جاؤ اور جان لو کہ یقیناً اللہ بے نیاز اور حمد والا ہے۔

مالی ایثار کے کمال کو قرآنِ حکیم نے ایک اور جگہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۫

ترجمہ: اور وہ اپنے برادروں کو ترجیح دیتے ہیں چاہے خود فاقہ سے ہوں۔ (الحشر ۹)

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ

ہر	کھانا	تھا	حلال۔ لئے	بنو اسرائیل

ہر کھانا بنو اسرائیل پر حلال تھا

Marfat.com

إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ

مگر جو حرام ٹھہرایا یعقوب اوپر جان اس کی

مگر وہ جو یعقوب نے اپنی جان پر حرام ٹھہرایا

مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَىٰةُ ۗ قُلْ

پہلے کہ اُتاری جائے تورات کہہ

اس سے قبل کہ تورات آتاری جائے (اے نبی!) آپ کہیے

فَأْتُوا بِالتَّوْرَىٰةِ فَاتْلُوهَآ

تو آؤ ساتھ تورات پس پڑھو اسے

پس تورات لاؤ اور اسے پڑھو

إِنْ كُنْتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٩٣﴾ فَمَنِ

اگر تم ہوئے سچے تو جس نے

اگر تم سچے ہو تو جس نے

افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ

گھڑا پر اللہ جھوٹ بعد وہ

اس کے بعد اللہ پر جھوٹ گھڑا

فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الظَّٰلِمُونَ ﴿٩٤﴾ وقف جبرئیل

تو وہ وہ ظلم کرنے والے

تو وہی ظالم ہیں

Marfat.com

قُلۡ صَدَقَ اللّٰہُ ۟ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّۃَ

کہہ | سچ کہا | تو | پیروی کرو | ملت

(اے نبی!) کہیے (کہ) اللہ نے سچ کہا پس پیروی کرو ابراہیم کی ملّت

اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۹۵﴾

ابراہیم | راست رو | اور نہ | تھا | سے | مشرکین

کی (جو) راست رو تھا۔ اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔

حِلّ مصدر (معنی مفعول ہے) فَاتۡلُوۡا دراصل ہے فَ (پس) اور اُتۡلُوۡا (پڑھو) تَلَا اس نے پڑھا یَتۡلُوۡ وہ پڑھتا ہے۔ اُتۡلُ تو پڑھ۔ فَرِیٌّ اور اِفۡتِرَاءٌ کے معنی ہیں بات بنانا، جھوٹ گھڑنا۔ حَنِیۡفًا حال ہے ابراہیم سے لہٰذا منصوب ہوا۔

تفسیر آیت ۹۳ — ۹۵

شریعتِ اسلام برحق ہے

یہود اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسے تورات نازل ہونے سے قبل اپنے پر ایک نذر کے سلسلہ میں حرام قرار دیا تھا۔ اس سے پہلے ملتِ ابراہیم میں حلال تھا لیکن یہود نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد اسے بدستور حرام سمجھا۔ انہوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اعتراض کیا کہ آپؐ ملتِ ابراہیم علیہ السلام کے پیرو ہیں تو اونٹ کا گوشت کیوں کھاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، اس کی تحریم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہیں کی بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی تھی۔ اس لئے ہم راہِ حق پر ہیں۔

Marfat.com

اگر تمہیں اپنے دعوے کا اتنا ہی گھمنڈ ہے تو اس کا ثبوت تورات سے پیش کرو ورنہ دین میں جھوٹ مت بولو۔ یہ افتراء علی اللہ ہو گا جو مشرکین کا وتیرہ ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ

یقیناً پہلا گھر بنایا گیا لئے لوگ

یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا

لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ ج

جو میں مکہ مبارک اور ہدایت لئے سب جہاں

(وہ ہے) جو مکہ میں ہے مبارک اور سب جہانوں کے لئے ہدایت

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ج

اس میں علامات کھلی کھڑے ہونے کی جگہ ابراہیم

اس میں کھلی علامات ہیں (ان میں سے) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے

وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ط وَلِلّٰهِ

اور جو داخل ہوا اس میں ہو گیا امن پانے والا اور لئے اللہ

اور جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں آ گیا اور اللہ کے لئے

عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ

اوپر لوگ حج کرنا گھر جو توفیق پائی اس نے

لوگوں پر (اس) گھر کا حج کرنا ہے جس نے اس کی طرف

اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ

طرف اس کی رستہ اور جو کافر ہوا تو یقیناً

رستہ کی استطاعت پائی۔ اور جس نے کفر کیا تو یقیناً

اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۷﴾

اللہ بے نیاز سے سب جہان

اللہ سب جہانوں سے بے نیاز ہے۔

مبارکًا اور ھُدًی دونوں ضمیر ذُضِعَ سے حال ہیں لہٰذا منصوب۔
مبارک بَرَکَۃ سے باب مفاعلہ میں مفعول ہے یعنی جس کو برکت دی گئی۔
حِجٌّ، حَجٌّ کے لغوی معنی ہیں: جانا، زیارت کرنا۔ شرع میں اس سے
مراد ہے: مقررہ ایام میں اور خاص رسوم کے ساتھ بیتُ اللہ کی زیارت کرنا۔

قُلۡ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لِمَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ٭ۖ

کہہ اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو ساتھ نشانیاں اللہ

(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ اہل کتاب! تم اللہ کی نشانیوں سے کیوں انکار کرتے ہو؟

وَ اللّٰہُ شَہِیۡدٌ عَلٰی مَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۸﴾

اور اللہ خوب نگراں اوپر جو تم کام کرتے ہو

اور تم جو کرتے ہو اللہ اس کا دیکھنے والا ہے

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ

کہہ اے اہل کتاب کیوں تم روکتے ہو

کہیے (کہ) اے اہل کتاب! تم کیوں روکتے ہو

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا

سے رستہ جو ایمان لایا تم طلب کرتے ہو اسے کجی

اللہ کی راہ سے اُسے جو ایمان لایا تم اس کے لئے کجی طلب کرتے ہو

وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ

حالانکہ تم گواہ اور نہیں اللہ - بے خبر

حالانکہ تم گواہ ہو اور اللہ بے خبر نہیں

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۹۹) يٰٓاَيُّهَا

عَنْ (سے) مَا (جو) تم کرتے ہو اے

اس سے جو تم کرتے ہو اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا

جو ایمان لائے اگر تم اطاعت کرو گروہ

ایمان لانے والو! اگر تم اطاعت کرو ایک فریق کی

مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ

سے جو دیے گئے کتاب پلٹا دیں گے تمہیں

ان میں سے جو دیے گئے کتاب تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے

بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ کَیْفَ

بعد ایمان لانا تمہارا کفر کرنے والے اور کیسے

کے بعد دوبارہ کافر کردیں گے۔ اور کیونکر

تَکْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللّٰہِ

تم کفر کرتے ہو حالانکہ تم پڑھی جاتی ہیں اوپر تمہارے آیات

تم کفر کرتے ہو حالانکہ تمہیں اللہ کی آیات سنائی جاتی ہیں

وَ فِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ ؕ وَ مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ

اور تم میں رسول اسکا اور جو وابستہ ہو ساتھ اللہ

اور تم میں اس کا رسول ہے اور جو اللہ سے وابستہ ہو

فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع ۱۰

تو بے ہدایت دیا گیا طرف رستہ سیدھا

تو وہ سیدھے رستہ کی طرف ہدایت دیا گیا

اِسْتَطَاعَ اس نے طاقت یا قدرت رکھی شَہِدَ اس نے آنکھوں دیکھا۔

شَہِیْد اس سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی خوب نگران۔

صَدَّ اس نے روکا۔ یَصُدُّوْنَ تم روکتے ہو بَغٰی اس نے طلب کیا، چاہا

تَبْغُوْنَ تم چاہتے ہو۔ اَطَاعَ اس نے اطاعت کی تُطِیْعُوْنَ تم اطاعت کرتے ہو

رَدَّ واپس کیا۔ یَرُدُّوْنَ وہ واپس بھیجتے ہیں اِنْ شرطیہ کے عمل نے تُطِیْعُوْنَ

اور یَرُدُّوْنَ کو جزم دے کر تُطِیْعُوْا اور یَرُدُّوْا کر دیا ہے تَلَا اس نے

پڑھا تُتْلٰی پڑھی جاتی ہے۔ عَصَمَ بچایا۔ محفوظ کیا۔ مشک کا منہ رسی سے باندھا۔

عَصَمَ اِلَیْہِ، اَعْصَمَ بِہٖ، اِعْتَصَمَ بِہٖ کے معنی ہیں اُس سے وابستہ ہوا۔

تفسیر آیت ۹۶ —— ۱۰۱

کعبہ اوّلین عبادت گاہ ہے

یہود کہتے تھے کہ بیت المقدس سب سے پہلی عبادت گاہ ہے اور مسلمانوں نے اس کے بجائے کعبہ کو قبلہ قرار دے کر دین کی خلاف ورزی کی ہے۔ یہود کا یہ دعویٰ غلط تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا سب سے پہلا مرکز کعبہ ہے جس کو اول بار حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ بیت المقدس کی بنا اس سے چالیس برس بعد رکھی گئی۔

حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کی تجدید کی اور اسے امن گاہ اور مرکزِ حج قرار دیا۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ مقامِ ابراہیم اب بھی کعبہ میں موجود ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیوار چنی تھی۔ کعبہ سے متعلق اور بھی کئی مشاعر ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہیں۔ حج کی رسوم سے اب بھی حضرتِ ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کی یادیں وابستہ ہیں۔

یہود کو اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس قدر محبت تھی تو کعبہ کی زیارت کو کیوں نہیں جاتے تھے۔ اور مقامِ ابراہیمؑ کی دید سے آنکھیں روشن کیوں نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کی بنا رکھی تھی۔ یہود حج میں شامل کیوں نہیں ہوتے تھے؟

یہود سے سؤال ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے کیوں انکار کرتے ہو اور کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام کی عبادت گاہ کیوں نہیں تسلیم کرتے (آیت ۹۸)

تم اچھی طرح جانتے ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیِ آخر الزّمان ہیں اور آپؐ کی امت راہِ حق کی پیرو ہے۔ پھر تم ان کی راہ میں

کیوں حائل ہوتے ہو؟ انہیں سیدھے رستہ سے ہٹا کر اپنے ٹیڑھے مسلک کی طرف کیوں موڑنا چاہتے ہو (آیت ۹۹)

اہلِ اسلام سے خطاب ہے کہ یہود کی چالیں گہری ہیں۔ ان کے کہے میں نہ آنا۔ ورنہ تمہیں گمراہ کر دیں گے (آیت ۱۰۰) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں موجود ہیں۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سنا رہے ہیں۔ تمہیں یہود کے نام نہاد علم اور کتاب خوانی کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ان کی طرف میلان نہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسا کرو۔ اسی سے وابستہ ہو کر رہو۔ زندگی اس کی راہ میں وقف کر دو۔ نیکی کی راہ از خود سجھائی دے گی (آیت ۱۰۱)

يَاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اتَّقُوا	اللّٰهَ
اے	جو	ایمان لائے	ڈرو	اللہ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو

حَقَّ	تُقٰتِهٖ	وَ	لَا تَمُوْتُنَّ	اِلَّا	وَ
حق	ڈرنا	اور	ہرگز نہ مرو تم	مگر یہ کہ	جب کہ

(جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے) اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے سوا اس کے کہ ایسے میں کہ

اَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾
تم	مسلمان

تم مسلمان ہو۔

مَاتَ ودمرا یَمُوْتُ وہ مرتا ہے لَا تَمُوْتُنَّ تم ہرگز نہ مرو (نہی کا صیغہ نونِ ثقیلہ سے ہے)

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۰۲

اللہ تعالیٰ سے اگر تقویٰ رکھا جائے جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے تو انسان گمراہی سے محفوظ رہتا ہے اور آخر دم تک اسلام پر پختہ رہتا ہے۔

تقویٰ

تقویٰ کا مادہ وَقْیاً ہے جس کے معنی ہیں بچانا یا محفوظ کرنا۔ تقویٰ کے لغوی معنی ہیں: اپنے کو تکلیف، نقصان یا مصیبت سے بچانا۔ قرآنی اصطلاح میں تقویٰ کا مفہوم ہے، اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی حدود کے اندر رہنا، برائی اور ممنوعہ چیزوں سے بچ کر رہنا اور بربادی سے پہلو بچانا۔

تقویٰ کے تین مراتب ہیں:

(۱) جہنم سے ڈر کر اپنا دامن شرک سے بے داغ رکھنا۔ یہ توحید خالص ہے جسے قرآن حکیم نے کَلِمَةَ التَّقْوٰی کہا ہے۔

(۲) ہر اس فعل یا ترکِ فعل سے اجتناب کرنا جس میں گناہ ہو حتیٰ کہ صغیرہ گناہوں سے بھی بچنا۔ شرع میں اسی کو تقویٰ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مندرجۂ ذیل قول میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا (۷:۹۶)

(اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ کرتے)

(۳) ہر اس چیز سے جو حق سے غافل کرنا چاہے قطعاً لاتعلق رہنا اور حق کے ساتھ ظاہر و باطن میں وابستگی رکھنا۔ یہ تقویٰ کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ آیتِ بالا میں اسی تقویٰ کا حکم ہے۔ مراد یہ کہ اسلام کے دشمنوں سے رشتہ نہ گانٹھو اور ان کی چالوں سے بچ کر رہو۔ جو چیز تمہیں اللہ تعالیٰ سے غافل کرنا چاہے اس سے

Marfat.com

الگ ہو جاؤ۔ دنیا کی کشش سے آزاد رہو۔ اسی صورت میں تمہارا ایمان و اسلام محفوظ رہ سکے گا۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

اور وابستہ ہو جاؤ ساتھ رسی سب اور مت الگ الگ رہو

اور سب وابستہ ہو جاؤ اللہ کی رسی سے اور الگ الگ نہ ہو

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ

اور یاد کرو نعمت اللہ اوپر تمہارے جب

اور یاد کرو اللہ کی نعمت تم پر (کہ) جب

كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ

تم تھے دشمن تو الفت ڈالی اس نے درمیان دل تمہارے

تم دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈالی

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ

تو ہو گئے تم ساتھ نعمت اسکی بھائی اور تم تھے

اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم

عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ

پر کنارہ گڑھا سے آگ تو بچایا تمہیں

آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے

Marfat.com

مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ

اس سے | اس طرح | واضح کرتا ہے | اللہ | لئے | تمہارے

بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمہارے لئے آیات کو خوب واضح

اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

آیات | اپنی | تاکہ | تم | تم ہدایت پاؤ گے

کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

اِعْتَصَمَ۔ وہ وابستہ ہوا اِعْتَصِمْ تو وابستہ ہو اِعْتَصِمُوْا تم وابستہ ہو جاؤ۔ تَفَرَّقَ الگ الگ ہوا لَا تَفَرَّقُوْا الگ الگ مت ہو۔ باب تَفَعُّل سے ہے۔ اَعْدَاء جمع ہے عَدُوٌّ کی۔ اَلَّفَ اکٹھا کیا، یک جا کیا۔ شیرازہ بندی کی۔ الفت ڈالی۔ اَصْبَحَ وہ ہو گیا اَصْبَحْتُمْ تم ہو گئے۔ هَدٰى اس نے ہدایت دی۔ اِهْتَدٰى اس نے ہدایت پائی۔

تفسیر آیت ۱۰۳

عربوں میں اسلام سے قبل بہت نااتفاقی تھی۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کا دشمن ہو رہا تھا۔ اندر ہی اندر بغض و عداوت کی آگ شعلہ زن تھی جو قبائل کو اپنی گود میں لے کر بھسم کر دینا چاہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو اسلام کی توفیق دی۔ وہ بھائی بھائی ہو گئے اور عداوت کے شعلے بجھ گئے۔

مسلمانوں سے خطاب ہے کہ ایک ہو کر رہو اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو یعنی اُس کے دین پر خوب پختہ ہو جاؤ۔ تمہیں

Marfat.com

دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہ کر سکے گی۔

آیت بالا میں اُخوت کو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت قرار دیا گیا ہے۔ اخوت ملّی اتحاد کا سنگ بنیاد ہے۔

ملّی اتحاد

اُخوّت

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (۴۹-۱۰)

(مسلمان تو بھائی بھائی ہیں۔)

فرمانِ مصطفویؐ ہے:

کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس سے خیانت نہیں کرتا۔ اس سے جھوٹ نہیں بولتا اور نہ وقت پڑے پر اس سے کنارہ کرتا ہے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی آبرو، مال اور خون حرام ہے[۱]

حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے ایک لاکھ سے زائد صحابہؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! میری بات سُنو اور سمجھو۔ جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ سب اہلِ اسلام کی ایک برادری ہے۔ کسی شخص پر اس کے بھائی کا مال حلال نہیں جب تک وہ اپنی خوشی سے نہ دے۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو[۲]

۱۔ ترمذی

۲۔ طبری، ابن ہشام، ترمذی ابواب تفسیر القرآن

حدیث ہے کہ مسلمان آپس میں ایک عمارت کی مثال ہیں جس کا ایک حصّہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے[1] مسلمان باہمی مروّت، مرحمت اور شفقت میں ایک جسد کے مانند ہیں۔ ایک عضو بیمار ہو تو کل جسم بے خواب اور بخار آلودہ ہو جاتا ہے۔

اسلامی اخوّت کا رشتہ ناقابلِ شکست ہے۔ یہ رشتہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اگر کوئی مسلمان اسے توڑنا چاہے تو اسلام ہی سے کٹ جاتا ہے۔ مسلمان کو قطعًا روا نہیں کہ اپنی جماعت کو چھوڑ کر اغیار کے ساتھ قلبی روابط رکھے۔ قرآن حکیم میں صاف بتایا گیا ہے کہ مسلمان کی مُوالات (یعنی قلبی محبّت اور رفاقت) فقط اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جماعت مومنین ہی سے ہو سکتی ہے۔ دیگر اقوام سے اسے دنیاوی رسم و راہ رکھنے کی اجازت ہے۔ ان سے شرافت اور صداقت کے ساتھ پیش آنے کا حکم ہے مگر ان سے مسلمان کا سا ربط قائم نہیں ہو سکتا جو ٹوٹ ہی نہ سکے۔ صاحبِ ایمان شخص کے دل کی دنیا فقط اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مؤمنین کے لئے وقف رہتی ہے۔ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مہر و محبت سے رہتا ہے۔ قرآن حکیم کا مسلمانوں کے بارہ میں ارشاد ہے: رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ یعنی وہ ایک دوسرے کے لئے پیکرِ رحم ہوتے ہیں۔

خلوص اخوت کا اصل الاصول خلوص یا نیک نیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا، دین خلوص کا نام ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ خلوص کس کے لئے ہو؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ کے لئے، مسلمانوں کے اماموں کے لئے اور ان کے عوام کے لئے[2]

---

[1] اربعین نووی [2] ترمذی ابواب الادب

Marfat.com

جذبۂ اخوت کی تقویت

ہر مسلمان کو لازم ہے کہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ برادرانہ رہے۔ ان سے عمدہ سلوک رکھے اور راہ و رسم بڑھاتا رہے۔ جناب ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ میں کچھ واضح ہدایات دی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں مسلمان کو مسلمان کے بارے میں مندرجۂ ذیل ارشادات ہیں:

(۱) ملاقات کے وقت سلام کرے۔

(۲) وہ دعوت پر بلائے تو اس کی دعوت قبول کرے۔

(۳) بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔

ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

جب کوئی آدمی کسی مریض کی عیادت کرتا ہے یا اپنے کسی بھائی کے پاس اللہ کی خوشنودی کے لئے جاتا ہے تو ایک آواز دینے والا اُسے آواز دیتا ہے کہ تو بھی خوب ہے اور تیرا چلنا پھرنا بھی خوب ہے تو نے جنت میں اپنا گھر بنا لیا ہے[1]

احادیث میں میل ملاپ رکھنے اور تحائف کے لین دین کی بہت تاکید ہے۔

نا اتفاقی کی ممانعت

مسلمان کو مسلمان کے ساتھ بگاڑ پیدا کرنے کی اجازت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ مسلمان بھائی سے تین روز سے بڑھ کر تعلقات منقطع رکھے[1]

جس قوم میں نا اتفاقی پیدا ہو جائے وہ ضعف کا شکار ہو جاتی ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (سورۃ انفال-۴۶)

(اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی)

غیر مسلموں سے بارہا تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں اور بعض دفعہ جنگ کی نوبت بھی آجاتی ہے لیکن مسلمانوں کو آپس میں جدال یا قتال کا خیال تک نہیں آنا چاہیے مسلمان کو گالی دینا فسق اور جنگ کرنا کفر ہے[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان مامون رہیں[2]۔ آپؐ کی ایک مفصل حدیث میں ہے کہ:

آپس میں حسد نہ کرو، محض دوسرے کے لئے قیمت بڑھانے کو بولی نہ دو، آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو۔ ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اس کا ساتھ چھوڑتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اُسے حقیر جانتا ہے۔ آپؐ نے تین بار سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، تقویٰ یہاں ہے۔ ایک مرد کو اتنا ہی شر بہت ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور آبرو حرام ہے[3]

ارشادِ نبوی ہے کہ مسلمان کو حلال نہیں کہ وہ آنکھ سے بھی ایسا اشارہ کرے جس سے کسی مسلمان کو رنج پہنچے[4]

مِلّی اتحاد کے تقاضے

مِلّی اتحاد اپنے اندر مندرجہ ذیل تقاضے رکھتا ہے:

---

[1] ترمذی [2] بخاری کتاب الایمان [3] اربعین نووی [4] اردو ترجمہ کیمیائے سعادت

Marfat.com

(۱) مسلمان کی مکمل خیر خواہی اور اعانت۔

(۲) اپنی ذات پر ترجیح

(۳) اس کے حق میں اچھا بولنا۔

(۴) ہر حال میں جماعت سے وابستگی۔

ذیل میں ہم ان عنوانوں پر الگ الگ بحث کریں گے

۱۔ مسلمان کی مکمل خیر خواہی اور اعانت

رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے بھی وہ (بھلائی) نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے[۱]

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر مختصراً یہ حق ہے کہ اس کا دل اور اس کی زبان اس کی خیر خواہ ہوں اور ضرورت پڑے پر ہر جانی اور مالی ایثار کے لئے تیار ہو۔ قرآن حکیم میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔ اس سے یہی مراد ہے کہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے بندوں کی خدمت کے لئے ہر وقت آمادہ رہنا چاہیے۔ اسلام بے شک اپنے پیروؤں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ سب نوعِ انسانی کی بھلائی کے لئے مستعد رہیں لیکن جو مقام اور خصوصیت اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق کی ہے اسے کوئی اور کیونکر پہنچ سکتا ہے۔

ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے،

---

[۱] اربعین نووی

Marfat.com

اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اس کا (مشکل) میں ساتھ چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کا حاجت روا ہو اللہ تعالیٰ اس کا کارساز رہتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی سے ایک دکھ ہٹائے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کے دن اس سے ایک کرب دور کرے گا۔ جو شخص دنیا میں مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر بروز قیامت پردہ ڈالے گا۔[۱]

ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ کے باہمی حقوق اور ذمہ داریوں کی ایک مختصر مگر بنیادی فہرست مرتب فرمائی تھی۔ اس میں مسلمانوں کے باہمی تعلقات کا خصوصیت سے ذکر ہے۔ ان کے تعلقات سے متعلق مندرجہ ذیل فرائض عائد کیے گئے تھے۔

(۱) مسلمانوں کے قلبی رفیق صرف مسلمان ہوں گے۔

(۲) ایمان والوں کے دوست اور دشمن مشترک ہوں گے۔

کوئی مسلمان اسلام کے دشمن سے تنہا مصالحت نہیں کر سکتا۔

(۳) اہل ایمان قرض تلے دبے ہوئے بھائیوں کی مدد کریں گے۔

(۴) اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص ظلم، سرکشی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا تو سب پرہیزگار مسلمان اس کے خلاف ایک ہو کر اٹھیں گے۔

آخری شرط کا تعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہے۔

مسلمان بھائی سے خیر خواہی صرف اس کے دنیوی معاملات اور زندگی کے دکھ سکھ تک محدود نہیں ہو سکتی بلکہ آخرت کی تیاری میں بھی اس کی مدد کرنی چاہیے۔ اسلام نیک بننے اور بنانے کا حکم دیتا ہے۔ برائی کی روک تھام اور نیکی کی اشاعت ہو تو اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جماعت کی خرابیاں اور کمزوریاں دور ہو جاتی ہیں اور اس کی قوت بڑھتی ہے۔ قرآن حکیم نے ہر مسلمان کے لئے حسب استطاعت

---

[۱] صحیح مسلم

Marfat.com

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا) ایک ضروری فریضہ قرار دیا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے درمیان اصلاح کرنا (نفل) نماز، روزہ اور زکوٰۃ سے افضل ہے[1]

انسان اپنے ہاتھ سے مدد نہ کر سکے تو کسی اور کو ہی سفارش کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی صدقہ صدقۂ زبان سے افضل نہیں صحابہؓ نے عرض کیا، وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا، وہ کوشش جس سے کسی کی جان بچے یا کسی کو تکلیف سے محفوظ رکھے[2]

زبانی مدد کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے مسلمان کی بھلائی کے لئے دُعا کی جائے۔ چونکہ اس دُعا میں خلوص ہوتا ہے اس لئے اسے شرفِ قبول حاصل ہو جاتا ہے۔ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی دعا اتنی سرعت سے قبول نہیں ہوتی جتنی کہ غائبانہ دُعا[3]

مسلمان میں کوئی عیب نظر آئے تو اسے نہایت احتیاط سے خلوت میں آگاہ کر دینا چاہیئے تاکہ وہ اسے دور کر دے۔ کسی مسلمان کو روا نہیں کہ اسے کسی خامی سے خبردار کیا جائے تو بُرا مانے۔

۲۔ اپنی ذات پر ترجیح

مسلمان کو اپنے اسلامی بھائیوں کی ہر مدد کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ ضرورت پڑے تو اس کے لئے جان بھی لڑا دے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صحابیؓ کو کسی نے بھُنی ہوئی سری بھیجی۔ صحابیؓ نے کہا، میرا فلاں بھائی زیادہ حاجت مند ہے۔ بہتر ہوگا کہ اس کو بھیج دی جائے۔ جب اُن کے پاس پہنچی تو اس نے آگے ایک اور مسلمان بھائی کو بھیج دی اور اس طرح سری کئی ہاتھوں میں پھر کر پہلے مسلمان کے ہاتھ میں آگئی[4]

---

[1] ترمذی ابواب صفۃ القیامہ [2] اردو ترجمہ کیمیائے سعادت [3] ترمذی [4] اردو ترجمہ کیمیائے سعادت (ص ۶۸۱)

Marfat.com

مسلمان بھائی کو اپنی ذات پر ترجیح دینے کی ایک درخشاں مثال مؤاخا
کی ہے۔

مسلمانوں میں باہمی ایثار و محبت کی روح پیدا کرنے کے لئے آنحضرت
علیہ وآلہ وسلم ان میں وقتاً فوقتاً مؤاخات یعنی بھائی چارا کرا دیتے تھے
دو مسلمانوں سے ارشاد فرماتے کہ تم آپس میں بھائی ہو۔ ان میں حقیقی بھ
کی طرح حقوق اور واجبات قائم ہو جاتے تھے۔ آپؐ نے مکی زندگی ہی م
اسلام کے درمیان مؤاخات کرا دی تھی لیکن ہجرت کے بعد مؤاخات کی
سرے سے ضرورت پیدا ہوئی۔ مہاجرین بے نام تھے۔ انہیں امداد ک
تھی۔ ہجرت کے چند ماہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین ا
کو اکٹھا کیا۔ ایک ایک انصاری اور ایک ایک مہاجر کو بلا کر ان میں مؤاخا
دی۔

انصار نے اپنے مؤاخاتی بھائیوں کے ساتھ نہایت ایثار کا سلوک
ان کا دل و جان سے ہاتھ بٹایا۔ اس کی وضاحت فقط ایک مثال ہی سے
جاتی ہے ——————— ایک انصاری سعد بن ر
تھے۔ عبدالرحمنؓ بن عوف ان کے بھائی قرار دئے گئے۔ حضرت سعدؓ انہیں
گئے اور سارا اثاثہ نصفا نصف بانٹ دینا چاہا۔ لیکن حضرت عبدالرحمن
انکار کر دیا۔

انصار نے مہاجرین کو آدھے نخلستانوں کی پیش کش کی۔ آنحض
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تجویز نہ مانی اور فیصلہ ہوا کہ مہاجرین نصف
پر انصار کی زمینوں پر کام کریں گے۔

جب تک ہجرت جاری رہی مؤاخات کا سلسلہ بھی قائم رہا۔
مہاجر آتے یا کوئی صاحب حلقۂ اسلام میں داخل ہوتے انصار ان کو بھ
کے لئے جھگڑتے اور قرعہ اندازی سے فیصلہ ہوتا۔

Marfat.com

اسلامی مؤاخات کو حقیقی اخوت پر بھی غلبہ حاصل تھا۔ آغاز میں مؤاخات کی ایک شرط یہ تھی کہ مؤاخاتی بھائی کے انتقال کے بعد بجائے حقیقی کے مؤاخاتی بھائی وارث ٹھہرتا تھا۔ تھوڑی مدت بعد جب مہاجرین اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور انہیں زیادہ اعانت کی حاجت نہ رہی تو وراثت کا یہ قاعدہ منسوخ ہو گیا۔

۳ — مسلمان بھائی کے حق میں اچھا بولنا۔

اگر کسی مجلس میں دیکھے کہ مسلمان کے خلاف ناحق تہمت تراشی ہو رہی ہے تو اس کا واجبی جواب دے۔ آبرو انسان کی سب سے قیمتی متاع ہے۔ مسلمان کی آبرو کو ناحق تیروں سے بچانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

۴ — ہر حال میں جماعت سے وابستگی

سچے مسلمان کے دل میں یہ پختہ احساس ہوتا ہے کہ وہ جماعت کا ایک مستقل رُکن ہے۔ اس کی زندگی جماعت کی زندگی سے جُدا نہیں۔ وہ ملّتِ اسلامیہ کے نفع و ضرر اور مسرّت والم میں برابر کا ساجھی ہے۔ اسے کسی وقت بھی جماعت کی بہبود اور ترقی سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ اگر قوم وقتی طور پر زوال کی زد میں آجائے تو اس سے مایوس ہو کر اوروں کی طرف راغب نہ ہو بلکہ اس کے مستقبل کو سنوارنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے ؎

ملّت کے ساتھ رابطۂ استوار رکھ\
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ (اقبال)

جماعتی خوش حالی اور آبرومندی کا یہی راز ہے کہ اس کے افراد آپس میں متحد اور وابستہ رہیں۔ کوئی شخص اپنی قوم سے دل برداشتہ ہو کر اس کا ساتھ نہ چھوڑے۔

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا کہ تین چیزوں پر مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا: اطاعتِ الٰہی کا اخلاص، اولوالامر

Marfat.com

سے خلوص اور جماعت سے وابستگی[1]

آپ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہو اور اس حالت پر مرگیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا یعنی کافروں کی سی موت پائی۔

(بخاری کتاب الفتن)

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ

اور چاہیے کہ ہو تم سے جماعت وہ بلاتے ہیں طرف بھلائی

اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو (جو) بھلائی کی طرف بلاتے ہوں

وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

اور حکم دیتے ہیں ساتھ نیکی

اور نیکی کی ہدایت کرتے ہوں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

اور منع کرتے ہیں سے برائی

اور برائی سے منع کرتے ہوں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

اور وہ وہ فلاح پانے والے

اور وہ فلاح پانے والے (ہوں گے)

[1] الترغیب والترہیب باب سماع الحدیث۔

Marfat.com

وَ لْتَکُنْ دراصل ہے وَ (اور) اور لِتَکُنْ (چاہیئے کہ وہ ہو) نَہَی اس نے منع کیا یَنْہٰی وہ منع کرتا ہے یَنْہَوْنَ وہ منع کرتے ہیں اَفْلَحَ اس نے فلاح پائی۔ مُفْلِحٌ اس سے فاعل ہے۔

تفسیر آیت ۱۰۴

اہل اسلام کو تلقین ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے میں نیکی کی اشاعت کرو۔ اس مقصد کے لئے تمہارے ہاں علماء اور مبلغین کی ایک جماعت ہمیشہ موجود رہے جو علم و عمل کے ذریعے اسلام کا پیغام نہایت دلاویز طریقے سے دنیا میں پہنچاتی رہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

مفہوم نیکی کی اشاعت سے پہلے ضروری ہے کہ اسے بدی کی یورشوں سے محفوظ کر دیا جائے۔ جب تک برائی کا انسداد نہ ہو نیکی کی اشاعت مشکل ہے، اس لئے اسلام میں برائی کو روکنے اور نیکی کو رائج کرنے کا حکم ساتھ ساتھ ہے۔ اسے بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکی کی تلقین اور برائی سے ممانعت کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے تبلیغ کے دو جزو ہیں: یعنی برائی کو روکنا اور نیکی کی اشاعت۔

اہمیت ہر مسلمان اسلام کا مبلغ ہوتا ہے۔ اس کو طاقت بھر اسلام کی تبلیغ کرنی چاہیئے۔ جب تک کسی قوم میں برائی کو روکنے والے افراد موجود ہوں اس میں پنپنے کی صلاحیت باقی رہتی ہے۔ ملت میں تبلیغ و ارشاد اور تعلیم و تزکیہ کے فرائض انجام دینے والے گروہ کا وجود ضروری ہے۔

Marfat.com

ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی اُمّت کو فرمان ہے:

قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تمہیں اچھائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکنا ہے۔ ورنہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب بھیج دے۔ پھر تم اُسے پکارو گے اور تمہیں کوئی جواب نہیں ملے گا۔

(ریاض الصالحین۔ بحوالہ ترمذی)

ملّت کی ذمہ داریاں اجتماعی ہیں۔ ہم فقط اپنی اصلاح کر کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتے کیونکہ فرد کی ہستی ملت سے وابستہ ہے۔ وہ اس کے خیر و شر میں حصہ دار ہوتا ہے۔

اخلاق میں متعدی تاثیر ہوتی ہے۔ اچھے اخلاق کو دیکھ کر دل میں نیکی کا رجحان پیدا ہو سکتا ہے اور بُرے اخلاق والوں کے ہاتھوں اور لوگ بھی برائیوں میں پڑ سکتے ہیں۔ اگر برائی کا قوت اور استقامت سے مقابلہ نہ کیا جائے تو اس کا دائرۂ اثر تیزی سے پھیلنے لگتا ہے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک ورق یہ بھی ہے کہ جب ان میں بُرائی نے سر اٹھایا تو اوّل اوّل ان کے علماء نے ان کو روکنا چاہا لیکن پھر وہ بھی ان کے ہم نوالہ، ہم پیالہ اور ہمدم ہوتے گئے۔ پوری قوم نے بدی کا رنگ اختیار کر لیا۔ بُرائی سے روکنے والا کوئی نہ رہا۔ یہاں تک کہ بعض لوگ کفر کی حدود میں داخل ہو گئے۔ نتیجہ یہ کہ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے ان پر لعنت بھیجی۔ اور بنو اسرائیل رسوا ہو کر رہ گئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ تم برائی کے انسداد سے ہرگز نہ رکو حتیٰ کہ ظالم کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے نیکی کی طرف جھکا دو۔

سورۃ العصر میں قطعیت سے بتا دیا گیا ہے کہ صرف خود نیک ہونے سے انسان۔۔۔ خسارے سے ۔۔۔ الوارا نہیں ہوتا جب تک دوسروں کو بھی نیک بنانے اور نیکی

پر ثابت قدم رکھنے کی کوشش نہ کی جائے۔ بداخلاقی کے وبائی جراثیم کو گرد و پیش سے فنا کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں جس قدر کوشش ہو سکے صرف کرنی چاہیے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے ... مفہوم ہے کہ اگر کسی آدمی کو برائی کرتے دیکھو تو اوّل اسے طاقت سے روکنے کی کوشش کرو لیکن ایسا کرنے کی طاقت نہ ہو یا اندیشہ ہو کہ مزید فتنہ پھیلے گا تو زبان سے منع کرو اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو کم از کم دل سے اس کو برا مانو لیکن یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہوگا۔ کامل ترین درجہ یہ ہے کہ ... کی جماعت میں اتنی قوت ہو کہ وہ دست و بازو کے زور سے برائی کا خاتمہ کر سکیں۔

تبلیغ | تبلیغ کے لغوی معنی ہیں انتہا یا آخری ٹھکانے تک پہنچانا۔

دینی اصطلاح میں تبلیغ سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کا پیغام وضاحت کے ساتھ بندوں تک پہنچانا۔ قرآن حکیم میں اسے بلاغ بھی کہا گیا ہے۔ اس کے ساتھ کی ایک اور قرآنی اصطلاح بَلَاغِ مُبِین ہے۔ بلاغ اور بلاغِ مبین بہت حد تک ہم معنی ہیں لیکن بلاغِ مبین نبی سے مختص ہے کیونکہ وہی اس کا پورا حق ادا کر سکتا ہے۔

قرآن حکیم میں تبلیغ کے لئے ابلاغ کا لفظ بھی آیا ہے (الاعراف)

تبلیغ غیر مسلم کو بھی ہو سکتی ہے اور مسلم کو بھی۔ جہاں غیر مسلم کے کانوں تک اسلام کا پیغام پہنچانا ضروری ہے وہاں مسلمانوں کو بھی برائیوں سے پرہیز کرنے اور نیکی کی طرف ان کا میلان بڑھانے کے لئے تبلیغ کی ضرورت رہتی ہے۔

اسلام روحانی ہی نہیں، مادی فلاح کا بھی ضامن ہے۔ اس لئے ہر عہد میں اسلامی تبلیغ کی ضرورت رہی ہے۔ آج جب کہ دنیا روحانی تنزّل اور مادی پریشانیوں کے پنجے میں گرفتار ہے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ موجودہ دنیا کو جس قدر روگ لگے ہوئے ہیں اس کی

شفا قرآنِ حکیم اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ودیعت ہے۔ اس ودیعت کے امانت داروں کو امانت گزاری کا حق ادا کرنا چاہیئے۔

آج دنیا بھر کے سربراہ عالمی برادری کے طلب گار ہیں اور پکار رہے ہیں کہ جب تک عالمگیر پیمانہ پر ایک اخوت قائم نہیں ہوتی، ہمارے دکھوں کا علاج نہیں ہو سکے گا۔ اب یہ ثابت کرنا مسلمانوں کا کام ہے کہ اسلام نے اس برادری کو چودہ صدی پہلے ہی قائم کر کے دکھا دیا ہے۔ یہ وہ برادری ہے جس میں کالے اور گورے شرقی و غربی اور امیر و غریب سب کے لئے برابر کی گنجائش ہے۔

تبلیغ اسلام کی ضرورت صرف اس لئے نہیں کہ اس میں دنیا والوں کا فائدہ ہے بلکہ اس لئے بھی ہے کہ اس میں ہر مسلمان کی بہتری ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں صفائی کا پورا اہتمام کرے اور پورے محلہ میں عفونت پھیلی ہو تو وہ کیونکر بدبو اور وبائی جراثیم سے محفوظ رہ سکے گا۔ آس پاس کی انسانیت برائیوں میں گھری ہوئی ہو تو اس سے نیک انسان بھی ضرر اٹھائیں گے اس لئے جو آدمی نیکی سے پورا مستفید ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے ماحول سے برائی کو دُور ہٹائے اور نیکی کی اشاعت کرے۔

نیکی کی اشاعت اور بُرائی کے خاتمہ میں پوری انسانی دنیا کی منفعت ہے۔ دنیا اس فرض سے اگر غافل ہو جائے تو ہر پہلو سے خسارہ مند اور زیاں کار ہو کر رہ جائے۔ دُنیا کا فائدہ مادی ساز و سامان کے انباروں اور آسائشوں ہی میں نہیں بلکہ اس کی حقیقی منفعت کا راز اس امن و عافیت میں ہے جس کا سُراغ نیکی پسند اور خیر اندیش انسانیت ہی میں مل سکتا ہے ورنہ انسان انسان کی بوٹیاں چبانے لگے اور ہر طرف خوف و ہراس اور ہلاکت کے بھپکے رہوں۔

نیکی محض ٹھہراؤ کا نام نہیں۔ یہ مسلسل حرکت ہے۔ اگر اس میں یہ بہاؤ

اور وسعت پیدا نہ کی جائے تو سکڑ تی ہے اور جلد یا بہ دیر ختم ہو جاتی ہے۔
اسلام کی نگاہ میں کاملًا اور حقیقۃً نیک وہ ہے جو اوروں کو بھی نیک بنانے کی تڑپ رکھتا ہے۔ جو نیکی اپنے اندر گم ہو اور اس کی روشنی اردگرد نہ پھیل رہی ہو عین ممکن ہے کہ وہ محض فریب ہو۔ مقید یا لنگڑی لولی نیکی جو انسانیت کی خدمت سے قاصر ہو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

تبلیغ اسلام کا حکم

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ پر بہت تاکید فرمائی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

بَلِّغُوا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً

(مجھ سے پیغام سن کر آگے پہنچاؤ، چاہے یہ ایک آیت ہی ہو)
حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اُس شخص کو شاد کام رکھے جو میری حدیث کو سن کر اشاعت کے لئے ازبر کرتا ہے۔ میرے خطبہ کا سننے والا اسے غیر موجود آدمیوں تک پہنچائے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتیٰ الوسع جنگ سے گریز فرماتے تھے۔ اگر کسی وجہ سے آپ جوابی کارروائی پر مجبور ہو جاتے تو آخر دم تک جنگ کو ٹالنے کی کوشش کرتے اور دشمن کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ خیبر میں یہود کے خلاف معرکہ آرائی کے لئے روانہ ہوئے تو جناب ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، جناب! کیا اس وقت تک تلوار چلاؤں کہ وہ ہماری راہ آجائیں؟ حضور نے فرمایا۔ علیؓ! وقار و سکون کے ساتھ جا۔

Marfat.com

جب ان کے روبرو ہو تو انہیں اسلام کی دعوت دے اور اللہ کے حقوق بتا۔ اللہ کی قسم شخصِ واحد کا تیرے ہاتھ پر اسلام لانا سرخ اونٹوں سے زیادہ قابلِ قدر ہے۔

جنابِ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر چیز سے زیادہ تبلیغ عزیز تھی۔ تبلیغ کی خاطر آپ نے نہایت فراخدلی سے بڑے بڑے دکھ اٹھائے۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

ترجمہ: اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ہو (جو) بھلائی کی طرف بلاتے ہوں اور نیکی کی ہدایت کرتے ہوں اور برائی سے منع کرتے ہوں۔ اور وہ فلاح پانے والے ہوں گے۔

تبلیغ کے طریقے

تبلیغ کے دو طریقے ہیں:

(۱) زبانی ہدایت

(۲) اخلاقی کشش

زبانی ہدایت: زبانی تبلیغ نہایت صبر و تحمّل اور حسنِ کلام سے ہونی چاہیے۔ جسے مخاطب کیا جائے وہ ضرور نہیں کہ ہدایت کو فوراً قبول کرلے۔ ہر آدمی کو اپنے خیالات اور اعمال سہانے نظر آتے ہیں۔ بارہا وہ تبلیغ کو اپنے عقائد اور نظریات میں دخل اندازی سمجھ کر بھڑک اٹھتا ہے۔ اس لئے انتہائی سکون کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ زبان سے کوئی ایسا کلمہ ادا نہ ہوجائے جو اُلٹا فساد پیدا کرے۔

سورۃ الانعام (رکوع ۱۸) میں ارشاد ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ

Marfat.com

ترجمہ: اور تم بُرا نہ کہو ان کو جن کی وہ پرستش کرتے ہیں۔ پس وہ نادانی سے اللہ کو بُرا کہنے لگیں گے۔ یوں ہم نے ہر فرقہ کی نظر میں اس کے اعمال مزیّن کر دیے ہیں۔

دوسرے مذاہب کے پیروؤں کو ان کے معبودوں اور پیشواؤں کے بارہ میں گستاخانہ الفاظ استعمال کر کے رنجیدہ کرنا روا نہیں۔ ان کے عقائد اور تصوّرات میں نہایت معقول طریقہ سے گفتگو ہونی چاہیے۔ سورۃ النّحل کے آخری رکوع میں ارشاد ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَ جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ

یعنی (اے نبی!) آپ (لوگوں کو) اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور اچھی پند کے ساتھ دعوت دیں اور احسن بات کے ساتھ ان سے مباحثہ کریں۔

اس آیت میں تبلیغ کے لیے تین چیزوں کی ہدایت دی گئی ہے۔ یعنی حکمت، موعظۂ حسنہ اور اچھے طریق سے مباحثہ۔

---

۱. حکمت کے معنی ہیں، وہ علم جس کے ہمراہ عمل بھی ہو۔ تعلیم اور نصیحت وہی کارگر ہوتی ہے جس کے ساتھ عمل کی بھی دلنشین مثال پیش کی جائے۔ دیکھنے والے کے دل میں بے اختیار خواہش اُٹھے کہ مجھے بھی ایسا حسین اور دل فریب کردار نصیب ہو۔ ایسی ہی حکمت نے قوموں کی تاریخ کا دھارا تخریب کی سمت سے بدل کر تعمیر کی طرف موڑ دیا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام حُسنِ اخلاق اور علم باعمل کے پیکر تھے۔ آپ نے انسان کی دُنیا میں جو اخلاقی انقلاب رونما کیا اہلِ دُنیا اس پہ انگشت بہ دنداں ہیں۔

Marfat.com

(اس عنوان پر مزید بحث اخلاقی کشش کے زیرِ عنوان آئے گی)

مَوعظۂ حسنہ: اس سے مُراد ہے عمدہ طریقہ سے بات سمجھانا۔ اچھے عمل کے ہمراہ اچھے کلام میں بھی کشش ہوتی ہے۔ آدمی تبلیغ کرے تو الفاظ شیریں اور انداز دل نشیں ہو۔

احسن مجادلہ: کسی کے مقابلہ پر دلیل لانے کو مجادلہ کہتے ہیں۔ فریق مخالف اعتراض کرے تو اس کا جواب صبر و تحمل، رواداری اور فراخ دلی کے ساتھ اچھی دلیل اور منطقی پیرایہ میں دے۔ اگر وہ جہالت پر اُتر آئے تو جب بھی نرمی اور دل جوئی سے قائل کرنے کی کوشش کرے۔ دلیل میں صداقت ہونی چاہیئے اور اس کا مقصود حق کا ثابت کرنا ہو نہ کہ فریقِ مخالف کا مُنہ بند کر کے شیخی بگھارنا۔ ایسی مناظرہ بازی سے تبلیغ میں رُکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

کسی قوم یا ملّت کو تبلیغ کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح دیکھ لینا چاہیے کہ کیا اس کو اسلام سے کسی بات میں اتفاق بھی ہے یا نہیں۔ دونوں ملّتوں میں جس قدر مشترکہ امور نظر آئیں سب سے پہلے اُن سے ابتداء کرنی چاہیے تاکہ سننے والا ایک بار توجہ سے اسلام کی صدا پر کان لگائے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ اختلافی امور کو چھُونا چاہیئے۔ لیکن اس انداز سے کہ کوئی رنجش یا کراہت پیدا نہ ہونے پائے۔ اہلِ کتاب کا دعوٰی ہے کہ ہم توحید کے عَلَم بردار ہیں۔ قرآنِ حکیم ان کے اس دعوے کی بنیاد پر ان سے یوں آغازِ سخن کرتا ہے۔

Marfat.com

قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۳:۶۴)

ترجمہ: (اے نبی!) کہہ دیجئے اہلِ کتاب سے کہ آؤ ایک بات کی طرف جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور آپس میں ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ مانیں۔

اخلاقی کشش

اسی شخص کا کلام دل پر اثر کرتا ہے جو اپنے کہے پر عمل پیرا بھی ہو۔ نرے گفتار کے غازی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا مبلغ کا کلام ہزار شیریں ہو لیکن اخلاق کی دلآویزی کے بغیر بے اثر ہے۔ جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ حکیم کا جو پیغام سنایا اور خود جس بات کی تلقین فرمائی اس پر مُو بہ مُو عمل بھی کر کے دکھایا۔ آپؐ مجسم قرآن تھے۔ آپؐ نے اپنی حیاتِ مبارک کا ایک ایک گوشہ نگاہِ عالم کے سامنے کھول کر رکھ دیا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ شاید زندگی کا فلاں گوشہ جو ہماری نگاہوں سے اوجھل رہ گیا ہے اس میں (نعوذ باللہ) کوئی خامی یا عیب ہو بڑے بڑے اعداء بھی آپؐ کے اخلاقی اعجاز کے سامنے مُہر بہ لب رہ جاتے تھے ابوجہل ایسا کینہ پرور دشمن بھی آپؐ کے اخلاقِ کمال کا معترف تھا۔

اشاعتِ اسلام کی تاریخ دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ تبلیغ کا کارنامہ زبانی پند سے زیادہ عملی تاثیر کا مرہونِ منت تھا۔ ملتِ اسلامیہ کا کردار رحمتِ الٰہی کی جھلک دکھاتا تھا۔ فاتح افواج جہاں جہاں پہنچیں وہاں کے باشندے اُن کے حُسنِ اخلاق سے مسحور ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے گیے۔ یہ حالت صدیوں رہی۔ خلافتِ راشدہ کے ایام پر نگاہ ڈالیے، اُموی دَور کا تصوّر آنکھوں کے سامنے لائیے

اور غور کیجیے کہ وہ کیا مبارک دور تھا جب کہ بحرِ اوقیانوس سے لے کر انڈونیشیا تک کا ایک عالم اسلامی عساکر اور افراد کے دل نواز کردار کا فریفتہ ہو کر اسلام کا جان و دل سے پیرو ہو گیا ۔ آج پھر اسی حسنِ عمل کی ضرورت ہے ۔

یوں تو ہر مسلمان کو جامع فضائل ہونا چاہیے لیکن غیر مسلموں کے مقابل اس میں خصوصیت سے صبر و تحمل، عفو اور دل جوئی ایسے خصائص مطلوب ہیں کہ وہ اس کی سیرت کے اسیر ہوئے بغیر رہ نہ سکیں ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ (۴۵:۱۴)

(اے نبیؐ! اہلِ ایمان سے کہہ دیجیے کہ کافروں سے درگزر کیا کریں)

کتاب اللہ میں ایک اور جگہ یہ بتا کر کہ نیکی اور بدی یکساں نہیں، یہ ہدایت کی گئی ہے کہ برائی کو احسن چیز سے ہٹا پس تو دیکھے گا کہ تیرا عدو تیرا پکا دوست ہو گیا ہے ۔

قرآنِ حکیم کی یہ ہدایات مسلم و غیر مسلم سب کے بارے میں ہیں ۔ سورۂ توبہ میں فرمان ہے کہ اگر کوئی مشرک تمہارے پاس طالبِ پناہ ہو کر آئے تو اسے پناہ دو ۔ اسے قرآن سناؤ اور جائے امن تک حفاظت سے پہنچا دو ۔

اگر اہلِ اسلام میں اخلاق کی کمی ہو تو وہ لوگ جو قرآنِ حکیم اور اسلامی اصول سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف میلان رکھتے ہوں وہ بھی قدم روک لیں گے ۔

سورۂ نحل میں اہلِ اسلام کو ہدایت ہے کہ اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے کا حیلہ نہ بناؤ ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو جما ہوا قدم بھی اکھڑ جائے گا یعنی کوئی غیر مسلم اسلام لانے کا پختہ ارادہ کیے بیٹھا ہو تو ہو سکتا ہے کہ تمہاری بدعہدی یا دروغ گوئی دیکھ کر اس کا قدم ڈگمگا جائے ۔

قرآنِ حکیم نے نو مسلموں کی تالیفِ قلب یعنی دلداری کی بہت تاکید کی ہے اور بیت المال سے ان پر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے ۔ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

وَالْمُؤَلَّفَۃُ الْقُلُوْبُ کو یعنی ان نو مسلموں کو جن کی دل جوئی مطلوب ہو بہت بڑے
لیے دیتے تھے اور ان پر بہت نوازش فرماتے تھے۔ حضرت صفوان بن امیہ حالت
کفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانی دشمن تھے۔ ان کا بیان ہے کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے حُنین کی غنیمت سے مال دیا۔ اس کے بعد
بخشش کرتے رہے۔ آپ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہو گئے۔

تبدیلِ مذہب میں جبر نہیں

اسلام اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنایا جائے۔

قرآنِ حکیم کا اعلان ہے: لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (دین میں کوئی جبر نہیں)
مسلمان کا کام فقط یہ ہے کہ وہ اسلام کو نہایت وضاحت کے ساتھ دنیا کے
سامنے پیش کرے۔ وہ کسی کو بزورِ شمشیر اسلام قبول نہیں کروا سکتا۔ قرآنِ حکیم
کا ارشاد ہے:

فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا
عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۔ (۳-۲۰)

ترجمہ: اے نبیؐ! اگر وہ اسلام لائے تو انہوں نے ہدایت پالی اور اگر وہ
منہ موڑ جائیں تو آپؐ کے ذمے صرف تبلیغ ہے۔

وَ	تَفَرَّقُوْا	كَالَّذِيْنَ	وَلَا تَكُوْنُوْا
اور	الگ الگ ہوئے	مانند جو	اور مت ہو

اور	اور ان کے مانند مت ہو جو الگ الگ ہو گئے

اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ

انہوں نے باہم اختلاف کیا سے بعد کہ آیا ان کے پاس کھلی نشانیاں

انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آئیں

وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ ﴿۱۰۵﴾

اور وہ لئے ان کے برا

اور ان کے لئے بڑی سزا ہے

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ

دن سفید ہو جائیں گے چہرے اور سیاہ پڑیں گے چہرے

اس روز جب کہ (کتنے ہی) چہرے سفید ہوں گے اور (کتنے ہی) چہرے کالے پڑیں گے

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ

تو سو جو سیاہ پڑے چہرے ان کے

سو جن کے منہ کالے پڑے (ان سے کہا جائے گا)

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا

کیا[1] کفر کیا تم نے بعد ایمان لانا تمہارا تو تم چکھو

کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو چکھو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

عذاب بسبب[2] جو تم کفر کرتے تھے

عذاب بسبب اس کے جو تم کفر کرتے تھے

[1] ہمزہ توبیخ کے لئے ہے [2] بسبب (شاہ رفیع الدین، تھانوی) بدلے (شاہ عبدالقادر)

Marfat.com

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ

اور سو جو سفید ہوئے چہرے ان کے

سو جن کے منہ سفید ہوئے

فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٧﴾

تو میں رحمت وہ اس میں مقیم

تو اللہ کی رحمت میں ہیں وہ اس میں مقیم ہوں گے

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ

وہ یہ آیات اللہ ہم پڑھتے ہیں انہیں اوپر تمہارے ساتھ حق

یہ اللہ کی آیات ہیں (جو) (اے نبی!) ہم آپ کو حق کے ساتھ سناتے ہیں۔

وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٨﴾

اور نہیں اللہ چاہتا ہے ظلم لئے جہان

اور اللہ جہانوں کے لئے ظلم نہیں چاہتا

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ

اور لئے اللہ (اللہ کا) جو میں آسمان۔ بلندیاں اور جو میں زمین

اور اللہ کا ہے جو بلندیوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔

وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿١٠٩﴾ ع ۱۱/۲

اور طرف اللہ پلٹائے جاتے ہیں امور

اور سب امور اللہ کی طرف پلٹائے جاتے ہیں

Marfat.com

کُنْ ہو بما۔ لَا تَكُنْ تو نہ ہو۔ لَا تَكُوْنُوْا تم نہ ہو۔

اِبْيَضَّ سفید ہوا۔ تَبْيَضُّ سفید ہو گی۔ سفید ہوں گے۔

اِسْوَدَّ سیاہ ہوا (باب اِفعلال ہے)۔ وُجُوہ جمع ہے وَجہ (چہرہ) کی۔

ذَاقَ اس نے چکھا۔ يَذُوْقُ وہ چکھتا ہے۔ ذُقْ چکھ۔ ذُوْقُوْا تم چکھ

اَرَادَ اُس نے چاہا۔ ارادہ کیا۔ يُرِيْدُ چاہتا ہے۔ ارادہ کرتا ہے۔

اُمُوْر جمع ہے اَمْر کی۔

تفسیر آیت ۱۰۵ — ۱۰۹

اہلِ ایمان کی آبرومندی اور کُفّار کی رسوائی

نااتفاقی، ضد اور تعصب سے اقوام پارہ پارہ ہو جاتی ہیں۔ ان میں فر سر اٹھاتی ہے۔ ہر فرقہ اپنی ہٹ پوری کرنے پر تل جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ حق کا احساس مٹ جاتا ہے۔ کتنے ہی لوگ غلط عقیدوں اور ملحدانہ خیالات بنتا ہو جاتے ہیں۔

جو لوگ اتفاق کو عزیز جانتے ہیں، فراخ دِل ہیں اور ایمان سے وابستہ حشر کے روز ان کے چہرے ایمان اور اطمینان کے نور سے درخشاں ہوں مُفسِدہ بازوں اور دروغ بافوں کے چہروں پر کفر اور ندامت کی سیاہی ہو خوب عذاب دیا جائے گا۔

امت کو اگر ہلاکت سے بچنا ہے تو اسے متحد رہنا چاہیے۔ آنحضرت علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

يَدُ اللهِ عَلَى الجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ

(ترمذی ابواب الفتن)

Marfat.com

ترجمہ: جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جو شخص جماعت سے کٹ گیا وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔
اس موضوع پر آیت ۱۰۳ کے ذیل میں اخوت کے عنوان سے مفصل بحث کی گئی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

تم ہوئے بہترین امت نکالی گئی لئے لوگ

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نمودار کی گئی

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ

تم حکم دیتے ہو ساتھ نیکی اور تم منع کرتے ہو

تم نیکی کی ہدایت دیتے ہو اور برائی سے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ

سے برائی اور تم ایمان لاتے ہو ساتھ اللہ اور اگر

منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر

آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ

ایمان لائے اہل کتاب ہوا بہترین لئے ان کے

اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہترین ہوتا

لہ كَانَ یہاں حدوث کے لئے ہے یا ناقصہ ہے۔ ناقصہ کی صورت میں وجود کا تعلق ماضی سے ہوگا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حال یا مستقبل میں اس کا انقطاع ہے۔

Marfat.com

مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ

سے | وہ (ان سے) | ایمان لانے والے | اور | اکثر | ان سے

ان میں ایمان لانے والے ہیں | اور ان میں سے اکثر

الْفٰسِقُوْنَ ﴿١١٠﴾

حد شکن

حد شکن ہیں

خَرَجَ نکلا اَخْرَجَ نکالا اُخْرِجَتْ نکالی گئی۔ پیدا کی گئی (شاہ عبدالقادر)
اُمَّۃ: جماعت۔ نبی کے پیرو۔ امت اصل میں اس جماعت کو کہتے ہیں جس کا ایک ہی نصب العین ہو۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ط وَ

نہیں ضرر دیں گے | تمہیں | سوا | ایذاء۔ دکھ | اور

وہ تمہیں سوائے (کچھ) ستانے کے (اور) ضرر نہ دیں گے | اور

اِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ قف

اگر | وہ جنگ کریں | تم سے | وہ موڑیں (طرف) تمہاری | پشتیں

اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تمہاری طرف پیٹھ پھیر دیں

ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١١١﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ

پھر | نہ | مدد کی جائے گی ان کی | نقش کی گئی[1] | ان پر | ذلت[2]

پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی | ان پر ذلت نقش کردی گئی

[1] ماری گئی (شاہ عبدالقادر۔ شاہ رفیع الدین) جا دی گئی (تھانوی) [2] پستی۔ بے قدری (تھانوی)

Marfat.com

أَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ

جہاں وہ پائے گئے سوائے میں وابستگی[1] سے اللہ

وہ جہاں بھی پائے گئے سوائے اس کے کہ اللہ سے وابستگی میں ہوں

وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ

اور وابستگی سے لوگ اور

اور لوگوں سے وابستگی میں ہوں اور

بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ

واپس آئے[2] ساتھ غضب سے اللہ اور

اور اللہ کی طرف سے غضب لے کر آئے اور

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

نقش کی گئی ان پر ناطاقتی[3] وہ (یہ) بسبب کہ یقیناً وہ

ان پر ناطاقتی نقش کردی گئی یہ اس سبب کہ وہ

كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

وہ انکار کرتے تھے ساتھ نشانیاں

اللہ کی نشانیوں سے انکار کرتے تھے

[1] دستاویز (شاہ عبدالقادر) پناہ (شاہ رفیع الدین) ذریعہ (تھانوی)

[2] مستحق ہو گئے (تھانوی)

[3] محتاجی (شاہ عبدالقادر) فقیری (شاہ رفیع الدین)

وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ

اور وہ قتل کرتے تھے انبیاء (کو) ناحق

اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا

وہ (یہ) عوض جو انہوں نے نافرمانی کی

یہ (سزا ہے) اس کے عوض جو انہوں نے نافرمانی کی

وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور وہ حد سے نکلتے تھے

اور وہ حد سے نکلتے تھے۔

ضَرَّ ضرر دیا یَضُرُّ وہ ضرر دیتا ہے لَنْ یَّضُرُّوْا وہ ہرگز ضرر نہیں دیں گے۔
قَتَلَ اس نے قتل کیا قَاتَلَ اس نے جنگ کی۔ یُقَاتِلُوْنَ وہ جنگ کرتے ہیں۔ اِنْ شرطیہ نے یُقَاتِلُوْنَ اور یُوَلُّوْنَ کو حالت جزمی دی ہے۔ ضَرَبَ مہر لگائی۔ چپکایا۔ جما دیا۔ نقش کیا۔ ضُرِبَتْ مؤنث کا صیغہ ہے اور مجہول ہے۔ خازن نے ضُرِبَتْ کے معنی میں لکھا ہے: یعنی جُعِلَتِ الذِّلَّةُ مُلْصَقَةً بِہِمْ کالشیءِ یُضْرَبُ علی الشیءِ فَیَلْتَصِقُ بِہٖ

ذِلَّة اصل میں مغلوبیت کو کہتے ہیں۔ اس لئے تھانوی صاحب نے اس کا ترجمہ پستی لکھا ہے۔

ثَقِفَہٗ اَیْ ظَفِرَ بِہٖ اَوْ اَدْرَکَہٗ اسے جا لیا۔ ثُقِفَ وہ پایا گیا ثُقِفُوْا وہ پائے گئے حَبْل لغت میں رسی کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد ہے: وابستگی بندھن، عہد۔

Marfat.com

بَوْءٌ واپس آنا۔ بَآءَ واپس آیا۔ پلٹ کر آیا مَسْکَنَۃَ کے اصل معنی ہیں کام کاج سے معذور اور ناچار رہ جانا۔ ناطاقتی۔ بعض علماء نے اس معنی کو زیادہ وسعت دی ہے اور اس کے معنی فقیری اور محتاجی بتاتے ہیں۔

عَصَی اس نے نافرمانی کی عَصَوا انہوں نے نافرمانی کی۔ اِعْتِدَاءٌ کے معنی ہیں: حد سے نکلنا زیادتی کرنا اِعْتَدَی یَعْتَدِی یَعْتَدُوْن

تفسیر آیت ۱۱۰ ——— ۱۱۲

اُمّتِ مسلمہ اور فریضۂ امامت

اہل اسلام کو تنبیہ ہے کہ تم دنیا کی رہنمائی اور امامت کے لئے دنیا میں آئے ہو۔ اگر تم نے اس منصب کو بخوبی ادا کیا تو ہمیشہ بہترین امت ہو کر رہو گے۔ تمہارا فرض ہے کہ ہر ایک کو نیکی کی دعوت دو۔ اگر کوئی آدمی قبول کر لے تو اس میں اس کی اپنی بہتری ہے۔ انکار کرے تو اپنا زیان کرے گا۔ اہلِ کتاب تمہاری دعوت کو مان کر اسلام لے آتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ اگر وہ تمہاری دعوت قبول نہیں کرتے تو تمہارا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

(امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی مفصل بحث کے لئے دیکھو تفسیر آیت ۱۰۴)

یہود کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ تمہیں کبھی شکست نہیں دے سکیں گے وہ انبیاء علیہم السلام کے خون سے ہاتھ رنگ کر فخر سے سر اونچا کرتے ہیں۔ لیکن ان کا سر اب ہمیشہ کے لئے نیچا کر دیا جائے گا۔ اگر وہ اللہ کی رسی نہ تھامیں۔ یعنی

لہ بعض کے خیال میں اس کا مادہ بواء (مکان) ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ اللہ تعالی کے غضب میں مقیم ہوتے (خازن)

ایمان نہ لائیں تو ذلت و ناتوانی ان پر ہمیشہ نقش رہے گی۔ کسی نہ کسی قوم سے عہد
کرکے ہی جیسے قرآن حکیم حَبۡلٌ مِّنَ النَّاس کہہ رہا ہے وہ اس کی پناہ میں امن
زندگی گزار سکیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہود کا شروع سے لے کر آج تک
یہی حشر رہا ہے۔

لَيۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ

وہ نہیں یکساں۔ برابر سے اہل کتاب

وہ (سب) یکساں نہیں۔ اہل کتاب میں سے

اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتۡلُوۡنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ

جماعت کھڑی وہ پڑھتے ہیں آیات اللہ

ایک جماعت (سیدھی راہ پر) قائم ہے وہ رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیات

اٰنَآءَ الَّيۡلِ وَهُمۡ يَسۡجُدُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾

گھڑیاں رات اور وہ سجدہ کرتے ہیں

پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔

يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ

وہ ایمان رکھتے ہیں ساتھ اللہ اور دن آخر اور

وہ اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں اور

يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ

وہ حکم دیتے ہیں ساتھ نیکی اور وہ منع کرتے ہیں

نیکی کی ہدایت دیتے ہیں اور برائی سے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي

سے برائی اور سرعت کرتے ہیں میں

منع کرتے ہیں وہ نیک کاموں میں

الْخَيْرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

بھلائیاں۔ نیک کام اور وہ سے نیکوکار

جلدی کرتے ہیں۔ اور وہ نیکوکاروں میں سے ہیں

وَ مَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ

اور جو وہ کریں سے کچھ بھلائی تو ہرگز نہیں انکار ہوگا اس کا

اور جو کچھ نیکی کریں گے تو اس میں ان کا انکار نہیں کیا جائے گا

وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

اور اللہ جاننے والا ساتھ پرہیزگار

اور اللہ پرہیزگاروں کو جاننے والا ہے۔

اٰناء جمع ہے اِنًی (گھڑی) کی۔ اسی طرح نحی کی جمع اَنْحَاء اور مِعیٰ کی جمع اَمْعَاء آتی ہے۔

تفسیر آیت ۱۱۳ — ۱۱۵

غیر مسلموں سے مایوسی کی ممانعت

غیر مسلموں کی طرف سے مایوسی کی ممانعت ہے۔ ان میں تبلیغ کی جائے۔ ان میں یقیناً ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں حق کی تلاش رہتی ہے۔ آیاتِ بالا میں اہلِ کتاب کی مثال دی گئی ہے جن میں عبادت کیش لوگ بھی تھے جو حق کے جویا تھے۔ وہ اسلام لائے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ

یقیناً — جو — کافر ہوئے — نہ کفایت کریں گے

یقیناً جنہوں نے کفر کیا ہے — ان کی طرف

عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ

ان سے — اموال — ان کے — اور نہ — اولاد — ان کی

سے کفایت نہ کریں گے ان کے اموال اور نہ ان کی اولاد

مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

سے — اللہ — کچھ — اور — وہ — والے — آگ

اللہ سے (بچانے میں[لہ]) کچھ بھی — اور وہ آگ والے ہیں

لہ مقابلہ میں (تھانوی)

Marfat.com

هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ

وہ | اس میں | مقیم | مثال

وہ اس میں مقیم رہیں گے | مثال اس کی

مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ

جو | وہ خرچ کرتے ہیں | میں | یہ | زندگی

جو وہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں

الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ

دنیا | مانند | مثال | ہوا | اس میں | پالا

ہوا کی مثال کی طرح ہے جس میں پالا تھا

اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا

پہنچی | کھیتی | لوگ | ظلم کیا انہوں نے

وہ (پالا) لوگوں کی کھیتی پر پہنچی (جنہوں نے) اپنی جانوں

اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا

جانیں | ان کی | تو | ہلاک کر دیا | اسے | اور | نہیں

پر ظلم کیا تھا | اور اسے برباد کر دیا | اور ان پر

ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ

اس نے ظلم کیا | ان پر | اللہ | اور | لیکن | جانیں | ان کی

اللہ نے ظلم نہیں کیا | اور لیکن وہ اپنی جانوں پر

Marfat.com

يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

وہ ظلم کرتے ہیں

ظلم کرتے تھے۔

رِیْحٌ کا لفظ قرآن حکیم میں جب مصیبت کے لئے ہو تو واحد آتا ہے اور رحمت کے لئے ہو تو جمع یعنی رِیَاحٌ۔

صِرٌّ کے دو معنی ہیں (۱) سخت سردی (۲) گرم سموم جو ہلاک کر دے۔

اَصَابَ اس نے پایا۔ وہ آپڑا۔ اسی سے مصیبت کا لفظ ہے۔

فَاَهْلَكَتْهُ کی ترکیب ہے ف (تو) اَهْلَكَ اس نے برباد کیا اور ہٗ (اسے) ہے۔

تفسیر آیت ۱۱۶ —— ۱۱۷

اعمال کا مدار نیّت پر ہے

اعمال کی قدر نیّت اور ایمان کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اگر ایمان نہ ہو تو انسان بظاہر کتنی ہی بڑی نیکی کرے بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہ ہوگا کیونکہ اس سے رضائے الٰہی مقصود نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ایسے کام کا اجر کیوں دے گا جو اس کی خاطر انجام نہیں دیا گیا چاہے اس سے نوعِ انسانی کو کتنا ہی فائدہ کیوں نہ پہنچا ہو۔

کفار جب اللہ کے سامنے پیش ہوں گے تو انہیں یہ دیکھ کر مایوسی ہوگی کہ ان کے یہ سب اعمال اکارت گئے۔ گویا انہوں نے کھیتی اگائی۔ اسے دل وجان سے سینچا اور پروان چڑھایا جب لہلہا کر آنکھوں کو سرور دینے لگی تو اچانک ایک ایسی ہوا چلی جس میں غضب کا پالا تھا۔ کھیتی اس کی زد میں آکر برباد ہوگئی

Marfat.com

اور مالک رنج و افسوس کے سمندر میں ڈوب گیا۔

شرک کرنا بڑا ظلم ہے لیکن یہ ظلم اللہ تعالیٰ پر نہیں اپنی ذات پر ہے اس لئے آیت ۱۱۷ میں ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فرمایا۔ مشرکین اور کفار کے آگے اس ظلم کا راز قیامت کے روز کھلے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا

اے | جو | ایمان لائے | نہ اختیار کرو۔ نہ ٹھہراؤ

اے ایمان والو! اپنے سے الگ (لوگوں) میں سے

بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ

رازدار دوست | الگ | تمہارے | نہیں | وہ کوتاہی کریں گے | تمہیں

رازدار دوست نہ بناؤ۔ وہ تمہیں نقصان دینے میں کوتاہی نہیں

خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ

ضرر | انہوں نے چاہا | جو | دکھ اٹھایا تم نے

کریں گے تم نے جو (بھی) دکھ اٹھایا ان کو اچھا لگا

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ

بے | ظاہر ہوئی | شدید بغض | سے | منہ | ان کے

اُن کے منہ سے بغض ظاہر ہو چکا ہے

Marfat.com

وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ط

اور جو | چھپاتی ہے | سینے | اُن کے | زیادہ بڑا

اور جو (کچھ) ان کے سینے چھپاتے ہیں وہ اور بڑا ہے

قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ

خوب ظاہر کیں ہم نے | لئے تمہارے | آیات | اگر | ہو تم

ہم نے تمہارے لئے آیات ظاہر کر دیں اگر تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ

عقل رکھتے ہو۔ | ہاں | تم | وہ

عقل رکھتے ہو ہاں! تم وہ ہو

تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا یُحِبُّوْنَكُمْ

تم محبت کرتے ہو | ان سے | اور | وہ نہیں محبت کرتے | تم سے

(کہ) ان سے محبت رکھتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے

وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَ اِذَا

حالانکہ تم ایمان رکھتے ہو | ساتھ | کتاب[۱] | سب وہ | اور | جب

حالاں کہ تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب

[۱] یہاں واحد سے جنس مراد ہے یعنی سب کتابیں (خازن)

مراد یہ کہ تمہارا ان کی کتابوں پر بھی ایمان ہے تاہم وہ تم سے بغض رکھتے ہیں۔

Marfat.com

لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا

وہ ملے تم سے کہا انہوں نے ایمان لائے ہم اور جب

وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں (کہ) ہم ایمان لائے اور جب

خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ

وہ خلوت میں ہوئے دانتوں سے چبائیں تم پر انگلیوں کے پور

وہ الگ ہوتے ہیں (تو) تم پر غصہ سے اپنی انگلیاں

مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ

سے غصّہ کہہ مر جاؤ ساتھ غصہ تمہارا

چباتے ہیں (اے نبی!) کہیے (کہ) اپنے غصہ سے مر جاؤ

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۱۱۹)

یقیناً اللہ جاننے والا ساتھ والی سینے

یقیناً اللہ سینوں والی (بات) سے باخبر ہے

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ز

اگر چھوئے تمہیں اچھائی بری لگے انہیں

اگر تمہیں اچھائی ملے (تو) انہیں بُرا لگے

وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا

اور اگر پائے تمہیں برائی وہ شاد ہوں۔

اور اگر تمہیں برائی پہنچے تو وہ اس پر دل شاد

Marfat.com

بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا

ساتھ اس کے | اور اگر | تم صبر کرو | اور | تم تقوٰی رکھو

ہوں اور اگر تم صبر کرو اور تقوٰی رکھو

لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُهُمْ شَیْئًا ؕ

نہیں ضرر دے گا | تمہیں | مکر | ان کا | کچھ

(تو) تمہیں ان کا مکر کچھ ضرر نہیں دے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۲

یقیناً | اللہ | ساتھ | جو | تم کرتے ہو | حاوی

یقیناً تم جو کرتے ہو اللہ اس پر حاوی ہے

اِتَّخَذَ یَتَّخِذُ لَا تَتَّخِذْ (تو نہ لے) اِتِّخَاذ کے معنی ہیں لینا۔ اختیار کرنا۔ قبول کرنا۔ ٹھہرانا۔

بِطَانَۃٌ اصل لغت میں زیریں لباس کو کہتے تھے۔ پھر رازدار دوست کے لئے مستعمل ہونے لگا۔ ہمراز

اَلَی (اَلَا) اس نے کوتاہی کی۔ تاخیر کی۔ یَاْلُوْ وہ کوتاہی کرتا ہے۔ تاخیر کرنا ہے۔ مصدر اَلُوًّا ہے۔

خَبَال اصل لغت میں اُس زبردست نقصان کو کہتے ہیں جو انسان کی عقل میں فتور لائے۔ یہاں اس سے مراد ہے: بگاڑ، نقصان، ضرر، شر

عَنَت تنگی۔ دکھ عَنِتَ اس نے دکھ بھرا۔ تنگی میں پڑا عَنِتُّمْ جمع مخاطب کا صیغہ ہے اَفْوَاہ جمع ہے فُوْہ (منہ) یا فَم (منہ) کی۔

بَیَّنَ اُس نے خوب واضح کیا بَیَّنَّا ہم نے خوب واضح کیا۔

نَقُوا وہ ملا لَقُوا وہ ملے۔

خَلَا وہ تنہائی میں ہوا۔ الگ ہوا۔ خَلَوا جمع کا صیغہ ہے اسی سے خَلوت کا لفظ ہے۔ اَنَامِل جمع ہے اَنمُلَہ (انگلی کی پور) کی۔

تفسیر آیت ۱۱۸ —— ۱۲۰

دیکھو تفسیر آیات ۲۸ —— ۳۰

وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ

اور جب صبح کو روانہ ہوا تُو سے اہل خانہ تیرے

اور (اے نبی!) یاد کیجیے آپ جب صبح کے وقت اپنے گھر سے روانہ ہوئے

تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ

مقیم کرتا تھا تُو مؤمنوں کو ٹھکانے لئے جنگ

مؤمنوں کو جنگ کے ٹھکانوں پر قائم کرتے تھے

وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ

اور اللہ سننے والا جاننے والا جب ارادہ کیا

اور اللہ سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔ جب ارادہ کیا

طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ

دو جماعتیں تم سے کہ کمزوری دکھائیں

تم میں سے دو گروہوں نے کہ کمزوری دکھائیں

Marfat.com

وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَ عَلَى اللّٰهِ

اور اللہ مددگار ان کا اور پر اللہ

حالانکہ اللہ ان کا مددگار تھا اور مؤمنوں کو

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

تو توکل کریں ایمان لانے والے

چاہیے کہ اللہ پر توکل کریں۔

غُدُوَّۃٌ صبح دم گھر سے نکلنا غَدَیٰ وہ صبح دم گھر سے نکلا۔ غَدَوْتَ تو صبح دم گھر سے نکلا بَوَّاءٌ ٹھکانا۔ مکان[1] بَوَّیَٰ مقیم کیا۔ منزل میں اتارا کسی جگہ پر ٹھہرایا بَوَّاَہٗ مَنْزِلًا اس کے لئے ٹھکانا بنایا۔ اس لحاظ سے تُبَوِّیُٔ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ کے معنی ہوں گے: آپؐ مومنوں کے لئے مورچے تیار کر رہے تھے لہذا بعض مفسرین نے اس کے معنی بتائے ہیں تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا

لشکر گاہ یعنی مورچے بنا رہے تھے) (معالم التنزیل)

طَائِفَۃٌ گروہ طَائِفَتَانِ دو گروہ

فَشِلَ کمزوری دکھائی

تَفْشَلُ کمزوری دکھاتی ہے۔

تفسیر آیت ۱۲۱ —— ۱۲۲

سابقہ آیات میں بتایا گیا ہے کہ کفار اہل اسلام کو نیچا نہیں دکھا سکتے بشرطیکہ

---

[1] خازن تشریح آیت ۱۱۲ لفظ باء

Marfat.com

اہلِ اسلام صحیح معنی میں صاحبِ ایمان ہوں۔ اس سلسلہ میں جنگِ بدر اور جنگِ اُحد کی طرف آئندہ آیات میں اشارے آئیں گے تاکہ اہلِ اسلام سبق حاصل کریں۔ آیت ۱۲۱ و ۱۲۲ میں جنگِ اُحد کی طرف اشارہ ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اُحد کی وادی میں ہفتہ کی صبح کو پہنچے اور صف بندی فرمائی۔ اسی صف بندی کے بارے میں ارشاد ہوا تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ

آیت ۱۲۲ میں بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے قبیلوں کی طرف اشارہ ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُحد کی جنگ کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے تو آپؐ کے ہمراہ کل ایک ہزار کا لشکر تھا۔ منافقین بھی ساتھ نکل آئے تھے لیکن ان کا سردار عبداللہ بن اُبَیّ رستہ ہی سے ڈر کے مارے واپس چلا گیا۔ اس کے ساتھ ۳۰۰ منافق تھے۔ ان کو دیکھ کر بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے مسلمانوں نے بھی واپس جانا چاہا لیکن سمجھانے پر باز آ گئے اور جنگ میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزش کو معاف فرمایا اور بشارت دی کہ میں تمہارا ولی اور مددگار ہوں۔ یہ لوگ اپنی لغزش پر ہمیشہ نادم رہے لیکن ساتھ ہی اس بات پر بھی خوشی کا اظہار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کر کے ہمیں ولایت کی خوشخبری سنائی۔

اُحد کی جنگ میں ایک دفعہ مسلمان ہزیمت اٹھا گئے تھے۔ اس کی وجہ اُن کی اپنی غلطی تھی۔ لیکن انہوں نے پھر جلد ہی اپنے کو سنبھال لیا اور دشمن مرعوب ہو کر رہ گیا۔ اس جنگ میں اہلِ اسلام کے لئے بڑے بڑے درس ہیں۔ سورتِ ہٰذا میں اس کے جستہ جستہ واقعات کی طرف بار بار اشارے آئیں گے اس لئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ تعارف کے لئے اس کا مفصل تذکرہ کر دیا جائے۔

جنگِ اُحُد

شوال ۳ ہجری میں کوہِ اُحُد کے دامن میں مدینہ اور مکہ کے لشکروں کے درمیان ایک جنگ ہوئی. جسے غزوۂ اُحُد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے کئی محرکات تھے مثلاً:

۱۔ بدر کے معرکہ میں قریش کے چوٹی کے رئیس کھیت رہے تھے۔ قریش کے گھمنڈ کا خون اس پر ہوا تھا۔ اس صدمہ کا سہنا آسان نہ تھا۔ ہزیمت یافتہ لشکر مکہ پہنچا تو در و دیوار تھرا اُٹھے۔ رؤسائے شہر نے نالہ و شیون پر پابندی لگا دی تاکہ مسلمان سُن کر خوش نہ ہوں[1]

قریش بدلہ اتارنے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے لیکن اب انہیں علم تھا کہ مجاہدینِ اسلام کو دعوتِ جنگ دینے کے لئے وقت اور تیاری کی ضرورت ہے۔ مکہ کے رئیس صفوان نے جس کا باپ بدر کے میدان میں ہلاک ہوا تھا ایک شخص عُمیر بن وہب سے کہا کہ پوشیدہ طور سے مدینہ جاکر محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو قتل کر آؤ۔ میں تمہارا قرض اتار دوں گا۔ اور تمہارے اہل و عیال کا خرچ اٹھاؤں گا[2]

صفوان اور عُمیر نے بہت رازداری سے کام لیا۔ عُمیر نے تلوار زہر میں بجھائی اور اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ پہنچا۔ مسجدِ النبی کے دروازے پر جاکر اونٹ بٹھایا۔ حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ عُمیر کی نیت ٹھیک معلوم نہیں ہوتی۔ حضورؐ نے فرمایا، اُسے پکڑ لاؤ۔ حضرتِ عمرؓ نے چند انصار کے ہمراہ عُمیر کو پکڑ کر حضورؐ کے سامنے پیش کیا۔ آپؐ

---

[1] ابن ہشام [2] ابن ہشام

Marfat.com

فرمایا، اسے چھوڑ دو اور عُمیر کو پاس بلا کر پوچھا، کیسے آنا ہوا؟ عُمیر نے جواب دیا، قیدی چھڑانے کے لئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو پھر یہ تلوار کاہے کو ہے؟ عُمیر بولا، تلوار نے پہلے ہمارا کون سا کام کیا ہے کہ اب کرے گی۔ حضورؐ نے فرمایا، کیا سچ کہتے ہو؟ کہا، ہاں۔ سچ کہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، صفوان سے تمہاری کیا گفتگو ہوئی تھی؟ کیا اس نے تیرے قرض اور تیرے عیال کے خرچہ کا ذمہ اُٹھا کر تجھے میرے قتل کے لئے نہیں بھیجا۔ عُمیر نے اقرار کیا اور کہا کہ اس کا علم میرے اور صفوان کے سوا اور کسی کو نہ تھا۔ آپؐ بیشک نبی برحق ہیں۔ میں اسلام لاتا ہوں۔

اُدھر صفوان مکہ میں عُمیر کا منتظر بیٹھا تھا۔ اسے عُمیر کی کامیابی کا بہت گمان تھا۔ قریش سے کہا کرتا تھا کہ عنقریب تم کوئی ایسی خبر سنو گے جس سے بدر کا غم بھول جاؤ گے۔

صفوان کی مراد پوری نہ ہوئی۔ عُمیر مسلمان ہو کر لوٹا۔ علی الاعلان اسلام کی تبلیغ کی اور کئی افراد کو کلمہ گو کیا۔

قریش کے سالار اعلیٰ ابو سفیان نے قسم کھائی کہ جب تک بدر کا انتقام نہ لوں گا غسل نہ کروں گا۔ وہ دو صد سواروں کے ساتھ مدینہ پہنچا۔ شہر سے کچھ دُور ایک انصاری اور اس کے حلیف پر بس چلا تو اُنہیں قتل کر دیا۔ چند جھونپڑے تھے ان کو آگ لگائی اور بھاگ اٹھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا تو اس کا پیچھا کیا لیکن وہ زد سے نکل چکا تھا۔ ابو سفیان گھبراہٹ میں کچھ زادِ راہ بھی چھوڑ گیا۔ اس میں زیادہ تر ستو تھے۔ وہ مسلمانوں نے اٹھا لیے۔ اس واقعہ سے اس مہم کا نام غزوۃ السویق یعنی ستوؤں کی جنگ پڑا۔[1]

ابو سفیان نے قسم تو نباہی لیکن ادھوری۔ دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے ابھی اسے ایڑی چوٹی کا زور لگانا تھا۔ اس کا موقع پوری تیاریوں کے ساتھ

---

[1] طبری۔ ابن ہشام۔ البدایہ والنہایہ

Marfat.com

میدانِ جنگ ہی میں میسر آسکتا تھا۔

۲۔ کعب بن اشرف یہودی مدینہ سے چل کر مکہ آیا۔ اس نے قریش کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ جوش انگیز شعر کہے اور قریش کے ساتھ قرار دادیں کیں۔[۱]

۳۔ بدر کی شکست کے بعد قریش کے لئے ناممکن تھا کہ مدینہ کے قریب سے ہو کر شام جائیں۔ اب انہوں نے عراق کی راہ اختیار کی۔ اہلِ اسلام نے یہ راہ بھی مخدوش کر دی۔ غزوۂ بدر سے چھ ماہ بعد قریش کا ایک قافلہ عراقی سمت سے شام کو جا رہا تھا کہ زیدؓ بن حارثہ نے چھاپہ مار کر لوٹ لیا۔[۲]

واقعات

جنگِ بدر سے قبل ابوسفیان نے شام کے ساتھ ایک بڑے سرمایہ کی تجارت کی تھی۔ پچاس ہزار دینار نفع ہوا تھا۔ قریش نے یہ سارا نفع جنگ کے سامان میں لگا دیا۔[۳]

قریشی سپاہ کے علاوہ اس نے قرب وجوار سے اجریافتہ سپاہی بھی بھرتی کئے[۴] اس فوج میں سات سو زرہ پوش اور دو سو شاہسوار تھے۔ کمان ابوسفیان نے سنبھالی۔

فوج نے کوچ کیا تو پندرہ ہودج سوار عورتوں کا ایک دستہ بھی ساتھ تھا تاکہ میدانِ جنگ میں مردوں کی غیرت کو بھڑکا کر ان کو قدم جمائے رکھنے پر مجبور کریں۔[۵]

قریشی سپاہ مدینہ پہنچی تو غربی کنارہ سے ہو کر شہر کی شمالی سمت میں پڑاؤ ڈالا۔ اپنے جانور مدینہ کے کھیتوں میں چرنے کے لئے کھلے چھوڑ دئے۔ یہ لوگ بدھ کے روز پہنچے اور آہستہ آہستہ اُحُد کی طرف بڑھنے لگے۔ ہفتہ کے روز تک

---

[۱] البدایہ والنہایہ [۲] طبری وا ئنہ ذی قردہ۔ ابن ہشام [۳] تحفۃ الناظرین شرقاوی [۴] البدایہ والنہایہ
[۵] ابن اثیر۔ البدایہ والنہایہ۔

Marfat.com

ان کے خیمے اُحُد کے میدان میں لگ گئے۔ مسلمانوں کو علم ہوا تو بالخصوص وہ اصحاب جو بدر کی جنگ میں شریک نہ ہو سکے تھے مسرور ہوئے اور بے تابی سے چاہنے لگے کہ کفار سے جلد سامنا ہو۔

جمعہ کے روز آں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ جنگ شہر کے اندر رہ کر کی جائے یا باہر نکل کر۔ بعض نوجوانوں نے بیرونِ شہر جانے کی رائے دی۔ آپؐ نے منظور فرمایا۔

انصار نے تجویز کی کہ یہود سے مدد طلب کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا، ان کی حاجت نہیں[1]

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک ہزار کی جماعت تیار فرمائی۔ مستورات کو آطام یعنی گڑھیوں میں بھجوا دیا۔ نماز کے بعد مدینہ کے مشرقی کنارے سے اُحُد کی طرف روانہ ہوئے۔

رستہ میں عبداللہ بن اُبَیّ کے حلیف یہودیوں کا ایک دستہ مدد کو آیا۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا، مشرکین کے مقابلہ میں مشرکین سے مدد نہ لو۔ آپؐ نے ان یہود کو لوٹا دیا۔[2]

اسلامی لشکر کو رات اثنائے راہ میں آگئی۔ مقام شَیْخَین میں پڑاؤ کیا۔ دوسرے دن منہ اندھیرے کوچ کیا۔ فجر کی نماز اُحُد کے دامن میں ادا کی۔ عبداللہ بن اُبَیّ منافق کا دستہ منزلِ مقصود سے اِدھر ہی بھاگ کر لوٹ آیا۔ یہ لوگ محض دکھاوے کو شامل ہوئے تھے۔ عبداللہ نے یہ بہانہ جوڑا کہ میری تجویز تھی کہ جنگ شہر کے اندر ہو۔ اس تجویز کو منظور نہیں کیا گیا اس لئے میں ساتھ کیوں دوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جب اطلاع ملی کہ منافقین واپس چل دئے ہیں تو آپؐ نے

---

[1] البدایہ والنہایہ [2] ابن سعد

Marfat.com

مجاہدین سے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو تم سے دور کر دیا ہے۔ وہ تمہیں ان سے بے نیاز رکھے گا[1]

اُحد کا لہو فام پہاڑ مدینہ کے شمال میں شرقاً غرباً بازو پھیلائے ہوئے ہے۔ اس کا طول تقریباً چھ سات میل ہے۔ وسط میں اس کی شکل نیم دائرہ کی ہے۔ اس قوس میں گھری ہوئی ایک گھاٹی ہے۔ اسلامی لشکر نے یہیں پڑاؤ ڈالا۔

دوسرے دن ہفتہ کی صبح کو جنگ کی طرح پڑی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لشکر کی صف بندی فرمائی۔ عقب سے امکان تھا کہ دشمن کا رسالہ اُحد کا چکر کاٹ کر اچانک حملہ آور ہو اس لئے آپ نے جبلِ عینین پر حضرت عبداللہ بن جبیر کے تحت پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرمایا اور حکم دیا کہ میرے اذن کے بغیر اپنی جگہ ہرگز نہ چھوڑنا چاہے ہمیں پرندے اچک لیں اور چاہے ہم ظفریاب ہوں[2] جب تک تم اپنی جگہ قائم رہو گے ہمارا پلہ بھاری رہے گا۔[3] جبل عینین یعنی دو چشموں والا پہاڑ اُحد کے جنوب میں وادی قنات کے جنوبی کنارہ پر ہے[4] اسے جبلِ رُماۃ یعنی تیر اندازوں کا پہاڑ بھی کہتے ہیں۔ اگر دشمن کا کوئی دستہ اُحد سے گھوم کر اسلامی لشکر پر پیچھے سے حملہ کرنے کو آتا تو جبلِ عینین کے تیر انداز اس کا منہ پھیر سکتے تھے۔

دشمن کا لشکر مقابل ہوا تو اس نے بھی صف آرائی کی۔ ان کے دو سو اسپ سواروں کو دو رسالوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک کے سالار حضرت خالد بن ولید تھے جو ابھی تک شرک سے وابستہ تھے اور دوسرے عکرمہ بن ابو جہل[5]

لشکروں نے حرکت کی تو قریشی عورتوں نے ہند کی سرکردگی میں دف بجا کر یہ گیت گانا شروع کیا۔

---

[1] طبری۔ ابن سعد۔ البدایہ والنہایہ [2] البدایہ والنہایہ [3] تفسیر عثمانی بحوالہ تفسیر بغوی۔
[4] بخاری کتاب المغازی میں مذکور ہے کہ جبلِ عینین اور اُحد کے درمیان کی وادی ہے لیکن اس وادی کا نام

نقشہ جنگ اُحُد

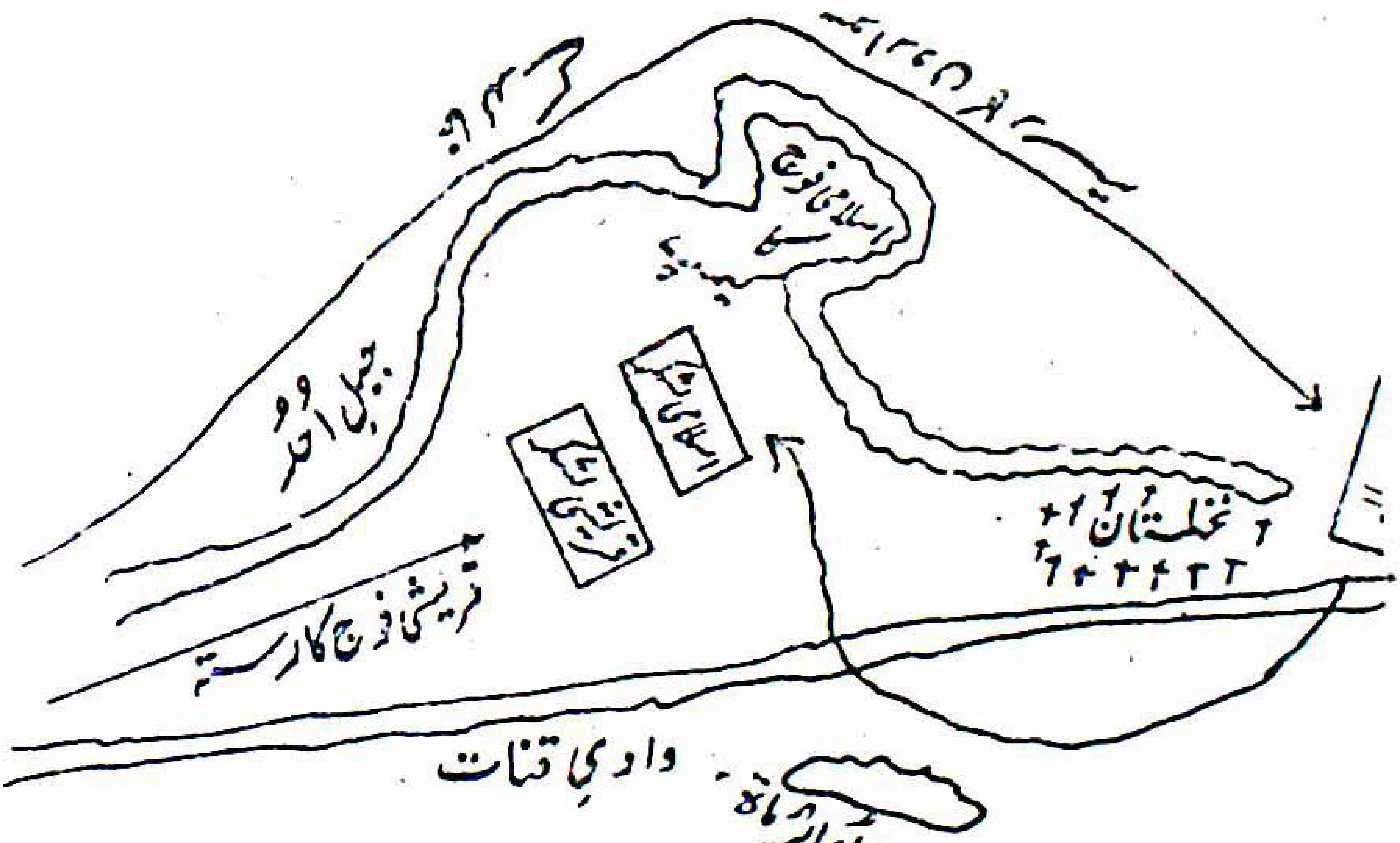

Marfat.com

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِق — ہم ستارۂ شب کی بیٹیاں ہیں
نَمْشِی عَلَی النَّمَارِق — ہم مخمل پر پاؤں رکھتی ہیں
اِنْ تُقْبِلُوا نُعَانِق — تم میدان میں بڑھو تو تمہیں گلے لگائیں گی
اِنْ تُدْبِرُوا نُفَارِق — اگر تم نے پیٹھ دکھائی تو جدا ہو جائیں گی
فِرَاقُ غَیْرِ وَامِق — اس جدائی میں محبت نہیں ہو گی[1]

ابتدائی مبارزت کے بعد حضرتِ خالدؓ اور حضرتِ عکرمہؓ نے اپنا اپنا رسالہ بڑھایا لیکن شکست کھا کر پلٹ گئے[2] اب پیدل لشکر ٹکرائے، حضرتِ علیؓ، حضرتِ حمزہؓ اور حضرتِ ابو دُجانہؓ نے بہادری کے یادگارِ زمانہ جوہر دکھائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی۔ آپؐ نے اُسے دکھا کر فرمایا، کون اس کا حق ادا کرے گا؟ کئی اصحابؓ لپک کر آئے لیکن نہ ملی۔ حضرتِ ابو دُجانہؓ اٹھے اور سوال کیا، یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا، اس کو دشمن پر چلاتے جاؤ حتی کہ ٹیڑھی ہو جائے۔ عرض کیا، تو میں اس کی حامی بھرتا ہوں۔ حضورؐ نے تلوار انہیں عطا فرمائی۔ ابو دُجانہؓ نے سر پر سرخ رومال باندھا جو جنگ کے وقت ان کی علامت ہوتا تھا۔ فخر کی چال سے صفوں کے درمیان نکلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس چال سے ناراض ہوتا ہے لیکن ایسے موقع پر نہیں۔ ابو دُجانہؓ دشمن کی صفیں چیر گئے۔ پہاڑی کے قدموں میں پہنچے تو مکہ کی عورتیں دف بجا رہی تھیں۔ ایک نغمہ نوازی کر رہی تھی۔ ابو دُجانہؓ نے اس کے سر پر تلوار تو لی۔ پھر روک لی۔ انہیں پسند نہ آیا کہ جنابِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار ایک عورت کے خون سے آلودہ ہو[3] یہ عورت ہند تھی[4]

مجاہدین دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کی صفوں میں اِدھر سے اُدھر دوڑ گئے۔

---

[1] طبری [2] طبری [3] طبری [4] البدایہ والنہایہ

Marfat.com

دشمن کے بیس سے زائد آدمی مارے گئے[1] مشرکین گھبرا کر بھاگے ان کی عورتیں جو عقب میں کھڑی تھیں پائنچے چڑھائے پہاڑیوں کی طرف دوڑتی نظر آئیں[2]

اسلامی فوج غنیمت پر جھکی۔ جبلِ عُینین کے تیرانداز بھی ادھر دوڑے۔ ان کا خیال تھا کہ جنگ ختم ہو چکی اب ہمارا یہاں مقیم رہنا لازم نہیں۔ ان کے سردار عبداللہ بن جبیرؓ نے بہتیرا سمجھایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حکم ہے کہ میری اجازت کے بغیر تمہیں کسی صورت جگہ نہیں چھوڑنی ہے۔ لیکن فتح کی ترنگ میں کون سنتا تھا۔ صرف بارہ افراد مقام پر جمے رہے[3]

خالد بن ولید تاک میں تھے۔ وہ میدان سے شکست کھا کر اسلامی لشکر کے عقب کی طرف آ گئے تھے لیکن اسلامی تیراندازوں نے انہیں پلٹا دیا تھا۔ خالد کو اب موقع ملا۔ گھوڑوں کو ایڑ کی۔ عبداللہؓ بن جُبیرؓ کے مٹھی بھر تیرانداز کیا کرتے، شہید ہو گئے۔ خالد کا تیز و تند رسالہ بے خبر مسلمانوں پر گرا۔ ان میں کھلبلی مچ گئی۔ مکہ کی بھاگتی ہوئی فوج پلٹ آئی۔ مسلمان گھر گئے۔ ان کی صفیں بکھر گئیں اور افراتفری میں لڑنے لگے۔ بعضوں نے بے خبری میں اپنے ہی آدمیوں پر تلوار چلا دی[4]

چار مشرکوں[5] نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شمع حیات گل کرنے کا عہد کیا۔ ان میں سے ایک نے آپؐ پر تلوار کا وار کیا جو خود پر پڑا۔ اس کی کڑیاں ٹوٹ کر چہرۂ مبارک میں دھنس گئیں۔ کسی نے ایک پتھر پھینکا جس سے آپؐ کا ہونٹ زخمی ہوا اور ایک دانت کچھ ٹوٹ گیا[6]

اس اثناء میں ایک مشرک ابن قمیئہ نے لشکرِ اسلام کے علم بردار مُصعبؓ بن عُمیر کو شہید کر دیا۔ مُصعبؓ بہت حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہم شکل تھے۔ کافروں نے غل مچا دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) وفات پا گئے مسلمانوں نے ہزیمت کی راہ اختیار کی۔ بعض بڑے بڑے اولوالعزم صحابہؓ بھی

---

[1] تفسیر عثمانی [2] ابن اثیر [3] بخاری کتاب الجہاد [4] تفسیر خازن [5] ابن اثیر [6] تاریخ ابن اثیر اور صحیح بخاری میں وضاحت ہے کہ حضورؐ کا فقط ایک دانت کچھ ٹوٹا تھا۔

Marfat.com

بہ سلاح چھوڑ بیٹھے۔ لیکن اس طرح کے ایسے شیدائی اب بھی موجود تھے[1] جو جانوں پر کھیل رہے تھے۔ ایسے میں حضرت حمزہؓ کو جبیر بن مطعم کے ایک حبشی غلام وحشی نام نے شہید کر دیا۔ جبیر کا ایک چچا بدر کی جنگ میں مارا گیا تھا۔ وہ اس کا انتقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا سے لینا چاہتا تھا۔ اس نے وحشی سے وعدہ کیا تھا کہ تم نے یہ کام انجام دیا تو آزاد کر دوں گا۔ وحشی سے ہند نے بھی بہت انعام کا وعدہ کیا تھا کیونکہ ہند کے باپ عتبہ کو حضرت حمزہؓ نے غزوۂ بدر میں ہلاک کیا تھا۔ وحشی ہنگامۂ کارزار میں حضرت حمزہؓ کی گھات میں رہا۔ حمزہؓ تلوار ہاتھ میں لئے دشمن کی صفیں الٹ رہے تھے کہ اس نے اوٹ میں بیٹھ کر حربہ گھمایا اور تاک کر حمزہؓ پر پھینکا جو ان کے زیر ناف لگا۔ حمزہؓ دم دے گئے۔ ہند نے ان کا پیٹ چاک کیا۔ کلیجہ نکالا اور منہ میں ڈال کر چبانے لگی۔ نگل نہ سکی اور اگل دیا۔ اس نے شہداء کے ناک کان کاٹے اور ان کے ہار اور خلخال بنا کر پہنے۔ اپنے سونے کے ہار اور خلخال وحشی کو بخش دئے۔ پھر ایک اونچی پہاڑی پر جا کر بلند آواز سے فتح کا گیت الاپنے لگی۔[2]

اہل اسلام کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر نہ تھی۔ کعبؓ بن مالک نے آپؐ کو ڈھونڈ لیا اور پکار اٹھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہیں۔ صحابہؓ نے اس طرف سمٹنا شروع کیا۔ تیس جاں باز جمع ہو گئے۔ دشمن نے سنا تو اس نے بھی سارا زور ادھر کو پھیر دیا۔[3] یہ نہایت اضطراب اور ابتلاء کا وقت تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت نے عین اس موقع پر عجیب طور سے ظہور کیا۔ بعض مجاہدین پر اچانک اونگھ طاری کر دی۔ کھڑے کھڑے سو گئے۔ آنکھ کھلی تو تازہ دم تھے اور دل سکون سے لبریز تھے۔[4]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے حصار میں ہو کر پہاڑی کا رخ کیا۔ دشمن دیوانہ وار حملے کر رہا تھا۔ آپؐ کے ساتھی جان پر کھیل کر ان حملوں کا منہ موڑ رہے تھے۔ بعض

---

[1] طبری۔ تفسیر خازن [2] طبری۔ بخاری [3] طبری تفسیر خازن [4] آل عمران آیت ۱۵۴

اصحابؓ اس جدوجہد میں شہادت پا گئے۔ حضرت اُمِ عمارہ ایک صحابیہ پانی پلانے آئی تھیں۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچاؤ کے لئے جان سپر کردی اور زخمی ہوئیں۔ حضرت طلحہؓ نے ہاتھ پر تیر روکے۔ یہ ہاتھ شل ہو گیا[۱]

ایک مشرک اُبی بن خلف گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ یہ شخص مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قسم کھا کر کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے ہر روز جوار کھلاتا ہوں۔ اس پر سوار ہو کر آپؐ کو قتل کروں گا۔ اب اُبیؔ کو قسم پوری کرنے کا موقع نظر آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ کیا۔ آپؐ کے ہمراہیوں نے اسے روکنا چاہا۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں اسے آنے دو۔ اُبیؔ لوہے میں غرق تھا۔ آپؐ نے ایک صحابی سے برچھا لیا اور تاک کر اس کی ہنسلی پر پھینکا۔ اُبیؔ کو ہلکا سا زخم آیا۔ خون تک نہ بہا۔ تاہم وہ گھوڑے سے نیچے لڑھکا اور بیل کی طرح ڈکرانے لگا۔ ساتھیوں نے کہا عبث ڈکارتے ہو حالانکہ تمہیں فقط خراش آئی ہے۔ اُبیؔ نے جواب دیا، کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہیں کہا تھا کہ میں تمہیں ہلاک کردوں گا۔ واللہ آپؐ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو مر جاتا۔ اگر مُضر و رَبیعہ بھی ہوتے تو آپؐ ان سب کو ہلاک کردیتے۔ اُبیؔ واپسی کے سفر میں اسی زخم سے مر گیا[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑی پر چڑھنا شروع کیا۔ یہ پہاڑی اسلامی لشکر کے پڑاؤ والی گھاٹی کے دہانہ پر تھی۔ ایک جگہ بلندی کچھ زیادہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک پر دو زرہیں تھیں۔ آپؐ ان کے بوجھ سے چڑھ نہ سکے۔ آپؐ کی فرمائش پر حضرتِ طلحہؓ اس بلندی سے متصل ہو کر بیٹھے۔ آپؐ نے ان کی پشت پر قدم رکھا اور اوپر تشریف لے گئے[۳] پہاڑی پر چند صحابہ پہلے سے موجود تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے آپؐ کو مخالفین میں

---

[۱] طبری۔ البدایہ والنہایہ۔ بخاری [۲] البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۲ و ۳۲ و ۴۵

[۳] ترمذی ابواب الجہاد۔

Marfat.com

سے سمجھا اور تیر چلّہ پر چڑھا کر آپؐ پر پھینکنا چاہا۔ آپؐ نے پکار کر فرمایا، میں رسول اللہ ہوں۔ سب نے پہچانا اور دل شاد ہو گئے[1]

ابوسفیان نے تعاقب کیا اور پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ صحابہؓ نے پتھر برسا کر اسے پلٹا دیا۔ اس کے بعد لڑائی تھم گئی[2]

ابوسفیان سامنے کی ایک پہاڑی پر چڑھا اور بلند آواز سے پکارا، کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں؟ کوئی جواب نہ آیا تو پھر آواز دی تین بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام پکارا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو پوچھا۔ کوئی جواب نہ پایا تو اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا، سب مارے گئے۔ حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا اور آپ بول اٹھے، اے دشمن خدا۔ تیرے پہلو کے خار ابھی سالم ہیں۔ ابوسفیان بولا، آج ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا۔ لڑائی تو ڈول کے مانند ہے[3] تم اپنے شہیدوں کے اعضاء کٹے ہوئے پاؤ گے میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن برا بھی نہیں مانا۔ پھر وہ رجز ہانکنے لگا۔ اُعْلُ ھُبَل اُعْلُ ھُبَل (اے ہبل اونچا رہ۔ اے ہبل اونچا رہ) صحابہؓ نے جواب دیا: اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلّ پھر اس نے کہا: لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُم (ہماری دیوی عزّیٰ ہے اور تمہاری عزّیٰ نہیں) صحابہؓ نے پکار کر کہا: اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ (اللہ ہمارا مولا ہے۔ تمہارا کوئی مولا نہیں)[4]

مشرکین نے سامان باندھا اور فوراً مکّہ کی طرف چل دئے۔ ابوسفیان نے جاتے ہوئے پکار کر کہا، اگلے برس پھر بدر میں جنگ ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے کہلوایا کہ بہتر، یہ تمہارے اور ہمارے درمیان پختہ عہد ہے[5]

---

[1] البدایہ والنہایہ [2] طبری [3] یعنی کنوئیں کا ڈول کبھی ایک ہاتھ میں ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کے۔ اسی طرح جنگ کی فتح بھی کبھی ایک فریق کی ہوتی ہے کبھی دوسرے کی [4] بخاری البدایہ والنہایہ۔ [5] طبری۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ان کے پیچھے روانہ کیا اور فرمایا، کہ دیکھو یہ لوگ مکہ جاتے ہیں یا دوبارہ حملہ کرنے کی سوچتے ہیں۔ اگر یہ واپس آئیں تو میں آگے بڑھ کر ان کا خوب مقابلہ کروں گا۔ حضرت علیؓ نے آکر بتایا کہ وہ رخصت ہو رہے ہیں[1]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چہرۂ مبارک پر زخم آئے تھے۔ دشمن سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؓ ڈھال میں پانی بھر بھر کر لائے۔ حضرت فاطمہؓ نے حضورؐ کے چہرۂ مبارک سے خون دھویا اور چٹائی جلا کر زخم میں بھر دی[2]۔ ۷۰ مسلمان شہید ہوئے۔ کفن کی کمی تھی۔ دو دو تین تین شہداء کو ایک کفن میں لپیٹ کر اکٹھا دفن کیا گیا۔

مشرکین مدینہ سے کچھ آگے روحاء کے مقام پر پہنچے تو ابوسفیان کو خیال آیا کہ مسلمانوں کے سردار سب موجود ہیں۔ ہمیں ان کا قصہ تمام کرنا چاہیے۔ اس نے لشکر لے کر مدینہ پر پلٹنے کا ارادہ کیا[3]۔ ادھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن کی ہمت توڑنے کے لئے ایک فوری تدبیر کی۔ ستّر مجاہدین کو حکم دیا کہ دشمن کا تعاقب کریں[4]۔ بعد میں خود بھی لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ مدینہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد کے مقام پر قیام فرمایا۔ ابوسفیان کو اطلاع ملی تو گھبرایا کہ ان جان پر کھیلنے والوں سے بچ نکلنا آسان نہیں۔ فوراً کوچ کیا اور سیدھے مکہ میں جا کر دم لیا[5]۔

ایک صحابیہؓ کا بھائی، باپ اور خاوند جنگ اُحُد میں شہادت پا گئے تھے۔ لشکرِ اسلام مدینہ کو لوٹا تو اُسے خبر دی گئی۔ اُس نے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا، اللہ کا شکر ہے، عافیت میں ہیں۔ صحابیہؓ بولیں، مجھے دکھاؤ حضورؐ کہاں ہیں۔ اس کو اشارے سے بتایا گیا۔ وہ دیکھ کر کہہ اٹھیں

---

[1] بخاری کتاب الوضوء [2] ترمذی کتاب الجنائز [3] طبری۔ البدایہ والنہایہ [4] بخاری کتاب المغازی
[5] طبری ابن کثیر نے ابن اسحاق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضورؐ ایت وار کے روز لشکر لے کر گئے۔

Marfat.com

آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت آسان ہے[1]

جنگِ اُحُد کے نتائج و اثرات

(۱) اس جنگ میں اگرچہ اہلِ اسلام کے جانی نقصان کا پلڑا بہت بھاری تھا لیکن جنگ بغیر فتح و شکست کے نتیجہ کے ختم ہوئی۔ آج تک یہ بتانا مشکل ہے کہ مشرکین اس قدر جانی نقصان پہنچا کر بھی کیوں اتنی عجلت سے میدان چھوڑ گیے[1] مشرکین کے فوراً رخصت ہونے کی غالباً یہ وجہ تھی کہ انہوں نے اسی کو غنیمت جانا کہ بدر کا سا حشر نہیں ہوا اور فی الحال جانوں کے ساتھ شرم بھی بچ گئی۔

قریش فتح مکے ارمان لے کر آئے تھے لیکن یہ ارمان تشنہ ہی رہ گیے۔ ابھی دو ٹوک فیصلہ باقی تھا۔ اس لئے ابو سفیان اگلے برس کے لئے پھر جنگ کا اعلان کر گیا تھا۔ الغرض یہ جنگ ایک اور جنگ کا پیش خیمہ تھی۔

(۲) اسلامی تیر اندازوں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے غفلت کی اور اپنا مقام چھوڑ کر نہ صرف ہاتھ میں آئی ہوئی فتح گنوا دی بلکہ کئی بیش بہا زندگیوں کے نقصان کا بھی سبب بنے۔ آیندہ کے لئے ایک سبق مل گیا کہ آپؐ کے حکم کی بجا آوری میں قطعاً کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

(۳) منافقین کا بھرم کھل گیا۔ وہ علی الاعلان رسوا ہوئے۔ مسلمان ان کی طرف سے چوکنے ہو گیے۔

(۴) بدر کی فتح دیکھ کر مدینہ کے یہود اسلام کی طرف کچھ مائل ہو گیے تھے۔ اُحُد کے بعد ان کے دل اُلٹا اور سخت ہو گیے بلکہ ان کے حوصلے یہاں تک بڑھے کہ عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو زک دینے کی ٹھانی[2] ان کے دل کے بھید آشکارا ہو گیے۔

(۵) عرب قبائل نے خیال کیا کہ اہلِ اسلام کمزور پڑ گیے ہیں۔ وہ قبائل بھی جن کی

---

[1] طبری — البدایۃ والنہایۃ [2] تفسیر عثمانی۔

Marfat.com

کوئی خاص عسکری قوت نہ تھی مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کے درپے ہوئے۔ وہ دو بدو جنگ کے قابل نہ تھے اس لئے دغا و فریب کی راہ اختیار کی۔ اس سلسلہ میں غزوۂ بئر الرجیع اور سریۂ بئر معونہ کے المناک حادثے پیش آئے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ

اور ۔ بے شک مدد دی تمہیں میں بدر حالانکہ

اور اللہ نے تمہیں بدر کے میدان میں مدد دی حالانکہ

اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

تم کمزور پس ڈرو اللہ تاکہ تم

تم کمزور تھے پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم اس کا

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

تم اس کا شکر ادا کرو گے

شکر ادا کرو۔

ف ذلیل کے اصل معنی ہیں دوسرے کے مقابلہ میں کمزور۔ یہ لفظ اکثر مغلوب کے معنی دیتا ہے لیکن یہاں "مقابلہ میں کمزور" مراد ہے۔ یہ کمزوری نقطہ ظاہری تھی یعنی مسلمان تعداد اور ساماں میں کم تھے لیکن دل کے کمزور نہ تھے۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ

جب تو کہتا (تھا) لئے مؤمنین کیا نہ کافی ہوگا تمہیں

(اے نبی!) جب آپ مؤمنوں سے کہتے تھے (کہ) کیا تمہیں کافی نہ ہوگا

ف تفسیر عثمانی

Marfat.com

اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ

کہ مدد دے تمہیں رب تمہارا ساتھ تین ہزار

کہ تمہارا رب تمہیں مدد دے (آسمان سے) تین ہزار

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى

سے فرشتے اتارے ہوئے کیوں نہیں!

اتارے ہوئے فرشتوں سے کیوں نہیں؟

اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ

اگر تم صبر کرو اور تم تقوٰی رکھو اور آئیں وہ تم پر

اگر تم صبر کرو اور تقوٰی رکھو اور (اگر) وہ

مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ

سے جوش ان کا یہ مدد دے تمہیں

تم پر اسی جوش سے حملہ آور ہوں (تو) تمہارا رب تمہیں

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

رب تمہارا ساتھ پانچ ہزار سے فرشتے

مدد دے گا پانچ ہزار نشان والے فرشتوں

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

نشان والے

سے

Marfat.com

كَفٰى كافی ہوا يَكْفِىْ كافی ہو گا لَنْ يَّكْفِيَ كافی نہ ہو گا

مَدَّ یا اَمَدَّ مدد دی يُمِدُّ مضارع ہے نُمِدَّ مضارع کی نصبی اور يُمْدِدْ جزمی حالت ہے۔

سَوَّمَ اس نے نشان لگایا مُسَوِّم نشان لگانے والا۔ مراد یہ کہ فرشتوں نے اپنی علامتیں مقرر کر رکھی تھیں۔ سَوْمَۃٌ یا سِيمَا کے معنی علامت ہیں۔

وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ

اور نہ بنایا اسے اللہ مگر خوش خبری لئے تمہارے

اور اللہ نے اسے نہیں بنایا مگر (صرف) بشارت تمہارے لئے

وَ لِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَ مَا

اور تاکہ مطمئن ہوں دل تمہارے ساتھ اس کے۔ اور نہیں

اور تاکہ تمہارے دل اس کے ساتھ مطمئن ہوں اور

النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۳۶﴾ ۙ

مدد مگر سے پاس اللہ غلبہ والا حکمت والا

مدد نہیں۔ مگر (صرف) اللہ کے پاس سے (جو کہ ہے) غلبہ والا (اور) حکمت والا

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

تاکہ کاٹ دے حصہ سے جو کافر ہوئے وہ

تاکہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ ڈالے

أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

یا منہ کے بل گرائیگا انہیں پھر وہ بدل جائیں نامراد

یا پھر انہیں منہ کے بل گرائے اور وہ نامراد ہو جائیں

اِطْمَئَنَّ وہ مطمئن ہوا یَطْمَئِنُّ مطمئن ہوتا ہے۔ یَقْطَعُ کاٹتا ہے۔
لِ نے اسے نصب دی ہے کبت منہ کے بل گرایا۔ لعنت کی۔ غمزدہ کیا۔ خاب وہ
نامراد ہوا خآئب نامراد

تفسیر آیت ۱۲۳ —— ۱۲۷

دیکھو تفسیر آیت ۱۳

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ

نہیں لئے تیرے سے سررشتۂ کار کچھ

(اے نبی!) آپ کا امر میں کچھ نہیں

اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ

یا پھر متوجہ ہو ان پر یا عذاب دے انہیں

(اللہ) یا ان کی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب دے

فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ لِلّٰهِ مَا

تو یقیناً وہ ظالم اور لئے اللہ جو

تو یقیناً وہ ظالم ہیں۔ اور اللہ کا ہے جو

Marfat.com

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

میں	آسمان	اور	جو	میں	زمین

آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ

وہ بخشتا ہے	لئے	جو	وہ چاہتا ہے	اور عذاب دیتا ہے

وہ جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٩﴾ ع ۱۳

جسے	وہ چاہتا ہے۔	اور اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

عذاب دیتا ہے اور اللہ بخشنے والا ہے رحم کرنے والا ہے

تَوْبَة (پلٹنا) بندے کی طرف سے ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں گناہ سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف آنا۔ توبہ اللہ کی طرف سے ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا دوبارہ توجہ یا التفات کرنا۔ توبہ قبول کرنا۔

اَوْ يَتُوْبَ کا نظم سابقہ آیت میں اَوْ يَكْبِتَهُمْ سے مسلسل ہے۔ يَتُوْبَ کی حالتِ نصبی سابقہ آیت میں لِيَقْطَعَ کے لام کی وجہ سے ہے۔

تفسیر آیت ۱۲۸ —— ۱۲۹

امرِ الٰہی میں کوئی شریک نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خبردار کیا گیا ہے کہ اَمر یعنی سب کاموں کا سررشتہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہے فیصلہ کرے۔ اپنے امر میں

Marfat.com

کسی کو شریک نہیں کرتا۔

کافروں کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنی مرضی سے اُن کے ساتھ مناسب سلوک کرے گا۔ آپؐ ان کے لئے مغفرت نہ مانگیں اور نہ ذاتی رنجش کی وجہ سے ناراض ہو کر اُنہیں بددعا دیں۔ ان کا انجام اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

اُحد کی جنگ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا اور خون بہنے لگا تو آپؐ نے خون پونچھتے ہوئے فرمایا، جن لوگوں نے اپنے نبیؐ کو زخمی کیا اور اس کا دانت توڑ دیا حالانکہ وہ انہیں اللہ کی طرف بلا رہا ہے وہ کیسے فلاح پا سکتے ہیں۔ اس وقت یہ وحی نازل ہوئی لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ لیکن اس کا مطلب بہرحال عام ہے۔ کسی خاص واقعہ میں منحصر نہیں رکھا جا سکتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا

اے	جو	ایمان لائے	نہ کھاؤ

اے ایمان والو! نہ کھاؤ

الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً

سود	کئی گنا	بڑھایا ہوا

سود کئی گنا بڑھایا ہوا

وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۳۰﴾

اور	ڈرو	اللہ	تاکہ	تم	تم فلاح پاؤ

اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡۤ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۱۳۱﴾

اور ڈرو آگ جو تیار کی گئی لئے کافرین

اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے

اَکَلَ اس نے کھایا یَاۡکُلُ وہ کھاتا ہے لَاتَاۡکُلُوا مت کھاؤ ضِعۡف برابر دو یا دو سے زیادہ گنا اَضۡعَاف کئی گنا ضَاعَفَ باہم بڑھایا ہوا اس سے مُضَاعَف مفعول ہے یعنی باہم بڑھایا ہوا اَفۡلَحَ اس نے نجات پائی تُفۡلِحُوۡنَ تم فلاح پاؤ گے۔

اَعَدَّ اس نے تیار کیا اُعِدَّ وہ تیار کیا گیا اُعِدَّتۡ وہ تیار کی گئی۔

تفسیر آیت ۱۳۰ ــــ ۱۳۱

سود کی حرمت

عرب میں سود کا عام رواج تھا۔ قرض ادا کرنے کی میعاد آتی اور قرض دار قرض یا سود کی رقم ادا نہ کر سکتا تو سود کو اصل رقم میں شامل کر دیتے تھے۔ اس طرح سود در سود کی رقم تیزی سے بڑھتی جاتی تھی۔ اسے آیت ۱۳۰ میں اَضۡعَافًا مُّضَاعَفَۃً کہا گیا ہے۔

قرآن حکیم کی دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ سود در سود ہی نہیں ہر قسم کا سود حرام ہے۔ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ کفر کے قریب جا پہنچتا ہے۔

سود نہایت سنگدلانہ حرکت ہے۔ اسلام اس کو بیخ و بُن سے اُکھاڑنا چاہتا ہے۔ اس کے مقابل سخاوت، قرض حسنہ اور مالی ایثار کی تعلیم دیتا ہے۔

عربی میں سود کے لئے رِبٰو کا لفظ آتا ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں، زیادتی لیکن فقہ میں رِبا سے مراد ہے کسی ایسی چیز کے بدلہ میں جس کا وزن ناپ یا شمار

ہو سکے اس کی ہم جنس چیز مقدار میں بڑھا کر لینا۔ ربا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو عرفِ عام کا سود ہے، سادہ ہو چاہے سود در سود۔ اس کو رِبَا النَسِیْئَۃ یعنی ادھار کا سود کہتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم جنس چیزوں کا آپس میں اس طرح مبادلہ کیا جائے کہ ان میں سے ایک کی جنس عمدہ تر ہو یا اس کا وزن دوسری سے زیادہ ہو۔ اسے رِبَا الْفَضْلِ کہتے ہیں۔ یہ بھی لوٹ کھسوٹ کا بہانہ ہو سکتا ہے، اس لئے حرام قرار دیا گیا۔

ربا یا سود کی اصل روح یہ ہے کہ اس میں آدمی بغیر کسی محنت کے یا نقصان کی ذمہ داری کے اپنا سرمایہ دے کر دوسرے آدمی سے نفع لیتا ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر کسی کے ساتھ تجارت میں شرکت کی ہے تو نفع کے ہمراہ نقصان میں بھی برابر کا شریک ہونا چاہیے ورنہ آمدن ربو کی تعریف میں آئے گی اور حرام ٹھہرے گی۔

اسلام سے قبل عربوں میں سودی کاروبار عام تھا۔ قریش کے بعض امراء سود کا بہت وسیع کاروبار کرتے تھے۔ یہودِ مدینہ کے سودی قرضوں کا جال سارے حجاز میں پھیلا ہوا تھا۔ مدینہ کے اکثر لوگ ان کے مقروض تھے اور ان کے رحم و کرم پر غلاموں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔

عرب کے سرمایہ داروں کو جب سود خوری سے منع کیا جاتا تو وہ کہتے اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا یعنی تجارت اور سود ایک چیز ہیں۔ جب تجارت میں گناہ نہیں تو سود میں کیا خرابی ہے۔

بعض خرابیاں اس قدر گہری اور پوشیدہ ہوتی ہیں کہ ان کے تباہی خیز اثرات ایک مدت کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ اس وقت تک یہ اثرات اتنی جڑیں پھیلا چکے ہوتے ہیں کہ ان پر قابو پانا اور قوم کو تباہی سے بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔ سود کا بھی یہی حال ہے۔ بظاہر یہ تجارت کی ایک سیدھی سادہ اور بے ضرر نوع ہے۔ اس کی ہلاکت آفرینیوں تک بہت کم لوگوں کی نگاہ پہنچ سکتی ہے۔ اس لئے

بعض لوگ ایسے حرام ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں مصلحت کا پہلو ڈھونڈھنا اور جب تک یہ پہلو نظر نہ آئے حکم ماننے سے انکار کر دینا اصحابِ ایمان کا شیوہ نہیں۔ لہٰذا سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاں سود سے منع فرمایا ہے وہاں اس کے اقتصادی پہلوؤں پر کوئی بحث نہیں کی۔ صرف عام نوعیت کی دو خرابیاں بتا دیں۔ یعنی:

(۱) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس طرح کھڑے ہوتے ہیں جیسے شیطان نے انہیں چھو کر بد رفتار کر دیا ہو۔

مراد یہ کہ ان کے ذہنوں سے اچھائی اور برائی کی تمیز مٹ جاتی ہے۔ ان کا ہر قدم برائی کی طرف جاتا ہے۔ جو لوگ اتنی عقل نہیں رکھتے کہ ہمدردی اور خوں خواری میں کیا فرق ہے اُن سے اور کسی تمیز اور قوتِ فیصلہ کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

سود کی ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ انسان کو سنگدل کر دیتا ہے۔ سود خواروں کی سنگدلی تاریخ کی عدالت میں ثابت ہے۔ اس کے برعکس اسلام رحم دلی کی تعلیم دیتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ مراد یہ کہ سود خور قوم کا اقتصادی ڈھانچہ آخر تباہ ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں میں مالی ایثار کا جذبہ پایا جائے۔ ان کی صنعت، تجارت اور دیگر کاروبار میں برکت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سود خوار کو غموں اور پریشانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور ان کے برخلاف سخاوت شعار لوگوں کو فراخ دل، کشادہ طبع اور خوش حال رکھتا ہے۔

لَعَلَّكُمْ		وَالرَّسُوْلَ	وَ	اللّٰهَ	وَاَطِيْعُوا	
تم	تاکہ	رسول	اور	اللہ	اطاعت کرو	اور

اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی تاکہ تم

تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى

تم پر رحم کیا جائے اور سُرعت سے بڑھو طرف

پر رحم کیا جائے اور تیزی سے بڑھو بخشش کی طرف

مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا

بخشش سے رب تمہارا اور جنّت چوڑائی اس کی

(جو ہے) تمہارے رب کی طرف سے اور جنّت (کی طرف) جس کی

السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

آسمان اور زمین تیار کی گئی لئے ڈر رکھنے والے

چوڑائی ہے آسمان اور زمین تیار کی گئی ہے ڈر رکھنے والوں کے لئے

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ

جو خرچ کرتے ہیں میں آسانی

جو خرچ کرتے ہیں آسانی میں

وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ

اور تنگی اور دبانے والے غصّہ

اور تنگی میں (بھی) اور غصّہ دبانے والے

وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَ اللّٰهُ

اور درگزر کرنے والے سے لوگ اور اللہ

اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور اللہ

Marfat.com

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾ ج وَ الَّذِيْنَ

چاہتا ہے احسان کرنے والے اور جو

احسان کرنے والوں کو چاہتا ہے اور (ان کے لئے) جو

اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا

جب کام کیا انہوں نے قبیح بات[1] یا ظلم کیا انہوں نے

جب کوئی قبیح بات کر بیٹھے یا اپنی جانوں پر

اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا

جانیں ان کی یاد کیا انہوں نے اللہ پھر مغفرت مانگی

ظلم کر بیٹھے (تو) انہوں نے اللہ کو یاد کیا (اور) پھر اپنے گناہوں

لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ

لئے گناہ ان کے اور کون بخشتا ہے گناہ

کے لئے مغفرت مانگی اور اللہ کے سوا کون گناہوں

اِلَّا اللّٰهُ ۫ قف وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى

مگر اللہ اور نہ اصرار کیا انہوں نے پر

کو بخشتا ہے اور انہوں نے ضد نہ کی اس پر جو

مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٥﴾

جو کیا انہوں نے اور وہ جانتے ہیں

کر بیٹھے اور وہ جانتے ہیں۔

[1] قول یا فعل

أُولَٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ

وہ - یہ | جزاء | ان کی | مغفرت

یہ (لوگ ہیں کہ) ان کی جزاء ہے اُن کے رب

مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ

سے | رب | اُن کا | اور | باغ | بہتی ہیں

کی طرف سے مغفرت اور باغ جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط

نیچے | اس کے | نہریں | مقیم | ان میں

نیچے نہریں بہتی ہیں وہ مقیم رہیں گے ان میں

وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ط (۱۳۶)

اور | خوب | اجر | عمل کرنے والے

اور عمل کرنے والوں کے لئے خوب اجر ہے۔

کَظَمَ اُس نے دبایا۔ ضبط کیا۔ اس کے اصل معنی ہیں دروازہ، نہر یا بھری ہوئی مشک کا منہ بند کرنا۔ مراد ہے غصہ میں لبریز ہونے کے باوجود اپنے پر قابو رکھنا۔ کَاظِم اسم فاعل ہے۔

فُحش: قبیح۔ حد سے نکلنا۔ فَاحِشَۃ قبیح قول یا فعل، وہ کام جو اللہ کے حکم سے باہر ہے، بے حیائی کا کام۔ اَصَرَّ اس نے اصرار کیا۔ لَمْ یُصِرُّوْا انہوں نے اصرار نہ کیا، اس پر ضد نہ باندھ لی۔ تَحْتَ یا مِنْ تَحْتِ نیچے۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۳۲ — ۶

احسان

اِن آیات میں اہلِ اسلام کو مندرجۂ ذیل باتوں کی تلقین کی گئی ہے:

(۱) اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔

(۲) تقویٰ رکھو۔

(۳) تنگی ہو یا آسانی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں حسبِ توفیق کچھ مالی ایثار کرتے رہو۔ دن بھر کی محنت کے بعد اگر تھوڑی سی مزدوری بھی ملے تو اس میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سخی آدمی اللہ کے لوگوں کے اور جنّت کے قریب ہوتا ہے۔ وہ دوزخ سے دُور رہتا ہے۔ بخیل آدمی اللہ سے لوگوں سے اور جنّت سے دُور ہوتا ہے۔ وہ آگ کے قریب رہتا ہے۔ جاہل سخی (شخص) بخیل عابد کے مقابلہ میں اللہ کو عزیز ہوتا ہے۔ (خازن بحوالہ ترمذی)

(۴) غصّہ آجائے تو دبانے کی کوشش کرو۔ ایذاء رساں آدمیوں سے جہاں تک ہو سکے درگزر کرو۔

مندرجۂ بالا اعمال کو اللہ تعالیٰ احسان کا نام دیتا ہے۔ احسان کا مادہ حُسن ہے۔ احسان اس کام کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کی نگاہ میں بہت پسندیدہ اور مرغوب ہو۔

(۵) اگر کسی گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو نیک لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی کے خواستگار ہوتے ہیں اور آئندہ گناہوں سے بچ کر رہنے کا عزم کرتے ہیں۔ اسے قرآنِ حکیم نے توبہ کا نام دیا ہے۔

Marfat.com

توبہ

گناہ انسانی فطرت کے آئینہ کو داغدار کرتے ہیں اور نیکی اسے صیقل کرتی ہے آئینۂ فطرت کا جوہر چونکہ پاکیزہ ہے اس لئے بنیادی طور پر اس کی رغبت نیکی سے ہے اور برائی کے مقابلہ میں نیکی کا اثر زیادہ سرعت سے قبول کرتا ہے - لہذا انسان کو چاہیئے کہ اس سے کوئی برائی واقع ہوجائے تو نجات سے مایوس نہ ہو- وہ صدقِ دل سے توبہ کرے اور نیکی کی طرف جھک جائے تو ان کے سب گناہ مٹ سکتے ہیں اور اس کے آئینۂ اخلاق کا زنگار اُکھڑ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں عمل کا اندازہ نیّت کے پیمانہ سے ہوتا ہے۔ نیّت جتنی قوی ہو گی عمل اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اتنا وزنی ہو گا۔ اگر کسی نے صدقِ دل سے جہاد کی تمنّا کی لیکن اسے موقع نہ مل سکا تو جب بھی جہاد کا ثواب اس کے حساب میں لکھا جائے گا۔ توبہ کا بھی یہی معاملہ ہے۔

حدیثِ نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے اسی طرح خوش ہوتا ہے جیسے ایک شخص جو دشت میں تھا کہ اس کی سواری بھاگ گئی۔ اس پر کھانے پینے کا سامان تھا: وہ مایوس ہوکر درخت کے سایہ میں پڑ گیا اور اس کی سواری اچانک لوٹ آئی[1]

گناہ کے بعد ندامت ہو اور خلوصِ دل سے ایک آنسو بھی ٹپک پڑے تو یہ آنسو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والے کا آگ میں جانا ایسا ہی محال ہے جیسے دودھ کا پلٹ کر تھنوں میں جانا[2] حدیثِ قدسی ہے کہ اے ابنِ آدم جب تو نے مجھے پکارا اور مجھ سے اچھی امید رکھی تو میں تیری بخشش کروں گا چاہے تجھ سے کوئی گناہ بھی سرزد ہو۔ اے ابنِ آدم مجھے پروا نہیں چاہے تیرے گناہ آسمان

---

[1] ریاض الصالحین باب التوبہ [2] ریاض الصالحین باب فضل البکاء من خشیۃ اللہ

Marfat.com

کے بادلوں تک جا پہنچیں اور تو نے مغفرت مانگی تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اے ابنِ آدم تو زمین کو اپنی خطاؤں سے بھر کر بھی میرے پاس آئے اور مجھے اس حالت میں ملے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو میں زمین کو مغفرت سے بھر کر تیری طرف لوٹوں گا۔ (اربعین نووی)

توبہ کے لغوی معنی ہیں لوٹنا یعنی آدمی گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دور ہٹ جائے تو پشیمان ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنا۔ انسان جب اللہ کی طرف پلٹتا ہے تو اللہ بھی اس کی طرف التفات کرتا ہے۔ اس التفاتِ الٰہی کو بھی توبہ کہتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ توّاب کہلاتا ہے۔

مومن کی توبہ اللہ تعالیٰ فوراً قبول کرتا ہے بشرطیکہ

(۱) گناہ پر سچی ندامت ہو۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۝ (اے ایمان والو! اللہ کی طرف اخلاص سے لوٹو)

(۸:۶۶)

(۲) آدمی گناہ سے کٹ جائے۔

(۳) آئندہ برائی سے بچنے کا پختہ عزم ہو۔ محض زبان کی توبہ مقبول نہیں جب تک نیک بننے کی پوری کوشش نہ کی جائے۔

برائی علانیہ کی ہے تو توبہ بھی علانیہ کرے اور اگر پوشیدہ کی ہے تو پوشیدہ توبہ کرے۔ بدی کا چرچا کرنا درست نہیں۔

ایک صحابیؓ سے کوئی گناہ سرزد ہوا جس کی قانون میں گرفت نہ تھی۔ وہ نادم ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر عرض کی کہ مجھے سزا دیجیے آپؐ خاموش رہے۔ نماز کا وقت ہوا۔ صحابیؓ نے حضورؐ کے ہمراہ نماز ادا کی اور دوبارہ اپنی درخواست پیش کی۔ آپؐ نے فرمایا، کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ بولے، ہاں۔ فرمایا، تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارا گناہ بخش دیا۔ دوبارہ نہ کرنا۔ [1]

[1] ریاض الصالحین

Marfat.com

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ

گزری ہیں | سے | پہلے | تم | طریقے۔ دستور

تم سے پہلے (بھی جزا کے) (یکھ) طریقے گزر چکے ہیں

فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ

تو | چلو | میں | زمین | پھر | دیکھو | کیسا

تو زمین میں سیاحت کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا

ہوا | انجام | جھٹلانے والے | یہ

والوں کا کیسا انجام ہوا یہ

بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ

وضاحت | لئے | لوگ | اور | ہدایت | اور | نصیحت

وضاحت ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾

لئے | ڈر رکھنے والے

ڈر رکھنے والوں کے لئے۔

خَلَی چلا گیا۔ گزر گیا خَلَتْ مؤنث کا صیغہ ہے۔
سُنَن جمع ہے سُنَّة کی۔ سنت کے معنی ہیں رستہ۔ طریقہ۔ بعض نے آیات بالا میں سُنَن کے معنی واقعات یا جماعتیں بھی لکھی ہیں۔

Marfat.com

سَارَ وہ چلا، روانہ ہوا۔ سِرْ تو چل، روانہ ہو، سیاحت کر۔ سِیْرُوْا یہاں مراد ہے: سیاحت کرو۔ اس سے سَیْر اور سِیْرَۃ مصدر ہیں۔

تفسیر آیت ۱۳۷ — ۱۳۸

سرکشوں کا انجام

دنیا میں عاد و ثمود اور قوم فرعون وغیرہ نے قوت و حشمت کا خوب ڈنکا بجایا۔ طاقت کے نشہ میں بدمست ہو کر اللہ تعالیٰ کے باغی ہوئے لیکن نہایت عبرت ناک طریقے سے مٹا دئے گئے۔ عاد و ثمود کے پرشوکت تمدن کے کھنڈر آج ریت کی گہرائیوں میں ڈھونڈے جا رہے ہیں۔ فرعونوں کی لاشیں سامانِ تماشا ہیں۔

کفر اور سرکشی کا انجام تباہی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ دنیا کی سیاحت کرو اور عاد و ثمود اور فراعنہ وغیرہ کے آثار دیکھ کر عبرت حاصل کرو (آیت ۱۳۷) ان آثار کو اگر آدمی چشمِ دل کھول کر دیکھے اور دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو تو قرآن حکیم کے ارشادات مزید واضح ہوتے ہیں۔ ان سے ہدایت اور نصیحت حاصل ہوتی ہے (دیکھو آیت ۱۳۸)

وَلَا تَهِنُوْا	وَلَا تَحْزَنُوْا	وَاَنْتُمْ
اور مت کمزور پڑو	اور نہ غم کرو	اور تم
اور کمزور نہ پڑو اور غم نہ کرو		اور اگر تم

الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

بلند اگر تم ہوئے۔ ایمان والے

واقعی مؤمن ہو تو تم بلند ہو گے

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ

اگر چھوئے تمہیں زخم تو ہے چھوا لوگ زخم

اگر تمہیں زخم نے چھوا ہے تو اس کے مانند زخم نے (تم سے پہلے) لوگوں

مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ

مانند اس کے اور وہ۔ یہ دن

کو چھوا ہے اور یہ دن ہیں

نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَ

ہم منتقل کرتے ہیں انہیں درمیان لوگ اور

ہم (جنہیں) لوگوں کے درمیان پھیرتے ہیں اور

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تاکہ جانچ لے اللہ جو ایمان لائے

تاکہ اللہ جانچ لے انہیں جو ایمان لائے

وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ

اور لے تم سے شہید ہونے والے

اور تم سے شہید ہونے والوں کو قبول کرے

وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَ

اور اللہ نہیں وہ چاہتا ہے ظلم کرنے والے اور

اور اللہ ظالموں کو نہیں چاہتا اور

لِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

تاکہ نکھار دے[1] اللہ جو وہ ایمان لائے

تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نکھار دے

وَ یَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ

اور مٹائے کفر کرنے والے کیا تم نے گمان کیا

اور کافروں کو مٹا ڈالے کیا تم نے گمان کر لیا

اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَعْلَمِ

کہ تم داخل ہو جنت اور ابھی نہ جانچا

کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور ابھی اللہ نے نہیں

اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ

اللہ جو جہاد کیا انہوں نے سے تم (تم سے)

جانچا تم میں سے ان کو جنہوں نے جہاد کیا

[1] شاہ عبد القادر۔ اور تاکہ خالص کرے (شاہ رفیع الدین) تاکہ میل کچیل سے صاف کرے (تھانوی)

Marfat.com

وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (۱۴۲) وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ

اور جاننا | صبر کرنے والے | اور | تم تمنا کرتے تھے

اور نہ جانچا ثابت قدم رہنے والوں کو اور تم موت کی تمنا کرتے تھے

الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ

موت | سے | پہلے | کہ | سامنے آئے | اسے | تو | ہے

اس سے پہلے کہ تم اس کے سامنے آؤ اور تم نے

رَاَيْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (۱۴۳) ع

۱۴ ع ۵

دیکھا تم نے | اسے[1] | اور | تم | نظر رکھتے ہو[2]

اسے دیکھ لیا ہے اور تم بینائی رکھتے ہو۔

وَهَنَ کمزور پڑا یَهِنُ کمزور پڑتا ہے لَا تَهِنُوْا کمزور نہ پڑو۔
حَزِنَ غمگین کیا یَحْزُنُ غمگین کرتا ہے۔ حَزِنَ غمگین ہوا یَحْزَنُ غمگین ہوتا ہے
لَا تَحْزَنُوْا غمگین نہ ہو۔

یَمْسَسْ یہ اِنْ کی وجہ سے یَمَسُّ کی جزمی حالت ہے۔

قَرْحٌ یا قُرْحٌ زخم مُدَاوَلَۃٌ کسی شے کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل
کرنا تَمْحِیْصٌ خالص کرنا۔ معاف کرنا۔ خرابی ہٹانا۔ نکھارنا۔

لَمَّا یہ لَمْ کا عمل رکھتا ہے اور مضارع کو جزم دیتا ہے۔ یَعْلَمُ جانتا ہے
لَمَّا یَعْلَمِ اس نے نہ جانا۔

تَمَنَّوْنَ اصل میں تَتَمَنَّوْنَ ہے۔ مِنْ قَبْلُ کے معنی ہیں قَبْلُ

---

[1] یعنی موت کو [2] وقال الزجاج معناه فقد رأيتموه وانتم بصراء (خازن)

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۳۹ ـــــ ۱۴۳

جہاد میں آزمائش ہے ۔ (۱)

اُحد کی جنگ میں ستر انصار اور پانچ مہاجرین شہید ہوئے تھے ۔ ستر زخمی ہوئے حضرت حمزہؓ اور حضرت مُصعبؓ بن عُمیر ایسی ہستیاں جامِ شہادت نوش کر گئیں ۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر زخم آئے اور ایک دانت ٹوٹ گیا ۔ یہ دیکھ کر بعض مسلمان کچھ دل شکستہ ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مندرجۂ صدر آیات میں بتایا گیا کہ اس سے پہلے کفار بھی تمہاری طرح جانی نقصان اٹھا چکے ہیں یعنی بدر میں ان کے ستّر آدمی لقمۂ اجل ہوئے اور ستّر گرفتار ہوئے ۔ اُحد کی جنگ میں بھی ابتداءً ان کے بیس آدمی مارے گئے ۔ اُن کا مجموعی نقصان دوگنا تھا ۔ (آیت ۱۶۵) اس لئے اے مسلمانو! ہمت نہ ہارو ۔ اگر تمہارا ایمان کامل ہے تو آخر دنیا پر چھا جاؤ گے ۔

جہاد سے اللہ تعالیٰ کو تمہاری آزمائش منظور ہے ۔ اس سے کھوٹے کھرے کی پہچان ہوتی ہے ۔ اہل ایمان کی شان چمک اٹھتی ہے اور کفار راندۂ درگاہ ہو جاتے ہیں ۔

آزمائش یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر معرکہ میں فتح یاب کرے ۔ اسے آزمائش کے بجائے انعام کہنا زیادہ موزوں ہو گا ۔ آزمائش یہ ہے کہ کبھی دشمن کا پلّہ بھی بھاری ہو اور تمہاری استقامت اور حوصلہ مندی خوب نکھر کر سامنے آ جائے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فتح و شکست کی نوبت بدلتا رہتا ہے ۔

ایمان کا تقاضا یہی نہیں کہ تم نے زبان سے دین کا اقرار کر لیا اور پھر یہود کی طرح اس گھمنڈ میں آ گئے کہ اب جنت ہمارا حق ہو گئی ہے ۔ نہیں ، جب تک

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال سے جہاد نہ کرو گے جنت میں داخل نہیں ہو سکو گے
بدر کی جنگ میں بعض مسلمان شرکت نہیں کر سکے تھے۔ ان کے دل میں تمنا رہتی تھی کہ کاش ہمیں بھی جہاد کا موقع ملے اور شہدائے بدر کی طرح جاں نثاری کا ثبوت دیں (دیکھو آیت ۱۴۳) ان کی آرزو پوری ہوئی۔ اور وہ یوں کہ دشمن نے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ ان کا مقابلہ شہر سے باہر نکل کر کیا جائے یا شہر کے اندر رہ کر دفاع کریں۔ ان طلب گارانِ شہادت نے صلاح دی کہ کھلے میدان میں تیغ آزمائی کریں۔ آخر اُحد کے میدان میں صف بندی ہوئی۔ پہلے ہلّہ میں مسلمانوں نے کفار کو دبا لیا لیکن پھر خالد بن ولید کے حملہ سے نقشہ اچانک بدل گیا۔ موت سامنے کھڑی نظر آنے لگی۔ لیکن جو شہادت کے سچے طلب گار تھے وہ لمحہ بھر کے لئے بھی ہراساں نہ ہوئے (دیکھو آیت ۱۴۶) البتہ جن پر غنیمت کی خواہش غالب ہوئی ان کی وجہ سے مسلمان نقصان اٹھا گئے (دیکھو آیت ۱۶۵)

جہاد کو اسلام میں عظیم الشان اہمیت حاصل ہے۔ اس عنوان پر کچھ بحث ہم نے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں کی ہے۔ ذیل میں اس کی اہمیت کے پیشِ نظر مزید وضاحت کی جاتی ہے۔

جہاد

مفہوم جہاد کے لغوی معنی ہیں: (۱) بھرپور کوشش کرنا۔ (۲) دشمن سے جنگ
جہاد فکری، قولی، عملی اور مالی ہر لحاظ سے ہو سکتا ہے۔ علوم و مسائل میں غور و فکر کی کاوشیں، دعوتِ حق کی راہ میں زبان و قلم کی مشقتیں، میدانِ عمل میں جان و بدن کی سخت کوششیاں اور مال و متاع کی قربانیاں سب جہاد میں شمار ہوتی ہیں۔

جہاد اپنے اندر معنی و مفہوم کی ایک وسیع دنیا پنہاں رکھتا ہے۔ جہاد کبھی کبھی جان و تن کی حفاظت کا تقاضا کرتی ہے اور کبھی اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں

لٹا دینے کا اشارہ کرتی ہے، کبھی اولاد و اقربا کی خدمت گزاری کا حکم دیتی ہے اور کبھی اللہ کی خاطر ان سے بے نیاز ہو جانے کا حکم دیتی ہے

الغرض جہاد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا دوسرا نام ہے۔ اللہ کی راہ میں زندگی وقف کر دینا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کے ہر حکم اور ارشاد کے تابع ہو جانا جہاد ہے۔ یہی اسلام اور یہی ایمان ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ (۲۲-۷۸)

مُراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھرپور کوشش کا حق ادا کرو۔

زندگی کا ایک ایک ثانیہ جہاد ہے بشرطیکہ زندگی کو نیک مقاصد کے تابع کر دیا جائے۔ ایک طالب علم کے سامنے اگر فقط یہی مقصد ہو کہ وہ علم و ہنر میں کمال حاصل کر کے اپنی اور خاندان کی ترقی کا باعث ہوگا اور بس، تو اس کی شبانہ روز کی عرق ریزی چاہے اسے دنیاوی ترقی کے معراج پر پہنچا دے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستحسن نہیں ہو گی اور اگر وہ اپنی طالب علمانہ مساعی کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قوم کی فلاح کا ذریعہ سمجھے تو حصولِ علم کے لئے اس کی ادنیٰ جنبش بھی جہاد میں محسوب ہو گی۔

جہاد کی وسعت ساری زندگی کو چھائے ہوئے ہے۔ قرآن کا ایک ایک حرف اور ہادیِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایک اشارہ جہاد زندگی کی تلقین کرتا ہے۔ مگر

اصطلاحی معنیٰ میں جہاد سے مُراد اپنے اور حق کے دفاع کے لئے دشمن سے قتال (یا جنگ) ہے۔

جہاد اور عام جنگ میں بہت فرق ہے۔ جنگ ایک مطلق لفظ ہے۔ اگر اس پر نیکی، انسانیت اور شرافت کی پابندیاں لگا دی جائیں، تو اسے جہاد کہا جائے گا۔ اسلام سے قبل عرب میں جنگ کے لئے حرب کا لفظ مستعمل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے اس لفظ کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا کیونکہ اس کے ساتھ عرب کی مدتِ مدید کی سنگدلانہ اور وحشیانہ روایات وابستہ تھیں۔ آپؐ نے عربوں کو جہاد کے لفظ سے روشناس فرمایا۔ جہاد وہ جنگ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نیکی کی حفاظت کے لئے انتہائی مجبوری کی حالت میں لڑی جائے۔ اگر اس سے تجاوز کیا جائے اور ظلم اور بے انصافی کو راہ دی جائے تو یہ جہاد نہ رہے گا۔ بلکہ اسے حرب کہیں گے اسلام سے قبل عربوں کی خوں آشام طبیعت کو لفظ حرب سے اتنی محبت تھی کہ بعض افراد کا نام حرب رکھا جاتا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نام رکھنے سے منع فرمایا۔ حرب کے لفظ کو عربی لغت سے مٹانا مشکل تھا، اسے باقی رہنے دیا گیا۔ اور بعد میں اسلامی جنگوں کے لئے اسے بھی استعمال کیا گیا۔ مگر اصطلاحی لفظ بہر حال جہاد ہی ہے۔

اہمیت

اس دار و گیر اور تنازع للبقاء (STRUGGLE FOR EXISTANCE) کی زندگی میں جہاد سے کنارہ کشی ناممکن ہے۔ کائنات کا کارخانہ تضاد اور مسابقت کے اصول پر چل رہا ہے۔ عناصر اور طبائع میں ازل سے آویزش اور مسابقت جاری ہے تاریکی اور روشنی، نرمی اور سختی، درستی اور نادرستی، صحت اور مرض، نیکی اور بدی کی جنگ روز آفرینش سے بھڑکتی چلی آئی ہے۔ اس کی آنچ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ حق اور باطل دو متقابل قوتیں ہیں۔ ان دونوں نے ہمیشہ ایک دوسرے کو دبانے کی کوشش کی ہے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

اقبالؔ

حق و باطل کی جنگ میں حق کو یہ امتیاز رہا ہے کہ اس نے ہمیشہ اپنے بچاؤ کا پہلو اختیار کیا ہے۔ اگرچہ نیکی بجائے خود بدی کی حریف ہے مگر اس نے ہمیشہ امن کی دعوت دی ہے۔ نیکی نام ہی اس وصف کا ہے کہ کسی کے خلاف غلط اقدام

Marfat.com

نہ کیا جائے۔ مگر ادھر بدی کی روح یہ ہے کہ دوسروں کو ستایا جائے اور جو چیز اس کے بُرے ارادوں کی راہ میں آئے اُسے تباہ کر دیا جائے۔ اس لئے وہ ہمیشہ نیکی پر حملہ آور ہوتی ہے۔ ادھر نیکی بھی ایک قوّت ہے۔ ضعف یا عدم وجود کا نام نہیں۔ اس لئے زور دکھا کر سامنے آتی ہے۔ اور تصادم لا محالہ رُونما ہو جاتا ہے۔

کسی سے مفت کی دشمنی رکھنا روا نہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم بدخواہوں اور کینہ اندیشوں کی طرف سے ہمیشہ بے فکر رہیں۔ دشمن کی دشمنی ضرور نہیں کہ کھلے بندوں ہی ہو۔ دشمن دو قسم کے ہوتے ہیں یعنی ظاہر اور پوشیدہ (دیکھو ۶۴) جن اعداد کی عداوت ظاہر ہو ان کے خلاف تو حفاظت کی تدابیر لازم ہیں ہی مگر ان دشمنوں سے بھی حذر کرنا چاہیے جن کی عداوت ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے۔ وہ کسی وقت بھی گھات سے نکل کر دھاوا بول سکتے ہیں۔ ان کے اچانک حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے کہ حسب استطاعت قوت فراہم کی جائے۔ سرحدوں کو محفوظ رکھا جائے اور قوت و شوکت کی وہ نمود ہو کہ دشمن کو قدم بڑھانے کا حوصلہ ہی نہ پڑے۔ (دیکھو انفال ۶۰)

دنیا میں امن کے قیام کے لئے جہاد از بس ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ
الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (بقرہ ۲۵۰)

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ باز نہ رکھتا تو زمین میں فساد ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ سب جہانوں پر رحم کرنے والا ہے

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بہانہ ہے۔

جہاد فرض کفایہ ہے اور اعلیٰ ترین عبادات میں سے ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن محاذ جنگ پر گزارنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے[1]

[1] ریاض الصالحین

جہاد کی کن حالات میں اجازت ہے

اہلِ اسلام کا اوّلین ہتھیار صلح ہے۔ قرآنِ حکیم کی تعلیم یہ ہے کہ کوئی لاکھ بدخواہ اور زحمت رساں ہو اس سے حتی الوسع درگزر کیا جائے۔ اس کی مخالفتوں سے چشم پوشی کی جائے اور اس کی برائی کو حسنِ سلوک سے شرمسار کیا جائے۔

(دیکھو المائدہ ۱۳ اور آلِ عمران ۱۸۶)

صلح دعوتِ اسلام کا دیباچہ ہے۔ اس لئے مسلمان کو صلح کی فضا پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہنا چاہیے۔ مگر جیسا کہ سورۂ بقرۃ کی پہلی دو رکوع سے خوب واضح ہوتا ہے دنیا میں وہ لوگ بھی ہیں جو نہ نیکی کی صدا پر کان دھرتے ہیں اور نہ صلح کی آواز سنتے ہیں۔ ان کے دل پتھر سے بھی سخت ہیں اور ان پر کفر و عصیاں کے تہ بہ تہ پردے پڑے ہوئے ہیں۔ فساد اُن کا مایۂ خمیر ہے۔ وہ شیطنت سے کبھی باز نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جا بجا تصریح فرمائی ہے کہ ان کی شر انگیزی حد سے بڑھنے لگے تو برابر کا جواب دو اور ان کی فتنہ کاریوں کا استیصال کرو۔ مٹ کر رہ جائیں گے۔ (دیکھو انفال ۲۵) مسلمانوں کی خیریت اسی میں ہے کہ وہ مل کر قوتوں کے خلاف جنگ کریں۔ اس جنگ میں ان کے لئے زندگی کا سامان۔ (دیکھو سورۃ الانفال)

مسلمان کو قطعاً اجازت نہیں کہ دنیاوی اغراض کے لئے خون بہاتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات سے منظور یہ ہے کہ اس سے حق کی سچائی اور باطل کی بے ثباتی ثابت کرے (دیکھو انفال ۔ ۷)

اسلام کے مجاہدین جب بھی میدانِ جہاد میں نکلتے ہیں حق کی مدافعت کے لئے۔ سورۂ انفال کی چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خطاب ہے کہ میں نے آپؐ کو امرِ حق میں مدینہ سے نکال کر مشرکوں کے مقابلہ روانہ کیا۔

Marfat.com

جہاد کی پکار کا جواب کس طرح دیا جائے؟

(۱) حق کے لئے سینہ سپر ہونا اہل اسلام کا فرضِ اولین ہے۔ جب حالات سے ظاہر ہو کہ اب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے اصول کے موافق میدانِ جنگ کی طرف چلنا ناگزیر ہے تو توقف نہ کرو۔ یہ گویا اللہ اور اس کے رسولؐ کی پکار ہے جس کا جواب لازم ہے۔

(۲) اولاد کی محبت اور جان و مال کے اندیشے قطعاً راہ میں حائل نہ ہوں۔ ایسے موقعوں پہ اولاد اور مال کی محبت آزمائش بن کر سامنے آتی ہے۔ اس آزمائش میں جو ناکام ہوا اس کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے

(۳) اگر دشمن ملک پر چڑھ آئے تو اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کو نہ دیکھو۔ بارہا قلیل فوجیں کثیر فوجوں پہ غالب آئی ہیں تم نیکی کے جذبہ کو لے کر اٹھو گے تو کوئی وجہ نہیں کہ فتح تمہارا ساتھ نہ دے۔ تمہاری اس فتح سے جیسا کہ بدر کی جنگ میں ثابت ہوا اللہ تعالیٰ دو کام لے گا۔ ایک تو دنیا پہ واضح ہو جائے گا کہ حق ظاہری طور پہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو بالآخر ظفرمند ہوتا ہے۔ یہ ثبوت حق کی ایک کھلی دلیل ہو گی اور دوسرے یہ فتح تمہارے لئے ربّ کریم کی نعمتوں کے دروازے کھول دے گی۔

ہمیں جنگ بدر اور اس سے پہلے کے واقعات سے ایک نہایت بصیرت افروز سبق ملتا ہے۔ مسلمان جب مکہ میں تھے تو تعداد میں کم اور سامان میں کم تر تھے۔ مشرک انہیں ہر گاہ سے کبھی کم جانتے تھے اور انہیں طرح طرح کے دکھ دیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گوناگون منصوبے باندھتے تھے۔ کبھی قید، کبھی قتل اور کبھی جلا وطنی کی تجویزیں ہوتی تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسی تدبیر کی کہ ان کی ساری چالیں اکارت گئیں۔ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو قرارگاہ بنایا جس میں دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے خوب طاقت پیدا کر لی۔ مشرک

Marfat.com

اسے بھی نہ دیکھ سکے اور مکہ سے ایک بڑا لشکر لے کر چلے تاکہ مدینہ کے مسلمانوں کو ختم کردیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی مٹھی بھر فوج کے ساتھ دارالہجرت یعنی مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اہلِ اسلام کی بے سروسامانی کا یہ حال تھا کہ گویا جانتے بوجھتے ہلاکت کے منہ میں جارہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی۔ دشمن کے دلوں میں اُن کا رعب ڈال دیا۔ فرشتوں کی کمک بھیجی۔ جنگ کی سکون شکن فضا میں انہیں پُرسکون نیند دی۔ آسمان سے بارش کا پانی بھیجا اور جب فوجوں کی ٹکر ہوئی تو دشمن کے سر پکے ہوئے پھلوں کی طرح گرنے لگے۔ ان کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ باقی فوج نے فرار کی راہ لی۔

جنگِ بدر کے بعد اور بھی کئی معرکے ہوئے جن میں مسلمانوں کو اس جنگ کی سی اعجازی کامیابیاں نصیب ہوئیں۔ کیا ان مثالوں کے ہوتے ہوئے بھی انہیں حق پہنچتا ہے کہ وہ بزدلی دکھائیں؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ انسان کے دل میں اللہ کا اور غیر اللہ کا دو خوف جمع نہیں ہوسکتے۔ ان میں سے فقط ایک کو انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ مومن کو اللہ تعالیٰ کا خوف رہتا ہے۔ اللہ کا نام سن کر ان کا دل دہل جاتا ہے وہ کسی ماسوا طاقت سے نہیں ڈرتا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ واضح حکم ہے کہ جنگ میں بزدلی مت دکھاؤ۔ بزدلوں پر اللہ کا غضب ہوگا۔ بغیر جنگی ضرورت کے منہ تک موڑنا حرام ہے بزدلی کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے غداری قرار دیا گیا ہے۔

فتح کا انحصار

جنگ صرف کثرتِ نفوس سے جیتی نہیں جاسکتی اس میں کامیابی مندرجہ ذیل اسباب پر منحصر ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو

۲۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام مانو اور ان سے منہ نہ موڑو

اخلاق نیک رکھو، اگر تم پرہیزگار بنوگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے نمایاں امتیاز قائم کردے گا۔ عبادت کرو اور خیانت سے باز رہو۔

۳۔ کامیابی پر پھول نہ جاؤ۔ غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔ مکّہ کے مشرک جنگ بدر کے لئے بڑے فخر و ناز کی چال سے نکلے تھے۔ انہیں اپنی طاقت کا بڑا گھمنڈ تھا۔ اُن کے شیطانی دل کہتے تھے کہ آج ہم سے کون جیت سکتا ہے۔ مگر مسلمانوں کے مقابل ہوتے تو چند گھڑیوں میں ہوش کھو بیٹھے۔

۴۔ ثابت قدم رہو۔ جس فوج میں عزم و ثبات ہو وہ اپنے سے دس گنا لشکر کو زیر کر لیتی ہے اور اگر بہت بے سر و سامان بھی ہو تو کم از کم دُگنے لشکر کو شکست دے سکتی ہے

۵۔ متحد رہو۔ اگر تم میں اختلاف ہوا تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ جنگ بدر کی فتح کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان جتایا ہے کہ میں نے تمہارے دلوں میں محبّت پیدا کر دی ہے۔ حالاں کہ اس سے قبل تم عرب ہمیشہ سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ساری دنیا کے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو تم میں باہمی محبت پیدا نہ ہوتی۔

اس اتحاد نے مسلمانوں کو دشمن پر فتح دلوائی

سورۂ انفال ہمیں بتاتی ہے کہ جہاد کی پکار ہو تو مندرجۂ بالا اصولوں کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کو جنگ میں بے خطر کود پڑنا چاہیے۔ مسلمان جب صلح کے تمام طریقے آزما چکیں اور بالآخر تلوار سے تلوار بھڑانا ہی پڑے تو بے جگری سے لڑیں اور دشمنوں کا بند بند کاٹ ڈالیں (آیت ۱۲)

جب تک دشمن ہتھیار نہ ڈالے بازارِ قتال کی گرمی بڑھاتے چلو۔ فساد کے کارندے اچھی طرح دُھن جائیں تو جبھی فتنوں سے باز آئیں گے

مسلمان اس وقت تک لڑتے رہیں جب تک دشمن فتنہ سے باز نہیں آتے اور مذہبی امور سے خود ساختہ قیدیں نہیں اٹھاتے اور ہاں! جب دشمن سپر ڈال دے

Marfat.com

تو مسلمان بھی جنگ سے ہاتھ اٹھا لیں۔

قیدی ہاتھ آئیں تو حسنِ مروّت سے انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ وہ مان لیں تو بہتر ورنہ جبر نہ کریں کیوں کہ تبدیلِ مذہب میں جبر نہیں۔

جہاد پر مزید بحث آیات ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۶۹، ۱۷۱ کے ذیل میں آئے گی۔

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ

اور | نہیں | محمد | مگر | رسول

اور محمد صرف رسول ہیں

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ

ہیں | گزرے | سے | پہلے | اس کے | رسول

آپ سے قبل رسول گزر چکے ہیں

اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

کیا تو | اگر | مر گیا | یا | قتل کیا گیا | تم پلٹ گئے

تو اگر آپ وفات پا جائیں | یا | قتل ہو جائیں | تو کیا

عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ

اوپر | ایڑیاں | تمہاری | اور | جو | پلٹے

تم اُلٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے | اور جو الٹے پاؤں

Marfat.com

عَلٰی عَقِبَیۡہِ فَلَنۡ یَّضُرَّ اللّٰہَ

پر ایڑیاں اس کی تو نہیں ضرر دے گا اللہ

پھر جائے تو اللہ کو وہ کچھ ضرر

شَیۡـًٔا ؕ وَ سَیَجۡزِی اللّٰہُ

کچھ اور جلد جزا دے گا اللہ

نہیں دے گا۔ اور اللہ شکر ادا کرنے والوں کو

الشّٰکِرِیۡنَ ﴿۱۴۴﴾ وَ مَا کَانَ لِنَفۡسٍ

شکر کرنے والے اور نہیں ہوا لیے جان

جلد جزا دے گا اور نہیں ہوا کسی جان کے لیے

اَنۡ تَمُوۡتَ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ

کہ وہ مرے مگر ساتھ حکم اللہ

کہ اللہ کے اذن کے سوا مرے

کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنۡ یُّرِدۡ

لکھا ہوا مقرر کردہ اور جو چاہے

لکھا ہوا ہے (اور) میعادی کیا ہوا ہے۔ اور جو (کوئی) دنیا

ثَوَابَ الدُّنۡیَا نُؤۡتِہٖ مِنۡہَا ۚ

ثواب دنیا ہم دیں گے وہ سے وہ

Marfat.com

وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ

اور جو چاہے ثواب آخرت ہم دیں گے اسے

اور جو کوئی آخرت کا ثواب چاہے تو ہم اسے اس (آخرت)

مِنْهَا ؕ وَ سَنَجْزِی الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۵﴾

سے وہ اور جلد جزا دیں گے ہم شکر کرنے والے

سے (حصہ) دیں گے اور شکر ادا کرنے والوں کو ہم جلد جزا دیں گے۔

اِنْقَلَبَ پھر گیا۔ پلٹ گیا اِنْقَلَبْتُمْ تم پھر گیے۔ پلٹ گیے۔ انقلاب مصدر ہے۔

عَقِب ایڑی اَعْقَاب جمع ہے۔

جَزٰی اس نے جزا دی۔ یَجْزِی وہ جزا دے گا۔ سَیَجْزِیْ وہ جلد جزا دے گا۔

اَرَادَ اس نے چاہا یُرِیْدُ وہ چاہتا ہے اٰتٰی اس نے دیا نُؤْتِیْ ہم دیتے ہیں شرط و جزا کی وجہ سے یُرِیْدُ اور نُؤْتِیْ کو جزم ملی اور یُرِدْ اور نُؤْتِہٖ ہوئے۔

تفسیر آیت ۱۴۴ — ۱۴۵

موت کے خوف سے جہاد ترک نہ کرو

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے۔ وہ جنگِ اُحُد کے دوران میں شہید ہوئے تو کفار نے غل مچا دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) وفات پا گیے۔ یہ سن کر بعض صحابہؓ کی ہمت

ٹوٹ گئی۔ بعضوں نے یہ کہہ کر تلواریں پھینک دیں کہ جب حضورؐ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو اب کس کے لئے جنگ کریں۔ آیاتِ زیرِ نظر میں بیان ہوا ہے کہ دین کی میعاد نبی کی وفات کے ساتھ ختم نہیں ہوتی۔ دنیا میں ہزاروں انبیاء علیہم السلام آئے اور پھر سفرِ آخرت کر گئے۔ موت ہر بشر کے لئے مقدر ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ نہیں۔ موت و حیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کی ذات حی و قیوم ہے۔

ہر انسان کو اس دنیا سے مفارقت کرنا ہے۔ دنیاوی قیام عارضی ہے۔ پھر آدمی موت کے خوف سے جہاد کیوں ترک کرے۔

جو آدمی دنیاوی فائدوں کے پیچھے پڑا رہتا ہے وہ بے شک کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کر لیتا ہے۔ جو لوگ ثوابِ آخرت کے طلب گار ہیں وہ اس ثواب میں کامیاب ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ طالبِ دنیا آخرت سے محروم رہتا ہے لیکن طالبِ آخرت دنیا سے محروم نہیں ہوتا۔

مَعَهٗ	قٰتَلَ	نَّبِيٍّ	مِّنْ	وَكَاَيِّنْ
اس کے	ہمراہ	جنگ کی	نبی	سے	کتنے ہی	اور

اور کتنے ہی نبی تھے (کہ) ان کے ہمراہ جنگ کی

وَهَنُوْا	فَمَا	كَثِيْرٌ	رِبِّيُّوْنَ
کمزور پڑے وہ	نہ	تو	بہت	اللہ والے

بہت سے اللہ والوں نے تو جو ان پر اللہ کی

Marfat.com

لِمَآ اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

لئے جو پڑا ان پر میں رستہ اللہ

راہ میں آیا اس سے ڈھیلے نہ پڑے

وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَكَانُوْا ط

اور نہ کمزور پڑے اور نہ ناتواں ہوئے۔ دبے

اور کمزور نہ پڑے اور نہ دبے

وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٦﴾ وَ

اور اللہ چاہتا ہے ثابت قدم رہنے والے اور

اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو چاہتا ہے۔ اور

مَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا

نہ تھا کہنا ان کا مگر کہ کہا انہوں نے

ان کا کہنا صرف یہ تھا کہ انہوں نے کہا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ

اے رب ہمارے مغفرت کر لئے ہمارے گناہ ہمارے اور

اے ہمارے رب! ہمارے لئے بخش کر ہمارے گناہوں کی اور

اِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ

حد سے نکلنا ہمارا میں امر ہمارا اور پختہ رکھ

ہمارے امر میں ہمارے حد سے نکلنے کی اور ہمارے

Marfat.com

اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

قدم ہمارے اور مدد دے ہمیں خلاف لوگ

قدم پختہ رکھ اور کافر لوگوں کے خلاف

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا

کفر کرنے والے تو دیا انہیں اللہ ثواب دنیا

ہمیں مدد دے تو اللہ نے انہیں دیا دنیا کا ثواب

وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ط وَ اللّٰهُ

اور خوبی ثواب آخرت اور اللہ

اور آخرت کے ثواب کی خوبی اور اللہ

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع

۱۵ ع ۵ ۶

چاہتا ہے احسان کرنے والے

احسان کرنے والوں کو چاہتا ہے۔

اِسراف حد سے نکلنا مُسرِف اس سے فاعل ہے ثَبَتَ جم گیا ثَبَّتَ جما دیا پختہ رکھا اَقْدَام جمع ہے قَدَم کی۔

تفسیر آیت ۱۴۶ ـــــ ۱۴۸

مجاہدین کی استقامت

جہاد اہل حق کا شروع سے شیوہ رہا ہے۔ اللہ والوں نے بار ہا انبیاء علیہم السلام

Marfat.com

کے ہمراہ میدانِ جنگ میں قدم رکھا۔ بڑے نقصان اٹھائے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہوئے۔ دل سے کوشش کی اور جان پر کھیل گئے تاہم کبھی مغرور نہ ہوئے۔ ہمیشہ یہ کھٹکا ہی رہا کہ ہم سے کوئی کوتاہی یا زیادتی سرزد نہ ہو گئی ہو۔

اِسراف: زیادتی کے لئے قرآنِ حکیم میں اِسراف کا لفظ آیا ہے۔ اسراف کے معنی ہیں حد سے نکل جانا۔ مثلاً مغلوب دشمن پر ناحق زیادتی کرنا یا فتح پر مغرور ہو جانا اور اسے اللہ تعالیٰ کی مدد کے بجائے اپنی قوت و شجاعت کا ثمرہ سمجھ لینا۔ آیت ۱۴۷ میں اِسراف سے یہی مراد ہے۔ اسراف ویسے دولت اور صحت لٹانے کے معنی بھی رکھتا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا إِن تُطِيعُوا

اے | جو | ایمان لائے | اگر | تم اطاعت کرو

اے ایمان لانے والو! اگر تم کافروں

الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ

جو | کافر ہوئے | پلٹ دیں | تمہیں | پر | ایڑیاں | تمہاری

کی اطاعت کرو تو وہ تمہیں الٹے پاؤں مرتد کر دیں

فَتَنقَلِبُوا خَٰسِرِينَ ﴿١٤٩﴾ بَلِ اللَّهُ

تو | تم ہو جاؤ | خسارہ مند | بلکہ | اللہ

اور تم خسارہ مند ہو جاؤ بلکہ اللہ

مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿١٥٠﴾

ساتھی، مددگار تمہارا اور وہ بہترین مدد کرنے والے

تمہارا ساتھی ہے اور مدد کرنے والوں میں بہترین ہے۔

تفسیر آیت ۱۴۹ —— ۱۵۰

دیکھو تفسیر آیت ۹۷ تا ۱۰۱

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ

جلد ڈالیں گے ہم میں دل جو کافر ہوئے رعب

ہم کافروں کے دلوں میں جلد رعب ڈالیں گے

بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ

بسبب جو شریک ٹھہرایا انہوں نے ساتھ اللہ جو نہیں اتاری

بسبب اس کے جو انہوں نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا جس کے ساتھ اس نے

بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ

ساتھ اس کے سند اور ٹھکانا ان کا آگ اور

کوئی سند نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور

بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٥١﴾

برا مسکن ظالم

اور وہ ظالموں کے لئے برا

اَلْقَی ڈالا نُلْقِی ہم ڈالیں گے سُلْطَان قدرت، سَنَد، حجت، دلیل۔
اَوٰی ٹھکانا کیا مَاْوٰی ٹھکانا۔ مکان ثَوٰی کسی جگہ مستقلاً ٹھہرنا۔
مَثْوٰی مسکن۔ مستقل ٹھہرنے کی جگہ۔

تفسیر آیت ۱۵۱

کُفّار کی مرعوبیّت

مشرک طبعاً بزدل ہوتا ہے۔ اُس کے بتوں کے ساتھ کوئی سلطان یعنی حجت، سند وابستہ نہیں ہوتی۔ وہ ہیچ اور ناچیز ہوتے ہیں۔ زیادہ دیر تک اس کے دل کو سہارا نہیں دے سکتے۔

اُحُد کی جنگ میں پچہتر مسلمان شہید ہوئے لیکن پھر بھی لڑائی کے پلڑے آخر برابر رہے۔ مشرکین نہایت عجلت سے سامانِ سفر باندھ کر مکہ روانہ ہو... ان کی فوری واپسی کی وجہ آج تک اس کے سوائے اور کچھ نہیں بتائی جا سکتی... وہ مسلمانوں کے جوابی حملہ سے دل ہی دل میں مرعوب ہو گیے تھے۔ ان کے پا... مسلمانوں کا کوئی قیدی نہ تھا۔ مالِ غنیمت بھی نہ ملا تھا۔ اُلٹا اپنے دو آدمیوں... مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر چھوڑ گیے۔

ابوسفیان جب مدینہ سے کچھ آگے روحاء کے مقام پر پہنچا تو یکایک خیال آیا کہ فتح و شکست کا تو کچھ فیصلہ نہ ہوا اور مسلمان ادھ موئے زندہ رہ گیے حالا... کی جنگ سے کفار کا صرف ایک رئیس زندہ بچا تھا اور وہ ابوسفیان تھا... نے اس جنگ میں شرکت ہی نہ کی تھی۔ اس نے روحاء سے پلٹ کر پھر حملہ کا چا... لیکن اتنے میں خبر ملی کہ مسلمان ہتھیار باندھ کر تمہارے تعاقب میں نکل چکے ہی... اُس پر ہراس طاری ہو گیا اور بھاگ کر سیدھے مکہ میں دم لیا۔

میدانِ اُحُد سے جاتے ہوئے ابوسفیان اعلان کر گیا تھا کہ اگلے برس...

Marfat.com

میدان میں جنگ ہوگی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور فرمایا۔ آپ اگلے برس مقررہ میعاد پر میدانِ بدر میں تشریف لے گئے۔ اُدھر سے ابوسفیان بھی لشکر لئے مکہ سے نکلا لیکن رستہ ہی میں جی چھوڑ بیٹھا اور واپس چلا گیا۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ

اور - بے سچ کر دکھایا تمہیں وعدہ اس کا جب

اور یقیناً اللہ نے تمہیں اپنا وعدہ سچ کر دکھایا[1] جب

تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا

قتل کرتے (تھے) تم انہیں ساتھ حکم اس کے حتّٰی جب

تم انہیں اُس کے حکم سے کاٹے ڈالتے تھے اس وقت تک کہ تم نے

فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَ

کمزوری دکھائی تم نے اور تم جھگڑے میں حکم اور

(نافرمانی) کمزوری دکھادی اور حکم میں اختلاف کیا اور

عَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ

نافرمانی کی تم نے سے بعد کہ دکھایا تمہیں

تم نے نافرمانی کی اس کے بعد کہ اس نے[2] تمہیں دکھایا

مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا

جو تم چاہتے ہو تم سے جو چاہتا ہے دنیا

جو تم چاہتے تھے[3] تم میں سے (کوئی ایسا ہے) جو دنیا کی آرزو رکھتا ہے

[1] یعنی اللہ نے [3] یعنی فتح

وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ

اور تم سے جو چاہتا ہے آخرت پھر

اور تم میں سے (کوئی ایسا بھی ہے) جو آخرت کی آرزو رکھتا ہے

صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ

پھیرا اس نے تمہیں ان سے تاکہ آزمائش کرے تمہاری

اس نے تمہیں ان سے پھیرا تاکہ تمہاری آزمائش کرے

وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ

اور ـ بے معاف کیا تم سے اور اللہ والا فضل

اور اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ اور اللہ مومنوں

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

پر ایمان لانے والے

پر فضل کرنے والا ہے۔

حَسّ قتل سے استیصال کیا تَحُسُّوْنَ تم قتل کر کے بیخ کنی کر رہے تھے

رہے تھے۔ رَاٰی دیکھا آرٰی دکھایا۔

بَلٰی آزمایا یَبْلُوْ بَلَاءٌ اس سے افتعال کے باب میں اِبْتَلٰی ہے اس کے معنی

آزمایا۔ جانچا۔ یَبْتَلِی وہ آزماتا ہے لِیَبْتَلِیَ تاکہ وہ آزمائے۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۵۲

برتری استقامت سے مشروط ہے

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں سے وعدہ ہے کہ اگر وہ حق کی راہ پر قائم رہے اور اتحاد کو ہاتھ سے نہ دیا تو کامیاب و کامران ہوں گے۔ یہ وعدہ اُحُد کی جنگ میں پورا ہوا۔ آیت میں مَا تُحِبُّوْنَ کو اسی طرف اشارہ ہے۔ یہاں مَا تُحِبُّوْنَ سے مراد فتح ہے۔

چنانچہ جنگ کا آغاز ہوتے ہی مسلمانوں نے کفار کو تلواروں پر دھر لیا اور وہ بھاگ اٹھے۔ کافر مرد و زن سب نے جان بچانے کے لئے دوڑ کی بازی لگا دی۔ اس کے بعد مسلمان تیر اندازوں نے سخت غلطی کی اور عصیاں کے مرتکب ہوئے یعنی ادنیٰ برحق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہدایات کو نظر انداز کر دیا۔

ان میں سے بعضوں نے کہا کہ ہمیں اپنی جگہ کسی صورت نہیں چھوڑنی چاہیے لیکن اُن کی اکثریت یہ ماننے کو تیار نہ تھی، للہٰذا تنازع ہوا۔ جو تیر انداز پہاڑی کو چھوڑنا چاہتے تھے ان کی دلیل یہ تھی کہ ہمیں فوراً پہنچ کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنا چاہیے حالانکہ جہاد دنیا کی غرض سے نہیں بلکہ آخرت کی غرض سے کیا جاتا ہے۔

ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ یعنی پھر اللہ نے تمہارے منہ ان سے پھیر دیے یعنی جب خالد کا رسالہ سر پر آیا تو تم لوگ مشرکوں سے منہ موڑ کر فرار کرنے لگے۔ یہ حرکت اگرچہ سب صحابہؓ نے نہیں کی لیکن خطاب سب کو ہے کیوں کہ ان کی ایک ہی جماعت تھی۔ فرار کرنے والے بعد میں نادم ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا بلکہ مزید یہ کہ اُن پر فضل کیا۔ اُن کو دنیا و آخرت میں کامیابیاں عطا فرمائیں۔

Marfat.com

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ

جب تم فرار کرتے تھے[۱] اور نہ رک کر انتظار کرتے تھے

جب تم فرار کیے جاتے تھے اور کسی کی خاطر

عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ

پر کوئی اور رسول بلاتا تھا تمہیں

رکتے نہ تھے اور رسول تمہیں بلاتا تھا

فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا

میں عقب تمہارا تو دیا اس نے تمہیں غم

تمہارے پیچھے تو اس[۲] نے تمہیں غم پہ ایک

بِغَمٍّ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا

ساتھ غم تاکہ تم رنج نہ کرو پر جو

اور غم دیا تاکہ تم رنج نہ کرو اس پر جو تمہیں

فَاتَكُمْ وَ لَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ

چوک گیا تم سے اور نہ جو پڑا تم پر اور اللہ

نہیں ملا اور نہ (اس پر) جو تم پر آیا اور اللہ

[۱] جب تم سر اٹھائے چلے جاتے تھے (احمد رضا خان)

[۲] یعنی اللہ نے

Marfat.com

خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ

باخبر | ساتھ | جو | تم کام کرتے ہو | پھر

باخبر ہے اس سے جو کام تم کرتے ہو | پھر

اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً

اتاری | تم پر | سے | بعد | غم | امن

اس نے تم پر غم کے بعد امن اتارا۔

نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ

اونگھ | ڈھانپتا تھا اسے | جماعت | تم سے

کہ اونگھ تھی جو تم میں سے ایک جماعت پر چھا گئی

وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ

اور | ایک جماعت | فکرمند کیا | انہیں | جانیں | ان کی

اور ایک جماعت تھی جنہیں اپنی جانوں کی فکر لگی تھی

يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ

وہ گمان کرتے تھے | ساتھ | اللہ | غیر | حق | گمان

وہ اللہ کے بارے میں ناحق جاہلیت کا

الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا

جاہلیت | وہ کہتے تھے | کیا | لئے | ہمارے

گمان کرتے تھے | وہ کہتے تھے | کیا ہمارا

؎ نعاس مذکر ہے اس لئے فعل بھی مذکر آیا ہے۔

Marfat.com

مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ

سے امر سے کچھ کہہ یقیناً کارفرمائی

امر میں سے کچھ ہے (اے نبی!) کہہ دیجئے کہ امر سب

كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ یُخْفُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ

وہ سب اللہ کا وہ چھپاتے تھے میں دل ان کے

اللہ کا ہے وہ جی میں چھپاتے تھے

مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَكَ ؕ یَقُوْلُوْنَ

جو نہیں ظاہر کرتے تھے لئے تیرے وہ کہتے تھے

جو (اے نبی!) آپ کے آگے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ

اگر ہوا لئے ہمارے سے لہ امر کچھ

(کہ) اگر ہمارا امر سے کچھ ہوتا (تو)

مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ

نہ قتل کئے گئے ہم یہاں کہہ اگر تم ہوتے میں

ہم یہاں نہ مارے جاتے (اے نبی!) کہیے اگر تم اپنے گھروں

بُیُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ كُتِبَ

گھر تمہارے ــ نمودار ہوا لکھا گیا

میں ہوتے تو (پھر بھی) جن کے لئے قتل

لہ یعنی امر میں ہمارا بھی کچھ دخل ہوتا

Marifat.com

ج عَلَیْہِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِہِمْ

اوپر | ان کے | قتل | طرف | قتل گاہیں | ان کی

لکھا گیا (مقدر) وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نمودار ہوتے

وَ لِیَبْتَلِیَ اللّٰہُ مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ وَ

اور تاکہ | جانچے | اللہ | جو | میں | سینے | تمہارے | اور

اور تاکہ اللہ جانچے جو تمہارے سینوں میں ہے اور

لِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ ط وَ اللّٰہُ

تاکہ | نکھار دے | جو | میں | دل | تمہارے | اور | اللہ

تاکہ نکھار دے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ

عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۱۵۴)

جاننے والا | ساتھ | والی | سینے

سینے والی بات سے باخبر ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ

یقیناً | جو | منہ موڑ گئے | تم | سے | دن

یقیناً تم میں سے جو منہ موڑ لیے (اس) دن

الْتَقَی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّہُمُ

باہم ملے | دو لشکر | صرف | ڈگمگایا | انہیں

جب دو لشکر ملے انہیں صرف شیطان نے

Marfat.com

ج الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا

شیطان	بسبب	بعض	جو	انہوں نے کیا

نے ڈگمگایا ان کے بعض کیے[1] کے سبب

ط وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ

اور	ـ بے	درگزر کیا	اللہ		ان سے

اور اللہ نے انہیں معاف کیا

ع ۱۶ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ع (۱۵۵)

یقیناً	اللہ	مغفرت کرنے والا	حلم والا

یقیناً اللہ مغفرت کرنے والا ہے، حلم والا ہے

اَصْعَدَ (یُصْعِدُ) فرار ہوا۔ بھاگ کر دُور چلا گیا۔ اس سے مصدر اِصْعَاد ہے
صَعِدَ (یَصْعَدُ) چڑھا۔ بلند ہوا۔ اس سے مصدر صعود ہے۔
لَوٰی اس نے رک کر انتظار کیا۔ اس سے مصدر لَیًّا ہے۔ یَلْوِیْ وہ رک کر انتظار کرتا ہے۔ تَلْوٗنَ تم رک کر انتظار کرتے ہو۔
دَعَا اس نے پکارا یَدْعُوْ وہ پکارتا ہے اُخْرٰی صیغہ مؤنث ہے اٰخر سے۔
محاورہ میں فِیْ اُخْرٰکُمْ کے معنی ہیں وَرَاءَکُمْ یعنی تمہارے پیچھے۔ فَاَثَابَکُمْ کی ترکیب ہے فَ (تو) اَثَابَ (اس نے دیا) اور کُمْ (تم) سے۔ لِکَیْلَا کی ترکیب ہے لِکَیْ (تاکہ) اور لَا (نہ) سے غَشِیَ اس نے ڈھانپا یَغْشٰی وہ ڈھانپتا ہے۔
ھَمَّ اس نے فکر کی۔ اَھَمَّ اس نے فکر دلائی۔ ظَنَّ یَظُنُّ وہ گمان کرتا ہے۔
مَضَاجِع جمع ہے مَضْجَع کی۔ مَضْجَع کے لغوی معنی ہیں لیٹنے یا دراز ہونے کی جگہ۔ یہاں مراد ہے قتل گاہ زَلَّ وہ پھسلا۔ اِسْتَزَلَّ اس نے پھسلایا۔

[1] یعنی غنیمت کی طلب۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۵۳ ـــــ ۱۵۵

تنازع اور دنیا طلبی کے نقصانات

مسلمانوں کا ایک گروہ میدانِ جنگ سے سیدھے بھاگا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں پکارتے رہے کہ اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ کَرَّ فَلَہُ الْجَنَّۃُ (اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جس نے پلٹ کر حملہ کیا اس کے لیے جنت ہے) لیکن حضورؐ کی آواز اُن کے کانوں میں نہ پڑی۔

فَاَثَابَکُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ ۔ جو اصحابِ کرامؓ میدانِ جنگ میں موجود تھے اُنہیں ایک تو اس بات کا غم تھا کہ آئی ہوئی فتح ہاتھ سے نکل گئی۔ اسے مَا فَاتَ (جو چوک گئی یا ہاتھ سے نکل گئی) کہا گیا ہے۔ دوسرا غم یہ تھا کہ بہت جانی نقصان پہنچا ہے۔ اسے مَآ اَصَابَ (یعنی جو آپڑا) کہا ہے۔ یعنی غم پہ غم تھا لیکن اتنے میں ایک اور غم پہنچا جس نے ان سب کو دبا دیا۔ یہ غم جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا تھا۔ جب آپؐ کی شہادت کی افواہ اڑی تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اس غم میں ایسے ڈوبے کہ اور سارے غم بھول گئے۔ فتح و شکست اور نفع و نقصان کی کوئی ہوش نہ رہی۔ یہ اُن کی قوتِ ایمان کی دلیل تھی۔ اچانک آواز آئی کہ حضورؐ زندہ ہیں۔ صحابہؓ سمٹ سمٹ کر آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ وہ غم سے چور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اچانک ان پر اونگھ طاری کر دی۔ چند لمحے کھڑے کھڑے سو گئے۔ آنکھ کھلی تو طبیعت آسودہ تھی۔ تازہ دم تلوار چلانے لگے۔

مسلمانوں کے ہمراہ چند منافق بھی آ گئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام مُعتب بن قُشیر تھا۔ ان کی بابت ارشاد ہے: اَھَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ (یعنی ان کو جان کی

Marfat.com

کر لگی تھی۔ اللہ کے بارے میں متعصب والے مشرکوں کی طرح عجیب عجیب گمان کرنے لگے جاہلیت کے دور میں مشرکوں کی اپنے خداؤں کے بارے میں متلون مزاجی بھی خوب تھی۔ کسی بت سے کوئی منت مانتے اور مراد بر نہ آتی تو اسے توڑ پھوڑ دیتے۔ مصیبت میں پھنستے تو زمانے کو گالیاں دیتے تھے۔ کاہنوں سے یوں تو بڑی عقیدت رکھتے لیکن ان کی پیش گوئی غلط نکلتی تو انہیں مار ڈالتے تھے۔ منافقوں کی یہی رگ جاہلیت میدان احد میں پھڑکی اور کہنے لگے، اللہ نے آخر ہمارے بس میں رکھا ہی کیا ہے۔ ہم تقدیر کی چکی میں پس گئے۔ اُن کو تنبیہ ہے کہ اے منافقو! تم بظاہر مسلمان بن کر آئے ہو لیکن اللہ تمہارے بھیدوں کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ وہ موت و حیات کا مالک ہے۔ تم کہتے ہو کہ ہمارے بس میں ہوتا اور شرم میں پھنس کر یہاں نہ آگئے ہوتے تو شمشیر کی زد اور موت کے سایے میں کیوں کھڑے ہوتے۔ تم غلط سمجھتے ہو۔ اگر تمہاری قسمت میں مارا جانا ہی لکھا تھا تو ضرور کسی نہ کسی سبب اپنی قتل گاہوں میں پہنچتے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارا قتل منظور ہوتا تو تم ضرور مرتے لیکن وہ تو صرف تمہاری نیتوں کو جانچنا چاہتا ہے اور تمہارے دلوں میں جو نفاق ہے اُسے ظاہر کرنا چاہتا ہے۔

آیت ۱۵۵ میں تسلی ہے کہ جو مسلمان میدانِ جنگ کو چھوڑ گیے وہ باغی نہ تھے بلکہ ان سے لغزش ہو گئی تھی۔ تیر اندازوں نے غنیمت کے لیے جگہیں چھوڑ دیں۔ جنگ کا نقشہ بدل گیا اور ایسی افراتفری ہوئی کہ بعض لوگ بے سوچے سمجھے ہزیمت کھا گیے۔ اللہ تعالیٰ بشری خطا کو معاف کرتا ہے، اس لیئے ان سے درگزر فرمایا۔

آیت میں میدان سے منہ موڑنے والوں اور غنیمت پر لپکنے والوں کو ایک ہی گروہ شمار کیا گیا ہے حالانکہ ضرور نہیں کہ ہر مرحلہ میں سب برابر کے شریک ہوں لیکن چونکہ ایک ہی جماعت سے تعلق رکھتے تھے اس لیئے اُن کو اکٹھا خطاب کیا گیا ہے۔

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا

اے | جو | وہ ایمان لائے | مت ہو

اے ایمان لانے والو! مت ہو اُن کے

كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ

مانند جو | کفر کیا انہوں نے | اور | کہا انہوں نے | لئے بھائی | اُن کے

مانند جنہوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں سے کہا

اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى

جب | سفر کیا انہوں نے | میں | زمین | یا | وہ تھے | غازی

جب کہ انہوں نے زمین میں سفر کیا یا غازی تھے

لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا

اگر | وہ ہوتے | پاس | ہمارے | نہ | وہ مرتے

(کہ) اگر وہ ہمارے پاس ہوتے نہ مرتے

وَ مَا قُتِلُوْا لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ

اور | نہ | مارے گئے وہ | تاکہ | بنائے | اللہ | وہ

اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ اُسے اُن کے

حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ط وَ اللّٰهُ

ارمان | میں | دل | اُن کے | اور | اللہ

دلوں میں حسرت بنا دے ۔ اور اللہ

١

Marfat.com

يُحْيِ وَيُمِيتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے - اور اللہ ساتھ جو تم کرتے ہو

زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ

بَصِيْرٌ ﴿۱۵٦﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي

دیکھنے والا اور - اگر تم قتل کیے گیے میں

اسے دیکھنے والا ہے اور اگر تم اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ

راہ اللہ یا تم مر گیے - بخشش

مارے گیے یا تم مر گیے تو اللہ کی طرف

مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

سے اللہ اور رحمت بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں

سے بخشش اور رحمت بہتر ہے (اس) سے (جو) وہ جمع کرتے ہیں

وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ

اور - اگر تم مرے یا قتل کیے گیے تم - طرف اللہ

اور اگر تم مر گیے یا مارے گیے تو تمہیں اللہ کی

تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

تمہیں اکٹھا کیا جائے گا

طرف اکٹھا کیا جائے گا۔

غُزًّا۔ جمع ہے غازٍ (غازی) کی۔ مَّاتَ وہ مرا مُتُّمْ تم مرے

تفسیر آیت ۱۵۶ —— ۱۵۸

موت وحیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

اہلِ اسلام میں سے کئی افراد نے تبلیغی سفروں اور جہاد کے معرکوں میں طبعی موت یا شہادت پائی۔ اُن کے بعض رشتہ دار بدستور کافر تھے لیکن منافقانہ طور سے اسلام لے آئے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ خطرناک مہموں پر کیوں جاتے ہیں۔ ہمارے پاس شہر ہی میں رہتے تو ان کی جانیں ضائع نہ جاتیں۔ منافقوں کو قبیلوی تعصب کی وجہ سے اُن کے مرجانے کا بڑا رنج رہتا تھا۔ اُنہیں معلوم ہونا چاہیے تھا کہ اللہ کی راہ میں جان دینا رنج وحسرت کی بات نہیں بلکہ مغفرت اور رحمت کا پیش خیمہ ہے۔

فَبِمَا	رَحْمَةٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	لِنْتَ	لَهُمْ	
تو سبب	جو رحمت	سے	اللہ	تو نرم ہوا	لئے	اُن کے

(اے نبی!) اللہ کی رحمت سے آپؐ ان کے لئے نرم ہیں

وَلَوْ	كُنْتَ	فَظًّا	غَلِيْظَ	الْقَلْبِ	
اور اگر	تو ہوا	سخت گیر	سخت	دل	

اور اگر آپؐ سخت گیر (اور) سخت دل ہوتے

Marfat.com

لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ

منتشر ہو گئے سے آس پاس تیرے پس درگزر کر

تو وہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو گئے ہوتے۔ پس آپ انہیں

عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ

ان سے اور مغفرت مانگ لئے ان کے اور

معاف کریں اور ان کے لئے مغفرت مانگیں اور

شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ

مشورہ کر اُن سے میں امر تو جب عزم کیا تُو نے

اور اُن سے کام کاج میں مشورہ کریں۔ پھر جب آپ عزم کر لیں

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

تو توکل کر پر اللہ یقیناً اللہ چاہتا ہے

تو اللہ پر توکل رکھیں۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں

الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

توکل کرنے والے

کو چاہتا ہے۔

فَظًّا سختی کرنے والا، نیز مزاج غلیظ کے لغوی معنی ہیں گاڑھا، سخت۔
اِنْفِضَاض کے معنی ہیں ٹوٹ کر جدا جدا ہو جانا اِنْفَضُّوا وہ منتشر ہو گئے۔
عَفَا اس نے معاف کیا يَعْفُو وہ معاف کرتا ہے اُعْفُ (امر) معاف کر۔

Marfat.com

شَاوَرَ اُس نے مشورہ کیا۔ شَاوِر (امر) مشورہ کر۔ مُشَاوَرَۃ باہم مشورہ کرنا۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ

اگر مدد کرے تمہاری اللہ تو نہیں غالب لئے تمہارے

اور اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں

وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ

اور اگر چھوڑ دے تمہیں تو کون وہ جو

اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو کون ہے جو

يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ

مدد دے گا تمہیں سے بعد اس کے

تمہیں اس کے بعد مدد دے گا

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (١٦٠)

اور پر اللہ پس توکل کریں ایمان والے

اور مومنوں کو اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔

خَذَلَ خِذلان چھوڑ دینا۔ وقت پڑے پر مدد نہ کرنا۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۵۹ ——— ۱۶۰

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُلقِ عظ

صحابہ کرامؓ سے بعض دفعہ نادانستہ غلطیاں بھی ہوئیں مثلاً جنگِ اُحُد میں
غنیمت کی خواہش نہ کرتے تو اس قدر جانی نقصان نہ ہوتا تاہم حضور علیہ ال
والسلام اُن سے ہمیشہ ہمدردی اور شفقت کا سلوک فرماتے رہے۔ ان
اصلاح فرماتے اور ڈھارس بندھاتے۔ نتیجہ یہ کہ وہ پہلے سے بڑھ کر آ
گرویدہ ہو جاتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ آپؐ صحابۂ کرامؓ کی
غلطیوں کی وجہ سے اُنہیں مشورہ سے محروم نہ کریں۔ ان سے جب بھی
مناسب سمجھیں صلاح لے لیا کریں۔ اس میں ایک تو اُن کے لئے اعزاز ہے
دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے یہ درس مل جائے گا کہ باہمی معاملا
شوریٰ سے طے کرنے چاہئیں۔

اسی سلسلہ میں مزید ہدایت ہے کہ جب آپؐ اپنی صواب
سے یا مناسب مشورہ کے بعد کوئی عزم کریں تو اللہ پر توکل رکھ کر اس کو
اصل مدد اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

... تاکید ہے:

الگ الگ بحث کریں گے۔

Marfat.com

حُسنِ خُلق

اسلام میں حُسنِ خلق کو کس قدر اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے کیجیے:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ

(میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں)

اخلاق گویا اسلام کا دوسرا نام ہے

حُسنِ اخلاق کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت تاکیدی احادیث منقول ہیں۔ مثلاً:

۱- أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (ترمذی)

(مؤمنین میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق خوب ترین ہے)

۲- إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا (متفق علیہ)

(تم میں جو عمدہ ترین اخلاق والے ہیں وہ تمہارے بہترین آدمیوں میں سے ہیں)

۳- نیکی حُسنِ خلق ہے (مسلم)

۴- مومن اپنے حسنِ خلق سے روزہ دار و نماز گزار کا درجہ پالیتا ہے (ابوداؤد)

۵- قیامت کے روز بندے کے ترازو میں حُسنِ خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی۔ (ترمذی)

۶- میں جنت کی بلندی میں اس شخص کے لیے ایک گھر کا ذمہ لیتا ہوں جو اپنے خُلق کو خوش نما بنائے (ابوداؤد)

۷- قیامت کے روز تم میں سے میرا محبوب ترین شخص اور میرا قریب ترین

Marfat.com

جلیس وہ ہوگا جو تم سب سے عمدہ اخلاق والا ہوگا (ترمذی)
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بار پوچھا گیا کیا چیز
سے زیادہ جنت میں داخل کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا تقویٰ اور حسن
(ترمذی)
جناب ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اسوۂ حسنہ
آپ حسنِ اخلاق کی معراج پر تھے سورۃ القلم میں اللہ تعالیٰ کا
سے ارشاد ہے:
وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (آپ خلقِ عظیم پر ہیں)

عفو

اسلام نے عفو پر بہت تاکید کی ہے۔ اسے ایک عظیم اخلاقی فضیلت
دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس صفت سے متصف بتایا ہے
اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں ایک نام عَفُوٌّ یعنی بہت معاف کرنے والا
قرآنِ حکیم میں کئی جگہ تلقین ہے کہ تم عفو سے کام لو۔ سورۃ انعام میں آ
ہے کہ اگر تم دوسروں کے ساتھ کھلم کھلا بھلائی کرو یا چھپا کر یا کسی کی برائی
درگزر کرو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف کرنے والا، قدرت رکھنے والا ہے۔ اس
کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ باوجود قدرت کے بندوں کی برائیوں سے
کرتا ہے۔ تم بھی ان کی برائیوں کو نظر انداز کرو۔ اس بلیغ انداز سے اس بار
ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ بندوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات
قبول کریں۔ اور جہاں تک ہو سکے دوسروں کی لغزشوں کو معاف کر دیا کر
قرآنِ حکیم سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے بندوں سے درگزر نہیں کر
ان کے گناہ معاف نہیں کرے گا۔

Marfat.com

عفو ایمان والوں کی صفت ہے:

سورۃ الشوریٰ میں اہلِ ایمان کی ایک صفت یہ بتائی گئی ہے:

وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا ھُمْ یَغْفِرُوْنَ (۴۲/۳۷)

(اور جب انہیں غصہ آجائے تو معاف کر دیتے ہیں)

عفو دوست و دشمن سب کے لئے مطلوب ہے:

جہاں تک ممکن ہو سکے ہر شخص سے عفو اور درگزر سے پیش آنا چاہیے۔

سورۃ الجاثیہ میں واضح الفاظ میں یہ ہدایت ہے:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰہِ

یعنی ایمان والوں کو چاہیے کہ کفار سے درگزر کریں۔

سورۃ مائدہ (آیت ۱۳) میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہود کے بارے میں فرمان ہے کہ آپؐ کو ان کی خیانت کی خبر برابر ملتی رہے گی لیکن آپ انہیں معاف کریں اور درگزر فرمائیں۔

سورۃ اعراف (آیت ۱۹۹) میں ارشاد ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ ۝

(اے نبیؐ عفو کی خو رکھیے، نیکی کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کیجیے)

زندگی کا یہ سنہری اصول ہے کہ جہاں تک ممکن ہو لوگوں کی دل آزاری اور نقصان رسانی سے دل پریشان نہیں کرنا چاہیے۔ ہر مسلمان نیکی کا مبلغ ہوتا ہے اگر وہ بات بات پر لوگوں سے الجھتا رہے تو کسی شخص کو اپنے پیغام سے متاثر نہیں کر سکتا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کے لیے طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے سرداروں نے آپؐ سے گستاخانہ کلام کیا۔ انہوں نے شہر کے اوباشوں کو آپؐ کے خلاف اکسایا۔ وہ بازار کے دونوں طرف بیٹھ گئے۔ جب آنحضرتؐ وہاں سے گزرے تو آپؐ پر پتھر پھینکے۔ بدنِ مبارک سے خون جاری ہوگیا۔ آپؐ شہر سے

Marfat.com

باہر تشریف لائے تو جبرئیلِ امین حاضر ہوئے اور عرض کیا، آپؐ کہیں تو یہ پہاڑ طائف والوں پر گرا دوں۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں مجھے توقع ہے کہ ان کی اولاد سے اہلِ ایمان اٹھیں گے۔

مکہ فتح ہوا تو آپؐ نے سب لوگوں کو معاف کر دیا حالانکہ انہوں نے آپؐ پر ستم ڈھانے میں کمی نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ اپنے چچا کے قاتل کو بھی معاف کر دیا۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہا جنگی قیدیوں کو بغیر فدیہ کے رہا فرما دیا کرتے تھے۔

حدیثِ نبوی ہے کہ مسلمانوں کا افضل اخلاق عفو ہے۔ ایک اور حدیث ہے کہ اللہ کا کوئی بندہ اس وقت تک صاحب فضیلت نہیں ہوتا جب تک کہ تعلق توڑنے والوں سے تعلق نہ جوڑے، ظلم کرنے والے کو معاف نہ کرے اور جس نے اس سے بخل کیا تھا اسے عطا نہ کرے[1]

شُوریٰ

مشورہ کے لئے قرآنِ حکیم میں شُوریٰ کا لفظ آیا ہے۔ اہلِ اسلام کو مشورہ کی بہت تاکید ہے۔ سورۂ شوریٰ میں جہاں مسلمانوں کے چند اوصاف گنائے گئے ہیں وہاں ان کا ایک وصف یہ بھی بتایا ہے:

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ص (۴۲/۳۸)

(یعنی ان کے معاملات باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوریٰ کی تلقین ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِىْ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِى النَّارِ

---

[1] تفسیر نیشاپوری

Marfat.com

ترجمہ : اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا۔ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جو شخص جماعت سے کٹ گیا وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔

مراد یہ کہ جب امت کے فہیم علماء مل کر کسی بارے میں مشورہ کریں گے تو درست نتیجہ تک پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی رہنمائی فرمائے گا۔ جو شخص جماعتی مشورہ سے انکار کرتا ہے وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ سے بارہا مشورہ فرمایا کرتے تھے حضرت ابوہریرہؓ کا قول ہے کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا (ترمذی باب الجہاد) احادیث میں کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کر کے ان کی رائے کو قبول فرمایا۔ مثلاً اسیرانِ بدر کا فیصلہ، جنگِ اُحد کے لئے جگہ کا انتخاب، غزوۂ خندق کے دوران صحابہ کرامؓ کی اس رائے کا منظور فرمانا کہ بنو غطفان سے صلح نہ کی جائے۔ آپؐ ضروری سمجھتے تو عورتوں سے بھی مشورہ کرتے اور ان کی رائے قبول فرما لیتے تھے (عیون الاخبار ابن قتیبہ کتاب اول)

توکّل

قرآن حکیم میں تصریح سے بتایا گیا ہے کہ عقیدۂ قدر پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہے کہ انسان ثابت قدم رہے۔ اگر اسے کسی کام میں ناکامی بھی ہو جائے تو دل نہ ہارے بلکہ اس یقین کے ساتھ نئے سرے سے جدوجہد کا آغاز کرے کہ میرا کام فقط کوشش و محنت کرنا ہے۔ انجام عزیز و قدیر اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کی مشیت کے بغیر دنیا میں کچھ نہیں ہوتا اور رہا ثواب تو وہ کبھی ضائع نہیں جاتا۔ اللہ تعالیٰ انسان کی نیت اور کوشش کو دیکھتا ہے اور اس کے اندازہ سے ثواب عطا کرتا ہے۔ اس لئے اس عارضی دنیا کی ناکامی پر ہمت کو ہاتھ سے

Marfat.com

نہیں دینا چاہیے۔ یہی توکّل ہے۔

توکّل سے مراد یہ نہیں کہ آدمی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہے، نہیں بلکہ جہدِ مسلسل میں ہی مصروف رہے۔ لیکن اپنی کوشش، وسائل اور کامیابی پہ نازاں نہ ہو اور نہ مصیبت میں نیت اور عقیدہ کے ثبات پر آنچ آنے دے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدم رہے۔ توکّل وہ قوت ہے جس سے پہاڑوں کے سینے چاک کر دیئے جاتے ہیں۔ توکّل درحقیقت وہ نشہ ہے جس سے دریاؤں کی گزرگاہیں بدل دی جاتی ہیں اور دنیا ہی کی نہیں آخرت کی جنت بھی نصیب ہوتی ہے۔

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے توکّل کے بارہ میں جو نکات سامنے آتے ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ دنیا کی ناکامی پر بددل نہیں ہونا چاہیے۔

۲۔ اصل نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے، اسی کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ اللہ روک دے تو کوئی آدمی مدد کو نہیں پہنچ سکتا۔

۳۔ ایمان والوں کی بہتری پر چاہے کفار رنجیدہ ہوں یا ان کی مصیبت پر خوشیاں منائیں اصحاب توکّل ان سے بے نیاز رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو فراموش نہیں کرتے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ پر توکّل رکھا جائے تو شیطان کا بس نہیں چلتا۔

۵۔ آدمی نیکی کا عزم کرے تو اسے انجام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ پر توکّل رکھے۔

قرآنِ حکیم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہے۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ (۳:۱۵۹)

ترجمہ، پھر جب آپؐ عزم کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر توکّل رکھیں۔

توکّل تن آسانوں کی افیون نہیں بلکہ جانبازوں کی شمشیر جگر دار ہے۔ اللہ تعالیٰ انہی کی مدد کرتا ہے جو عمل کے دھنی ہوتے ہیں اور حوادث سے نہیں ڈرتے۔ حدیث میں آیا ہے کہ مدد استقامت کے ساتھ، کشائش پریشانی کے ساتھ اور آسانی مشکل کے ساتھ

وابستہ ہے۔ بندہ اگر آدمی ثابت قدم رہے تو اللہ کی مدد عجیب عجیب طور سے پہنچتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں پھینکنے لگے تو آپ کی زبان پر یہ کلمے تھے حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ (اللہ مجھے کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے)۔ آگ ٹھنڈی ہو کر چمن کی صورت لہلہا اٹھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ ایک درخت کے نیچے تنہا محو خواب تھے۔ ایک کافر آگیا۔ آپ کی تلوار کو جو درخت میں لٹک رہی تھی تھام لیا۔ آپ کو جگایا اور کہا، اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا ؟ حضور نے فرمایا، اللہ تعالیٰ۔ یہ سن کر کافر کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور حضور نے اٹھالی۔ انسان اللہ تعالیٰ کی نصرت پر کامل یقین رکھے اور اس کے احکام اور ہدایات کے بموجب محنت کرے تو اس پر رزق کے دروازے اچانک کھلتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے کہ اگر تم اللہ پر ایسے توکل کرو جیسے توکل کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندے کو دیتا ہے۔ صبح تم خالی پیٹ گھر سے نکلو اور شام کو شکم سیر ہو کر آؤ۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رزق کی تلاش میں گھر سے نکلنا ضروری ہے۔ پرندے کو بھی آشیانے میں رزق نہیں پہنچتا بلکہ اسے بھی حتی الوسع تلاش میں جان کھپانی ہوتی ہے۔

اسلام کی تاریخ دیکھو تو معلوم ہوگا کہ مٹھی بھر مسلمانوں نے لاکھوں دشمنان اسلام کے منہ موڑ دئیے تھے۔ بارہا محض تکبیر کی گونج سے دشمن کی فوجیں حواس کھو بیٹھیں اور ہتھیار ڈال دیے۔

توکل ہمیں توحید کا یہ سبق سکھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی ساجھی نہیں کسی کے پاس اگر کچھ طاقت و قدرت ہے تو وہ انہیں محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطاکردہ۔ وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ اس لیے مؤمن انسان رزق اور حاجت روائی کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھتا ہے۔ اس کے بندے تک کام آپڑے تو وہ اسے خدا نہیں سمجھتا اور نہ اسے خالق و مالک جانتا ہے۔ اس کا یہ پختہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کو منظور ہے وہ مل کر رہے گی اور جو اسے منظور نہیں وہ کبھی نصیب نہ ہوگی۔ اگر سب دنیا ایک طرف ہو جائے تو بھی اللہ کی مشیت کو شکست نہیں دے سکتی۔ جو اللہ کا ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

حدیث میں ہے: اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ (ترجمہ) اللہ کا دھیان رکھ یعنی اس کو یاد رکھ اور اس کے احکام بجالا، وہ تیری حفاظت کرے گا۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کا بھروسا چھوڑ کر اس کی مخلوق کا سہارا لیتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ مشرک شمار کرتا ہے، چاہے وہ زبان سے کلمہ گو ہوں۔ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بار صحابۂ کرامؓ سے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار شخص بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ کہہ کر حضورؐ گھر تشریف لے گئے۔ صحابۂ کرامؓ بیٹھے سوچنے لگے کہ یہ ستر ہزار آدمی کون ہوں گے۔ طرح طرح کے خیالات دوڑانے لگے کہ اتنے میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا، کیا سوچ رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ستر ہزار آدمی وہ ہوں گے جو نہ جھاڑ پھونک کرتے کراتے ہیں اور نہ فال گیری کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہیں[1]

قرآن حکیم میں ارشاد ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (سچے) مومن صرف وہ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھیں۔ اور جب اس کی آیات کی تلاوت کی جائے تو ان کا ایمان بڑھ جائے اور وہ اللہ پر توکل رکھتے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ط وَمَنْ

اور	نہیں	ہوا	لئے	نبی	کہ	وہ خیانت کرے	اور	جو

اور کسی نبی کے لئے نہیں ہوا کہ وہ خیانت کرے اور جو

---

[1] ریاض الصالحین باب فی الیقین والتوکل

يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ

خیانت کرے | آئے گا | ساتھ | جو | غبن کیا اس نے | دن | قیامت

خیانت کرے وہ لائے گا جو اس نے غبن کیا ہے قیامت کے روز

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

پھر | پورا پورا دی جائیگی | ہر | جان | جو | کمایا اس نے

پھر ہر جان کو پورا پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾

اور | وہ | نہیں ظلم کیا جائے گا ان پر

اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

غَلَّ اس نے خیانت کی۔ غُلُول اسم مصدر ہے۔ اس سے مراد ہے کوئی چیز ناحق پوشیدہ طور سے لے لینا۔ اس کو خیانت بھی کہتے ہیں لیکن عرفِ عام میں غلول سے مراد صرف وہ خیانت لی جاتی ہے جو مالِ غنیمت میں ہو۔

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ

کیا تو | جو | پیروی کی | رضا | اللہ | مانند | جو

تو کیا جو اللہ کی رضا کے پیچھے چلا وہ اس کی طرح ہے جو

بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ

لے کر پلٹا | ناراضی | سے | اللہ | اور | ٹھکانا | اس کا | جہنم

اللہ کی ناراضی لے کر آیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

Marfat.com

وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ

اور | بری | منزل | وہ | درجہ بدرجہ

اور (وہ) بری منزل ہے — وہ اللہ کے نزدیک

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

پاس | اللہ | اور اللہ | دیکھنے والا | ساتھ | جو | وہ کرتے ہیں

درجہ بدرجہ ہیں — اور اللہ دیکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

تفسیر آیت ۱۶۱ —— ۱۶۳

دیانت داری

جنگ اُحُد سے پہلے ہی تقسیم غنائم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۂ انفال میں ہدایات آ چکی تھیں۔ سب مال اکٹھا کر کے تقسیم کرنا تھا۔ اس کے باوجود جبلِ رُماۃ کے بعض مجاہدوں نے غنیمت کی خاطر جلدی کی اور جگہ چھوڑ گئے۔ اس پر انہیں یہ تنبیہ ہوئی کہ نبیؐ کے ہوتے تمہیں غنیمت کی کیا فکر تھی۔ سب کو اپنا اپنا حصہ ملنا تھا۔ نبی ہمیشہ دیانتداری سے کام لیتا ہے، اس لئے تمہارے ساتھ بے انصافی نہ ہوتی۔

جنگ بدر کا قصہ ہے کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو مالِ غنیمت سے ایک تلوار پسند آئی۔ انہوں نے اٹھالی۔ حضورؐ کے پاس لے کر حاضر ہوئے اور التجا کی کہ یہ مجھے عنایت فرمایئے۔ سعدؓ بن ابی وقاص رشتہ سے آپؐ کے ماموں ہوتے تھے۔ انہوں نے اسلام کی راہ میں بہت قربانیاں دی تھیں تاہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو ٹوک انکار فرمایا اور حکم دیا کہ تلوار کو غنیمت کے مال میں رکھ دو۔

یہاں عام اہلِ اسلام کو تعلیم ہے کہ خیانت ایک رُسوا کن فعل ہے۔ اس زندگی میں جو آدمی بھی خیانت کرکے کسی کا مال لیتا ہے جب حشر کے میدان میں آئے گا تو وہ مال اس کے کندھے پر دھرا ہوگا۔ وہ اسے پھینک نہ سکے گا۔ دنیا دیکھے گی کہ اس ریاکار نے کیا کیا حرام خوری کی ہے۔

جہاد کے جذبہ کو مال کی ہوس سے داغ دار نہ کرو۔ جہاد صرف رضائے الٰہی کی خاطر انجام دو۔ اگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے بجائے مال و زر مقصود ہے تو جان لو کہ گھر دن کو صرف مال لے کر واپس نہ جاؤ گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی بھی ساتھ ہوگی (آیت ۔ ۱۶۳)

اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں لوگوں کے مدارج مختلف ہیں لیکن یہ فرق نسبی تفاوت کی بنا پر نہیں بلکہ عمل کے اعتبار سے ہے۔ جس کا اخلاق بلند ہے اس کا درجہ بھی بلند ہے اور جس کا اخلاق پست ہے اس کا مرتبہ بھی پست ہوگا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

بے شک — احسان کیا — اللہ — پر — ایمان لانے والے

اللہ نے مؤمنوں پر احسان کیا ہے۔

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

جب — بھیجا — ان میں — رسول — سے — جانیں — ان کی

کہ ان میں ایک رسول بھیجا ان میں سے

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ

پڑھتا ہے — اوپر — ان کے — آیات — اس کی — اور — پاکیزہ کرتا ہے — انہیں

ان کو اس کی آیات سناتا ہے اور ان کو پاکیزہ کرتا ہے

وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ

اور	تعلیم دیتا ہے	انہیں	کتاب	اور	حکمت

اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے

وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۱۶۴)

اور یقیناً	وہ تھے	سے	پہلے	-	میں	گمراہی	واضح

اور یقیناً پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

تفسیر آیت ۱۶۴

فرائضِ نبوّت

اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر بڑا انعام کیا ہے کہ ان کی طرف انہی میں سے رسول بھیجا۔ وہ بشر ہے۔ انہی کے ساتھ بود و ماند رکھتا ہے۔ اُن کے سے طبعی احساسات کا مالک ہے۔ اُن کے درد و غم اور راحت و مسرت کو خوب سمجھتا ہے۔ ان کی مجبوریوں، ناچاریوں اور خطاؤں سے بخوبی واقف ہے۔ اُن کا مزاج آشنا ہے۔ اگر کوئی فرشتہ آتا تو انسانوں کے جذبات و میلانات کا پوری طرح محرم نہ ہو سکتا۔

اس آیت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چہارگانہ فرائض بتائے گئے ہیں یعنی:

(۱) یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ ــــ انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سُناتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو کلام نازل ہوتا وہ آپؐ کو معاً ازبر ہو جاتا تھا۔ پڑھنے میں کسی غلطی کا امکان نہیں ہوتا تھا۔ اس امانت کو جیسا کہ اس کا حق ہے آپؐ نے پوری طرح ادا کر دیا۔

Marfat.com

(۲) یُزَکِّیۡہِمۡ ——— انہیں پاکیزہ کرتا ہے یعنی وہ اپنے پاکیزہ اخلاق اور ظلمت شگاف نورانیت کے بدولت دلوں کے اندھیرے دور کرتا ہے ۔ وہ سراجِ منیر یعنی روشن کرنے والا چراغ ہے ۔اس کی نورانیت کی کرنیں ہر اس شخص کے رگ و پے میں اثر کر جاتی ہیں جس کے دل میں حقانیت کی کچھ بھی تمنا ہو۔ اس کی نگاہِ حقیقت نواز سے کفر کے زنگار اور گناہوں کی آلودگیاں دور ہو جاتی ہیں۔

(۳) وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ ——— اور انہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے یعنی قرآنِ حکیم حفظ کراتا ہے، اس کے معانی بیان کرتا ہے اور اس کے اسرار کھولتا ہے۔

کتابِ الٰہی سراپا علم ہے۔ جس شخص کو اس علم کا حصہ مل جائے وہ خود علم کا سرچشمہ ہو جاتا ہے۔ صحابۂ کرامؓ نے علم کی دور دور تک اشاعت کی۔ قرآن کا علم شاخ در شاخ ہو کر پھیلا اور دنیا کے کونے کونے میں اس کا فیض پہنچا۔ ایک وہ وقت تھا کہ عرب کی حدود میں ناخواندگی اور جہالت کے تہ بتہ اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ لیکن پھر وہ وقت آیا کہ ایک دنیا نے عربوں کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ وہ عرب جو ایک ہزار سے زائد کی گنتی تک نہیں جانتے تھے علم و حکمت کی مجلسوں کے صدر نشین نظر آنے لگے۔ یہ سب کرشمے اس علم کے تھے جس کی لگن جنابِ ہادیِ اکبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود لگا گئے تھے۔

(۴) وَالۡحِکۡمَۃَ ——— یعنی حکمت کی بھی تعلیم دیتا ہے۔

حکمت سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں مثلاً:

(۱) علم و عمل ——— زیادہ تر یہی معنی متداول ہیں اور اجمالاً کافی رہتے ہیں۔

(۲) علم و عقل

(۳) کام کاج اور معاملات کو درستی سے انجام دینا۔

(۴) ایک ایسی ناقابلِ بیان شے کہ اللہ تعالیٰ اسے بندے کے دل میں ڈال دے تو نورانی کر دے۔

حکمت کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال کو سامنے رکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ

Marfat.com

حکمت وہ صالح علم ہے جو انسان کے دل و دماغ میں پوری طرح جاگزیں ہو جائے اور انسان کی ہر حرکت و عمل میں اس کی روح جولاں رہے۔

اس علم سے دل و دماغ منور رہتے ہیں اور انسان کی ہر بات ٹھیک اور درست ہوتی ہے۔ ایسے ہی حکیم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی نگاہ میں اللہ کا نور ہوتا ہے۔ وہ خود کامل ہوتا ہے اور دیگر وں کو کامل کرتا ہے۔

حکمت نبوت سے کم تر ہے۔ نبی معصوم ہوتا ہے لیکن حکیم معصوم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی اُمّت کے علماء کو اسرائیلی انبیاء سے تشبیہ دی ہے اور حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا کہ اگر میرے ساتھ نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو عمر نبی ہوتے۔

اسی حکمت کا فیض تھا کہ وہ عرب جو کسی زمانے میں قبیلہ در قبیلہ بٹے ہوئے تھے اور اپنے اپنے قبیلہ کا انتظام بھی درست نہ رکھ سکتے تھے انہوں نے عالمگیر سلطنتیں قائم کیں اور ان کی ایسی آئین بندی کی کہ دنیا آج تک انگشت بہ دنداں ہے اور سوچتی ہے کہ عربوں میں یہ اہلیت اچانک کہاں سے آ گئی۔ اس آیت کا مضمون آیت ۱۳ و ۲۳ کے ذیل میں بھی آ چکا ہے۔ وہاں تفسیر کا انداز اور ہے۔ ان دونوں زاویوں کا سامنے رکھنا ضروری ہے۔

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ

مصیبت	تم پر	پڑی	کیا اور جب

اور کیا جب تم پر مصیبت پڑی

قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ

کہا تم نے	اس سے	دو گنا	ڈالی تم نے	ہے

جس سے دو گنا مصیبت تم دشمن پر ڈال چکے، تم نے کہا

Marfat.com

أَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ

کہاں سے | یہ | کہہ | دو | وہ | سے | پاس | جانیں | تمہاری

یہ کہاں سے ہے؟ (اے نبی!) کہہ دیجئے، یہ تمہاری ہی طرف سے ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾

یقیناً | اللہ | پر | ہر | چیز | قادر

یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے

تفسیر آیت ۱۶۵

دیکھو تفسیر آیت ۱۳۹ —— ۱۴۳

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ

اور | جو | پڑا | تم پر | دن | دوبدو ہوئے | دو لشکر

اور تم پر جو پڑا (اس) دن جب دو لشکر باہم ٹکرائے

فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾

تو | ساتھ | اذن | اللہ | اور | تاکہ | وہ جانچ لے | ایمان لانے والے

تو اللہ کے اذن سے اور تاکہ وہ جانچ لے مؤمنوں کو

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ وَ

اور | تاکہ | وہ جانچ لے | جو | نفاق کیا انہوں نے | اور

اور جانچ لے ان کو جنہوں نے منافقت کی۔ | اور

قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

کہا گیا ان سے آؤ جنگ کرو میں راہ۔

ان سے کہا گیا، آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو

اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا

یا دفاع کرو کہا انہوں نے اگر ہم جانیں لڑائی

یا دفاع کرو وہ بولے اگر ہم لڑائی جانتے

لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ

ضرور پیروی کریں تمہاری وہ لئے کفر

تو ضرور تمہارے پیچھے چلتے وہ اس دن کفر کے

يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ

آج قریب تر سے وہ لئے ایمان

زیادہ قریب تھے بہ نسبت ان کے ایمان کے نزدیک ہونے کے

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ

وہ کہتے ہیں ساتھ منہ ان کے جو نہیں

وہ اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں

فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

میں دل۔ ان کے اور اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ساتھ جو

میں نہیں اور وہ جو چھپاتے ہیں اسے اللہ سب سے زیادہ

Marfat.com

يَكْتُمُوْنَ ﴿١٦٧﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ

وہ چھپاتے ہیں | جو | کہا انہوں نے | سے | بھائی | ان کے

جاننے والا ہے | جنہوں نے کہا اپنے بھائیوں سے

وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ط

جب کہ | وہ بیٹھے | اگر | اطاعت کی انہوں نے | ہماری | نہ | قتل کئے گئے وہ

جب کہ وہ خود بیٹھ رہے | اگر وہ ہماری مانتے | (تو) قتل نہ ہوتے

قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ

کہہ | تو | پرے ہٹاؤ | سے | جانیں | تمہاری | موت

(اے نبی!) کہہ دیجیے: تو اپنی جانوں سے موت دور کر دو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٦٨﴾

اگر | تم ہوئے | سچے

اگر تم سچے ہو

جَمْعٌ لشکر جَمْعَانِ دو لشکر نَافَقَ اس نے منافقت کی۔ مُنَافِق اس سے فاعل ہے۔ دَفَعَ ہٹایا۔ دَافَعَ مدافعت کی۔ اِدْفَعْ مدافعت کر۔ لَاتَّبَعْنٰكُمْ کی ترکیب ہے لَ (البتہ ضرور) اِتَّبَعْنَا (ہم نے پیروی کی) كُمْ (تمہاری) دَرْءٌ پرے ہٹانا۔ دَرَءَ اس نے پرے ہٹایا۔ اِدْرَءُوْا پرے ہٹاؤ۔ دور کرو۔

تفسیر آیت ۱۶۶ —— ۱۶۸

جہاد میں آزمائش ہے (۲)

(مضمون آیت ۱۴۳ کی تفسیر سے پیوستہ ہے)

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جنگِ اُحد کا نقصان ٹل سکتا تھا لیکن اُسے آزمائش منظور تھی۔ جانی اور مالی نقصان کی زد میں آکر انسان کے ایمان کی پرکھ ہوتی ہے جنہوں نے دشمن سے ہزیمت اٹھائی ان میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ تھے جن کی ہزیمت محض بشری خطا کی وجہ سے تھی۔ وہ اپنی کوتاہی پر نادم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ دوسرے منافقین تھے جن میں ایک شخص مُعتّب بن قُشیر کا نام تاریخ میں ملتا ہے۔ ممکن ہے اس کے ساتھ ایک آدھ آدمی اور بھی ہو۔ اُن لوگوں نے نقصان اٹھایا تو منہ سے کفر کے الفاظ نکالنے لگے اور اللہ تعالیٰ سے گستاخانہ شکایتیں شروع کر دیں۔

(دیکھو تفسیر آیت ۱۵۴ و ۱۵۵)

اُحد کی جنگ کا ایک اور فائدہ بھی ہوا اور وہ یہ کہ مدینہ کے منافقین اور اُن کے سردار عبداللہ بن اُبیّ کا بھید کھل گیا۔

عبداللہ بن اُبیّ مدینہ کا ایک رئیس تھا۔ کسی زمانے میں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ اسلام سے قبل اس کی تاجپوشی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اسلام آیا تو اس کے ارمانوں کا خون ہو گیا۔ اس نے اسلام کی مخالفت پر کمر باندھ لی لیکن جنگِ بدر کے بعد جب اس نے دیکھا کہ اہلِ اسلام سے برسرِ جنگ ہونا آسان نہیں تو بظاہر مسلمان ہو گیا لیکن دل میں بدستور کافر رہا۔ اس کے پیروؤں کی خاصی تعداد تھی۔ اُنہوں نے بھی منافقت کی راہ اختیار کر لی۔ یہ لوگ نمازوں میں شریک ہوتے اور اہلِ اسلام کی خیر خواہی کا دم بھرتے تھے لیکن اُحد کی آزمائش

میں بے نقاب ہو گیے۔

جس وقت مدینہ میں خبر آئی کہ کفارِ مکہ شہر کے باہر آ پہنچے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ اُن کا مقابلہ کھلے میدان میں یا شہر میں بند رہ کر کیا جائے۔ عبداللہ بن اُبَیّ نے صلاح دی کہ شہر بند ہو کر جنگ کریں۔ دشمن کا لشکر گلیوں میں داخل ہوا تو ہم اسے گھیر کر فنا کر دیں گے۔ بعض صحابہؓ نے بہت جوش و خروش کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم کھلے میدان میں اُن سے ٹکر لیں گے کچھ گفتگو کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُن کی رائے منظور فرما لی۔ لشکر تیار ہو کر شہر سے روانہ ہوا۔

عبداللہ بن اُبَیّ نے رستہ میں سوچا کہ اتنے طاقت ور غنیم کا مقابلہ آسان نہیں میں کیوں ہلاکت کے منہ میں جاؤں۔ اُس نے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ چونکہ اس کی رائے نہیں مانی گئی تھی اُس نے ازراہِ طنز کہا کہ ہم فنِ جنگ کیا جانیں۔ ہمارا جانا بیکار ہے۔ پورے کا پورا شہر خطرہ میں تھا۔ عبداللہ کو اسلام کی خاطر نہ سہی شہر کے دفاع ہی کے لیے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے تھا لیکن اس کی حمیت مر چکی تھی۔

عبداللہ اکیلا ہی واپس نہ گیا تھا اس کے ہمراہ اس کے تین سو منافق ساتھی بھی تھے۔ یہ لوگ زبان سے مسلمان مگر دل سے کافر تھے۔ زبان کے مقابلہ میں دل کا رشتہ زیادہ قریبی ہوتا ہے۔ اُن کی زبان کا رشتہ ایمان سے اور دل کا کفر سے تھا لہٰذا وہ ایمان کے بہ نسبت کفر سے قریب تر تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ

عبداللہ بن اُبَیّ اور اس کے پیرو گھروں میں بیٹھ رہے۔ جب دوسرے دن اہلِ اسلام کے نقصانِ جان کی خبر ملی تو کہنے لگے کہ اگر وہ بھی ہمارے ساتھ آ کر شہر میں بیٹھ رہتے تو موت سے بچ جاتے۔ اُن سے سوال ہے کہ موت سے کب تک بچو گے؟ آخر مرنا ہے۔ یہ منافقت اور بزدلی کی زندگی کیوں اختیار کر رکھی ہے؟

Marfat.com

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِيۡ

اور ہرگز گمان نہ کرنا جو مارے گئے میں

جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں ہرگز

سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ

راہ اللہ مردے بلکہ زندے پاس

مردے گمان نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے

رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ۙ (١٦٩) فَرِحِيۡنَ بِمَآ

رب ان کا رزق دیا جاتا ہے انہیں شاداں ساتھ جو

رب کے پاس انہیں رزق دیا جاتا ہے اللہ نے اپنے فضل

اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۙ وَيَسۡتَبۡشِرُوۡنَ

دیا انہیں اللہ سے فضل اس کا اور بشارت پاتے ہیں

سے انہیں جو دیا ہے اس پر شاداں ہیں اور بشارت پاتے ہیں

بِالَّذِيۡنَ لَمۡ يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ مِّنۡ

ساتھ جو نہ ملے ساتھ ان کے سے

ان کے بعد والوں کی جو (ابھی) ان سے نہیں

خَلۡفِهِمۡ ۙ اَلَّا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ

بعد ان کے کہ نہیں خوف ان پر

آملے کہ ان پر خوف نہیں

Marfat.com

وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ

وقف لازم

اور | نہ | وہ | غم کرتے ہیں | وہ خوشیاں مناتے ہیں

اور نہ وہ غم کرتے ہیں وہ خوشیاں مناتے ہیں

بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضۡلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ

ساتھ | نعمت | سے | اللہ | اور | فضل | اور کہ یقیناً | اللہ

اللہ (کی طرف) سے نعمت اور فضل کی اور یقیناً

لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۷۱﴾

ع ۱۷ / ۸

نہیں ضائع کرتا | اجر | مؤمنین

اللہ مؤمنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

حَسِبَ يَحۡسَبُ لَا تَحۡسَبۡ (گمان نہ کر) لَا تَحۡسَبَنَّ ہرگز گمان نہ کرنا۔ اَمۡوَات جمع ہے مَیِّت (مردہ) کی۔ اَحۡیَاءٌ جمع حَیٌّ (زندہ) کی۔ بِشَارَةٌ خبر، خوشخبری اِسۡتَبۡشَرَ خبر پائی، خوش خبری پائی، خوش ہوا۔ لَحِقَ بعد میں آکر ملا لَمۡ يَلۡحَقُوۡا بعد میں آکر نہ ملے اَلَّا کی ترکیب ہے اَنۡ اور لَا سے۔ ضَاعَ ضائع ہوا۔ اَضَاعَ ضائع کیا يُضِيۡعُ ضائع کرتا ہے۔

تفسیر آیت ۱۶۹ —— ۱۷۱

شہداء کی زندگی

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُن کی موت عام مرنے والوں کی سی موت نہیں ہوتی۔ وہ معاً اللہ تعالیٰ کے پاس نئی زندگی پاتے ہیں اور جنّت

کا رزق حاصل کرتے ہیں۔

عام لوگ وفات کے بعد عالمِ برزخ میں جاتے ہیں۔ برزخ دنیوی زندگی اور آخرت کے درمیان کی منزل ہے۔ اس منزل کے مکینوں کے سامنے اپنے اعمال کے لحاظ سے جنّت اور دوزخ کا نقشہ لایا جاتا ہے۔ جنّت کے حق دار خوش رہتے ہیں اور دوزخ کے سزاوار کرب میں مبتلا رہتے ہیں۔ موت کے فوراً بعد جو عذاب ملتا ہے اور جسے عذابِ قبر کے نام سے یاد کرتے ہیں وہ بھی برزخ ہی کی حالت کا عذاب ہے۔

شہداء اور اولیاء کا معاملہ مختلف ہے۔ انہیں برزخ میں نہیں رکھا جاتا۔ سیدھے جنّت میں جاتے ہیں۔ یہ حقیقی اور دائمی زندگی ہے۔ جس قدر لوگ برزخ کی حالت میں ہیں وہ قیامت آنے پر ایک بار پھر زندہ کئے جائیں گے اور حسابِ محشر کے بعد جنت یا دوزخ میں بھیجے جائیں گے۔ لیکن شہداء اور اولیاء کی جزاء کے لئے قیامت کا انتظار نہیں۔ ان کو فوراً بغیر کسی حساب کے جنّت میں بھیج دیا جائے گا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ قیامت آنے پر انہیں بھی ایک بار پھر موت وحیات کے مرحلہ سے گزارا جائے گا۔ اس میں ان کے لئے کوئی تکلیف نہ ہوگی بلکہ اُن کی شان اور اعزاز بنو آدم کے سامنے اور نمایاں ہو گا۔

جہاد کی فضیلت

جہاد کی بہت فضیلت ہے۔ اس پر جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مندرجۂ ذیل احادیث روشنی ڈالتی ہیں۔

(ا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتا ہے اور اس کا اللہ پر اور اس کے انبیاء پر ایمان ہے تو اللہ نے مجھے ضمانت دی ہے کہ وہ جنّت حاصل کرے گا یا اپنے گھر کو ثواب یا غنیمت لے کر واپس آئے گا۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے کہ وہ (مجاہد) اللہ کی راہ میں

Marfat.com

جو زخم اٹھاتا ہے وہ زخم قیامت کے روز ایسا ہی تازہ ہوگا جیسا کہ زخمی ہونے کے وقت تھا۔ اس کا رنگ خونیں ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔

(۲) اللہ کی راہ میں ایک بار صبح کو یا ایک بار شام کو نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(۳) ہر میت کے اعمال اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتے ہیں سوائے سرحدی سپاہی کے جس کا عمل قیامت تک نشو و نما پاتا ہے۔

(۴) جو آدمی بھی جنت میں داخل ہوگا وہ نہیں چاہے گا کہ دوبارہ دنیا میں جائے اور زمین کی کچھ شے حاصل کرے سوائے شہید کے کہ وہ شہادت کی قدر دیکھ کر چاہے گا کہ دنیا میں دس بار واپس جا کر شہید ہو لے

اَلَّذِيْنَ	اسْتَجَابُوْا	لِلّٰهِ	وَ	الرَّسُوْلِ
جو	تعمیل کی	لئے اللہ	اور	رسول

جنہوں نے اللہ اور رسول (کے حکم) کی تعمیل کی

مِنْۢ	بَعْدِ	مَآ	اَصَابَهُمُ	الْقَرْحُ ۛؕ
سے	بعد	کہ	پڑا انہیں	زخم

(اس کے) بعد کہ اُنہیں زخم پہنچا تھا

لِلَّذِيْنَ	اَحْسَنُوْا	مِنْهُمْ	وَ	اتَّقَوْا
لئے جو	سہانا عمل کیا	ان سے	اور	تقویٰ رکھا انہوں نے

ان میں سے ان کے لئے جنہوں نے سہانے عمل کئے اور تقویٰ رکھا

لے حوالوں کے لئے تفسیر خازن دیکھی جائے۔

Marfat.com

أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ

اجر بڑا جو کہا ان کو لوگ

بڑا اجر ہے۔ جن سے لوگوں نے کہا،

إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ

یقیناً لوگ ہے جمع کیا انہوں نے لئے تمہارے

یقیناً لوگوں نے تمہارے لئے (سامان) جمع کیا ہے

فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا ۖ

پس ڈرو ان سے تو بڑھایا انہیں ایمان میں

پس ان سے ڈرو تو (اللہ نے) انہیں ایمان میں بڑھایا

وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿١٧٣﴾

اور بولے کافی ہے ہمیں اللہ اور خوب کارساز

اور وہ بولے، اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ خوب کارساز ہے

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ

تو پلٹے ساتھ نعمت سے اللہ اور فضل

تو پلٹ آئے اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ

لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا

نہ چھوا انہیں خرابی اور پیروی کی

(یوں کہ) انہیں کسی خرابی نے نہ چھوا اور وہ اللہ

رِضْوَانَ اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ

رضا اللہ اور اللہ والا فضل

کی رضا کے پیچھے چلے اور اللہ بڑے فضل

عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾

بڑا

والا ہے۔

اِسْتَجَابَ پکار کا جواب دیا۔ دعا قبول کی۔ پکار پر حاضر ہوا۔ حکم مانا۔ تعمیل کی۔ خَشِيَ وہ ڈرا یَخْشٰی وہ ڈرتا ہے اِخْشَ ڈر اِخْشَوْا ڈرو۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ

صرف وہ اے مخاطبین شیطان خوف زدہ کرتا ہے

اے سننے والو! صرف اتنی بات ہے کہ یہ شیطان ہے۔ جو اپنے دوستوں

اَوْلِيَآءَهٗ ۖ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ

دوست اس کے تو نہ ڈرو ان سے اور

سے خوف زدہ کرتا ہے تو ان سے نہ ڈرو اور

خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

ڈرو مجھ سے اگر تم ہوئے ایمان لانے والے

مجھ سے ڈرو اگر تم (واقعی) مؤمن ہو۔

اَوْلیاءُ جمع ہے وَلِیٌّ (قلبی دوست۔ مددگار) کی۔ خَافَ وہ ڈرا
یَخَافُ وہ ڈرتا ہے
لَاتَخَفْ نہ ڈر لَاتَخَافُوا تم نہ ڈرو
خَافُوْنِ اصل میں ہے خَافُوْنِیْ یعنی مجھ سے ڈرو۔

تفسیر آیت ۱۷۲ —— ۱۷۵

لشکرِ قریش کا تعاقب اور صحابۂ کرامؓ کا توکّل

اُحد کی جنگ کے بعد کفّار کا لشکر جب مدینہ سے آگے نکل آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خیال سے کہ وہ پلٹ کر پھر حملہ آور نہ ہوں اُن کے تعاقب کا فیصلہ کیا۔ آپؐ نے ستّر مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان کا پیچھا کریں۔ ان مسلمانوں میں ایک زخمی گروہ بھی تھا جس نے اپنے زخموں کی پروا نہ کی اور فوراً ارشادِ نبوی کی تعمیل میں جان پر کھیلنے کو تیار ہو گیا۔ انہی کے بارے میں ارشاد ہے اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ ط
دشمن کے تعاقب کا حکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا لیکن آیت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا بھی ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ آپؐ کا حکم درحقیقت اللہ کا حکم تھا۔

قُریشی لشکر رَوحاء کے مقام پر خیمہ زن تھا۔ مَعبَد خُزاعی نام ایک مشرک اُس وقت مدینہ سے ہو کر آرہا تھا۔ قریش کے پاس سے گزرا تو ابوسفیان نے پوچھا، معبد! مدینہ والوں کا کیا حال ہے؟ معبد نے مبالغہ آمیز جواب دیا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بہت بڑا لشکر لئے آرہے ہیں۔ یہ لشکر تمہیں بھسم کر دے گا۔ ابوسفیان نے سنا تو بلا توقف مکّہ کی طرف کوچ کا حکم دیا۔

تعاقب میں نکلنے والے ستّر مجاہدین تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

خود بھی لشکر لے کر روانہ ہوئے اور مدینہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد تک بڑھے۔ وہاں معلوم ہوا کہ قریشی لشکر واپسی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا اور سرعت سے مکہ کی طرف رواں ہے۔

زخم خوردہ مجاہدین جب مدینہ سے نکلے تو بعض منافقوں نے کہا اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ یعنی ابوسفیان کا لشکر یک جا ہو کر تم سے لڑنے کو تیار بیٹھا ہے تم ستر آدمی تین ہزار فوج کا مقابلہ کیسے کرو گے۔ فَاخْشَوْهُمْ یعنی ان سے ڈرو اور جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا مجاہدین قطعاً نہ ڈرے۔ ان کا ایمان اور پختہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے آزمائش کا ایک عمدہ موقع بہم پہنچا دیا ہے۔ شاید شہادت کی فضیلت سے نوازنا منظور ہے۔ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ یعنی اللہ کی مدد ہمیں کافی ہے۔ ہم دشمن کی کثرت سے نہیں ڈرتے۔ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وہ خوب کارساز ہے۔ ہم نے انجام اُسی کو سونپ دیا ہے۔ ہماری زندگی اور موت کا معاملہ اُسی کے سپرد ہے۔ ہماری گردنیں اُسی کے آگے خمیدہ ہیں۔ ہمیں اُس کے حکم کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں۔ وہ رحیم و کریم ہے۔ اس کی رحمت سے ہمیں پوری توقع ہے کہ ہمارے لئے نہایت اچھا فیصلہ کرے گا۔ ہم جیت گئے تو بہتر ورنہ شہادت کا ثمرہ کیا کم ہے۔

مجاہدین سرخرو واپس آئے لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ یعنی ان پر کوئی خرابی نہ آئی۔ سُوْٓء سے مراد یہاں ناپسندیدہ بات ہے۔ یعنی نہ ان کے ایمان کو ٹھیس پہنچی اور نہ ان کے عمل پر حرف آیا اور نہ اُن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوا۔

سُوْء سے مراد یہاں قتل یا زخم لینا درست نہیں۔ اللہ کی راہ میں زخمی یا شہید ہونے کو سُوْء نہیں کہا جا سکتا۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ

اور نہ غمگین کریں تجھے جو سرعت سے بڑھے جاتے ہیں

اور (اے نبی!) آپ کو غمگین نہ کریں وہ جو تیزی سے بڑھے جاتے ہیں

فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ

میں کفر یقیناً وہ ہرگز ضرر نہیں دیں گے اللہ کچھ

کفر میں - یقیناً وہ اللہ کو کچھ ضرر نہیں دیں گے

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ

چاہتا ہے کہ نہ رکھے لئے اُن کے

اللہ چاہتا ہے کہ اُن کے لئے نہ رکھے

حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱۷۶)

حصہ میں آخرت اور لئے ان کے عذاب بڑا

آخرت میں حصّہ اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ

یقیناً جو انہوں نے سودے میں لیا کفر عوض ایمان

یقیناً جنہوں نے کفر کو ایمان کے عوض لیا

لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ

ہرگز نہیں ضرر دیں گے اللہ (کو) کچھ

وہ اللہ کو ہرگز کچھ ضرر نہیں دیں گے

Marfat.com

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ

اور لئے ان کے عذاب المناک
اور ہرگز نہ گمان کریں

اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔
اور کافر ہرگز

الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ

جو کافر ہوئے کہ یقیناً جو مہلت دیتے ہیں ہم لئے ان کے

گمان نہ کریں کہ ہم انہیں جو مہلت دیتے ہیں وہ

خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ

بھلا لئے جانیں ان کی صرف مہلت دیتے ہیں ہم

ان کے لئے بھلی ہے
ہم انہیں مہلت دیتے ہیں

لَهُمْ لِيَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ

لئے ان کے کہ وہ بڑھ جائیں گناہ اور لئے ان کے

صرف اس لئے کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں
اور ان کے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾

عذاب رسوا کن

لئے رسوا کن عذاب ہے۔

حَزِنَ غمگین ہوا یَحْزَنُ غمگین کرتا ہے لَا یَحْزُنْ غمگین نہ کرے۔ اَمْلٰی اس نے مہلت دی نُمْلِیْ ہم مہلت دیتے ہیں زَادَ وہ بڑھا یَزْدَادُ وَ یَزْدَادُوْنَ وہ بڑھتے ہیں یَزْدَادُوْا تاکہ وہ بڑھیں اَھَانَ اس نے توہین کی مُھِیْنٌ اس سے فاعل ہے۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۷۶ ـــــــ ۱۷۷

کُفّار کی تگ و دو عذاب کی تیاری ہے

اِن آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے کہ کفّار اگر کفر میں بدستور بڑھتے جاتے ہیں تو آپؐ غم نہ کریں۔ آپؐ کے ذمّے صرف فریضۂ تبلیغ ادا کرنا ہے۔

کُفّار کی جولانیاں جس قدر بڑھیں گی وہ اپنے کو اُسی قدر نقصان پہنچائیں گے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈھیل دے رکھی ہے۔ اس ڈھیل میں اُن کی بھلائی نہیں، خرابی ہے۔ کیونکہ وہ ہر لمحہ گناہ کی تاریک وادی میں قدم بڑھاتے جاتے ہیں۔ آج وہ شیخی کر رہے ہیں لیکن آخرت میں رُسوا کُن عذاب سے دوچار ہوں گے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

نہ | ہوا[1] | اللہ | کہ | چھوڑ دے | ایمان لانے والے

اللہ مؤمنوں کو چھوڑنے کا نہیں

عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ

پر | جو | تم | اس پر | الگ کرے | ناپاک

اس (حال) پر جس پر تم (اب) ہو حتّٰی کہ ناپاک کو پاکیزہ

[1] یہاں تاکیدی معنی میں ہے، مراد ہے۔

Marfat.com

مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ

سے پاکیزہ اور نہ ہوا اللہ کہ مطلع کرے تمہیں

سے الگ کر دے۔ اور اللہ تمہیں غیب پر مطلع کرنے کا

عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ

پر غیب اور لیکن اللہ انتخاب کرتا ہے سے رسول اس کے

نہیں اور لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا

مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ

جسے وہ چاہتا ہے تو ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور رسول اس کے

ہے انتخاب کر لیتا ہے تو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ

وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا

اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچاؤ رکھو

اور اگر تم ایمان لاؤ اور (منافقوں سے) بچاؤ رکھو

فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

تو لئے تمہارے اجر بڑا

تو تمہارے لئے بڑا اجر ہے۔

وَذَرَ چھوڑا يَذَرُ ایسا فعل ہے کہ چھوڑنے کے معنی میں اس سے مصدر ماضی اور اسم فاعل نہیں آتا۔ صرف مضارع، امر اور نہی آتا ہے

مَاذَ يَمِيْزُ الگ کرنا، جدا کرنا

مَيَّزَ يُمَيِّزُ الگ کرنا، جدا کرنا۔
اَطْلَعَ مطلع کیا خبر دی یُطْلِعَ تاکہ وہ مطلع کرے۔
اِجْتَبٰی انتخاب کیا یَجْتَبِی انتخاب کرتا ہے۔ اس سے اسم مصدر اِجْتِبَاء ہے جس کے معنی ہیں اِصطِفاء یعنی چُن لینا، اختیار کرنا۔ رُسُل جمع ہے رسول کی۔
اٰمَنَ ایمان لایا اٰمِنُوْ ایمان لا۔

تفسیر آیت ۱۷۹

منافقین کا کردار اور ان سے احتراز

ان آیات میں اہلِ اسلام سے خطاب ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ خطاب کفار اور منافقین سے ہے۔ جہاں اس قسم کا اختلاف ہو اور تصفیہ کا کوئی اور قرینہ نہ ہو تو عبارت کے سیاق و سباق سے قطعی فیصلہ ہو سکتا ہے۔ سابقہ آیات میں اہلِ اسلام مخاطب ہیں لہٰذا آیاتِ زیر نظر میں بھی خطاب انہی سے ہے کیونکہ مضمون کا تسلسل بدستور قائم ہے۔

اہلِ اسلام کی صفوں میں منافقین کا ایک کثیر اور مضبوط گروہ نہایت پُراسرار طریقے سے شامل رہتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ان کے فریب سے باخبر ہونا مشکل تھا۔ ان کی علانیہ نافرمانی سے کچھ اندازہ ہو سکتا تھا لیکن وہ بہت عیار تھے۔ عبادات میں بظاہر شریک رہتے تھے۔ لہٰذا ان کی منافقت کا پردہ چاک ہو سکتا تھا تو کسی بڑی آزمائش کے وقت۔ چنانچہ جب غزوات وغیرہ کے ابتلاء پیش آئے تو یہ لوگ اپنے نفاق کا بھرم نہ رکھ سکے اور کھلم کھلا سرتابی کر گئے۔

آیت میں مندرجۂ بالا صورت کی طرف اشارہ ہے۔ اہلِ اسلام کو خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ منافقین ہمیشہ اہلِ اسلام سے گھلے ملے رہیں اور

Marfat.com

اُن کی دسیسہ کاریوں سے کوئی بھی واقف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے سامان آئے دن پیدا کر دیتا ہے کہ اہلِ نفاق کھُل کر سامنے آجاتے ہیں اور اہلِ ایمان کو اُن سے ہوشیار رہنے کا موقع مل جاتا ہے۔

اہلِ اسلام کو چاہیے کہ منافقوں سے محتاط رہیں، انہیں دل کا بھید نہ دیں اور نہ انہیں حکومت کے اسرار میں شریک کریں لہذا سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ (مائدہ: ۵۵)

ترجمہ: اے مسلمانو! تمہارا ولی صرف اللہ ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ ایمان والے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں سے صرف انہی سے ولایت قائم ہوسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کے دل و جان سے پابند ہیں۔ جن لوگوں کے اعمال قبیح ہیں اور وہ دین سے غافل ہیں اگرچہ ہم انہیں صاف الفاظ میں منافق نہیں کہہ سکتے لیکن دینی اور وطنی مصلحتوں کے سلسلہ میں اُن سے احتیاط لازم ہے۔

صاف لفظوں میں اسی کو منافق کہا جاسکتا ہے جس کے دل کا بھید معلوم ہوسکے لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو دلوں کے راز جانتا ہے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ یہ علم وہ اپنے برگزیدہ انبیاء کو بھی عطا کر دیتا ہے۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے بارے میں علم تھا۔

منافق دو قسم کے ہوتے ہیں یعنی اعتقادی اور عملی۔ اعتقادی منافق وہ ہے کہ جس کا اسلام پر قطعاً کوئی عقیدہ نہیں، صرف زبان سے اسلام کا دم بھرتا ہے۔ عملی منافق وہ ہے جس کا اسلام پر عقیدہ تو ہے لیکن بہت کمزور

عملاً وہ اسلام سے دُور ہوتا ہے۔ اُس کے اعمال میں خلوص کی جھلک بہت کم ہوتی ہے تاہم اُس کو قطعیت سے منافق یا کافر نہیں کہا جا سکتا کیونکہ کفر و ایمان کا تعلق دل کے عقیدہ سے ہے۔

کسی سے ولایت کا سلسلہ قائم کرنے سے پہلے اُسے اُس کے اعمال کی روشنی میں بخوبی دیکھ لینا چاہیے۔ اگر اس کے اعمال اطاعت گزار مسلمانوں کے سے نہیں تو اس سے ولایت قائم نہ کی جائے۔ تاہم وہ پوری ہمدردی کا مستحق ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسے مواقع بہم پہنچاتا رہتا ہے کہ پاک کی ناپاک سے اور کھرے کی کھوٹے سے تمیز ہو جائے لہٰذا فرمایا، مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط

مراد یہ کہ مسلمانوں کو آخر تک اس حال میں نہیں چھوڑتا کہ منافق ان کی صفوں میں چھپے رہیں۔ جلد ہی ان کا راز فاش کر دیتا ہے۔ اگر اہل اسلام چشمِ بصیرت کشادہ نہ کریں اور منافقوں کے ہاتھوں نقصان اٹھا جائیں تو کل وہ اپنی بے پروائی کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہوں گے۔

مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ میں خصوصی خطاب صحابۂ کرامؓ سے ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ تم جس حال پر ہو یا تمہارے جو حالات ہیں۔ اُس وقت اُن کے حالات یہ تھے کہ منافق ان میں شامل تھے اور انہیں خبر نہ تھی۔

آیت کے اخیر میں فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء پر ایمان لاؤ۔ انبیاء علیہم السلام کی صداقت اور دیانت مسلّم ہے۔ ان کے سوا اور کسی پر اندھا دھند اعتبار نہ کرو۔ نیک لوگوں سے قریبی تعلق رکھو اور منافقوں سے بچ کر رہو۔ اگر تم اس طرزِ عمل پر قائم رہے تو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے لئے اجرِ عظیم ہو گا۔

Marfat.com

وَ لَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ

اور ہرگز گمان نہ کریں جو بخل کرتے ہیں ساتھ جو دیا انہیں

اور ہرگز گمان نہ کریں وہ جو بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ نے

اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ہُوَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ بَلۡ

اللہ سے فضل اس کا وہ بھلا لئے ان کے بلکہ

انہیں اپنے فضل سے دیا ہے کہ وہ ان کے لئے بھلا ہے بلکہ

ہُوَ شَرٌّ لَّہُمۡ ؕ سَیُطَوَّقُوۡنَ مَا

وہ بُرا لئے ان کے جلد ان کے گلے میں ڈالا جائے گا جو

وہ اُن کے لئے بُرا ہے۔ جس میں انہوں نے بخل کیا ہے وہ

بَخِلُوۡا بِہٖ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ وَ لِلّٰہِ

بخل کیا انہوں نے ساتھ اس کے دن قیامت اور اللہ کا

قیامت کے روز ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ اور آسمانوں کی

مِیۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ اللّٰہُ

میراث آسمان اور زمین اور اللہ

اور زمین کی میراث اللہ کی ہے۔ اور اللہ

بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۱۸۰﴾

ساتھ جو تم کرتے ہو باخبر

باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔

Marfat.com

سَيُطَوَّقُوْنَ طوق سے ہے طَوَّقَ اُس کے گلے میں ڈالا۔

مِیْرَاثُ اصل میں میعاد کی طرح مصدر ہے۔ متروکہ مال کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

تفسیر آیت ۱۸۰

بخل کی تباہیاں

بخل سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کا خرچ کرنا لازم ہو اور اسے خرچ نہ کیا جائے یا مال کو محض مال کی محبت کی خاطر جمع رکھا جائے۔

آیت بالا میں بتایا گیا ہے کہ بخل خرابی لاتا ہے قیامت کے روز بخیل کا مال اُس کے گلے کا ہار ہو گا۔

جو قوم بخیل ہو اور اپنی تجوریوں کا منہ بند رکھے وہ آخر کار ہلاکت کا شکار ہو جاتی ہے۔ ہر سوسائٹی میں غریبوں کی خاصی بڑی تعداد ہوتی ہے۔ اگر غریبوں کو غریبی کے شکنجہ سے نکالنے کی کوشش نہ کی جائے تو وہ ترقی سے محروم رہتے ہیں اور اس طرح ملی بدن کا ایک گراں قدر حصہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ قوم پوری سرعت کے ساتھ ترقی نہیں کر سکتی۔

غریبی کے عالم میں اپنے اخلاق کو محفوظ رکھنا ازبس مشکل ہوتا ہے۔ آدمی بھوک سے بچنے کی خاطر بعض دفعہ بڑے بڑے گناہ کر بیٹھتا ہے۔ ناداری انسان کو بارہا چوری، قزاقی اور بدراہی کی طرف لے جاتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا یعنی محتاجی بعض دفعہ کفر کے قریب لے جاتی ہے محتاجی سے بچنے اور قوم کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاں تک ہو سکے خرچ کیا جائے۔ دولت کا منہ بند کئے رکھنا

Marfat.com

دینی اور وطنی، انفرادی اور اجتماعی ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے۔
بخل کی ایک نہیں ہزاروں خرابیاں ہیں جن کا ایک جامع نام ہلاکت ہے۔
قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ (۲: ۱۹۵)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔

بخل دل کی غریبی کا دوسرا نام ہے۔ بخیل آدمی دولت کو بچائے رکھنے اور مزید جمع کرنے کی خاطر بعض دفعہ بڑی گھٹیا حرکتوں پر اتر آتا ہے۔ لہٰذا بخل مادی اور روحانی دونوں سطحوں پر تباہی مچاتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سلسلہ میں کچھ واضح ارشادات ہیں، مثلاً:

(۱) حرص سے بچ کر رہو۔ تم سے (بعض) پہلی اقوام کو حرص نے ہلاک کر دیا۔ حرص نے انہیں بخل کا حکم دیا اور وہ بخیل ہو گئے۔ انہیں بدی کا حکم دیا اور وہ بدکردار ہو گئے (خازن)

(۲) دو باتیں مؤمن میں جمع نہیں ہو سکتیں یعنی بخل اور بد خُلقی (خازن)

جہاد میں مالی قربانی کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر بخل کرنا منافقوں کا کام ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا

کہا انہوں نے	جو	قول	اللہ	سُنا	ہے

اللہ نے سُن لیا ہے قول اُن کا جنہوں نے کہا،

إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ

یقیناً اللہ محتاج اور ہم تونگر

بیشک اللہ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں

سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَآءَ

جلد لکھیں گے ہم جو کہا انہوں نے اور قتل کرنا ان کا انبیاء

اب ہم لکھ رکھیں گے جو انہوں نے کہا اور ان کا ناحق قتل کرنا

بِغَيْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾

بغیر حق اور ہم کہیں گے چکھو عذاب جلنے (کا)

انبیاء کا اور ہم کہیں گے، جلنے کا عذاب چکھ لو۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ

وہ عوض جو آگے بھیجا ہاتھ تمہارے

وہ (ہوگا) اس کے عوض جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾

اور کہ یقیناً اللہ نہیں ظلم کرنے والا لیے بندے

اور کہ یقیناً اللہ بندوں کے لئے ظالم نہیں۔

اَغْنِيَاءُ جمع ہے غَنِیٌّ کی حَرِيْق مصدر بھی ہے، فاعل بھی اور مفعول بھی یعنی اس کے معنی ہیں (۱) جلنا (۲) جلانے والا (۳) جلا ہوا۔
قَدَّمَ اُس نے اپنے سے آگے بھیجا۔ اَيْدِی جمع ہے يَدٌ (ہاتھ) کی۔ عَبِيْد جمع ہے عَبْد کی۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۸۱ -- ۱۸۲

یہود کا دل آزاری کرنا

یہود اذان کی ہنسی اڑاتے اور نماز کو تماشا سمجھتے تھے۔ قرآن کی آیات پر بھی طنز کرتے تھے۔ جب قرآنِ حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یعنی کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسن دے گا تو یہود نے فقرے کسے کہ مسلمانوں کا اللہ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں۔

آیت ۱۸۲ میں جو یہود مخاطب ہیں اُن سے قتلِ انبیاء منسوب کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کے آباء واجداد نے انبیاء کا خون بہایا تھا۔ یہ بجائے اس کے کہ اُن کے اس فعل سے برات کرتے اُسے اچھا سمجھتے تھے اور باپ دادا کی سنت کو تازہ رکھنا چاہتے تھے۔ لہٰذا اُن کے گناہ میں برابر کے شریک تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ عرب کے یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے خلاف کئی بار ناکام کوشش کی تھی۔

یہود کا قدیمی وتیرہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام کے دین کا مذاق اڑانے اور ان کا خون بہانے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ ان گناہوں کا بہت بڑا عذاب ملے گا۔ یہود کو تنبیہ ہے کہ قیامت کے روز عذاب عظیم کو دیکھ کر یہ نہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) ظلّام ہے۔ یہ خمیازہ تمہارے عظیم گناہوں کا ہوگا۔ ان کی اطلاع اللہ تعالیٰ کو فوراً پہنچ رہی ہے۔ حشر کے روز تم دیکھو گے کہ تمہارے ایک ایک گناہ کا ریکارڈ تم سے پہلے پہنچ چکا ہے۔

Marfat.com

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ

جو | کہا انہوں نے | یقیناً | اللہ | حکم بھیجا | طرف ہماری

جنہوں نے کہا، یقیناً اللہ نے ہماری طرف حکم بھیجا ہے

اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا

کہ نہ | ایمان لائیں ہم | لئے | رسول | حتی | وہ آئے | ہمارے پاس

کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ وہ

بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ

ساتھ | قربانی | کھائیگی | اسے | آگ | کہہ | ہے

ایک قربانی لائے جسے آگ کھائے (اے نبی!) کہہ دیجیے کہ

جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ بِالْبَيِّنٰتِ

آیا | تمہارے پاس | رسول | سے | میرے قبل | ساتھ | واضح نشانیاں

تمہارے پاس مجھ سے پہلے رسول آئے واضح نشانیوں کے ساتھ

وَبِالَّذِىْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ

اور | ساتھ | جو | کہا تم نے | تو کیوں | قتل کیا تم نے | انہیں

اور اس کے ساتھ جو تم نے کہا۔ تو تم نے انہیں کیوں قتل کیا

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ

اگر | تم ہوئے | سچے | تو | اگر

اگر تم سچے ہو تو اگر وہ

Marifat.com

كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ

انہوں نے جھٹلایا تجھے تو ہیں جھٹلائے گئے رسول سے

آپ کی تکذیب کریں تو تکذیب کی جا چکی ہے (بہت سے) رسولوں کی

قَبْلِكَ جَاءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ

قبل تیرے آئے وہ ساتھ واضح نشانیاں اور تحریری صحیفے

جو آپ سے پہلے آئے لے کر واضح نشانیاں اور نوشتے

وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾

اور . کتاب روشن کرنے والی

اور روشن کرنے والی کتاب

اٰمَنَ ایمان لایا نُؤْمِنُ ہم ایمان لاتے ہیں اَنْ نُّؤْمِنَ کہ ہم ایمان لائیں قُرْبَان اس چیز کو کہتے ہیں جس کے پیش کرنے سے کسی کا قرب مطلوب ہو۔ نذر، ہدیہ، قربانی۔ زُبُر جمع ہے زبور کی۔ زبور: مختصر کتاب

آیت ۱۸۳ —— ۱۸۴

یہود کی کٹھ حجتی

ایک دفعہ یہود نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس وقت تک کسی نبی پر ایمان لانے کی اجازت نہیں دی جب تک یہ معجزہ دیکھ نہ لیں کہ وہ قربانی پیش کرے اور آسمان سے آگ اتر کر اسے کھا جائے۔

Marfat.com

کج بحثی کرنا یہود کا موروثی شیوہ تھا۔ اس معجزہ کا مطالبہ بھی محض منطقی شرارت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے پاس یہ ہدایت کبھی نہیں آئی تھی کہ ہر نبی سے اس قسم کے معجزات طلب کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ اُن کے ہر مطالبہ کی تشفی کرے تو ان مطالبات کا سلسلہ قیامت تک ختم نہ ہو۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے کتنے ہی صاف صاف معجزے پیش کیے تاہم یہود نہ مانے اور آج تک اُن کے منکر ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے انبیاءؑ کے ساتھ بھی انہوں نے یہی سلوک کیا۔

یہود نے انبیاء علیہم السلام سے ضد باندھ رکھی تھی۔ بعض انبیاء کو اگرچہ زبان سے مان لیا لیکن انہیں بھی ہمیشہ تنگ کرتے رہے، حالانکہ وہ بیِّنٰت (یعنی کھلے معجزے) لائے، زُبُر یعنی اللہ کی طرف سے لکھے لکھائے صحیفے پیش کئے اور کتٰب مُنیر یعنی دلوں کو روشن کرنے والی الہامی کتابیں لوگوں کو سنائیں۔ قرآن حکیم میں الہامی کتابوں کے لیے اَلکتٰب کا اسمِ جنس اکثر آیا ہے۔

یہود پر نہ معجزات کارگر ہوئے، نہ انہوں نے ان صحیفوں کو مانا جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئے اور نہ ان کے سینے الہامی کتابوں کی ضیاء سے منوّر ہوئے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ

ہر	جان	چکھنے والی	موت	اور

ہر جان موت کو چکھنے والی ہے اور

اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

صرف	ایفاء کئے جاؤ گے	اجر	تمہارے	دن	قیامت

تم صرف قیامت کے روز اپنے اجر پورے پورے پاؤ گے

Marfat.com

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ

تو جو | دور کیا گیا | سے | آگ | اور | داخل کیا گیا

تو جو آگ سے دور کیا گیا اور جنت میں ڈالا

الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَ مَا الْحَيٰوةُ

جنت | تو | ہے | بامراد ہوا | اور نہیں | حیات

گیا تو وہ بامراد ہوا اور نہیں دنیا کی

الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

دنیا | سوائے | متاع | دھوکا

زندگی سوائے صرف دھوکے کی متاع کے۔

ذَاقَ اُس نے چکھا ذَائِقٌ چکھنے والا ذَآئِقَةٌ چکھنے والی۔ وَفّٰی اس نے پورا پورا دیا یُوَفّٰی اسے پورا پورا دیا جائے گا تُوَفّٰی تجھے پورا پورا دیا جائے گا تُوَفَّوْنَ جمع کا صیغہ ہے۔ فَازَ بامراد ہوا۔ کامیاب ہوا۔ فوز مصدر ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ

تمہیں ضرور آزمایا جائیگا | میں | اموال | تمہارے | اور | جانیں | تمہاری

تمہیں تمہارے اموال میں اور تمہاری جانوں میں ضرور آزمایا جائے گا

Marfat.com

وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اور تم ضرور سنو گے سے جو وہ دیے گیے کتاب

اور تم ضرور سنو گے اُن (لوگوں) سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی

مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا

سے قبل تمہارے اور سے جو مشرک ہوئے

اور ان سے جنہوں نے شرک کیا

اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا

دل آزار باتیں بہت اور اگر تم صبر کرو

بہت دل آزار باتیں اور اگر تم صبر کرو

وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۱۸۶

اور تقویٰ رکھو تو یقیناً وہ سے ہمت کام

اور تقویٰ رکھو تو یقیناً یہ بڑی ہمت کی باتوں (میں) سے ہے

بَلٰی اُس نے آزمایا۔ یَبْلُوْ تو آزماتا ہے تُبْلٰی تو آزمایا جائے گا

تُبْلَوُنَّ تم آزمائے جاؤ گے لَتُبْلَوُنَّ تم ضرور آزمائے جاؤ گے۔

تَسْمَعُوْنَ تم سنو گے لَتَسْمَعُنَّ تم ضرور سنو گے۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۸۵ — ۱۸۶

عزم وہمت کی تلقین

ان آیات میں عزم وہمت کی تلقین ہے۔ اس سلسلہ میں دو باتوں کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے یعنی

(۱) جان ومال کی قربانی کا موقع وقتاً فوقتاً پیش آتا رہے گا۔ اس سے فرار نہ کرنا۔ زندگی اور مال ودولت سب فانی ہیں۔

(۲) غیر مسلم تمہاری دل آزاری کریں گے۔ مثلاً تمہارے دین کا مضحکہ اڑائیں گے اور گستاخانہ حرکتیں کریں گے، طرح طرح کے طعنے دیں گے، لیکن تم صبر کا دامن ہاتھ سے نہ دینا۔ تقویٰ رکھنا یعنی برائی سے بچنا، گالی کا جواب گالی سے نہ دینا، فراخ دلی اور عالی حوصلگی کا مظاہرہ کرنا۔ یہ عزم وہمت کے کام ہیں۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ

اور جب لیا اللہ پختہ عہد جو

اور جب اللہ نے پختہ عہد لیا (ان سے) جن کو

اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ

دئیے گئے کتاب تم ضرور واضح کرو گے اسے لیے لوگ

کتاب دی گئی کہ تم ضرور اسے لوگوں کے سامنے واضح کرو گے

Marfat.com

وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۡ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ

اور نہ چھپاؤ گے تم اسے پھر پھینکا انہوں نے اسے پیچھے

اور (تم اسے نہ چھپاؤ گے (تو) پھر انہوں نے اسے پشت کے

ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا

پشتیں ان کی اور سودے میں لیا عوض اس کے دام

پیچھے پھینک دیا اور اس کے عوض سودے میں حقیر دام

قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

کم تو برا جو وہ خریدتے ہیں

لیے۔ تو برا ہے جو وہ سودے میں لیتے ہیں

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ

ہرگز گمان نہ کر جو شاداں ہوتے ہیں

(اے نبی!) آپ ہرگز گمان نہ کریں جو شاداں ہیں اپنے

بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا

ساتھ جو کیا انہوں نے اور چاہتے ہیں کہ تعریف کی جائے ان کی

کیے پر [1] اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے

بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ

عوض جو نہیں کیا انہوں نے تو ہرگز گمان نہ کر انہیں

اس پر جو انہوں نے کیا ہی نہیں [2] تو آپ ہرگز گمان نہ کریں

[1] یعنی لوگوں کو گمراہ کر کے [2] یعنی نیکی کا کام

Marifat.com

بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ

میں بچاؤ کی جگہ سے عذاب اور لئے ان کے

کہ وہ عذاب سے بچاؤ کی جگہ میں ہیں۔ اور ان کے لئے

عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ

عذاب المناک اور اللہ کی سلطنت

دردناک عذاب ہے اور آسمانوں اور زمین

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ

آسمان اور زمین اور اللہ اوپر ہر

کی سلطنت اللہ کی ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر

۱۹ ع ۹ ۱۰ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع

چیز قادر

قادر ہے۔

بَیَّنَ اُس نے خوب واضح کیا تُبَیِّنُوْنَ تم واضح کروگے لَتُبَیِّنُنَّ تم ضرور واضح کروگے۔ ظُھُور جمع ہے ظَھْر (پشت) کی) مَفَازَۃ اسم ظرف بھی ہو سکتا ہے اور مصدر بھی۔ اس کے معنی کامیابی بھی ہیں اور نجات بھی۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۱۸۷ ـــــــ ۱۸۹

حق پوشی کی ممانعت

جب کسی امت کی طرف اللہ تعالی الہامی کتاب بھیجتا ہے تو مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس پر عمل کرے اور اس کی تعلیم عام کرے۔ امت جب اس کتاب پر ایمان لاتی ہے تو دل سے اس بات کا بھی اقرار کرتی ہے کہ اس کی اشاعت کرنا ہمارا فرض ہے اس قلبی اقرار کو آیت بالا میں میثاق یعنی پختہ عہد کیا گیا ہے۔

سابقہ امتیں میثاق کو آہستہ آہستہ بھول گئیں اور الہامی کتب کو پس پشت ڈال دیا یعنی ان کی تعلیمات کو فراموش کر دیا۔

اس ضمن میں یہود خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ مدینہ کے یہودی علماء کو اپنے علم کا بڑا ناز تھا۔ لیکن وہ دین کی خدمت تو خاک بھی نہ کرتے اور توقع رکھتے کہ لوگ انہیں خادم دین کہیں اور علم و فضیلت کے بڑے بڑے القاب پیش کریں۔ چنانچہ ارشاد ہوا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا یعنی وہ چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے اس کام پر جو انہوں نے کیا ہی نہیں۔ یہ علماء لوگوں پر اپنی برہمنیت اور علم کی اجارہ داری کا رعب گانٹھ کر ایک قسم کی حکومت کر رہے تھے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے تھا کہ ان کی یہ حکومت عارضی ہے۔ اصل اور دائمی حکومت اللہ کی ہے۔ ظالموں کو اس کے عذاب سے کوئی چیز نہیں بچا سکے گی۔

آیت ۱۸۸ میں لَا تَحْسَبَنَّ دوبار آیا ہے یہ تاکیدی تکرار ہے۔ ہر امت کے لئے علم دین کی وضاحت اور اشاعت ضروری ہے ورنہ وہ کوتاہی کی مجرم ہوگی۔

Marifat.com

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

یقیناً میں پیدا کرنا بلندیاں اور زمین

یقیناً بلندیوں اور زمین کے پیدا کرنے میں

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اور ایک دوسرے کے پیچھے آنا رات اور دن

اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں

لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ الَّذِيْنَ

نشانیاں لئے والے عقلیں جو

عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں جو

يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا

یاد کرتے ہیں اللہ کھڑا ہونا اور بیٹھنا

اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے

وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ

اور اوپر پہلو ان کے اور سوچتے ہیں

اور اپنے پہلوؤں پر اور سوچتے ہیں

فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

میں تخلیق بلندیاں اور زمین

بلندیوں اور زمین کی تخلیق کی بابت

Marfat.com

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

اے رب ہمارے نہیں پیدا کیا تو نے یہ بے بنیاد

اے ہمارے رب! تو نے اسے بے بنیاد نہیں پیدا کیا

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

بے عیب ہے تو پس بچا ہمیں عذاب آگ

تو بے عیب ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ

اے رب ہمارے یقیناً تو جسے تو داخل کرے آگ میں

اے ہمارے رب، تو یقیناً جسے آگ میں ڈالے

فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ

تو بے شک رسوا کیا تو نے اُسے

تو تو نے اُسے رسوا (ہی) کر دیا

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾

اور نہیں لئے ظلم کرنے والے سے۔کوئی مددگار

اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ

اے رب ہمارے یقیناً ہم سنا ہم نے پکارنے والا پکارتا ہے لئے ایمان لانا

اے ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا (کہ) ایمان کے لئے پکارتا ہے

اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ فَاٰمَنَّا ؔ

کر | ایمان لاؤ | پر | رب | تمہارا | تو | ایمان لائے ہم

کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے

رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا

اے رب ہمارے | تو بخش دے | لئے ہمارے | گناہ | ہمارے

اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے گناہ بخش دے

وَكَفِّرۡ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا

اور | محو کر دے | ہم سے | برائیاں | ہماری

اور ہم سے ہماری برائیاں مٹا دے

وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ﴿۱۹۳﴾

اور | وفات دے | ہمیں | ساتھ | نیک لوگ

اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ

اے رب ہمارے | اور دے ہمیں | جو | وعدہ کیا تو نے | ہم سے | پر | رسول تیرے

اور اے ہمارے رب! ہمیں دے جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت

وَلَا تُخۡزِنَا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ

اور | نہ رسوا کر | ہمیں | روز | قیامت

اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا

اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾

یقیناً تو نہیں کرتا ہے منسوخ تو عہد

یقیناً تو وعدہ منسوخ نہیں کرتا

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ

تو جواب دیا لئے ان کے رب ان کا

تو اُن کے رب نے انہیں جواب دیا

اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ

کہ یقیناً میں نہیں ضائع کرتا ہوں عمل - عمل کرنے والا تم سے

کہ یقیناً میں تم سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ

سے نر یا مادہ. بعض تم سے. سے بعض

مرد ہو یا عورت - تم ایک دوسرے سے ہو -

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

تو. جو ہجرت کی انہوں نے اور نکالے گئے سے گھر ان کے

تو جنہوں نے ہجرت کی اور وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے

وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا

اور انہیں ستایا گیا بیں رستہ میرا اور لڑے اور مارے گئے

اور ان کو میری راہ میں ایذا دی گئی اور انہوں نے جنگ کی اور وہ قتل کیے گئے

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

میں ضرور محو کردوں گا | سے | وہ (ان سے) | برائیاں | ان کی

میں اُن سے اُن کی برائیاں ضرور مٹاؤں گا

وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ

اور | میں ضرور داخل کروں گا | انہیں | باغ

اور میں انہیں ضرور داخل کروں گا باغوں میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

بہتی ہیں | سے | نیچے | ان کے | نہریں

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

ثواب | سے | پاس | اللہ

اللہ کے ہاں سے اجر کے طور پر

وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

اور | اللہ | پاس | اس کے | خوبی۔عمدگی | اجر

اور اللہ کے پاس خوب اجر ہے

كَفِّرْ خوب ڈھانپ، نظر سے اوجھل کردیا، ناپید کردیا۔ تَوَفَّ وفات دی
تَوَفَّ تو وفات دے۔ اَبْرَار جمع ہے بَرٌّ (نیک آدمی) کی۔ لَاتُخْزِ رسوا نہ کر
دِیَار جمع ہے دار (گھر) کی۔ اُذِیْ ایذا دی ایذاء مصدر ہے اُوْذِیَ اسے

Marfat.com

ایذا دی گئی اُوذُوا انہیں ایذا دی گئی۔

تفسیر آیت ۱۹۰ ——— ۱۹۵

اصحاب خِرد کا اقرار و استغفار اور اللہ تعالیٰ کا ان سے عہد

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اسے ہر حال میں یاد کرتے ہیں۔ کائنات پر نگاہ ڈال کر سوچتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہتے کہ اس کائنات کے پیچھے کوئی نہایت ہی مدبر دماغ کام کر رہا ہے جس کے سامنے کوئی مقصد ہے۔ یہ کائنات بے بنیاد نہیں۔ اللہ نے اس کارخانۂ تکوینی کو کسی منطقی اصل و بنیاد پر قائم کیا ہے۔ کائنات کا کوئی مُہتمّم بالشان نصب العین ہے۔ یہاں سے اُن کے دل میں معًا خیال آتا ہے کہ ہماری زندگی کے لئے بھی نصب العین مقرر ہے اور وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کریں۔ جب ایک طرف کائنات کے بے عیب نظام کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف اپنے کردار کے عیوب کا خیال کرتے ہیں تو لرز جاتے ہیں اور کہتے ہیں سُبحٰنَکَ یعنی اے اللہ تیری ذات کس قدر بے نقص ہے اور تُو نے نظامِ قدرت کو کس قدر بے عیب بنایا ہے۔ تو نقص اور عیب کو پسند نہیں کرتا مگر ہمارا عمل کس قدر داغ دار ہے۔ اے اللہ تو ہمارے عیبوں پر پردہ ڈال اور ہمارے گناہ معاف کر۔ اے اللہ تیری کائنات کا نظام کس قدر شاندار ہے تجھے اپنی مخلوق کا شان اور عزت سے خالی ہونا پسند نہیں۔ اے اللہ! تو ہمیں عزّت دے اور دوزخ کی رسوائی سے بچا۔

اے اللہ! ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سُنی یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ہمارے کانوں تک پہنچا۔ ہم اس آواز پر فوراً ایمان لے آئے (یہ آواز قرآن اور حدیث کی صورت میں قیامت تک آتی

رہے گی)۔

اے اللہ ہم نے تیرے نبی کی آواز پر فوراً لبیک کہا ۔ تو اس کے طفیل ہماری برائیاں میٹ ڈال اور وفات کے بعد ابرار یعنی نیک بندوں کے زمرے میں رکھ جو تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوں گے۔

اے رب! تو نے اپنے رسولوں کے زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے کہ قیامت کے روز تو ہمیں رسوا نہ کرے گا۔ یا اللہ! ہمیں قیامت کے روز سرخرو رکھنا۔

اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ میں اعمال کا بدلہ ضرور دیتا ہوں۔ جس کے اعمال پیارے ہیں اس کا اجر بھی پیارا ہو گا۔ اس میں مرد عورت کا کوئی فرق نہیں کیونکہ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ تم ایک دوسرے سے ہو۔ یعنی اصل کے لحاظ سے ایک ہو۔ اس لئے محض مرد یا عورت ہونے کی وجہ سے جزا میں کمی بیشی نہ ہو گی۔

آیت ۱۹۰ و ۱۹۱ میں ذکر و فکر کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔ ذیل میں اس کی مختصر وضاحت درج کی جاتی ہے۔

ذِکر و فِکر (تفکُّر فی الخَلق)

ذکر کے لغوی معنی ہیں یاد کرنا۔ لیکن یہ لفظ صرف اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ذکرِ الٰہی میں بڑی فضیلت ہے۔ یہ عبادت کی روح ہے۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی فضیلت شہادت سے بھی زیادہ ہے۔

ذکرِ الٰہی کی جس قدر عظمت ہے اس کے لئے اسی قدر آسانیاں بھی ہیں۔ روح کے تار کو ذرا جنبش ہوئی اور سارا بدن نغمۂ توحید سے جھنجھنا اٹھا۔ بچہ ہو یا بوڑھا، مریض ہو یا تندرست، امیر ہو یا غریب، ہر شخص کی روح جب چاہے اس نغمہ کو الاپ سکتی ہے۔

Marfat.com

ذکر کے ساتھ فکر بھی لازم ہے۔ مصنوعات کو دیکھ کر ان کے صانع کے بارے میں ایک عمدہ اندازہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کی مخلوق پر گہری نگاہ ڈالی جائے۔ کائنات کا جس قدر وسیع و عمیق مطالعہ کیا جائے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا احساس اسی قدر قوی سے قوی تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کائنات کا آج تک اندازہ نہیں ہو سکا۔ اتنا معلوم ہے کہ یہ کائنات بے شمار جہانوں کا مجموعہ ہے۔ ہر جہان کی بے کراں وسعت ہے اور یہ وسعت دم بہ دم محیّر العقول تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ان جہانوں میں ایک نظم و ربط ہے جس میں ذرہ بھر خلل نہیں آتا۔ یہ دیکھ کر انسان ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس غیر محدود نظام کو چلانے والی کوئی صاحبِ ارادہ ہستی ہے جسے ہم اللہ کہتے ہیں۔ اس فکر کے ساتھ ہمارے دل میں ذکر کی جو لہر اٹھتی ہے کائنات کی طرح وہ بھی غیر محدود ہونا چاہتی ہے۔ الغرض فکر کے ساتھ ساتھ ذکر بھی پروان چڑھتا ہے۔

ہر انسان اپنی اپنی عقل و خرد اور ذہنی استعداد کے موافق موجودات میں غور و فکر کرتا ہے۔ ایک ان پڑھ دیہاتی کے لئے اونٹ کا قد و قامت ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب نمونہ ہے۔ لیکن سائنس دان کی نگاہ اس سے بھی آگے بڑھتی ہے اور اگر اس کے دل میں ایمان کی روشنی ہو تو اس کے دل میں جذبۂ توحید اور قوی ہو جاتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ شہد کی مکھی کی پانچ آنکھیں ہیں اور ہر آنکھ ۲۵۰۰ آنکھوں کا مجموعہ ہے۔ مکڑی کے بدن میں چار ہزار نالیاں ہیں جن سے چار ہزار تار نکلتے ہیں جو چار نالیوں پر تقسیم ہو کر صرف چار رہ جاتے ہیں۔ ہر تار ریشم کے تاگے سے ۹ گنا باریک تر ہوتا ہے۔ جب وہ یہ سمجھ پاتا ہے کہ کائنات کے سینہ کا ہر راز شہد کی مکھی اور مکڑی کے بدن سے بڑھ کر دقیق اور پیچ در پیچ ہے تو حیرت و استعجاب کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ اس کا دل

Marfat.com

بے اختیار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے چھلک اٹھتا ہے۔

ذکر و فکر لازم و ملزوم ہیں۔ اگر ذکر کے پودے کے لئے خلوص کی کشت کے بغیر چارہ نہیں تو فکر کی آب و ہوا کے بغیر بھی اس کی شاخیں کبھی ہری نہیں رہ سکتیں۔ انسان ہی نہیں، جمادات بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ ہر وقت ایسی زبان کے ساتھ جسے عام انسان سن نہیں سکتے تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے ہیں۔ لیکن جو درجہ انسان کے ذکر کا ہے وہ جمادات کے ذکر کا نہیں کیونکہ ان کے ہاں فکر ناموجود ہے۔

قرآن حکیم نے ذکرِ الٰہی کے لئے تفکر لازم قرار دیا ہے۔ اس مقصد کے لئے قرآن حکیم مطالعۂ کائنات کی بار بار تلقین کرتا ہے۔ مطالعۂ کائنات کے شوق نے فرزندانِ اسلام کو تجرباتی سائنس کی راہ دکھائی۔ انہوں نے سینۂ کائنات کے کئی سربستہ راز کھولے۔ مسلمانوں نے سائنس میں ترقی کی انتہائی منزلوں کو چھو لیا۔ یہاں تک کہ البیرونی ایسے سائنس دان راکٹوں کا نظریہ بھی چھوڑ گئے جس سے آج غیر مسلم استفادہ کر رہے ہیں۔ اہلِ اسلام خود فکر کی طرف سے آہستہ آہستہ غافل ہو گئے۔

كَفَرُوا	الَّذِينَ	تَقَلُّبُ	لَا يَغُرَّنَّكَ
کافر ہوئے	جو	گھومنا۔ جولانیاں کرنا	ہرگز نہ دھوکا دے تجھے

کافروں کا علاقوں میں جولانیاں کرنا تمہیں دھوکا

قَلِيلٌ ۗ قف	مَتَاعٌ	الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ ط	فِي
کم	متاع	علاقے	میں

نہ دے۔ یہ حقیر متاع ہے

Marfat.com

ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

پھر ٹھکانا ان کا جہنم اور بری بچھونا۔ سیج

پھر ان کا ٹھکانا ہوگا جہنم اور وہ بری سیج ہے

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

لیکن جنہوں نے تقویٰ رکھا انہوں نے رب ان کا

لیکن جنہوں نے اپنے رب سے تقویٰ رکھا

لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

لئے ان کے باغ بہتی ہیں سے نیچے ان کے نہریں

ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

مقیم ان میں مہمانی سے پاس اللہ

وہ ان میں مقیم رہیں گے (یہ) اللہ کے ہاں سے مہمانی ہوگی

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

اور جو پاس خوب ترین لئے نیک لوگ

اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ نیک لوگوں کے لئے خوب ترین ہے

غَرَّ دھوکا دیا یَغُرُّ دھوکا دیتا ہے لَا یَغُرَّنَّ ہرگز دھوکا نہ دے بَلَد یا بَلَدَۃٌ علاقہ، شہر۔ اس کی جمع بِلَاد اور بُلدان ہے۔ مِهَاد جس چیز کو بچھایا گیا، بچھونا۔

تفسیر آیت ۱۹۶ —— ۱۹۸

کفّار کی شوکت ملمع کاری ہے

قریش مکہ اور یہود کی تجارت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ بیرونی ممالک سے بھی ان کے تجارتی تعلقات تھے۔ اہل اسلام چار طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ بیرونی تجارت کے دروازے ان پر بند تھے۔ آیت بالا میں اسی حالت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ زندگی عارضی ہے۔ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ نیک لوگوں کی چاہے کافرانہ ماحول میں کوئی قدر نہ ہو لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کی مہمانوں کی طرح عزت افزائی کرے گا۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ

اور یقیناً — سے — اہل — کتاب — جو — ایمان رکھتا ہے

اور یقیناً اہل کتاب (میں) سے (بعض) ہیں جو ایمان رکھتے ہیں

بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ

ساتھ — اللہ — اور — جو — نازل کیا گیا — طرف — تمہارے — اور — جو — نازل کیا گیا

اللہ پر اور اس پر جو اتارا گیا تمہاری طرف اور جو اتارا گیا

اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ

طرف — ان کے — عاجز — لئے — اللہ — نہیں — سودے میں لیتے

ان کی طرف — اللہ کے حضور عاجز ہو کر — وہ اللہ کی

Marfat.com

ط بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیۡلًا

عوض آیات اللّٰہ دام کم

آیات کی عوض حقیر دام (سودے میں) نہیں لیتے

ط اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ

وہ لئے ان کے اجر اُن کا پاس رب اُن کا

ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے

اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

یقیناً اللّٰہ تیز حساب

یقیناً اللّٰہ جلد حساب لینے والا ہے۔

تفسیر آیت ۱۹۹

اس آیت میں اُن اہلِ کتاب کا اجر مذکور ہے جو زندگی بھر اللّٰہ تعالیٰ کے فرماں بردار رہے۔ اسلام کی دعوت پہنچی تو اسے قبول کر لیا۔ ان کو اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں اجر ملے گا۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَ

اے جو ایمان لائے ثابت قدم رہو اور

اے ایمان والو! ثابت قدم رہو اور

صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ

مقابلہ میں جم کر رہو | اور | مستعد رہو | اور | تقویٰ رکھو | اللہ

مقابلہ میں جم کر رہو | اور | مستعد رہو | اور اللہ سے تقویٰ رکھو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

تاکہ | تم | تم فلاح پاؤ

تاکہ تم فلاح پاؤ

تفسیر آیت ۲۰۰

دلِ بیدار اور صلاحِ کار

ارشاد ہے اِصْبِرُوْا یعنی ثابت قدم رہو۔ صَبْرْ کے لغوی معنی ہیں اپنے کو روکنا یا سہارنا یا کسی بات پر قائم رکھنا۔ مراد یہ کہ آدمی ہر حال میں اپنے ایمان اور کردار کو پختہ رکھے، مشکلات سے نہ گھبرائے، ناداری اور افلاس میں ہمت نہ ہار بیٹھے، کسی سے حسد یا بغض نہ کرے، لالچ کا شکار نہ ہو جائے، چوری یا خیانت نہ کرے۔ اگر امیر ہے تو مغرور نہ ہو، عیاشی اور فضول خرچی نہ کرے، غرباء کے لئے زحمت اور دل شکنی کا باعث نہ ہو۔ یہ سب باتیں صبر میں شامل ہیں۔

صَابِرُوْا کے معنی ہیں دوسروں کے مقابل ثابت قدم رہو یعنی دشمن کی قوت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو اس سے ہمت نہ ہارو۔ فرار نہ کرو۔ اُس کی غلامی اختیار نہ کرو۔ اگر اہلِ دنیا تمہیں دکھ پہنچائیں تو اُن کے مقابل ضد اور عداوت پر نہ اترو۔ جہاں تک ممکن ہو فراخ دلی اور عفو و احسان سے کام لو۔

رَابِطُوْا کے معنی ہیں دل کو باندھے یا لگائے رکھو یعنی مستعد رہو مثلاً:

(۱) میدانِ جنگ میں ہر وقت چوکس رہو۔ دشمن کی چال یا شب خون وغیرہ سے احتیاط رکھو۔ مُرَابَطَۃ کا لفظ بالعموم انہی معنی میں آتا ہے۔

(۲) میدانِ زندگی میں اغیار کے مقابل دل کو بیدار رکھو۔ غفلت کی نیند سے دور رہو۔ انفرادی اور بہ قومی سطح پر دیگر اقوام کے مقابل تیاری کرتے رہو۔

(۳) اللہ تعالیٰ سے دل کا رشتہ استوار رکھو۔ عبادات باقاعدہ انجام دو۔ دین میں سستی نہ کرو۔

(۴) اقرباء سے دل کا تعلق رکھو۔ اُن سے رابطہ نہ توڑو۔ ان سے ہمیشہ تعاون کرو۔

ساری سورۃ میں دشمنانِ اسلام کے خلاف علمی اور عملی جہاد کے مضامین ہیں۔ یہ آخری آیت ان مضامین کا ماحصل ہے ۔

Marfat.com

آسمائے سُوَر

اَسمائے سُوَر

(یعنی سورتوں کے نام)

سورت۔ آیت قرآن حکیم ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل ہے۔
سورت کے لُغوی معنی ہیں: شَرف، منزلت، بلندی۔
اس لفظ کے مادہ میں چار دیواری کا مفہوم بھی شامل ہے۔ قرآن کی سورت سے مراد ایک مستقل قطعہ یا باب ہے۔ اس تسمیہ کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ہر سورت علم و حکمت کی بلندی، اعجاز کے شرف اور قدر و منزلت کی رفعتوں کی مالک ہے اور معانی و مطالب کی ایک ایسی مستحکم فصیل ہے جس میں باطل کسی صورت میں راہ نہیں پا سکتا۔
سُورت کی جمع سُوَر ہے
ہر سُورت آیات سے ترکیب پاتی ہے۔ آیات اکثر فقرات یا جملوں کا حکم رکھتی ہیں بعض آیات فقط چند حروف کا مجموعہ ہیں۔
آیت کے لُغوی معنی ہیں: علامت، نشانی یا معجزہ۔ قرآن کریم کی ہر آیت قدرتِ الٰہی کی ایک نشانی ہے جس کا جواب لانا محال ہے۔ ہر آیت ایک معجزہ ہے۔

سورتوں کے نام، اُن کے معانی اور وجوہِ تسمیہ
ذیل میں قرآنِ حکیم کی ۱۱۴ سورتوں کے نام ان کے معانی اور وجوہِ تسمیہ کے ساتھ درج ہیں:

Marfat.com

١۔ سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ۔

فَاتِحَہ کے لُغوی معنی ہیں، کھولنے والی۔ یہاں مراد ہے، قرآنِ حکیم کی ابتداء کرنے والی۔ یہ کتاب اللہ کا مَطلَع ہے اس لئے سُوْرَۃُ فَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ کہلائی۔ مختصر نام سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ ہے۔

یہ اس سورت کا مشہور ترین نام ہے۔ بیس سے زائد اور نام بھی ہیں، مثلاً:

سُوْرَۃُ الْحَمْدِ، اس لئے کہ الحمد سے شروع ہوتی ہے۔

اُمُّ الْکِتَاب یا اُمُّ الْقُرْاٰن۔ اُمّ کے معنی ہیں: جڑ یا اصل۔ یہ قرآنِ حکیم کی اصل ہے۔

اَلسَّبْعُ الْمَثَانِی۔ یعنی سات دُہرائی ہوئی آیات۔ سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ کی سات آیات ہیں۔ ان کا اعادہ نماز کی ہر رکعت میں ہوتا ہے۔ وغیرہ

٢۔ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ

بقرہ کے معنی ہیں، (ایک) گائے یا (ایک) بیل۔ یہاں گائے مراد ہے۔ کیونکہ سورت میں اس کے لئے فعل، اسمِ ضمیر اور اسمِ اشارہ مؤنث آئے ہیں۔ سورت میں ایک گائے کے بارے میں معجزہ بیان ہوا ہے لہذا سورت کا نام گائے کے نام پر ہوا یعنی وہ سورت جس میں گائے کا تذکرہ ہے۔

اس کے مضامین کی جامعیت اور بوقلمونی کی بنا پر اسے فُسطاطُ القراٰن (قرآن کا خیمہ) اور سنامُ القراٰن (یعنی قرآن کی چوٹی) بھی کہتے ہیں۔

٣۔ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰنَ

اس سورت میں اولادِ عمران کے ذکر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ عمران حضرت مریمؓ کے والد کا نام تھا۔ وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نانا تھے۔ سورت میں اٰلِ عمران میں سے صرف حضرت مریمؓ

اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ذکر ہے۔ چونکہ عیسائیوں میں ایک بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی السلام اللہ کے بیٹے ہیں اس لئے قرآن نے آپ کا آلِ عمران میں شمار کر کے اس عقیدہ کی نفی کر دی۔

حضرت موسٰی علیہ السلام کے والد کا نام بھی عمران تھا لیکن یہاں وہ مراد نہیں۔

سورۃ البقرہ اور سورۃ آلِ عمران کو ملا کر زَھْرَاوَیْن (دو روشن یا پھول سی سورتیں) کہتے ہیں۔

۴۔ **سُورَۃُ النِّسَآءِ** اس سورت کا آغاز نساء (یعنی عورتوں) کے مرتبہ و مقام اور حقوق و مراعات کے بارے میں بنیادی احکام کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس نسبت سے اس کا نام سورۃ النساء ہوا۔ مراد ہے وہ سورت جس کا بنیادی تعلق عورتوں کے حقوق سے ہے۔ بعض دیگر سورتوں میں بھی عورتوں کے بارے میں احکام ہیں لیکن سورۃ النساء کی سی شرح و بسط وہاں نہیں۔

۵۔ **سُورَۃُ المَآئِدَۃِ:** مائدہ کے معنی ہیں خوان۔ سورت کی آخری آیات میں اس مائدہ کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی درخواست پر اُن کے پیروؤں پر اتارا تھا۔ یہی لفظ اس سورت کا نام ہوا کیونکہ یہ ایک کھلا معجزہ تھا۔

ایک اور وجہ اس نام کی یہ ہو سکتی ہے کہ اس سورت میں حلّت و حُرمت سے متعلق آیات ہیں جن کا تعلق طعام یا مائدہ سے ہے۔

۶۔ **سُورَۃُ الانعَامِ** انعام کے معنی ہیں مویشی۔ مشرکینِ عرب نے مویشیوں کی حلّت و حُرمت اور وقف کے بارے میں انوکھے عقائد ایجاد کر رکھے تھے۔ اس سورت میں تفصیل سے

Marfat.com

ان عقائد کی خرابیاں بتائی گئی ہیں۔ متعلقہ آیات میں اُنعام کا لفظ بار بار آیا ہے لہٰذا یہی سورت کا نام ہوا۔

۷۔ **سُوْرَۃُ الْاَعْرَافِ:** عُرف اونچی کو کہتے ہیں۔ اَعراف اس کی جمع ہے، یعنی، اونچی جگہیں۔ جنّت اور دوزخ کے درمیان ایک ایسا رقبہ ہوگا جو حجاب یعنی آڑ کا کام دے گا۔ اس کو دیوار سے بھی تشبیہ دی گئی ہے۔ اس میں بلند جگہوں پر کچھ افراد ٹھہرے ہوئے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے طفیل دوزخ سے بچالے گا لیکن اِن کے اعمال میں کچھ ایسی کسر یا خامی ہوگی کہ فوری طور پر جنّت کے لائق بھی نہ ہوں گے۔ اَعراف میں ایک مدت تک انتظار کا ستم کھینچیں گے۔ دوزخ کی لپٹ کو دیکھیں گے تو دور ہی سے کانپ کانپ اٹھیں گے۔ جنت کی طرف نظر پھیریں گے تو رحمت کی آس دل بڑھائے گی۔ اعراف تک نہ دوزخ کی لپک پہنچے گی نہ جنت کی مہک۔ یہ مرحلہ عارضی ہوگا۔ اصحابِ اعراف آخر جنّت میں جائیں گے۔

سورت کے وسط میں جنت اور دوزخ کے ذکر کے سلسلہ میں اَعراف بھی مذکور ہے۔ جنت اور دوزخ کا تصور ایک حد تک دنیا میں عام ہے۔ اعراف سے دنیا بے خبر تھی۔ لہٰذا اس کی اہمیت بتانا ضروری تھی کہ آدمی نیکی میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہ رہنے دے۔

۸۔ **سُوْرَۃُ الْاَنْفَالِ:** اَنفال جمع ہے نَفَل کی جس کے معنی ہیں، زیادت یہاں انفال سے مراد ہے غنیمتیں جو میدانِ جہاد میں ہاتھ آتی ہے۔ جہاد کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور غنیمت ایک زائد چیز ہے لہٰذا اس کو انفال کہا گیا۔

سورت کا آغاز انفال کے ذکر سے ہوتا ہے۔ بعد میں بھی اس بارے میں کچھ احکام

Marfat.com

آتے ہیں اس لئے سورت کا نام سُوْرَۃُ الْاَنْفَالِ ہوا۔

اس میں جنگِ بدر کا حال ہے لہٰذا اس کا ایک نام سُوْرَۃُ بَدْرٍ بھی ہے۔

۹- اس کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ: توبہ کے معنی ہیں' (۱) بازگشت (۲) التفات
سورت میں مختلف مقامات پر دونوں معنی آتے
ہیں یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ سورت کی آیت ۱۱۷ میں ارشاد ہے، لَقَدْ تَّابَ
اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ
الْعُسْرَۃِ یعنی اللہ نے التفات کی نظر فرمائی اس نبیؐ پر اور مہاجرین وانصار پر
جنہوں نے تنگی کی گھڑی میں اس (نبیؐ) کی پیروی کی۔ آگے اُن تین صحابہؓ کی توبہ قبول
ہونے کا تذکرہ ہے جن سے تبوک کی مہم میں کوتاہی ہوئی تھی۔ اس سے قبل آیات ۱۰۲
تا ۱۰۴ میں بھی آیا ہے کہ انسان توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔

اس سورت میں توبہ کا لفظ اپنے بوقلموں صیغوں کے ساتھ پندرہ بار اور
اللہ تعالیٰ کا اسمِ صفت توّاب دو بار آیا ہے۔ یہ اس سورت کی خصوصیت ہے۔
اس لئے اس کا نام سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ ہوا۔

(۲) سُوْرَۃُ بَرَآءَۃِ براءت کے معنی ہیں، لاتعلقی۔ سورت کی ابتدائی آیات
میں مشرکین سے تعلقات اٹھا لینے کا اعلان ہے۔

ہجرت کے نویں برس یہ آیات نازل ہوئیں اور حج کے موقع پر ان کا اعلان ہوا۔ ان
میں مشرکین کو بتا دیا گیا ہے کہ آئندہ ان کو حج کی اجازت نہیں ہوگی۔ جن مشرک
قبیلوں کا اہلِ اسلام سے معاہدہ ہے انہیں معاہدہ کی مدت تک مہلت ہے۔
دیگر مشرکین کو صرف چار ماہ کی مہلت ہے۔ اس کے بعد ان کی شرارتوں کو برداشت
نہیں کیا جائے گا۔ اس اعلان کو اعلانِ براءت کہتے ہیں۔ یہ اعلان گویا کل عرب پر
فتح کا اعلان تھا۔ اب ظاہر تھا کہ عرب کا مسلّمہ دین اسلام ہوگا۔ شرک کا چل چلاؤ ہے۔

Marfat.com

اس سورت کو دس بارہ اور ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے ۔

۱۰۔ سُوْرَۃُ یُوْنُسَ ۔ حضرت یونس بن متی علیہ السلام بنو اسرائیل میں ایک پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ عراق اور اس کے گرد و نواح میں تبلیغ کرتے تھے۔ ایک بار کچھ ایسے ناراض ہوئے کہ قوم کو چھوڑ کر علاقہ سے نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو پسند نہ کیا۔ لہٰذا جب وہ سمندر میں سفر کر رہے تھے تو انہیں مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے زاری کی تو رہائی ملی اور قوم میں واپس آکر تبلیغ شروع کی۔ حضرت یونس علیہ السلام کو ذُو النُّوْن یعنی مچھلی والا بھی کہتے ہیں۔

۱۱۔ سُوْرَۃُ ھُوْدٍ ۔ حضرت ہود علیہ السلام ایک پیغمبر تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً تین ہزار سال قبل عادِ اِرم میں مبعوث ہوئے۔ یہ قوم اس وقت جنوبی عرب میں آباد تھی۔ اس نے حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت پر کان نہ دھرا اور ہلاک ہوگئی۔

حضرت ہود علیہ السلام کا نام اور سورتوں میں بھی ہے لیکن اِس سورت میں اس نام کی تکرار زیادہ ہے۔

۱۲۔ سُوْرَۃُ یُوْسُفَ ۔ اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی روداد حیات ایک حد تک مُفَصَّل بیان ہوئی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند تھے۔ وہ مصر میں مقیم ہوئے تو یہیں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے جو بنو اسرائیل کہلاتی ہیں تاریخ میں اپنا مقام پیدا کرنا شروع کیا۔

۱۳۔ سُوْرَۃُ الرَّعْدِ ۔ بادل کی بجلی کی گرج کو رَعد کہتے ہیں۔ سورت کے اثناء میں آیا ہے: وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ

بِحَمْدِہٖ (اور رعد اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتی ہے) ان چند لفظوں میں کائنات کے ان مظاہر کی قلعی کھول دی ہے جو بظاہر لرزہ خیز ہیں۔ یہاں بتا دیا گیا کہ ان کی اپنی کوئی طاقت یا ہیبت نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اس کے تسبیح خواں۔

۱۴۔ سُوْرَۃُ اِبْرٰھِیْمَ۔ کسی زمانے میں عراق کی سرزمین میں ستارہ پرستی کا دور دورہ تھا۔ ستاروں کے نام پر مندر تعمیر تھے جن میں بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ بادشاہ کو بھی معبود مانتے تھے۔ مندر کے پروہت کو آزر کہتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک آزر کے گھر پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھالتے ہی توحید کا پرچار شروع کیا۔ بادشاہ کا نام نمرود تھا۔ آپ نے اس کی خدائی سے انکار کیا، ستاروں کی معبودیت کی تردید کی اور ایک رات مندر کے بت توڑ دیے۔ آپ بڑی بڑی آزمائشوں سے کامیاب گزرے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیائے کرام علیہم السلام میں ایک بلند مقام دیا اور نبوت آپ کے گھرانے میں مختص کر دی۔ آپ نے ۱۷۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی اولاد کثرت سے پھیلی۔ ان میں بنو اسماعیل اور بنو اسرائیل خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

۱۵۔ سُوْرَۃُ الْحِجْرِ پتھروں سے بنے ہوئے مکان کو عربی میں الحجر کہتے ہیں، لہٰذا قومِ ثمود کی بستی کا نام ہی حجر پڑ گیا۔ حجاز کے شمال میں اس کے آثار اب بھی سرمایۂ عبرت ہیں۔ عثمانی دور میں اِدھر سے ریل گزاری گئی تو بستی کے قدیم نام پر ایک سٹیشن کا نام حجر رکھا گیا۔

ثمود کو سورتِ ہٰذا میں اصحاب الحجر کہا گیا ہے (آیت ۸۰)۔ انہوں نے پہاڑ تراش کر مکان بنائے لیکن کردار کی سیاہی حد سے بڑھ گئی تو اچانک ایک زوردار آواز بلند ہوئی اور قوم کی قوم مر گئی۔ سورت میں ثمود کے اس انجام کی طرف اشارہ ہے۔

Marfat.com

۱۶- سُوْرَةُ النَّحْلِ- نحل کے معنی ہیں شہد کی مکھی- سورت میں شجر و حجر اور حیوانات کی معجزہ کار تخلیق کا مختصر تذکرہ ہے۔ اس سلسلہ میں شہد کی مکھی کا ذکر بھی آیا جو میلوں کا سفر طے کر کے پھول پھول سے رس چوس کر اپنے بدن میں جمع کرتی ہے اور پھر گوناگوں شہد کی صورت میں چھتے میں بھر رکھتی ہے۔ زندگی کے طور طریقوں کو نہایت اطاعت شعاری سے نباہے جاتی ہے۔ شہد کی مکھی بظاہر حقیر نظر آتی ہے لیکن اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے نظام کو دیکھ کر انسان حیرت میں کھو جاتا ہے۔ اس مناسبت سے سورت کا نام سُورۃُ النحل ہوا یعنی وہ سورت جس میں شہد کی مکھی کا ذکر ہے۔

۱۷- اس سورت کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُوْرَةُ الْاِسْرَاءِ- سَرَیٰ یا اَسْرَیٰ کے معنی ہیں، رات کو چلا- اِسراء اس سے مصدر ہے یعنی رات کو چلنا- پہلی آیت میں آیا ہے کہ پاک و بالا ہے اس کی ذات جو اپنے بندے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رات کے وقت مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک چلا- مراد یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رات کے وقت سفر کرایا- اس سفر کی پوری تفصیل حدیث میں آئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجدِ اقصیٰ کے بعد افلاک سے گزرتے ہوئے عرش تک سیر فرمائی- اس سفر کو اِسراء یا معراج کہتے ہیں-

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بارہا بدنی اور روحانی معراج کا سفر نصیب ہوا- اس سورت میں جس معراج کی طرف اشارہ ہے وہ نبوت کے دسویں برس غالباً ۲۷ رجب کو واقع ہوئی-

(۲) سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا یعنی اللہ کا بندہ -

Marfat.com

آپ کی اولاد بنو اسرائیل کہلائی جن کو یہود بھی کہا جاتا ہے۔

سورت کی پہلی آیت میں اسراء کی طرف اشارہ ہے۔ دوسری آیت سے کچھ آگے تک بنو اسرائیل کے عروج اور شامتِ اعمال کی مختصر سی داستان ہے۔ اسلام سے قبل وہ دو بار بڑی دولت و حشمت سے ہم کنار ہوئے لیکن پھر ذلت کے گڑھے میں جا پڑے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں شروع سے ہی پیش گوئی کی صورت میں اس زوال پذیر عروج سے آگاہ کر دیا گیا تھا لیکن یہ لوگ بدمست رہے۔ سورت کی اختتامی آیات کا تعلق بھی اسی قوم کے احوال سے ہے۔

۱۸۔ سُوْرَۃُ الْکَہْفِ۔ کہف کے معنی ہیں غار۔ اس سورت میں اصحابُ الکہف کا تذکرہ ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام سُوْرَۃُ الْکَہْفِ ہوا۔ اسلام سے پہلے کا قصہ ہے کہ ایک رومی بادشاہ نے عیسائیت کو ختم کرنے اور بت پرستی کو فروغ دینے کے لئے عیسائی رعایا پر ظلم ڈھانے شروع کیے۔ بہت مارے گیے اور بہتیروں نے عیسائیت چھوڑ دی۔ چند نوجوان اپنا ایمان بچانے کے لئے شہر سے نکلے اور ایک غار میں پناہ گیر ہوئے۔ ان کے ساتھ ایک وفادار کتا بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ ایک طویل مدت کے بعد آنکھ کھلی۔ ان میں سے ایک شخص کھانا لانے بازار گیا تو دنیا ہی بدل چکی تھی۔ شہر والوں میں خبر پھیل گئی۔ یہ شخص واپس غار میں آیا اور گروہ دوبارہ ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

۱۹۔ سُوْرَۃُ مَرْیَمَ۔ حضرت مریم بنتِ عمران رضی اللہ عنہا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ سورت میں حضرتِ زکریا علیہ السلام کے ذکر کے بعد حضرت مریم اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت کا قصہ تبسط سے آیا ہے لہٰذا سورت کا نام حضرتِ مریم کے نام پر ہوا۔

Marfat.com

۲۰ - سُوْرَۃُ طٰهٰ

: طٰهٰ کے معنی ہیں، اے شخص۔

سورت کا سیاق و سباق صاف بتا رہا ہے کہ خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ سورۃ کا آغاز طٰہٰ کے خطاب سے ہے۔

۲۱ - سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآءِ

- انبیاء جمع ہے نبی کی۔ نبی کے معنی ہیں آئندہ کی خبر دینے والا۔ اور رسول کے معنی ہیں، فرستادہ یا بھیجا ہوا۔ شرع میں یہ دونوں لفظ تقریباً ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ نبی کو اللہ تعالیٰ شروع سے ہی اس منصب کے لئے انتخاب کر لیتا ہے۔ بعض انبیاء نئی شریعت لاتے ہیں۔ ان کو اولوالعزم کہتے ہیں۔ دنیا میں ایک لاکھ چالیس ہزار پیغمبر گزرے۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

سورت میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مختصر تذکرے ہیں۔

۲۲ - سُوْرَۃُ الْحَجِّ

- حج کے لغوی معنی ہیں، زیارت کرنا۔ شرع میں حج سے مراد ہے، مقررہ ایام میں خاص عبادات و رسوم کے ساتھ کعبہ کی زیارت کرنا۔ حج کی رسموں کو ارکانِ حج یا مناسک کہتے ہیں۔ حج کی دو قسمیں ہیں، ایک حجِ اکبر جسے عموماً حج کے نام سے ہی یاد کیا جاتا ہے۔ دوسرے حجِ اصغر۔ اس کو عمرہ کہتے ہیں۔ عمرہ میں حج کی سب رسمیں نہیں ہوتیں اور چند مقررہ ایام کے سوا سال کے کسی وقت ادا ہو سکتا ہے۔

سورت کے متفرق مضامین میں سے سب سے طویل مضمون حج کا ہے جو تیرہ آیات پر پھیلا ہوا ہے۔

۲۳ - سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ

- اس کی پہلی دس آیات میں اہلِ ایمان کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس نے ان دس آیات (کی تعلیمات) کو قائم رکھا وہ جنت میں داخل ہوا۔

سورت کا نام سورۃُ المؤمنون ہے یعنی وہ سورت جس میں مؤمنوں کے اوصاف بیان ہوئے۔ سورۃ المؤمنین کہنا درست نہیں۔

۲۴۔ سُوْرَۃُ النُّوْرِ ۔ یہاں نور سے مراد ہے علم و ایمان کی روشنی۔ سورت کے وسط میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کا اور زمین کا نور ہے۔ مراد یہ کہ وہی سرچشمۂ ہدایت ہے۔

اس سورت میں نہایت اہم موضوعات ہیں۔ ان کے بارے میں صحیح معلومات کرنے کے لئے ہدایتِ ربانی کے بغیر چارہ نہیں۔ یہ ضرورت اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی ہے۔

۲۵۔ سُوْرَۃُ الْفُرْقَانِ ۔ فرقان کے معنی ہیں، کسوٹی۔ سورت کی پہلی آیت میں قرآن کو فرقان کہا گیا ہے جو حق و باطل کی کسوٹی ہے۔

۲۶۔ سُوْرَۃُ الشُّعَرَآءِ ۔ شعراء جمع ہے شاعر کی۔ کُفّارِ مکہ قرآن کے اعجاز کے سامنے لاجواب تھے۔ ناچار وہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر کہہ دیتے تھے۔ اس سورت کے اخیر میں شاعری کی قلعی کھولی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قرآن سے شاعری کو بھلا کیا نسبت۔

۲۷۔ سُوْرَۃُ النَّمْلِ ۔ نَمل اسم جنس ہے۔ اس کے معنی ہیں، چیونٹی۔ اس سے واحد نَمْلَہ ہے۔

سورت کے اثناء میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکروں کا ذکر آیا ہے۔ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عساکر کو لے کر سیاحت کو اٹھے۔ رستہ میں ایک وادی پڑی جس میں چیونٹیوں کی کثیر آبادیاں تھیں۔ قرآن حکیم نے اسے چیونٹیوں کی

Marfat.com

وادی کہا ہے۔ قریب پہنچے تو ایک چیونٹی نے جو اُن کی ملکہ ہو گی اپنی قوم کو خبردار کیا اور کہا، اپنے بلوں میں گھس جاؤ، سلیمان کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالے۔ چیونٹیاں ایک منظم معاشرہ کی صورت میں زندگی بسر کرتی ہیں۔ ان کی تنظیم کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ یہاں اسی معاشرتی اعجوبہ کی طرف اشارہ ہے۔

اس سورت کو سُوْرَۃُ سُلَیْمٰنَ بھی کہتے ہیں۔

۲۸۔ سُوْرَۃُ الْقَصَصِ۔ قَصَص مصدر بھی ہے اور اسمِ مصدر بھی۔ یہاں قِصّہ کے معنی میں اسمِ مصدر آیا ہے۔

سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت بھی ہے جس کے ایک مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے: وَقَصَّ عَلَیْہِ الْقَصَصَ (ترجمہ: اور اس کو اپنا قِصّہ سُنایا) معلوم ہوتا ہے کہ پوری سورت اس عبارت کی مختلف گوشوں سے تعبیر و تفسیر کرتی ہے، اس لئے اس کا نام سُوْرَۃُ الْقَصَصِ ہوا۔

۲۹۔ سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ۔ عنکبوت کے معنی ہیں، مکڑی۔ سورت میں چند ایسی اقوام کا تذکرہ ہے جنہیں اپنی قوت اور تمدن کا بڑا ناز تھا۔ اس ناز کے سیلاب میں انہوں نے عقائد و اعمال کا سفینہ غرق کر دیا۔ بُری راہیں اختیار کیں اور من مانی کرنے لگے۔ سمجھے کہ ہماری قوت کو اب کون شکست دے سکتا ہے۔ لیکن جب عذاب کا وقت آیا تو ان کا تمدن مکڑی کا گھر ثابت ہوا اور آنِ واحد میں نابود ہو گیا۔ قرآنِ حکیم نے باطل تہذیب و تمدن کو مکڑی کے گھر سے تشبیہ دی ہے جس پہ مکڑی لاکھ فخر کرے مٹنے میں دیر نہیں لگتا۔

۳۰۔ سُوْرَۃُ الرُّوْمِ۔ ہجرت سے قبل رومی اور ایرانی سلطنتوں کے درمیان جنگوں کا سلسلہ جاری تھا۔ ایران والے معرکہ پہ معرکہ سر کر رہے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ اہلِ روم کا شکست سے بچنا

Marfat.com

مشکل ہے۔ اس اثناء میں چند آیات نازل ہوئیں جن سے اس سورت کا آغاز ہوتا ہے۔ ان آیات میں پیش گوئی ہے کہ فتح آخر کار اہلِ روم کی ہوگی۔ مشرکین کو اعتراض کا بہانہ مل گیا اور کہا کہ ایرانیوں کے غلبہ پر مہر لگ چکی ہے، اب پانسہ کیسے بدل سکتا ہے۔ لیکن تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ رومیوں نے فیصلہ کن فتح حاصل کر لی۔

۳۱۔ **سُوْرَۃُ لُقْمٰن**۔ حضرت لقمان قوم عاد میں رہتے تھے۔ آپ کا زمانہ حضرت ہُود علیہ السلام سے بعد کا ہے۔ بعض علماء کے خیال میں آپ حبشی تھے لیکن زیادہ قرینِ قیاس یہی ہے کہ آپ کا قومی رشتہ عاد سے تھا۔ آپ نبی نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حکمت سے مالامال کیا تھا۔ اس سورت میں انسان کو مطالعۂ کائنات سے توحید کا ثبوت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ سلسلۂ کلام میں حضرت لقمان کا ذکر بھی آیا جن کی حکیمانہ تبلیغ سورتِ ہذا میں بتائے ہوئے معارف کی روشنی میں ہوتی تھی۔

۳۲۔ **سُوْرَۃُ السَّجْدَۃ**۔ سورت میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت کا بیان ہے۔ اس ضمن میں فرمایا کہ ہماری قدرت کے معجزات پر وہی لوگ صحیح معنی میں ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں ان معجزات کی یاد دلائی جائے تو سجدہ میں گر پڑیں۔ اس مناسبت سے سورت کا نام سُوْرَۃُ السَّجْدَۃ ہوا۔ سورت کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کو روا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آنکھیں بند کر لے یا اس سے انکار کر دے۔ اس کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ ریز ہو جائے۔

۳۳۔ **سُوْرَۃُ الْاَحْزَاب**۔ ہجرت کے پانچویں برس عرب کے مشرکین اور یہود نے تقریباً چوبیس ہزار کا مجموعی لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کر دیا۔ اس لشکر کو اَحْزَاب کہتے ہیں۔ احزاب جمع ہے حزب کی جس کے معنی ہیں، گروہ۔ بہت دن محاصرہ رہا۔ آخر حملہ آوروں نے مایوس ہو کر محاصرہ

اٹھالیا اور منتشر ہو گیے۔

۳۴۔ سُوْرَۃُ سَبَا۔ یمن میں کسی زمانے میں ایک قوم بستی تھی جس کا نام سبا تھا۔ سبا نے اپنی وادی میں پانی کا ایک عظیم بند باندھ کر کھیت سیراب کیے۔ سبزہ موج مارنے لگا۔ دائیں بائیں باغ ہی باغ تھے۔ یہ قوم تجارت بھی کرتی تھی اور دور دور کے ملکوں سے طرح طرح کی نعمتیں وطن میں لاتی تھی۔ چین کی زندگی اور عیش کی فراوانی میں کھو کر باطل کی راہوں پہ چلنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے سزا دی۔ بند ٹوٹا اور ملک سیلاب میں تباہ ہوا۔ پھولوں کے بجائے کانٹے اور خاردار درختوں کے جھاڑ جھاڑیاں اُگ آئیں۔ سبا کا نام عبرت کا نشان ہو گیا۔

۳۵۔ اس کے دو نام مشہور ہیں۔

(۱) سُوْرَۃُ فَاطِر۔ فاطر کے معنی ہیں، ایسی چیز کا خالق جو براہِ راست عدم سے وجود میں آئے اور کسی نمونہ یا مثال پر مبنی نہ ہو۔

سورت کی پہلی آیت کا افتتاح ان الفاظ سے ہوتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ترجمہ: سب حمد ہے اللہ کے لئے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے)۔ سورت میں آگے اس کی تفصیل ہے۔

(۲) سُوْرَۃُ الْمَلٰٓئِکَۃِ۔ ملائکہ جمع ہے مَلَک کی جس کے معنی ہیں فرشتہ۔ یہ ایک نوری مخلوق ہے جس کو آنکھوں سے شاید ہی دیکھا جا سکے۔ ان کا شمار اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ان میں چند فرشتے سرخیل ہیں جن کے ذمے خاص خاص فرائض ہیں۔ ان کو ملائکہ مُقرّبین کہتے ہیں، مثلاً حضرت جبرئیل، حضرت عزرائیل، حضرت اسرافیل وغیرہ۔ پہلی آیت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیغام رساں بنانے والا ہے فرشتوں کا جن کے دو دو، تین تین اور چار چار پَر ہیں۔ یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ مشرکین فرشتوں کو خدا

Marfat.com

اور دیوتا مانتے ہیں۔ ان کو خبر ہونی چاہیئے کہ یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اس کی طرف سے مقرر کردہ فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۳۶۔ سُورَۃُ یٰسٓ۔ سورۃ کا آغاز حروفِ مقطعات یٰسٓ سے ہوتا ہے۔ یہ حروف متشابہات میں سے ہیں، اس لئے حتمی معنی کا علم نہیں۔ علماء کی آراء میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک یٰسٓ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور بعض کے نزدیک قرآن کا۔ لیکن قابلِ ترجیح رائے یہ ہے کہ اس کے معنی سید یا سردار کے ہیں اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سورت کو قلبُ القرآن یعنی قرآن کا دل کہا ہے۔

۳۷۔ سُورَۃُ الصّٰٓفّٰتِ۔ اس سورت کی پہلی آیت ہے: وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝ یعنی قسم ہے قطار در قطار کھڑے ہونے والوں کی۔

صٰٓفّٰت کے معنی ہیں، صف باندھنے والے۔ یہاں فرشتے مراد ہیں۔

۳۸۔ سُورَۃُ صٓ۔ سورت کا آغاز صٓ سے ہوتا ہے۔ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے جس کا قطعی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ البتہ علماء کی چند آراء اس سلسلہ میں منقول ہیں۔ درست یہی نظر آتا ہے کہ یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صادق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی تائید سورت کی آخری تین آیات سے ہوتی ہے۔

۳۹۔ سُورَۃُ الزُّمَرِ۔ زُمرہ کے معنی ہیں، جتھا، گروہ۔ اس کی جگہ زُمَر ہے۔ سورت میں بتایا گیا ہے کہ آخرت میں اچھوں اور بُروں سے کیسا سلوک ہوگا۔ آخری رکوع میں انجام کی خبر دی گئی ہے کہ ایمان والے گروہ در گروہ جنت میں بھیجے جائیں گے اور کفار کو گروہ در گروہ دوزخ میں ہانکا جائے گا۔ اس مناسبت سے سورت کا نام سُورَۃُ الزُّمَر ہوا۔

Marfat.com

۴۰۔ اس سورت کے دو نام مشہور ہے۔

(۱) **سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنِ**۔ سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی داستان بھی ہے۔ جب فرعون نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو اس کے مشیروں میں سے ایک شخص نے اس کو منع کیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ اس نے فرعون کو مضبوط دلائل دیے لیکن وہ اپنی روش پر قائم رہا۔ یہ شخص کون تھا؟ قرآن نے صرف اتنا بتایا ہے کہ ایک مؤمن شخص تھا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ سورت کا نام اس مؤمن شخص کی یاد دلاتا رہے گا۔

(۲) **سُوْرَۃُ غَافِرٍ**۔ سورت کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ارشاد ہے کہ وہ غَافِرُ الذَّنْبِ یعنی گناہ بخش دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے۔ گناہ ہو جائے تو انسان کو اللہ تعالیٰ کے آگے شرمسار ہو کر توبہ کرنا چاہیے۔ وہ توبہ قبول کر لیتا ہے۔

۴۱۔ اس کے دو نام مشہور ہیں:

(۱) **سُوْرَۃُ فُصِّلَتْ**۔ سورت کی ابتدائی آیات میں ہے کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ یعنی قرآن وہ کتاب ہے جس کی آیات نہایت صاف بغیر کسی الجھاؤ یا خلط ملط کے ہیں۔ فُصِّلَتْ کے معنی ہیں ایک دوسرے سے الگ رکھی گئیں۔ اس صفت کا بیان سورت کے آخری حصہ میں بھی آتا ہے۔

(۲) **سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ**۔ سورت کی ایک آیت میں ہے: لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ (۳۷) یعنی سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اللہ کو سجدہ کرو جس نے اُن کو پیدا کیا ہے۔ یہی سورت کا مرکزی مضمون نظر آتا ہے۔ اس مناسبت سے اس سورت کا نام سُوْرَۃُ السَّجْدَۃِ ہوا۔ اس سے

Marfat.com

پہلے بھی چونکہ اس نام کی ایک سورت ہے (نمبر ۳۲) اس لئے امتیاز کی خاطر اس سے پہلے حٰمٓ بڑھا دیا گیا - لہٰذا پورا نام سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ ہوا۔

سورت کا آغاز حٰمٓ سے ہوتا ہے۔ یہ حروفِ متشابہات میں سے ہے۔ غالباً حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے نام نامی اَحْمَدؐ اور مُحَمَّدؐ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ دونوں حرف آپؐ کے ان ناموں کے وسط میں آتے ہیں - ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہاں رحمٰن کی طرف اشارہ ہے۔

۴۲- اس کے دو نام مشہور ہیں:

(۱) سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی۔ شُوْرٰی کے معنی ہیں مشورہ۔ سورت کے اثناء میں اہلِ ایمان کی بابت ارشاد ہے، وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ یعنی ان کا امر باہمی مشورہ سے طے پاتا ہے۔ باہمی مشورہ مسلمانوں کی معاشرتی زندگی اور حکومت کی روح ہے جس کو قرآن و حدیث کے بعد سند کا درجہ حاصل ہے۔ فقہ میں اس کو اجماع کہتے ہیں۔

(۲) سُوْرَۃُ حٰمٓ عٓسٓقٓ۔ سورت کی پہلی دو آیتیں حروفِ مقطّعات پر مشتمل ہیں۔ پہلی آیت ہے حٰمٓ اور دوسری عٓسٓقٓ۔ ان حروف کا اشارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ پہلی آیت میں غالباً آپؐ کی ذاتِ مبارک اور اسمِ گرامی کی طرف اشارہ ہے، دوسری میں آپؐ کی صفات کی طرف۔

۴۳- سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ۔ زُخْرُف کے معنی ہیں:

(۱) آرائش (۲) سامانِ آسائش (۳) سونا

یہاں کوئی معنی بھی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ سورت میں کُفّار کی راحت طلبی اور جاہ پسندی کی طرف اشارے ہیں۔ سیم و زر اور ساز و سامان کی اللہ تعالیٰ کے آگے کچھ

Marfat.com

حقیقت نہیں۔ وہ چاہے تو ایک ایک آدمی کو مالا مال کر دے لیکن اس نے مومن کی آزمائش یہ رکھی ہے کہ اس کا دل آسائش اور آرائش میں اٹکنے نہ پائے۔

۴۴۔ سُورَۃُ الدُّخَانِ۔ دخان کے معنی ہیں دھواں۔ سورت میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز آسمانی دھواں چھا جائے گا۔ کائنات دھوئیں سے بنی تھی، آخر پھر دھواں ہو جائے گی۔

۴۵۔ سُورَۃُ الجَاثِیَۃِ۔ جاثیہ کے ایک معنی ہیں، انگلیوں پر دباؤ ڈال کر زمین پر جھکی ہوئی لیکن یہاں اس کے معنی ہیں، اکٹھی ہونے والی۔ سورت میں قیامت کا ذکر بھی ہے۔ اس ضمن میں ایک آیت یہ ہے: وَتَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً کہ اے انسان تو ہر امت کو یکجا مجتمع دیکھے گا۔

۴۶۔ سُورَۃُ الاَحْقَافِ۔ ریت کے پھیلے ہوئے اور بلند ٹیلے کو حِقف کہتے ہیں، اس کی جمع اَحْقَاف ہے یعنی ٹیکرے۔ مراد ایسی سرزمین ہے جو ریت کے ٹیلوں پر مشتمل ہو۔ یہاں جنوبی عرب کے اس خطے کی طرف اشارہ ہے جہاں کبھی عاد کی پر رونق آبادیاں تھیں لیکن آج وہاں ریت کے سرکنے سیٹ ہولناک ٹیلے ہیں۔ اُدھر سے آدمی کا گزر مشکل ہے۔

عاد کی دینی اور اخلاقی حالت بگڑی تو حضرت ہُود علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے۔ عاد نے روگردانی کی اور عذابِ الٰہی کا شکار ہوئے۔ ان کے پر شکوہ مسکن ریت کے نیچے دب گئے۔ آج اس ریت کو اٹھایا جائے تو نیچے کھنڈر اور پنجر ملتے ہیں۔

۴۷۔ سُورَۃُ مُحَمَّدٍ۔ سورت کی دوسری ہی آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل ہوا یعنی قرآن اور دیگر الہامات ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

Marfat.com

ورنہ کوئی عقیدہ یا عمل قبول نہ ہوگا۔ اس خصوصی تاکید کے پیشِ نظر سورت کا نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر ہوا۔

۴۸۔ سُوْرَۃُ الْفَتْحِ۔ سورت کا افتتاح فتح کے اعلان سے ہوتا ہے۔ اس فتح کی حدود نہایت وسیع ہیں۔ مادی اور روحانی سبھی کامیابیوں کو شامل ہے۔ اس کی میعاد آغازِ اسلام سے لے کر قیامت بلکہ آخرت تک ہے۔ لہٰذا سورت کا نام سورۃ الفتح ہوا یعنی وہ سورت جس میں فتح کی بشارت ہے۔

۴۹۔ سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ۔ حجرات جمع ہے حُجرہ کی یعنی کمرہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا مکان چند چھوٹے چھوٹے کمروں پر مشتمل تھا جنہیں سورت میں حُجُرات کہا گیا ہے۔

ایک دفعہ چند دیہاتی عرب باریابی کے لئے حاضر ہوئے اور مکان سے باہر کھڑے ہوکر اجڈ انداز سے پکارنے لگے۔ یہ بدو ناداں لوگ تھے اور معاشرت کے انداز سے ابھی ناواقف تھے اس لئے سورتِ ہٰذا میں انہیں آداب کی تلقین کی گئی ہے۔

۵۰۔ سُوْرَۃُ قٓ۔ مراد ہے وہ سورت جس کا آغاز ق کے حرف سے ہے۔ یہ حرف یہاں متشابہ ہوکر آیا ہے اس لئے اس کے معنی کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔

۵۱۔ سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰتِ۔ سورت کی پہلی آیت ہے، وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ۵ ترجمہ: یعنی (قسم ہے یا) غور کرو ان ہواؤں پر جو پانی کو ایک جگہ سے اڑا کر دوسری جگہ بکھیر دینے والی ہیں۔

کھلیان میں غلّہ کو سہ شاخہ سے اڑا کر بھوسے سے الگ کرنے کو عربی میں ذَرْو کہتے ہیں۔ ابر بردوش ہوائیں یہی کام کرتی ہیں کہ پانی کو سمندر سے اٹھایا اور کندھے پر لاد کہیں اور جا کر برسا دیا۔

Marfat.com

ہوائیں بارش ہی نہیں برساتیں۔ غلہ اور پھل پھول کے بیج جن ایک جگہ سے اڑا کر دوسری جگہ بکھیر دیتی ہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں سبزہ اور غلہ کی اوّل روز سے قلت ہوتی۔

۵۲۔ **سُورَۃُ الطُّور**۔ طُور کے معنی ہیں پہاڑ۔ سورت کا آغاز ان آیات سے ہوتا ہے: وَالطُّورِ ۙ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ فِىْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ یعنی قسم ہے اس پہاڑ کی اور لکھی ہوئی کتاب کی کشادہ ورق میں۔ یہاں کشادہ ورق میں لکھی ہوئی کتاب کا اشارہ قرآن کی طرف ہے لہٰذا اَلطُّور سے مراد جبلِ حرا ہوگا، جہاں اللہ کا یہ آخری پیغام پہلی بار نازل ہوا۔ بعض علماء کا خیال طورِ سینا اور تورات کی طرف گیا ہے لیکن اس وقت کتاب مسطور فی رقٍّ منشور کی شان قرآن ہی رکھتا تھا۔

۵۳۔ **سُورَۃُ النَّجْم**۔ نجم اسم جنس ہے جس کے معنی ہیں، ستارہ۔ یہاں مراد ہے، قرآنِ حکیم جس کی آیات کہکشاں کی طرح چمک دمک رہی ہیں۔ سورت کی ابتدائی آیات کا ترجمہ یوں ہے، غور کرو اس نجم (یعنی قرآن) پر جب یہ نازل ہوا۔ تمہارے ساتھ رہنے والے (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ بھٹکے اور نہ غلط راہ پر ہو لیے۔ آپؐ اپنی خواہش سے بات نہیں سناتے۔ یہ تو وحی ہے جو (آپؐ کی طرف) بھیجی جاتی ہے۔

۵۴۔ اس کے دو نام مشہور ہیں۔

(۱) **سُورَۃُ الْقَمَر**۔ اس سورت میں انشقاقِ قمر کی تلمیح ہے۔ ایک دفعہ کفار نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے معجزہ طلب کیا۔ آپؐ نے چاند کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس کے دو ٹکڑے ہو کر الگ الگ ہو گئے۔ شقِ قمر کئی ملکوں میں دیکھا گیا۔ یہ غالباً نبوت کے دسویں برس کا واقعہ ہے۔

(۲) **سُورَۃُ اِقْتَرَبَت**۔ سورت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝

Marfat.com

یعنی قیامت کی گھڑی قریب آ لگی اور چاند پھٹ گیا۔ مکہ کے لوگوں نے آنکھ سے دیکھا اور سحر کہہ کر منکر ہو گیے۔ باقی سورت میں کچھ تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ پہلے بھی تمہارے ایسے لوگ گزرے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کے معجزات کی تکذیب کی لیکن جب اس قدرت نے عذاب کی ادا دکھائی تو کفار کو تکذیب کی مہلت نہ ملی۔

۵۵۔ سُورَۃُ الرَّحْمٰنِ۔ رحیم اور رحمٰن دونوں کا مادہ رحم ہے۔ رحمٰن میں وسعت اور عمومیت زیادہ ہے۔ اس کے معنی ہیں، بڑی اور گوناگوں رحمت والا۔ اس معنی کی تائید اس سورت سے بھی ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نوع در نوع نعمتیں گنوا کر بار بار پوچھا گیا ہے کہ آخر تم اُس کی کس کس نعمت کو نہ مانو گے۔

۵۶۔ سُورَۃُ الْوَاقِعَۃِ۔ یہاں واقعہ کے معنی ہیں، ہو کر رہنے والی چیز۔ مراد ہے، قیامت۔

یہ لفظ سورت کی پہلی ہی آیت میں آیا ہے۔ آگے قیامت کے احوال بیان کیے گیے ہیں۔

۵۷۔ سُورَۃُ الْحَدِیْدِ۔ حدید کے معنی ہیں، لوہا۔ اس سورت میں لوہے کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (ترجمہ: اور ہم نے زرہیں ہیں) لوہا رکھا جس میں زبردست حربی قوت ہے اور لوگوں کے لیے منفعتیں ہیں) جہاد کا اسلامی عبادات میں جو مقام ہے اس کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے کہ لوہے کے سامان تیار کیے جائیں۔

۵۸۔ سُورَۃُ الْمُجَادَلَۃِ۔ (دال کی زبر کے ساتھ) مُجادلہ کے معنی ہیں کسی سے بحث میں ضد کرنا۔ ایک صحابیہ رضؓ سے اُس کے خاوند نے ظہار کے الفاظ کہہ دیے۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

Marfat.com

خدمت میں فتویٰ لینے حاضر ہوئی اور ضد کرکے کہنے لگی کہ مجھ پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اس پر چند آیات نازل ہوئیں جن میں صحابیہؓ کے مجادلہ کا جواب ہے۔ اس بنا پر پوری سورت کا نام سورۃ المجادلہ ہوا یعنی وہ سورت جس میں صحابیہؓ کے مجادلہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ نام دال کی زیر کے ساتھ بھی رائج ہے۔

۵۹۔ سُوْرَۃُ الْحَشْر

ہجرت کے چوتھے برس مدینہ کے ایک یہودی قبیلہ بنو نضیر کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شمعِ حیات گُل کرنے کی سُوجھی۔ ان کی سازش ناکام رہی اور سزا کے طور پر انہیں مدینہ سے نکال دیا گیا۔ بنو نضیر جشن کی صورت شہر سے نکلے جس کو سورتِ ہٰذا میں حشر کہا گیا ہے۔ حشر کے لغوی معنی ہیں، اکٹھا کرنا۔

۶۰۔ سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃ

ہجرت کے چھٹے برس حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور کُفّارِ مکہ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر ایک سمجھوتا طے ہوا جس کی رو سے ایسی عورت پر کوئی پابندی نہ تھی جو اسلام لا کر مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر جائے۔ اس سورت میں ایسی عورتوں کے بارے میں ہدایت ہے کہ ان کا امتحان لے لیا جائے کہ ہجرت سے ان کی غرض صرف اسلام ہے، کوئی لالچ یا حیلہ نہیں۔ لہٰذا اس سورت کا نام سورۃ المُمْتَحِنَۃ (یعنی امتحان لینے والی سورت) ہوا۔ اس سورت کو سورۃ الامتحان بھی کہتے ہیں۔

۶۱۔ سُوْرَۃُ الصَّفّ

سورت میں جہاد کی ترغیب ہے۔ اس سلسلہ میں فرمایا، اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو چاہتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھے ہوئے لڑتے ہیں۔ مراد یہ کہ پوری تنظیم اور ثابت قدمی سے جنگ کرتے ہیں اور اس میں خلل نہیں آنے دیتے۔ یہاں صف سے مراد میدانِ جنگ کی قطار بندی ہے۔

Marfat.com

۶۲۔ سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ۔ سورت کے اثنا میں جمعہ کے بارے میں اعلان ہوا کہ اے ایمان والو! جمعہ کے روز جب نماز کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کے لئے جلدی سے چلو اور خرید و فروخت رہنے دو۔ جمعہ کی اہمیت کے پیشِ نظر یہی اس سورت کا نام ہوا۔

۶۳۔ سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْنَ۔ منافق کے معنی ہیں وہ شخص جس کی زبان اور دل میں اتحاد نہ ہو۔ شرع میں منافق اسے کہتے ہیں جس کے دل میں اسلام کا عقیدہ نہ ہو لیکن دھوکا دینے کے لئے زبان سے اسلام کا اظہار کرے۔

اس سورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منافقین کی دورُخی چال کے بارے میں اطلاع دی گئی ہے۔ پوری سورت میں منافقوں کا کردار بیان کیا گیا ہے۔

۶۴۔ سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ۔ غبن سے مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی سودے میں دوسرے سے مفت یا حقیر قیمت کے عوض مال لے اُڑے یعنی چالاکی سے دوسرے کو اس کے حصہ یا حق سے محروم کردے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس دنیا میں مؤمن اور سادہ دل لوگوں کا حق مار رہے ہیں۔ قیامت کے روز اہلِ ایمان اُن سے اپنا حق واپس لیں گے۔ کفار کو بہت قلق ہوگا کیونکہ وہ اب تک اسے اپنا حق سمجھے ہوئے تھے۔ ان کی چال بازی الٹا ان پہ پڑے گی اور ان کے غبن کے جواب میں انہیں گھاٹا ملے گا۔ یہی تغابن ہے۔ چنانچہ ان سے ارشاد ہے: يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ یعنی اس دن کا خیال رکھو کہ اس فیصلہ کُن دن کو تمہیں مؤمن اصحاب کے ساتھ ایک جگہ اکٹھا کیا جائے گا اور یہ (تمہارے لئے) تغابن کا دن ہوگا۔ یعنی مظلوم تم سے اپنے حق واپس لیں گے اور تم گھاٹے میں رہ جاؤ گے۔

۶۵- سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ - طلاق کے لغوی معنی ہیں، بند سے آزاد کرنا، جانے دینا۔ شرع میں طلاق سے مراد ہے، شوہر کا اپنی بیوی کو نکاح کی بندش سے نکالنا۔ پوری سورت میں طلاق کے مسائل ہیں۔

۶۶- سُوْرَۃُ التَّحْرِیْمِ - تحریم کے معنی ہیں، حرام قرار دینا۔ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض ازواج کی خوشنودی کے لئے شہد کا استعمال ترک فرمادیا۔ احتمال تھا کہ امت کے لئے بھی شہد ممنوع ہو جائے، لہٰذا اس سورت کی افتتاحی آیت میں ارشاد ہوا: یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ یعنی اے رسول! جو چیز اللہ نے آپ کے لئے حلال قرار دی ہے آپ اُسے کیوں حرام ٹھہراتے ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کا استعمال پھر شروع کردیا۔

۶۷- اس سورت کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُوْرَۃُ الْمُلْكِ - مُلک کے معنی ہیں، حکومت۔ سورت میں اللہ تعالیٰ کی فرماں روائی کا ذکر ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اُس نے کارخانۂ قدرت کو کس طرح ٹھیک ٹھیک، بے نقص اور بے عیب چلا رکھا ہے۔ اس کی لاریب حکومت ازلی و ابدی ہے۔

(۲) سُوْرَۃُ تَبٰرَكَ - سورت کے ابتدائی الفاظ ہیں: تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ

برکت کے دو معنی ہیں: (۱) پختگی، پائیداری (۲) بلندی پہ فائز ہونا۔

لہٰذا تبارک کے معنی ہوئے:

ا- وہ لم یزل اور لایزال ہے۔

ب- وہ بلندی پر فائز ہے۔

Marfat.com

۶۸۔ اس سورت کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُورَۃُ نٓ۔ یہاں نون کا حرف متشابہات میں سے ہے۔ غالبًا دوات مراد ہے۔

(۲) سُورَۃُ الْقَلَمِ۔ سورت کی پہلی آیت ہے: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝ یعنی نون اور قلم پر غور کرو اور اس پر جو (لکھنے والے) لکھتے ہیں۔ قلم کے ذکر کی مناسبت سے سورت کا ایک نام سُوْرَۃُ الْقَلَمِ ہوا۔

نوشت و خواند کی اسلام میں جو اہمیت ہے اس کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ پہلی ہی وحی میں قلم کا ذکر آیا۔ فرشتے بھی انسان کے اعمال سپردِ قلم کرتے رہتے ہیں۔

۶۹۔ سُورَۃُ الْحَاقَّۃِ۔ حَاقّہ کے معنی ہیں، ٹھیک پڑنے والی۔ سُورت کا آغاز اسی لفظ سے ہوتا ہے۔ یہاں قیامت مراد ہے، یعنی قیامتِ صُغرٰی اور قیامتِ کُبرٰی۔ عاد و ثمود اور قومِ فرعون پر قیامتِ صُغرٰی کی تباہی نازل ہوئی۔ قیامتِ کُبرٰی کا مرحلہ ابھی باقی ہے۔

۷۰۔ اس کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُورَۃُ الْمَعَارِجِ۔ مِعْرَج کے معنی ہیں، سیڑھی۔ اس کی جمع ہے، مَعَارِج یعنی سیڑھیاں۔ یہاں بلندیوں کے مرحلے یا درجات مراد ہیں۔

شروع کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے خود کو ذوالْمَعَارِج کہا ہے یعنی بلندیاں اور درجات اسی کے ہیں۔

(۲) سُورَۃُ سَاَلَ سَائِلٌ۔ سورت کی پہلی آیت ہے: سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ یعنی ایک

سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ہے۔ آگے کی آیات میں اس کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام تدبیر کے موجب ہوتا ہے۔ انسان کی عجلت پسندی کے تابع نہیں۔ کُفّار پر قیامت کا عذاب آ کر رہے گا۔

۷۱۔ سُوْرَۃُ نُوْحٍ۔ پوری سورت میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ آپ بہت قدیم زمانے میں پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ آپ کی تبلیغ کا مرکز عراق کا خطہ تھا۔ لوگ راہِ راست پر آنے کو آمادہ نہ ہوئے تو آپ کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے پانی کا طوفان بھیجا جس میں لوگ نابود ہو کر رہ گیے۔ چند مومن اشخاص تھے جو آپ کے ہمراہ بچ گیے۔ انسان کی نسل دوبارہ انہی سے چلی۔

۷۲۔ سُوْرَۃُ الْجِنِّ۔ سورت کے پہلے حصّہ میں جنّوں کے ایک گروہ کا ذکر ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قرآن سُن کر اسلام لائے۔

جنّ ایک ناری مخلوق ہے جو ہماری آنکھوں سے پوشیدہ رہتی ہے۔

۷۳۔ سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ۔ اصل میں یہ لفظ مُتَزَمِّل ہے۔ تاء مدغم کر دی گئی۔ اس کے معنی ہیں، کپڑا اوڑھنے والا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب غارِ حرا میں پہلی بار وحی نازل ہوئی تو لرزہ طاری ہو گیا اور گھر پہنچ کر فرمایا، مجھے کپڑا اُڑھاؤ۔ آپؐ کو کپڑا اُڑھا دیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پیار سے آپؐ کو مُزَّمِّل کہا۔

۷۴۔ سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّرِ۔ اصل میں یہ لفظ مُتَدَثِّر ہے۔ تاء مدغم کر دی گئی ہے۔ اس کے معنی ہیں، چادر اوڑھنے والا۔ غارِ حراء کے واقعہ کے بعد چھ ماہ تک وحی رُکی رہی۔ پھر ایک دن

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام راہ پر چلے جاتے تھے کہ اوپر سے ایک ندا آئی۔ آپؐ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ آپؐ پر ایک حالت طاری ہو گئی۔ گھر تشریف لائے اور فرمایا، دَثِّرُوْنِیْ دَثِّرُوْنِیْ یعنی مجھے چادر اُڑھاؤ۔ گھر والوں نے چادر اُڑھا دی۔ پھر اس سورت کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں۔

۷۵۔ سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ۔ اس میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ دنیا پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صُور پھونکیں گے۔ اس کی ہولناک آواز سے اس وقت جس قدر لوگ روئے زمین پر زندہ ہوں گے مرجائیں گے۔ پھر صُور کا دوسرا نفخہ ہوگا جس کی آواز پر مردے بھی قبروں سے یک بارگی باہر نکل آئیں گے۔ سب کو ایک میدان میں کھڑا کر دیا جائے گا۔

عربی میں یک بارگی کھڑے ہو جانے کو قیامۃ کہتے ہیں، لہٰذا آخرت کے اس مرحلے کا نام قیامت ہوا۔ بعض علماء نے قیامت کے نام کی توجیہ دیگر معانی سے بھی کی ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ سریانی زبان کے لفظ قِیَمْتَا (بہ معنی قیامت) کا مُعرّب ہے۔

۷۶۔ اس کے تین نام مشہور ہیں جن کو سورت کی پہلی آیت کے ان الفاظ سے لیا گیا ہے:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝

ترجمہ: کیا انسان پر زمانہ کی کوئی ایسی آن آئی ہے کہ وہ قابلِ ذکر چیز نہ تھا۔

(۱) سُوْرَۃُ ھَلْ اَتٰی۔ یہ نام پہلی آیت کے سرآغاز کے دو لفظ سے لیا گیا ہے۔

(۲) سُوْرَۃُ الْاِنْسَانِ۔ سورت میں انسانی فطرت کی چند رمزیں بیان کی گئی ہیں۔ انسان ان کو نگاہ میں رکھے تو صحیح رستہ پر چل کر نیک انجام کو پہنچتا ہے۔

(۳) **سُوْرَۃُ الدَّھْرِ**۔ دہر کے معنی ہیں، زمان۔ عرب کے لوگ دہر کو ایک قادرِ مطلق ہستی مانتے تھے۔ اسلام نے بتایا کہ جس کو تم دہر کہتے ہو وہ قادرِ مطلق اور فعّال لِمایُرید ہستی تو اللہ کی ذات ہے۔ دہر تو محض زمان کا دوسرا نام ہے۔ اس سورت میں دہر کا لفظ قبلِ اسلام کے عقیدہ کے برعکس زمان کے معنی میں آیا ہے، اس لئے یہ نام بھی عین موزوں ہے۔

۷۷۔ **سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ**۔ مُرسلت جمع ہے مُرسَلَۃ کی جس کے لغوی معنی ہیں، وہ جو بھیجی گئی۔ یہاں مُرسلت سے ہوائیں مراد ہیں۔

سورت کا آغاز وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا کی آیت سے ہوتا ہے۔ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہواؤں کو دیکھو، قدرتِ الٰہی کے زندہ اور متحرک معجزے ہیں۔ جس ذات نے اس نظام کو چلا رکھا ہے اس کے لئے کچھ مشکل نہیں کہ قیامت بھی برپا کردے۔

۷۸۔ اس کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) **سُوْرَۃُ النَّبَاِ**۔ لغت میں نَبَاٌ کے معنی ہیں، خبر۔ یہاں اَلنَّبَاُ الْعَظِیْمُ یعنی بڑی خبر سے آگاہ کیا ہے۔ مراد قیامت ہے۔ پوری سورت میں احوالِ قیامت کا نقشہ ہے۔

(۲) **سُوْرَۃُ عَمَّ**۔ سورت کی پہلی آیت ہے، عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝ یعنی وہ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں۔ عَمَّ اصل میں عَنْ (سے) اور مَا (کیا) ہے۔ اس کے معنی ہیں، کس چیز کے بارے میں۔

۷۹۔ **سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ**۔ نازعات کے معنی ہیں، کھینچ نکالنے والے۔ یہاں اُن فرشتوں کی طرف اشارہ ہے جو

Marfat.com

کفّار کی روحیں ان کے بدنوں سے خوب کھینچ کر نکالتے ہیں۔

۸۰۔ سُوْرَۃُ عَبَسَ۔ سورت کا پہلا لفظ ہے عَبَسَ جس کے معنی ہیں اس نے تیوری چڑھائی۔ اشارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ ایک نابینا صحابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک سوال لے کر حاضر ہوئے۔ آپؐ اس وقت ایک کافر کو تبلیغ فرما رہے تھے اس لئے آپؐ نے سائل کا ایسے میں اپنی بات چھیڑ دینا اچھا نہ جانا اور ناگواری کا اظہار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ان آیات میں یہ وحی نازل ہوئی کہ آپؐ کو اپنے صحابی کی دل جوئی کو مقدّم رکھنا چاہیئے تھا۔

۸۱۔ سُوْرَۃُ التَّکْوِیْرِ۔ تکویر کے معنی ہیں، خوب لپیٹ دینا۔ سورت کی پہلی آیت ہے: اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ یعنی جب سورج خوب لپیٹ دیا جائے گا۔ یہاں قیامت کی طرف اشارہ ہے۔ سورت کے پہلے حصہ میں قیامت کا منظر بیان کیا گیا ہے۔

۸۲۔ سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَارِ۔ انفطار کے معنی ہیں، پھٹ جانا۔ سورت میں آسمان کے پھٹ جانے، قیامت کے واقع ہونے اور حشر کی خبر ہے۔

۸۳۔ سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِیْنَ۔ مُطَفِّف اس سودا بیچنے والے کو کہتے ہیں جو ماپ تول میں کمی کرے۔ یہاں ایسے لوگوں کو عذابِ الٰہی سے خبردار کیا گیا ہے۔

اس کو سُوْرَۃُ تَطْفِیْف بھی کہتے ہیں۔ یعنی وہ سورت جس میں کم ماپ تول سے منع کیا گیا ہے۔

۸۴۔ سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاق۔ انشقاق کے معنی ہیں، پھٹ جانا۔ سورت کی پہلی آیت ہے، اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ؕ یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا۔ قیامت کو آسمان اور زمین پر جو گزرے گی اس سورت میں اس کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

۸۵۔ سُوْرَۃُ الْبُرُوْج۔ بُرُوج جمع ہے بُرج کی۔ پہلی آیت ہے، وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ ترجمہ: اور قسم ہے آسمان کی جو بُرجوں والا ہے۔ یہاں ستاروں کے بُرج مراد ہیں۔

۸۶۔ سُوْرَۃُ الطَّارِق۔ طارق کے معنی ہیں رات کو آکر دروازہ کھٹکھٹانے والا۔ مراد ہے رات کا مسافر۔ اس سورت میں طارق سے مراد ہے۔ رات کو ٹوٹ کر نظر آنے والا ستارہ۔ سورت کے شروع میں بتایا گیا ہے کہ طارق سے کیا مراد ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ یہ نجم ثاقب ہے یعنی تاریکی کو چیر دینے والا ستارہ۔

۸۷۔ سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی۔ اَعلیٰ کے معنی ہیں، سب سے بلند۔ یہاں اَلرَّبُّ الْاَعْلٰی مراد ہے پہلی آیت میں ارشاد ہے، سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى یعنی اپنے رب کی تسبیح کر جو سب سے بلند ہے۔

۸۸۔ سُوْرَۃُ الْغَاشِیَۃ۔ غَاشِیَہ کے معنی ہیں، ڈھانپ لینے والی یا چھا جانے والی۔ یہاں قیامت مراد ہے جس کے احوال سورت میں بیان کیے گئے ہیں۔

۸۹۔ سُوْرَۃُ الْفَجْر۔ سورت کی ابتداء فجر کے ذکر سے ہوتی ہے جس کے معنی ہیں، پَو پھٹنے کا وقت۔

Marfat.com

۹۰۔ سُورَۃُ البَلَدِ۔ یہاں بلد کے معنی ہیں شہر۔ مراد ہے، مکہ کا شہر۔

۹۱۔ سُورَۃُ الشَّمسِ۔ سورت کے شروع میں شمس یعنی سورج کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس کے بعد چاند کا ذکر ہے۔ پھر لیل و نہار اور ارض و سماوات کے بارے میں بتایا ہے کہ کس طرح ہر چیز اپنی ڈگر پہ قائم ہے۔ لہٰذا انسان کو بھی صحیح روش پر قائم رہنا چاہیے ورنہ بربادی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۹۲۔ سُورَۃُ اللَّیلِ۔ لیل کے معنی ہیں رات۔ سورت کا آغاز وَاللَّیلِ سے ہوتا ہے، یعنی، قسم ہے رات کی یا رات کی تخلیق میں غور کرو۔

سورت کا نام لکھنے میں لام ایک بار لکھا جائے گا اور اس پر تشدید ہو گی۔

۹۳۔ سُورَۃُ الضُّحٰی۔ دھوپ چڑھنے کے وقت کو ضحیٰ کہتے ہیں۔ سورت کی افتتاحی آیت ہے: وَالضُّحٰی ۝

۹۴۔ سُورَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ سورت کی پہلی آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطاب ہے، اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ۝ (کیا ہم نے آپؐ کا سینہ کشادہ نہیں کیا)۔ پہلے تین کلمے یعنی اَلَمْ نَشْرَحْ سورت کا نام ٹھہرے۔

۹۵۔ سُورَۃُ التِّینِ۔ تین کے معنی ہیں، انجیر۔ سورت کی پہلی آیت ہے، وَالتِّینِ وَالزَّیتُونِ ۝ مراد یہ کہ انجیر اور زیتون والے علاقوں پر نظر ڈال کر دیکھو۔

Marfat.com

۹۶۔ سُوْرَۃُ الْعَلَقِ۔ خون کا منجمد ٹکڑا جس سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے عَلَق کہلاتا ہے۔ سورت میں عَلَق کا ذکر آیا ہے جس سے انسان کو یہ تنبیہ دلانا مقصود ہے کہ حقیر خون کے ایک بے جان اور بے صورت لوتھڑے سے تیرے رب نے تجھے کس قدر توانا جان اور خوشنما بدن کے ساتھ پیدا کیا تیرے کام کے سامان پیدا کیے۔ اور تجھے علم کی فراواں دولت دی جس کی مدد سے تو پوری کائنات کو مسخر کر سکتا ہے۔

۹۷۔ سُوْرَۃُ الْقَدْرِ۔ سورت میں لَیْلَۃُ الْقَدْرِ یعنی قدر والی رات کا ذکر ہے۔ یہ مبارک رات رمضان میں آتی ہے۔ تاریخ کا کوئی تعین نہیں۔ غالبًا آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔

۹۸۔ اس کے دو مشہور نام ہیں:

(۱) سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃِ۔ بَیِّنَۃ کے معنی ہیں، روشن دلیل، معجزہ۔ یہاں واضح اشارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ آپؐ کی بعثت سے قبل اہل کتاب ہی نہیں، مشرکین بھی کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بَیِّنَہ یعنی روشن دلیل ایک نبی کی صورت میں آنے والی ہے اس کی آمد پر دنیا میں توحید اور نیکی کا غلبہ ہوگا اور ہم لوگ برائی سے کنارہ کش ہوجائیں گے۔ لیکن جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حق کی دعوت دی تو یہ لوگ باطل سے بدستور چمٹے رہے۔ سورت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

(۲) سُوْرَۃُ لَمْ یَکُنْ۔ سورت کا آغاز یوں ہوتا ہے: لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ۔ یعنی اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر پر جم جانے والے (باطل سے) جدا ہونے والے نہ تھے حتّٰی کہ ان کے

پاس روشن دلیل آجائے۔ لَمْ یَکُنْ کے یہاں معنی ہیں، وہ نہ تھے۔

۹۹۔ سُوْرَۃُ الزِّلْزَالِ۔

زلزال مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں، تابڑ توڑ جھٹکے دینا۔ لگاتار زور سے ہلانا۔

سورت میں ارضی زندگی کے خاتمے کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ زمین کو ایسے جھٹکے دیئے جائیں گے کہ اس کا پیٹ پھٹ جائے گا اور اندر کی ہر چیز باہر اچھل پڑے گی۔ زِلْزَالَهَا کی ترکیب میں یہ اشارہ ہے کہ زمین اپنے اندرون کے اعتبار سے اس جھٹکے کی منتظر ہے۔

اس سورت کو سُوْرَۃُ الزَّلْزَلَۃِ بھی کہتے ہیں۔ زَلْزَلَۃٌ کے معنی ہیں (۱) ایک بار جھٹکا دینا (۲) بھونچال۔

۱۰۰۔ سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰتِ۔

عٰدِیٰت کے معنی ہیں، دوڑنے والی یا دوڑنے والے۔ یہاں تیزی سے بھاگنے والے گھوڑے مراد ہیں۔

سورت میں اُن گھوڑوں کی مثال پیش کی گئی ہے جو مالک کے حکم پر دوڑتے، ہانپتے، سموں سے شعلے اڑاتے اور غبار اٹھاتے ہوئے علی الصباح دشمن کے نیزوں اور تلواروں میں جا گھستے ہیں اور جان کی پروا نہیں کرتے۔ انسان کو بھی چاہیے کہ اپنے مالک کا شکر گزار ہو اور اس کی راہ میں جب بھی ضرورت ہو خون پسینہ ایک کر دے اور جان کی بازی لگا دے۔

۱۰۱۔ سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ۔

قَارِعَۃٌ کے معنی ہیں، کھٹکھٹانے والی۔ جیسا کہ سورۃ الزلزال میں گزرا ہے قیامت کی گھڑی زمین پر زلزلہ طاری کر دے گی جس سے اشیاء کے آپس میں بجنے اور کھٹکھٹانے کی ہوش رُبا آوازیں پیدا ہوں گی۔ اس نسبت سے قیامت کو یہاں اَلْقَارِعَۃُ کہا گیا ہے۔

Marfat.com

اس سورت میں قیامت کے زلزلے کا کچھ بیان ہے۔

۱۰۲۔ سُوْرَۃُ التَّکَاثُر۔ تکاثر کے معنی ہیں، کثیر ہونا۔ سورت کے آخری لفظ نَعِیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں تکاثر سے مراد ہے، اموال واولاد اور دیگر نعمتوں میں بڑھنا۔

ارشاد ہے: اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۙ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۗ یعنی امو وادلاد وغیرہ میں کثیر ہو جانے نے تمہیں اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیا حتیٰ کہ تم قبرستانوں میں گئے۔

۱۰۳۔ سُوْرَۃُ الْعَصْرِ۔ عصر سے یہاں زمانہ مراد ہے۔ اس سورت میں زمانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اس کی تاریخ کو دیکھو، وہی اقوام فائدے میں رہیں جو ایمان لائیں، نیک عمل کیے اور دوسروں کو بھی قوت کردار اور ثابت قدمی کی تبلیغ کی۔ یہاں قوموں کے عروج وزوال کی بنیادی وجہ بیان کی گئی ہے۔

۱۰۴۔ سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ۔ ھُمَزَۃ اس کو کہتے ہیں جو دوسروں کی عزت گھٹانے کے درپے ہو، بڑا تہمت گر اور افترا پرداز ہو۔

سورت میں آیا ہے کہ ہر ھُمَزَۃ اور لُمَزَۃ کے لئے (انجام کار) بربادی ہے۔

لُمَزَۃ کے معنی بھی ھُمَزَۃ سے ملتے جلتے ہیں۔

۱۰۵۔ سُوْرَۃُ الْفِیْلِ۔ اس سورت میں ابرہہ کے لشکر کی طرف اشارہ ہے۔ اس لشکر نے اسلام سے قبل مکہ پر چڑھائی کی تو ساتھ ایک ہاتھی بھی لائے۔ لہٰذا ان لوگوں اصحاب فیل بھی کہتے ہیں۔ ابرہہ یمن کا ایک عیسائی حکمران تھا جو کعبہ کو گرانے آیا تھا۔ پرندوں نے اس کے لشکر پر گرم گرم

Marfat.com

کنکریاں برسائیں۔ لشکر بھسم ہو کر رہ گیا۔

۱۰۶۔ سُورَۃُ قُرَیْشٍ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اُس کا نام قریش ہے۔ شروع میں قُریش نے اسلام کی بہت مخالفت کی۔ یہ تاجر لوگ تھے۔ جاہلیت میں بھی کعبہ کے متولی تھے اس لئے دور دور تک ان کا احترام تھا۔ امن سے تجارتی سفر کرتے تھے۔ سورت میں بتایا گیا ہے کہ جس کعبہ کے طفیل وہ امن و امان کے ساتھ دور و دراز کے سفر کرتے ہیں اور خوب کما کر کھاتے ہیں اُنہیں چاہیے کہ اس کعبہ کے رب کی عبادت کریں۔

بعض اصحاب سُوْرَۃُ قُرَیش میں قُریش سے پہلے اَل بڑھا کر سُوْرَۃُ الْقُرَیْش لکھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔

۱۰۷ سُوْرَۃُ الْمَاعُوْنِ۔ استعمال یا کام کی معمولی چیز کو مَاعُوْن کہتے ہیں۔ سورت میں استعمال کی معمولی چیز کے سوال پر انکار کی مَذَمّت کی گئی ہے۔ چھوٹی نیکیاں بڑی نیکیوں کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ جو آدمی ماعُون کے ادھار دینے میں فراخ دل نہ ہو اس سے بڑی قربانی کی امید کیا ہو گی۔

۱۰۸۔ سُوْرَۃُ الْکَوْثَرِ۔ کوثر ایک حوض کا نام ہے جس کو اہلِ ایمان نہ صرف حشر کے میدان میں بلکہ جنت میں بھی موجود پائیں گے۔ لیکن یہاں غالباً اس کے دوسرے معنی یعنی خیرِ کثیر مراد ہے۔

سورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے اللہ تعالیٰ کا خطاب ہے کہ ہم نے آپؐ کو خیرِ کثیر عطا فرمائی لہٰذا آپؐ شکر کے طور پر قربانی کی رسم جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ آپؐ کے دشمن کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے گا۔ یہی درس امت کے لئے بھی ہے۔

۱۰۹۔ سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْنَ۔ کُفّار نے ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش کش کی کہ کچھ عقائد آپ کے ہوں کچھ

ہمارے اور دین میں سمجھوتے کی راہ نکال لیں۔ اس سورت میں کفار سے خطاب ہے کہ توحید اور شرک میں سمجھوتا نہیں ہو سکتا۔

۱۱۰۔ سُوْرَةُ النَّصْرِ۔ نصر کے معنی ہیں، مدد۔ سورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد، فتح اور اشاعتِ اسلام کی خبر ہے۔

۱۱۱۔ اس کے دو مشہور نام ہیں،

(۱) سُوْرَةُ اللَّهَبِ۔ لَہَب کے معنی ہیں، آگ کا شعلہ۔ اس سورت میں ابو لَہَب کی ہلاکت کی پیش گوئی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک چچا کا نام عبد العُزّٰی تھا لیکن شعلہ گوں رخساروں کی وجہ سے ابو لہب کہلاتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درپے آزار رہتا تھا۔ آخر بُری موت مرا۔

(۲) سُوْرَةُ تَبَّتْ۔ سورت کا آغاز تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ سے ہوتا ہے۔ یعنی ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹے۔ مراد یہ کہ اس کی تباہی میں کسر نہ رہے گی۔

۱۱۲۔ سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ۔ اخلاص کے معنی ہیں، خالص کرنا، صاف اور بے آمیزش کرنا۔

اس سورت میں توحید کا نہایت صاف، مختصر اور جامع و مانع بیان ہے۔ اس کو پڑھنے اور سمجھنے والا اپنے عقائد کو پاک اور خالص رکھے گا۔ اس میں شرک کی کوئی آمیزش نہ آنے دے گا، لہٰذا اس کا نام سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ ہے یعنی وہ سورت جس میں توحید کے اخلاص کی ضمانت ہے۔

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو ثُلُثُ الْقُرْاٰنِ یعنی قرآن کا تیسرا حصہ کہا ہے کیونکہ اس میں عقائد کا نچوڑ ہے۔

۱۱۳۔ سُوْرَۃُ الْفَلَقِ۔ پَو پھٹنے کو فَلَق کہتے ہیں۔ سورت میں بتایا گیا ہے کہ سحر کے رب کے پاس پناہ مانگو اندھیروں کے شر سے جس میں ایک انسان دوسرے انسان کے زوال کے لیے طرح طرح کے حیلے کام میں لاتا ہے۔

۱۱۴۔ سُوْرَۃُ النَّاسِ۔ نَاس کے معنی ہیں لوگ۔ سورت میں تلقین ہے کہ دل میں برے خیال ڈالنے والوں کے شر سے پناہ طلب کرو اللہ کے پاس جو لوگوں کا رب اور فرماں روا ہے۔

ان دو آخری سورتوں کو مُعَوِّذَتَانِ کہتے ہیں۔

Marfat.com

قواعد ابتدائیہ

Marfat.com

افعالِ ثُلاثی مُجرّد

عربی زبان میں بنیادی افعال اکثر تین حروف پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان کو ثلاثی مجرد کہتے ہیں۔ ان کے مصدر عموماً فَعْلٌ، فِعْلٌ اور فُعْلٌ کے وزن پر ہوتے ہیں مثلاً دَعْدٌ۔ ذِکرٌ۔ ظُلْمٌ۔

ثلاثی مجرد کا وزن فعل ہے۔ اس لئے پہلے حرف کو فاء حرف، دوسرے کو عین حرف اور تیسرے کو لام حرف کہتے ہیں۔

ماضی مطلق کے صیغہ میں فعل ثلاثی مجرد کا پہلا اور تیسرا حرف ہمیشہ مفتوح ہے۔ درمیان کا حرف کبھی فتح، کبھی کسرہ اور کبھی ضمہ سے آتا ہے۔

(۱) فَعَلَ کی مثالیں: جَلَدَ (کوڑا مارا) اَخَذَ (لیا) شَهِدَ (گواہی دی) نَکَحَ (نکاح کیا) دَخَلَ (داخل ہوا) بَلَغَ (پہنچا) ذَهَبَ (گیا) دَرَءَ (دور کیا) اَمَرَ (حکم دیا)

(۲) فَعِلَ کی مثالیں: قَبِلَ (قبول کیا) کَرِهَ (ناپسند کیا) عَلِمَ (جانا) اَذِنَ (اجازت دیا) سَمِعَ (سنا) رَحِمَ (رحم کیا)

(۳) فَعُلَ کی مثالیں: کَرُمَ (کریم ہوا) حَسُنَ (حسین ہوا)۔

گردان

عربی زبان میں چودہ صیغے آتے ہیں۔ اس میں تثنیہ (یعنی دو) کا صیغہ زائد ہے جو اردو زبان میں رائج نہیں۔ عربی صیغے حسب ذیل ہوتے ہیں۔

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	۱	۲	۳
	مؤنث	۴	۵	۶

Marfat.com

		واحد	تثنیہ	جمع
مخاطب	مذکر	۷	۸	۹
	مؤنث	۱۰	۱۱	۱۲
متکلم (مذکر و مؤنث)		۱۳	۱۴	

ماضی کی گردان

			ماضی معروف		ماضی مجہول	
غائب	مذکر	واحد	فَعَلَ	اس مرد نے کیا	فُعِلَ	وہ کیا گیا
		تثنیہ	فَعَلَا	ان دو مردوں نے کیا	فُعِلَا	وہ دو کیے گیے
		جمع	فَعَلُوا	ان مردوں نے کیا	فُعِلُوا	وہ کیے گیے
	مؤنث	واحد	فَعَلَتْ	اس عورت نے کیا	فُعِلَتْ	وہ کی گئی
		تثنیہ	فَعَلَتَا	ان دو عورتوں نے کیا	فُعِلَتَا	وہ دو کی گئیں
		جمع	فَعَلْنَ	ان عورتوں نے کیا	فُعِلْنَ	وہ کی گئیں
حاضر	مذکر	واحد	فَعَلْتَ	تو نے کیا	فُعِلْتَ	تو کیا گیا
		تثنیہ	فَعَلْتُمَا	تم دو مردوں نے کیا	فُعِلْتُمَا	تم دو کیے گیے
		جمع	فَعَلْتُمْ	تم مردوں نے کیا	فُعِلْتُمْ	تم کیے گیے
	مؤنث	واحد	فَعَلْتِ	تو (عورت) نے کیا	فُعِلْتِ	تو کی گئی
		تثنیہ	فَعَلْتُمَا	تم دو عورتوں نے کیا	فُعِلْتُمَا	تم دو کی گئیں
		جمع	فَعَلْتُنَّ	تم عورتوں نے کیا	فُعِلْتُنَّ	تم کی گئیں
متکلم	مذکر و مؤنث	واحد	فَعَلْتُ	میں نے کیا	فُعِلْتُ	میں کیا گیا یا کی گئی
		تثنیہ جمع	فَعَلْنَا	ہم نے کیا	فُعِلْنَا	ہم کیے گیے یا کی گئیں

Marfat.com

ماضی منفی

(۱) یا لا ماضی سے قبل آکر اسے منفی کر دیتے ہیں۔ دونوں کے استعمال میں فرق یہ ہے کہ لا ماضی کے ساتھ صرف تکرار کے لئے آتا ہے مثلاً لَا اَکَلَ وَ لَا شَرِبَ (اس نے نہ کھایا نہ پیا)

ماضی مطلق کی مشقی مثالیں:

(۱) فَرَضَ (اس نے لازم قرار دیا) فَرَضَا، فَرَضُوا، فَرَضَتْ، فَرَضَتَا، فَرَضْنَ، فَرَضْتَ، فَرَضْتُمَا، فَرَضْتُمْ، فَرَضْتِ، فَرَضْتُمَا، فَرَضْتُنَّ، فَرَضْتُ، فَرَضْنَا۔

(۲) نیز دَخَلَ، حَفِظَ وغیرہ۔

ماضی قریب

ماضی مطلق سے قبل قَدْ لگانے سے ماضی قریب بن جاتی ہے۔ مثلاً قَدْ جَاءَ (آیا ہے)

ماضی بعید

ماضی مطلق سے قبل کَانَ کا صیغہ لگانے سے ماضی بعید بن جاتی ہے۔ قَدْ کی ہیئت کسی حالت میں نہیں بدلتی لیکن کَانَ کا صیغہ اصل فعل کے ساتھ بدلتا جاتا ہے۔ کَانَ کی گردان یہ ہے:

جمع	تثنیہ	واحد		
کَانُوا (وہ تھے)	کَانَا (وہ دو تھے)	کَانَ (وہ تھا)	مذکر	غائب
کُنَّ	کَانَتَا	کَانَتْ (وہ تھی)	مؤنث	

Marfat.com

		واحد	تثنیہ	جمع
مخاطب	مذکر	كُنْتَ (تو تھا)	كُنْتُمَا	كُنْتُمْ
	مؤنث	كُنْتِ (تو تھی)		كُنْتُنَّ
متکلم (مذکر و مؤنث)		كُنْتُ (میں تھا یا تھی)	كُنَّا	

مثالیں: كَانُوا فَعَلُوْا - كُنَّا فَعَلْنَا

مضارع کی گردان

(مضارع حال و مستقبل ہر دو کے معنی دیتا ہے)

			مضارع معروف		مضارع مجہول	
غائب	مذکر	واحد	يَفْعَلُ	وہ کرتا ہے (یا کرے گا)	يُفْعَلُ	وہ کیا جاتا ہے (یا کیا جائے گا)
		تثنیہ	يَفْعَلَانِ	وہ دو کرتے ہیں (یا کریں گے)	يُفْعَلَانِ	وہ دو کئے جاتے ہیں (یا کئے جائیں گے)
		جمع	يَفْعَلُوْنَ	وہ کرتے ہیں (یا کریں گے)	يُفْعَلُوْنَ	وہ کئے جاتے ہیں (یا کئے جائیں گے)
	مؤنث	واحد	تَفْعَلُ	وہ کرتی ہے (یا کرے گی)	تُفْعَلُ	وہ کی جاتی ہے (یا کی جائے گی)
		تثنیہ	تَفْعَلَانِ	وہ دو کرتی ہیں (یا کریں گی)	تُفْعَلَانِ	وہ دو کی جاتی ہیں (یا کی جائیں گی)
		جمع	يَفْعَلْنَ	وہ کرتی ہیں (یا کریں گی)	يُفْعَلْنَ	وہ کی جاتی ہیں (یا کی جائیں گی)
حاضر	مذکر	واحد	تَفْعَلُ	تو کرتا ہے (یا کرے گا)	تُفْعَلُ	تو کیا جاتا ہے (یا کیا جائے گا)
		تثنیہ	تَفْعَلَانِ	تم دو کرتے ہو (یا کرو گے)	تُفْعَلَانِ	تم دو کئے جاتے ہو (یا کئے جاؤ گے)
		جمع	تَفْعَلُوْنَ	تم کرتے ہو (یا کرو گے)	تُفْعَلُوْنَ	تم کئے جاتے ہو (یا کئے جاؤ گے)
	مؤنث	واحد	تَفْعَلِيْنَ	تو کرتی ہے (یا کرے گی)	تُفْعَلِيْنَ	تو کی جاتی ہے (یا کی جائے گی)
		تثنیہ	تَفْعَلَانِ	تم دو کرتی ہو (یا کرو گی)	تُفْعَلَانِ	تم دو کی جاتی ہو (یا کی جاؤ گی)
		جمع	تَفْعَلْنَ	تم کرتی ہو (یا کرو گی)	تُفْعَلْنَ	تم کی جاتی ہو (یا کی جاؤ گی)
متکلم	مذکر و مؤنث	واحد	اَفْعَلُ	میں کرتا ہوں (یا کروں گا) میں کرتی ہوں (یا کروں گی)	اُفْعَلُ	میں کیا جاتا ہوں (یا کیا جاؤں گا) میں کی جاتی ہوں (یا کی جاؤں گی)
		تثنیہ و جمع	نَفْعَلُ	ہم کرتے ہیں (یا کریں گے) ہم کرتی ہیں (یا کریں گی)	نُفْعَلُ	ہم کئے جاتے ہیں (یا کئے جائیں گے) ہم کی جاتی ہیں (یا کی جائیں گی)

Marfat.com

مُضارع کے اِعراب

(۱) مضارع معروف کے پہلے حرف یعنی یٰ پر ہمیشہ زبر آتی ہے، دوسرا ساکن ہوتا ہے اور آخری حرف مضموم۔ اعراب کی تبدیلی صرف چوتھے حرف پر آتی ہے۔

مضارع کے مندرجہ ذیل اوزان ہیں:

فَعَلَ یَفْعَلُ: مثالیں: صَنَعَ یَصْنَعُ، جَعَلَ یَجْعَلُ، ذَهَبَ یَذْهَبُ، دَرَأَ یَدْرَأُ، شَهِدَ یَشْهَدُ

فَعِلَ یَفْعَلُ: مثالیں: عَلِمَ یَعْلَمُ، قَبِلَ یَقْبَلُ، رَحِمَ یَرْحَمُ۔ اَذِنَ یَأْذَنُ

فَعَلَ یَفْعِلُ: مثالیں: جَلَدَ یَجْلِدُ، نَكَحَ یَنْكِحُ، عَقَلَ یَعْقِلُ، رَجَعَ یَرْجِعُ۔

فَعِلَ یَفْعِلُ: مثالیں: حَسِبَ یَحْسِبُ، نَعِمَ یَنْعِمُ۔

فَعَلَ یَفْعُلُ: مثالیں: اَمَرَ یَأْمُرُ، عَبَدَ یَعْبُدُ، كَتَمَ یَكْتُمُ، اَخَذَ یَأْخُذُ، خَلَقَ یَخْلُقُ، حَكَمَ یَحْكُمُ، دَخَلَ یَدْخُلُ، بَلَغَ یَبْلُغُ۔

فَعُلَ یَفْعُلُ: مثالیں: كَرُمَ یَكْرُمُ، حَسُنَ یَحْسُنُ۔

(۲) مضارع مجہول کا ہمیشہ ایک وزن رہتا ہے یعنی یُفْعَلُ

مضارع منفی

مَا یا لَا مضارع سے قبل آکر اسے منفی کر دیتے ہیں مثلاً لَا یَذْهَبُ (نہیں جاتا ہے)

مضارع کا حال سے مُختصّ ہونا

لامِ مفتوح مضارع سے قبل آکر اسے حال سے مختص کر دیتا ہے مثلاً: لَيَقْعُدُ، لَيَسْجُدُ۔

Marfat.com

مُضارِع کا مستقبل سے مختص ہونا

سَ یا سَوْفَ مُضارِع سے قبل آکر اسے مستقبل سے مختص کر دیتے ہیں مثلاً:

سَیَعْلَمُ

سَوْفَ یَعْلَمُ

سَ اور سَوْفَ میں فرق یہ ہے کہ سَ میں قرب کا اظہار زیادہ ہے۔

ماضیِ استمراری

کَانَ مضارع سے قبل آکر اسے ماضیِ استمراری کے معنی دیتا ہے۔ کَانَ کا صیغہ اصل فعل کے صیغہ کے تابع رہتا ہے مثلاً

کَانَ یَصْنَعُ (وہ کرتا تھا)۔ کَانَا یَصْنَعَانِ (وہ دو کرتے تھے)

کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (وہ کرتے تھے)

نفیِ جحد

ماضی کی قطعی نفی کو نفیِ جحد کہتے ہیں۔ نفیِ جحد مضارع سے قبل لَمْ لانے سے حاصل ہوتی ہے۔ لَمْ کا حرف مضارع کے آخر میں کچھ تبدیلی لاتا ہے، جیسا کہ ذیل کی گردان سے ظاہر ہے:

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	لَمْ یَفْعَلْ	لَمْ یَفْعَلَا	لَمْ یَفْعَلُوْا
	مؤنث	لَمْ تَفْعَلْ	لَمْ تَفْعَلَا	لَمْ یَفْعَلْنَ
مخاطب	مذکر	لَمْ تَفْعَلْ	لَمْ تَفْعَلَا	لَمْ تَفْعَلُوْا
	مؤنث	لَمْ تَفْعَلِیْ	لَمْ تَفْعَلَا	لَمْ تَفْعَلْنَ
متکلم (مؤنث و مذکر)		لَمْ اَفْعَلْ	لَمْ نَفْعَلْ	

مثالیں: مَسَّ یَمَسُّ سے لَمْ تَمْسَسْ اسی طرح لَمْ یَذْهَبُوْا۔

Marfat.com

نفیِ تاکید

مضارع سے قبل لَنْ کا حرف آکر اسے نفیِ تاکید کے معنی دیتا ہے جو مستقبل کے لئے خاص ہے۔ اس کی گردان حسب ذیل ہے۔

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	لَنْ یَّفْعَلَ (وہ ہرگز نہ کریگا)	لَنْ یَّفْعَلَا (وہ ہرگز نہیں کرینگے)	لَنْ یَّفْعَلُوا (وہ ہرگز نہیں کریں گے)
	مؤنث	لَنْ تَفْعَلَ	لَنْ تَفْعَلَا	لَنْ یَّفْعَلْنَ
مخاطب	مذکر	لَنْ تَفْعَلَ	لَنْ تَفْعَلَا	لَنْ تَفْعَلُوا
	مؤنث	لَنْ تَفْعَلِی	لَنْ تَفْعَلَا	لَنْ تَفْعَلْنَ
متکلم (مذکر و مؤنث)		لَنْ اَفْعَلَ	لَنْ نَفْعَلَ	

نونِ تاکید

یہ مستقبل کے لئے خاص ہے۔ نونِ تاکید کی ایک ضروری شرط یہ ہے کہ مضارع سے قبل اوّل تو لامِ مفتوح آتا ہے ورنہ اِمَّا

نونِ تاکید کی دو قسمیں ہیں: نونِ خفیفہ اور نونِ ثقیلہ

نونِ خفیفہ کا استعمال بہت کم ہے۔ اس سے صرف آٹھ صیغے آتے ہیں۔ اس سے تثنیہ اور غائب و مخاطب کے جمع مؤنث کے صیغے نہیں آتے۔ گردان یہ ہے:

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	لَیَفْعَلَنْ (وہ ضرور کریگا)	×	لَیَفْعَلُنْ
	مؤنث	لَتَفْعَلَنْ	×	×
مخاطب	مذکر	لَتَفْعَلَنْ	×	لَتَفْعَلُنْ
	مؤنث	لَتَفْعَلِنْ	×	×
متکلم (مذکر و مؤنث)		لَاَفْعَلَنْ	لَنَفْعَلَنْ	

Marfat.com

نونِ ثقیلہ کی گردان

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	لَیَفْعَلَنَّ (وہ ضرور کریگا)	لَیَفْعَلَانِّ	لَیَفْعَلُنَّ
	مؤنث	لَتَفْعَلَنَّ	لَتَفْعَلَانِّ	لَیَفْعَلْنَانِّ
مخاطب	مذکر	لَتَفْعَلَنَّ	لَتَفْعَلَانِّ	لَتَفْعَلُنَّ
	مؤنث	لَتَفْعَلِنَّ	لَتَفْعَلَانِّ	لَتَفْعَلْنَانِّ
متکلم (مذکر و مؤنث)		لَأَفْعَلَنَّ	لَنَفْعَلَنَّ	

نونِ خفیفہ اور نونِ ثقیلہ دونوں صورتوں میں مجہول کی گردان مضارع کے پہلے حرف کو مضموم کرنے سے حاصل ہوتی ہے جیسے لَیُفْعَلَنَّ

مثالیں: لَیُخْرَجَنَّ

امر کی گردان

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	لِیَفْعَلْ (وہ کرے)	لِیَفْعَلَا (وہ دو کریں)	لِیَفْعَلُوْا (وہ کریں)
	مؤنث	لِتَفْعَلْ	لِتَفْعَلَا	لِیَفْعَلْنَ
مخاطب	مذکر	اِفْعَلْ	اِفْعَلَا	اِفْعَلُوْا
	مؤنث	اِفْعَلِیْ	اِفْعَلَا	اِفْعَلْنَ
متکلم (مؤنث و مذکر)		لِأَفْعَلْ	لِنَفْعَلْ	

مضارع یَفْعُلُ کے وزن پر ہو تو مخاطب کے صیغہ میں الف پر ضمہ آئے گا۔

مثلاً اُدْخُلْ

مثالیں: (۱) یَجْلِدُ (وہ کوڑا مارتا ہے)۔ اِجْلِدْ (کوڑا مار)۔ اِجْلِدُوْا (کوڑا مارو) (۲) یَشْهَدُ (وہ دیکھتا ہے)۔ اِشْهَدْ (تو دیکھ) لِیَشْهَدْ (وہ دیکھے)۔

Marfat.com

(۳) یَصْفَحُ (وہ درگذر کرتا ہے)۔ اِصْفَحْ (درگذر کر)۔ اِصْفَحُوْا (درگذر کرو)

(۴) یَقْبَلُ (وہ قبول کرتا ہے)۔ اِقْبَلْ (تو قبول کر)۔

(۵) یَرْجِعُ (وہ مڑتا ہے)۔ اِرْجِعْ (تو مڑ)۔ اِرْجِعُوْا (تم مڑو)

(۶) یَحْذَرُ (وہ بچاؤ کرتا ہے)۔ لِیَحْذَرْ (وہ بچاؤ کرے)

نہی کی گردان

		واحد	تثنیہ	جمع
غائب	مذکر	لَا یَفْعَلْ	لَا یَفْعَلَا	لَا یَفْعَلُوْا
	مؤنث	لَا تَفْعَلْ	لَا تَفْعَلَا	لَا یَفْعَلْنَ
مخاطب	مذکر	لَا تَفْعَلْ	لَا تَفْعَلَا	لَا تَفْعَلُوْا
	مؤنث	لَا تَفْعَلِیْ	لَا تَفْعَلَا	لَا تَفْعَلْنَ
متکلم (مذکر و مؤنث)		لَا اَفْعَلْ	لَا نَفْعَلْ	

مثالیں: (۱) یَقْبَلُ (وہ قبول کرتا ہے)۔ لَا تَقْبَلْ (تو قبول نہ کر)۔ لَا تَقْبَلُوْا (تم قبول نہ کرو)۔

(۲) یَحْسَبُ (وہ گمان کرتا ہے)۔ لَا تَحْسَبْ (تو گمان نہ کر)۔ لَا تَحْسَبُوْا (تم گمان نہ کرو)

(۳) یَدْخُلُ (وہ داخل ہوتا ہے)۔ لَا تَدْخُلْ (تو داخل نہ ہو)۔ لَا تَدْخُلُوْا (تم داخل نہ ہو)۔

(۴) یَجْعَلُ۔ لَا تَجْعَلْ۔ لَا تَجْعَلُوْا

نہی کی گردان نونِ خفیفہ اور نونِ ثقیلہ سے بھی آتی ہے۔ مثلاً: لَا تَحْسَبَنَّ (تو ہرگز گمان نہ کر)

Marfat.com

فاعل

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	فَائِزٌ (مراد پانے والا)	فَائِزَانِ	فَائِزُوْنَ
مؤنث	فَائِزَۃٌ	فَائِزَتَانِ	فَائِزَاتٌ

جو افعال فَعُلَ کے وزن پر ہوں ان سے فاعل نہیں آتا بلکہ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ آتی ہے۔

مثالیں: فاسِق - ظالم - عالم - قائم - نَاصِر

مفعول

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	معروف (پہچانا ہوا)	مَعروفان	معروفُون
مؤنث	معروفۃ	مَعروفتَانِ	معروفاتٌ

مثالیں: مأخوذ - مَقبول - مَسکُونہ (آباد)

نوٹ: فاعل اور مفعول کے لئے دو مشترکہ وزن فَعِیل اور فَعُول کے بھی آتے ہیں

اِسمِ ظرف

اسم ظرف مکان (جگہ) یا زمان (وقت) کے لئے آتا ہے۔ اس کے دو وزن ہیں یعنی:

(۱) مَفْعَلٌ: مَأْوٰی - مَطْبَخٌ - مَذْبَحٌ -

(۲) مَفْعِلٌ: مَوْسِمٌ - مَنْزِلٌ - مَجْلِسٌ

اِسمِ آلہ

اسم آلہ اُس چیز کے لئے آتا ہے جس سے کسی اوزار یا آلہ کا کام لیا جائے۔ اس کے تین وزن ہیں:

Marfat.com

(۱) مِفْعَلٌ مثلاً مِفْتَحٌ (چابی) مِبْرَدٌ (ریتی)
(۲) مِفْعَلَةٌ مثلاً مِكْنَسَةٌ (جھاڑو)
(۳) مِفْعَال مثلاً مِشْكوٰة (طاق) مِقْرَاض (قینچی) مِضْرَاب۔ مفتاح اس میں تذکیر تانیث کا لحاظ نہیں ہوتا۔ اس کے واحد و جمع کے مندرجہ ذیل اوزان ہیں۔

واحد	تثنیہ	جمع
مِفْعَلٌ مِفْعَلَةٌ مِفْعَالٌ	مِفْعَلَانِ مِفْعَلَتَانِ مِفْعَالَانِ	مَفَاعِلُ مَفَاعِيلُ۔

صِفَت مُشَبَّہ

صفتِ مُشَبَّہ فعلِ لازم سے بنتی ہے۔ اس کے کئی اوزان ہیں، جن میں سے مندرجہ ذیل مشہور ہیں:

(۱) فَعِيل: الیم۔ قبیح
(۲) اَفْعَلُ (مؤنث فَعْلَاءُ): اَعْمٰی (اندھا)۔ اَعْرَجُ (لنگڑا) اَسْوَدُ (سیاہ)
(۳) فَعْلَان (مؤنث فَعْلٰی): ظَمْآن (پیاسا)

مُبالغہ

مُبالغہ کے کئی اوزان ہیں جن میں پندرہ مشہور ہیں مثلاً: فَعِیل، فَعُول، فَعُّول، فَعَّال وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اکثر نام مبالغہ کے اوزان پر آتے ہیں، مثلاً رحیم۔ کریم۔ قدیر۔ علیم۔ حکیم۔ سمیع۔ غفور۔ رَءُوف۔ توّاب وغیرہ

اِسمِ تفضیل

اسم تفضیل وہ اسم ہے جو اپنے اندر مقابلہ کی دلالت رکھتا ہے۔ اس کا صرف

Marfat.com

ایک وزن ہے یعنی اَفْعَلُ۔ اس سے مؤنث فُعْلیٰ ہے۔

یاد رہے کہ اَفْعَلُ کے وزن پر جب رنگ یا عیب کا بیان ہو تو یہ اسم تفضیل نہیں ہوگا بلکہ صفتِ مُشَبَّہ ہوگی۔ تفضیل کے اَفْعَلُ کو اس لئے اَفْعَلُ التفضیل کہتے ہیں۔

مثالیں: اَزْکیٰ - اَطْہَرُ - اَفْضَلُ - اَکْرَمُ۔

تصرّفاتِ لفظ

نوعیتِ حروف کے اعتبار سے کلموں کی چند قسمیں یہ ہیں:-

۱- مہموز: جس میں ہمزہ ہو۔
۲- مُعْتَل: جس میں حرفِ علّت ہو۔ حرفِ علّت تین ہیں: ا، و اور ی۔
۳- مُضاعَف: جس میں کسی حرف کی تکرار ہو۔
۴- صحیح: جس کے حروف میں ہمزہ، حرفِ علّت یا تکرار نہ ہو۔

مہموز، مُعتَل اور مُضاعَف الفاظ میں سہولتِ ادا کے لئے حروف میں تصرّف ہو جاتا ہے۔ یہ حروف کبھی حذف ہو جاتے ہیں، کبھی بدل جاتے ہیں اور کبھی آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ مندرجۂ ذیل گردانوں سے واضح ہوگا:

Marfat.com

تصرفاتِ لفظ کی چند مثالیں

مصدر	ماضی معروف	ماضی مجہول	مضارع معروف	مضارع مجہول	امر	نہی	اسم فاعل	اسم مفعول	مزید مثالیں
اَخْذ	اَخَذَ	اُخِذَ	يَاْخُذُ	يُؤْخَذُ	خُذْ	لَا تَاْخُذْ	اٰخِذٌ	مَاْخُوْذٌ	آمر
قَوْل	قَالَ	قِيْلَ	يَقُوْلُ	يُقَالُ	قُلْ	لَا تَقُلْ	قَائِلٌ	مَقُوْلٌ	کَوْن (کَانَ) عَوْد (عَادَ) توبہ (تَابَ)
عَفْو	عَفَا	عُفِيَ	يَعْفُوْ	يُعْفٰى	اُعْفُ	لَا تَعْفُ	عَافٍ	مَعْفُوٌّ	خلا۔ رجا۔ دعا۔
رَمْيٌ	رَمٰى	رُمِيَ	يَرْمِيْ	يُرْمٰى	اِرْمِ	لَا تَرْمِ	رَامٍ	مَرْمِيٌّ	اَتٰى
وَعْدٌ	وَعَدَ	وُعِدَ	يَعِدُ	يُوْعَدُ	عِدْ	لَا تَعِدْ	وَاعِدٌ	موعود	وَجَدَ۔ وَلَدَ
وَضْع	وَضَعَ	وُضِعَ	يَضَعُ	يُوْضَعُ	ضَعْ	لَا تَضَعْ	وَاضِع	موضوع	وَهَبَ
اِذْن	اَذِنَ	اُذِنَ	يَاْذَنُ	يُؤْذَنُ	اِئْذَنْ	لَا تَاْذَنْ	اٰذِنٌ	مأذون	اَمِنَ۔ يَاْمَنُ
خَوْف	خَافَ	خِيْفَ	يَخَافُ	يُخَافُ	خَفْ	لَا تَخَفْ	خائف	مخوف	کَادَ
بَيْع	بَاعَ	بِيْعَ	يَبِيْعُ	يُبَاعُ	بِعْ	لَا تَبِعْ	بائع	مَبِيْع	حَافَ۔ زَادَ۔ شَاعَ
[illegible]	سَاَلَ	سُئِلَ	يَسْئَلُ	يُسْئَلُ	اِسْئَلْ	لَا تَسْئَلْ	سَائِلٌ	مَسْئُوْل	

تصرفات لفظ کے بارہ میں چند متفرق معلومات

۱۔ كَانَ کی ماضی مطلق کی گردان گذر چکی ہے۔ اسی وزن پر قَامَ اور تَابَ کی گردان بھی آئے گی۔

۲۔ كَانَ۔ يَكُوْنُ۔ كُنْ (امر)۔ لَاتَكُنْ (نہی)، لَمْ يَكُنْ (نفی جحد) اسی وزن پر قَامَ۔ عَادَ۔ تَابَ۔

۳۔ وَجَدَ (ماضی)۔ يَجِدُ (مضارع)۔ جِدْ (امر)۔ لَاتَجِدْ (نہی)۔ لَمْ يَجِدْ (نفی جحد)۔ اسی وزن پر۔ وَرَدَ، وَلَدَ

۴۔ دعا (ماضی)۔ يَدْعُوْ (مضارع)۔ اُدْعُ (امر)۔ لَاتَدْعُ (نہی) لَمْ تَدْعُ (نفی جحد)۔ اسی وزن پر دجا (امید کی) اور عفا (معاف کیا) کی گردان آئے۔ ان سے غائب کے لئے امر کا صیغہ ہوگا: لِيَدْعُ۔ لِيَعْفُ۔ لِيَرْجُ۔

۵۔ رَأَى (ماضی)۔ يَرَى (مضارع)۔ رَ (امر)۔ لَاتَرَ (نہی)۔ لَمْ تَرَ (نفی جحد)

۶۔ اَتَى (ماضی)۔ يَأْتِيْ (مضارع)۔ اِئْتِ (امر)۔ لَاتَأْتِ (نہی)۔ لَمْ تَأْتِ (نفی جحد)

۷۔ اٰتٰى (ماضی) يُؤْتِيْ (مضارع)۔ اٰتِ (امر)۔ لَاتُؤْتِ (نہی)

۸۔ زَادَ (ماضی)۔ يَزِيْدُ (مضارع)۔ زِدْ (امر)۔ لَاتَزِدْ (نہی)
اسی وزن پر شَاعَ، جَادَ اور حَاتَ

۹۔ خَشِيَ (ماضی)۔ يَخْشٰى (مضارع)۔ اِخْشَ (امر)۔ لَاتَخْشَ (نہی)، لَمْ يَخْشَ (نفی جحد) اسی وزن پر رَضِيَ، غَشِيَ۔

۱۰۔ مَشٰى (ماضی)۔ يَمْشِيْ (مضارع)۔ اِمْشِ (امر)۔ لَاتَمْشِ (نہی)۔ لَمْ تَمْشِ (نفی جحد) اسی وزن پر جَزٰى يَجْزِيْ، هَدٰى يَهْدِيْ۔ رَمٰى يَرْمِيْ۔

Marfat.com

۱۱۔ خَافَ (ماضی)۔ یَخَافُ (مضارع)۔ خَفْ (امر)۔ لَا تَخَفْ (نہی)۔ اسی وزن پر شَاءَ، کَادَ۔

۱۲۔ اَقَامَ (ماضی) یُقِیْمُ (مضارع)۔ اَقِمْ (امر)۔ لَا تُقِمْ (نہی)۔ اسی وزن پر اَصَابَ، اَفَاضَ، اَضَاعَ، اَضَاءَ۔

۱۳۔ اَخْفٰی (ماضی) یُخْفِی (مضارع)۔ اَخْفِ (امر)۔ لَا تُخْفِ (نہی)۔ اسی وزن پر اَبْدٰی، اَعْلٰی، اَلْقٰی۔

۱۴۔ اِتَّقٰی (ماضی)۔ یَتَّقِی (مضارع)۔ اِتَّقِ (امر)۔ لَا تَتَّقِ (نہی)

۱۵۔ اِئْتَلٰی (ماضی)۔ یَأْتَلِی (مضارع)۔ اِئْتَلِ (امر)۔ لَا تَأْتَلِ (نہی)۔ اسی وزن پر اِبْتَغٰی

۱۶۔ اَتٰی (واحد غائب)۔ اَتَوْا (جمع غائب)۔ اَتَیْتُمْ (جمع مخاطب)۔ اسی وزن پر زَکٰی، رَاٰی۔

۱۷۔ تَمْدِیَاتٌ (واحد غائب)۔ تَمْدِیَاتُوْا (جمع غائب)

۱۸۔ دَعٰی (ماضی معروف)۔ دُعِیَ (ماضی مجہول)۔ دُعُوْا (ماضی مجہول برائے جمع غائب۔

۱۹۔ تَلَقّٰی (ماضی)۔ یَتَلَقّٰی (مضارع) یَتَلَقَّوْنَ (مضارع برائے جمع غائب)

۲۰۔ تَوَلّٰی (واحد غائب)۔ تَوَلَّوْا (جمع غائب)

۲۱۔ اَفَاضَ (واحد غائب)۔ اَفَضْتُمْ (جمع مخاطب)۔ اَفَضْنَا (جمع متکلم) اسی وزن پر اَطَاعَ، اَقَامَ۔ اَصَابَ۔ اَعَانَ۔

۲۲۔ قُلْ (واحد)۔ قُوْلُوْا (جمع) اسی وزن پر عُدْ عُوْدُوْا۔ قُمْ قُوْمُوْا وغیرہ۔

۲۳۔ اَطِعْ (واحد) اَطِیْعُوْا (جمع) اسی وزن پر اَقِمْ۔ اَصِبْ۔

Marfat.com

ثُلاثی مَزِید فِیہِ کے ابواب

اسم مصدر کی دو بنائیں ہیں :-

۱. ثُلاثی : جس کے تین حرف ہوں - عربی میں اکثریت انہی بناؤں کی ہے -

۲. رُباعی : جس کے چار حرف ہوں - ایسے مصادر بہت کم ہیں -

مندرجہ بالا بناؤں میں جب سب حروف اصلی ہوں تو مُجرّد کہلاتی ہیں اور اگر ان میں کوئی حرف زائد ہو تو مَزِید فِیہِ کہلاتی ہیں -

ثلاثی مزید میں کئی ابواب ہیں - ہر باب چند معنوی خصوصیات رکھتا ہے جو اپنے بنیادی معنی کے گرد گھومتی ہیں -

ذیل میں بعض کثیرُ الاستعمال باب درج ہیں - ساتھ ہی ان کے مشہور خواص بھی دیے گیے ہیں -

نام باب	ماضی مطلق	خواص	مثالیں
اِفعال	اَفْعَلَ	کل پندرہ خواص ہیں	
		اِبْتِداء (ابتدائی معنی رکھنا)	اَبْصَرَ (دیکھا) اَقْسَمَ (قسم کھائی) اَعْرَضَ (منہ موڑا) - اَسْلَمَ (اسلام لایا)
		مُوَافَقَتِ مُجَرَّد	اَسْرَعَ بمعنی سَرُعَ - اَعْجَبَ بمعنی عَجِبَ
		تَعْدِیَہ (لازم کو متعدی کرنا)	اَنْزَلَ (اتارا) اَصْلَحَ (اصلاح کی)
		لُزُوم (متعدی سے لازم ہونا)	اَجْمَعَ (جمع ہوئے) اَقْلَعَ (الگ ہوا)
		بُلُوغ (پہنچنے کا وقت، مقام یا عدد پانا)	اَصْبَحَ (صبح کو آیا) - اَمْسٰی (شام کو آیا)
			اَبْصَرَ (بصرہ میں آیا)
		صَیرُورَت (ہو جانا)	اَقْفَرَ (ویرانہ ہوا)
		وُجُود (حاصل کرنا)	اَثْمَرَ (پھل) اَلْحَمَ (پُرگوشت ہوا)
		نسبۃ (مفعول کی صفت سے	اَعْظَمَ (عظیم جانا)

Marfat.com

نام باب	ماضی مطلق	خواص	مثالیں
تفعیل	فَعَّلَ	کل تیرہ خواص ہیں	
		اِبتداء	کَلَّمَ (کلام کیا) جَرَّبَ (آزمایا)
		مُوافقتِ مُجرّد	سَافَرَ بمعنی سَفَرَ
		تحویل (حالت بدلنا)	عَرَّبَ (عربی میں بدلا) جَدَّدَ (جدید کیا)
		نسبت	کَفَّرَ (کفر سے نسبت دی)
		تکثیر یا مبالغہ	بَیَّنَ (خوب واضح کیا)۔ قَتَّلَ (خوب قتل کیا)۔ قَطَّعَ (ٹکڑے ٹکڑے کیا)
		قَصر	سَبَّحَ (سبحان اللہ کہا) کَبَّرَ (اللہ اکبر) کہا۔
مُفاعَلہ	فَاعَلَ	کل سات خواص ہیں	
		اِبتداء	قَاسَی (غم کا مقابلہ کیا)
		تَعدِیَہ	بَاعَدَ (دور کیا)
		مُشارکہ	ضَارَبَ (ایک دوسرے کو پیٹا)
		تکثیر	بَارَکَ (بہت برکت دی)
تفعُّل	تَفَعَّلَ	کل گیارہ خواص ہیں	
		اِبتداء	تَکَلَّمَ (اس نے کلام کیا)
		موافقتِ مجرّد	تَقَبَّلَ (قَبِلَ کے معنی ہیں) تَعَجَّبَ (عَجِبَ کے معنی ہیں) تَمَکَّنَ (مستحکم ہوا) تَحَصَّنَ (محفوظ ہوا)
		اِنتساب	تَنَصَّرَ (نصرانی ہوا)
		تکلّف	تَکَبَّرَ (بڑا بنا) تَزَیَّنَ (اپنی زینت کی) تَصَنَّعَ (بناوٹ کی)
تفاعل	تَفَاعَلَ	کل سات خواص ہیں	
		اِبتداء	تَبَارَکَ (مبارک ہوا)

Marfat.com

نام باب	معنی مطلق	خواص	مثالیں
		موافقتِ مجرّد	تَعَالٰی بمعنی عَلَا (بلند ہوا)
		مُشارکہ	تَصَالَحَ (آپس میں صلح کی)۔ تَشَارَکَ (شریک ہوئے) تَعَارَفَ (آپس میں شناسا ہوئے)
		تخییل (دکھاوا)	تَکَابَرَ (اپنے کو بڑا ظاہر کیا) تَفَاخَرَ (فخر کا اظہار کیا) تَمَارَضَ (دکھاوے کو بیمار بنا)
اِنْفِعَال	اِنْفَعَلَ	کل چند خواص ہیں	
		موافقت مجرّد	اِنْبَلَجَ بمعنی بَلَجَ (کشادہ ابرو ہوا)
		لُزوم	اِنْصَرَفَ (مڑ گیا)۔ اِنْقَلَبَ (پلٹا)
		مُطاوعہ (اثر پذیری)	اِنْکَسَرَ (ٹوٹا) اِنْجَذَبَ (جذب ہوا)
اِفْتِعَال	اِفْتَعَلَ	کل چند خواص ہیں	
		موافقت مجرّد	اِجْتَرَءَ بمعنی جَرَءَ (جرأت کی)
		اِتّخاذ (لینا)	اِخْتَبَزَ (خبز یعنی روٹی لی)۔ اِحْتَجَرَ (حجرہ بنایا) اِجْتَنَبَ (جانب پکڑی)
		تصرّف (کوشش)	اِکْتَسَبَ (کوشش سے پایا)
		مُشارکہ	اِخْتَصَمَ (لڑے)
اِسْتِفْعَال	اِسْتَفْعَلَ	کل دس خواص ہیں	
		موافقت مجرّد	اِسْتَقَرَّ بمعنی قَرَّ (قرار پکڑا)۔ اِسْتَوٰی بمعنی سَوٰی اِسْتَعْجَبَ بمعنی عَجِبَ
		اِتّخاد	اِسْتَخْلَفَ (خلیفہ بنایا)۔ اِسْتَوْلٰی (ولی بنایا) اِسْتَخْرَجَ (نکال لیا)
		طَلَب (چاہنا)	اِسْتَاذَنَ (اذن مانگا) اِسْتَانَسَ (معلوم کرنا چاہا)
		حِسبان (سمجھنا)	اِسْتَحْسَنَ (اچھا سمجھا) اِسْتَعْظَمَ (بڑا سمجھا)
		تَحَوُّل (بدلنا)	اِسْتَحْجَرَ (پتھر ہوا)
اِفْعِلَال	اِفْعَلَّ	فقط رنگ یا عیب کی صیرورت یا مبالغہ	اِحْمَرَّ (سرخ ہوا) اِسْوَدَّ (سیاہ ہوا، یا خوب سیاہ ہوا)

Marfat.com

ثلاثی مزید فیہ کی گردان

باب	ماضی معروف	ماضی مجہول	مضارع معروف	مضارع مجہول	امر	نہی	فاعل	مفعول اسم ظرف	مزید مثالیں
اِفعال	اَصْلَحَ	اُصْلِحَ	يُصْلِحُ	يُصْلَحُ	اَصْلِحْ	لَاتُصْلِحْ	مُصْلِحٌ	مُصْلَحٌ	اَنْزَلَ (اتارا)۔ اَعْجَزَ (عاجز کیا) اَشْرَكَ (شریک ٹھہرایا) اَغْنٰى (غنی کیا) اَلْهٰى (غافل کیا)۔ اَخْفٰى (چھپایا) اَبْدٰى (ظاہر کیا)۔ اَزْجٰى (کھینچا)۔ اَحْصَنَ (محفوظ کیا)۔ اَكْرَهَ (مجبور کیا) اَقْسَمَ (قسم کھائی)۔ اَنْكَحَ (نکاح میں دیا)۔ اَعْرَضَ (روگردانی کی) اَذْعَنَ (گردن جھکائی)۔ اَفْلَحَ (فلاح پائی)۔ آمَنَ (ایمان لایا)
تفعیل	بَدَّلَ	بُدِّلَ	يُبَدِّلُ	يُبَدَّلُ	بَدِّلْ	لَاتُبَدِّلْ	مُبَدِّلٌ	مُبَدَّل	زَكّٰى (پاکیزہ کیا)۔ بَرَّاَ (بری ٹھہرایا)۔ بَيَّنَ (واضح کیا) سَلَّمَ (سلام کیا)۔ اَلَّفَ (الفت ڈالی)۔ مَكَّنَ (مستحکم کیا) نَبَّاَ (آگاہ کیا) حَرَّمَ (حرام ٹھہرایا)۔ حَمَّلَ (اٹھوایا) سَبَّحَ (تسبیح کی)
مُفاعلہ	خَالَفَ	خُوْلِفَ	يُخَالِفُ	يُخَالَفُ	خَالِفْ	لَاتُخَالِفْ	مُخَالِفٌ	مُخَالَف	كَاتَبَ (مکاتبت کی)۔ بَارَكَ (برکت دی)
تَفَعُّل	تَكَلَّمَ	تُكُلِّمَ	يَتَكَلَّمُ	يُتَكَلَّمُ	تَكَلَّمْ	لَاتَتَكَلَّمْ	مُتَكَلِّمٌ	مُتَكَلَّمٌ	تَذَكَّرَ (نصیحت پکڑی)۔ تَقَلَّبَ (پلٹا) تَسَلَّلَ (کھسکا) تَحَصَّنَ (محفوظ ہوا)۔ تَوَلّٰى (مڑا) تَلَقّٰى (پایا)

Marfat.com

ثلاثی مزید فیہ کی گردان (گذشتہ صفحہ سے پیوستہ)

باب	ماضی معروف	ماضی مجہول	مضارع معروف	مضارع مجہول	امر	نہی	فاعل	مفعول اسم ظرف	مزید مثالیں
تَفَاعُل	تَعَارَفَ	تُعُوْرِفَ	يَتَعَارَفُ	يُتَعَارَفُ	تَعَارَفْ	لَاتَتَعَارَفْ	مُتَعَارِفٌ	مُتَعَارَفٌ	تَبَارَكَ (مبارک ہوا)۔ تَعَالٰی (اونچا ہوا)۔ تَصَالَحَ (صلح کی) تَشَارَكَ (شریک ہوئے)
اِنْفِعَال	اِنْقَلَبَ	×	يَنْقَلِبُ	×	اِنْقَلِبْ	لَاتَنْقَلِبْ	مُنْقَلِبٌ	مُنْقَلَبٌ (اسم ظرف)	اِنْكَسَرَ (ٹوٹا)۔ اِنْجَذَبَ (جذب ہوا) اِنْصَرَفَ (مڑ گیا)
اِفْتِعَال	اِنْتَظَرَ	اُنْتُظِرَ	يَنْتَظِرُ	يُنْتَظَرُ	اِنْتَظِرْ	لَاتَنْتَظِرْ	مُنْتَظِرٌ	مُنْتَظَرٌ	اِتَّبَعَ (پیروی کی)۔ اِكْتَسَبَ (کمایا) اِبْتَغٰی (ڈھونڈا)۔ اِهْتَدٰی (ہدایت پائی) اِئْتَلٰی (قسم کھائی)۔
اِسْتِفْعَال	اِسْتَغْفَرَ	اُسْتُغْفِرَ	يَسْتَغْفِرُ	يُسْتَغْفَرُ	اِسْتَغْفِرْ	لَاتَسْتَغْفِرْ	مُسْتَغْفِرٌ	مُسْتَغْفَرٌ	اِسْتَأْذَنَ (اذن مانگا)۔ اِسْتَأْنَسَ (معلوم کرنا چاہا) اِسْتَعَفَّ (عفت چاہی)۔ اِسْتَخْلَفَ (خلیفہ بنایا) اِسْتَغْفَرَ (مغفرت چاہی)
اِفْعِلَال	اِحْمَرَّ	×	يَحْمَرُّ	×	اِحْمَرَّ اِحْمَرِرْ	لَاتَحْمَرَّ لَاتَحْمَرِرْ	مُحْمَرٌّ	مُحْمَرٌّ	اِسْوَدَّ (سیاہ ہوا)

Marfat.com

اسمائے اشارہ

عربی میں عام طور سے مندرجۂ ذیل اسمائے اشارہ مستعمل ہیں:

(۱) قریب کے لئے

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	هٰذَا (یہ)	هٰذَانِ	هٰؤُلَاءِ
مؤنث	هٰذِهٖ	هَاتَانِ	

نوٹ: ھا صرف تاکیداً آتا ہے۔ ورنہ اسم اشارہ کا اصل جزو نہیں۔

(۲) بعید کے لئے

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	ذٰلِكَ	ذَانِكَ	اُولٰٓئِكَ
مؤنث	تِلْكَ	تَانِكَ	اُولَاكَ

اسم ضمیر

اسم ضمیر وہ اسم ہے جو مخاطب، غائب یا متکلّم کی طرف اشارہ کرے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضمیر منفصل جو مرفوع ہوتا ہے اور (۲) ضمیر متصل جو منصوب ہوتا ہے۔ جیساکہ مندرجۂ ذیل گردانوں سے ظاہر ہے

(۱) ضمائرِ منفصل ——— مرفوع

	غائب		مخاطب		متکلّم
	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	
واحد	هُوَ (وہ)	هِیَ	اَنْتَ (تو)	اَنْتِ	اَنَا (میں)
تثنیہ	هُمَا (وہ دو)		اَنْتُمَا		نَحْنُ
جمع	هُمْ (وہ)	هُنَّ	اَنْتُمْ	اَنْتُنَّ	

Marfat.com

۱۰۔ ضمائر متصل — منصوب

	غائب مذکر	غائب مؤنث	حاضر مذکر	حاضر مؤنث	متکلم
واحد	ضَرَبَهُ (اسے مارا)	ضَرَبَهَا (اسے مارا)	ضَرَبَكَ	ضَرَبَكِ	ضَرَبَنِي (مجھے مارا)
تثنیہ	ضَرَبَهُمَا (ان دو کو مارا)		ضَرَبَكُمَا		ضَرَبَنَا
جمع	ضَرَبَهُمْ (ان کو مارا)	ضَرَبَهُنَّ	ضَرَبَكُمْ	ضَرَبَكُنَّ	(ہمیں مارا)

واحد و جمع

عربی میں واحد و جمع کے متعدد اوزان ہیں۔ ان سب کا احاطہ یہاں مقصود نہیں۔ البتہ یہ ملحوظ رہے کہ جمع کی دو قسمیں ہیں: جمعِ قِلّت (یعنی ۳ سے ۱۰ تک) اور جمعِ کثرت (یعنی ۱۰ سے زائد) جمعِ قلّت کے صرف چار اوزان ہیں: اَفْعُلٌ۔ اَفْعَالٌ فِعْلَةٌ۔ اَفْعِلَة۔ باقی سب اوزان جمعِ کثرت کے ہیں۔

ذیل میں واحد و جمع کی چند مثالیں درج ہیں۔

واحد	جمع	واحد	جمع
ذُو (والا)	اُولُوا (والے)	فَتَاة (لڑکی)	فَتَيَات
اَبٌ (باپ)	آبَاءٌ	اَمَةٌ (لونڈی)	اِمَاءٌ
اُمّ (ماں)	اُمَّهَات	اَيِّم (بن بیاہا مرد یا عورت)	اَيَامَى
اَخ (بھائی)	اِخْوَان	نَفْس	اَنْفُس
اُخت (بہن)	اَخَوَات	رِجْل (پاؤں)	اَرجُل
اِبن (بیٹا)	اَبْنَاء	يَدٌ (ہاتھ)	اَيدِي
بِنْت (بیٹی)	بَنَات	لِسَان (زبان)	اَلْسِنَة (زبانیں)
زَوج	ازواج	قاع (دشت)	قِيعَة
بعل	بُعُولَة	بيت (گھر)	بُيُوت

Marfat.com

واحد	جمع	واحد	جمع
جَیْب (گریبان)	جُیُوب	شَتّ (متفرق)	آشتات
قَلْب	قُلُوب	عَمّ (چچا)	اعمام
خِمَار (اوڑھنی)	خُمُر	خَال (ماموں)	اَخوال
غُدُوْد (بھیج)	غُدُدٌ	فُوہ (منہ)	افواہ
طَائِر (پرندہ)	طَیر	عَورت	عورات
بَرَدَۃٌ (اولا)	بَرَد	اٰیَۃ	اٰیات
سَحَابَۃ (بادل کا ٹکڑا)	سَحَاب	صَافّۃ (پر پھیلانے والی)	صافّات
قَاعِد (بیٹھا ہوا)	قَواعِد	شَہَادَۃ (بیان)	شہادات
مِفْتَح (چابی)	مَفَاتِح	مَرَّۃٌ (بار)	مرّات
مِفْتَاح	مَفَاتِیح	عَمَّۃٌ (پھوپھی)	عمّات
فَقِیر	فُقَرَاء	خَالَۃٌ	خالات
شَہِید	شُہَدَاء	بَیِّنَۃٌ (نشانی)	بَیِّنات
رَجُل (آدمی)	رِجَال	خَبِیثَۃٌ	خَبِیثَات
جَبَل (پہاڑ)	جِبَال	طَیِّبَۃ	طیّبات
عَبْد (بندہ)	عِبَاد	مُبَیِّنَۃٌ (بیان کرنیوالی)	مُبیّنات
ثَوب (کپڑا)	ثِیَاب	مُحْصَنَۃٌ (پاکباز عورت)	مُحْصَنَات
اَصِیل (شام)	اٰصَال	مُؤمِنَۃٌ	مؤمنات
یَمِین (دایاں ہاتھ)	اَیْمَان	غَافِلَۃٌ	غافلات
طِفل (لڑکا)	اطفال	ظلمت	ظُلُمات
مَثَل	اَمثال	خُطْوَۃٌ (قدم)	خُطوات
بَصَر (آنکھ)	اَبصار	سَمَاء	سمٰوت
عَمَل	اَعمال		

٥ —— مَرفُوعات

٥ —— مَنْصُوبات

٥ —— مَجْرُورات

٥ —— غیرمُنْصَرِف

Marfat.com

مرفوعات

مرفوعات حسب ذیل ہیں:

(۱) مُبْتَدا (۲) خَبَر (۳) فاعِل (۴) نائبِ فاعِل (۵) اَفعالِ ناقصہ کا اسم

(۶) حروفِ مُشَبَّہ بِفِعل کی خبر (۷) مَا و لَا مُشابہ بِلَیْسَ کا اسم

(۸) لَائے نَفیِ جنس کی خَبَر (۹) اَسماءِ اَفعال بمعنیٰ ماضی کا اسم

مثالیں

مُبتدا و خَبَر: اَلْعَدْلُ مَحْمُوْدٌ۔ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ

فاعِل: قَتَلَ الرَّجُلُ

نائبِ فِعل: قُتِلَ الرَّجُلُ

افعالِ ناقصہ کا اسم:

(۱) کَانَ (تھا۔ ضرور ہے): وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۝

(۲) لَیْسَ (نہیں): لَیْسَ زَیْدٌ جَالِسًا (زید بیٹھا ہوا نہیں)

(۳) صَارَ (حالت یا صفت کا بدل جانا) صَارَ الْفَقِیْرُ غَنِیًّا (فقیر تونگر ہوگیا)

(۴) اَصْبَحَ (صبح کے وقت ہوا): اَصْبَحْتُ صَحِیْحًا (میں صبح کے وقت تندرست ہوگیا)

(۵) اَمْسٰی (شام کے وقت ہوا): اَمْسَیْتَ ذَا مَالٍ (تو شام کے وقت مال دار ہوا)

(۶) اَضْحٰی (چاشت کے وقت ہوا): اَضْحٰی اَکْبَرُ مَلِکًا (اکبر دوپہر کے وقت بادشاہ ہوا)

(۷) غَدَا (صبح کے وقت ہوا): غَدَا زَیْدٌ مُسَافِرًا (زید صبح کے وقت مسافر ہوگیا)

(۸) رَاحَ (شام کے وقت ہوگیا): رَاحَ زَیْدٌ مَرِیْضًا (زید شام کے وقت مریض ہوگیا)

(۹) ظَلَّ (دن کے وقت ہوا): ظَلَّ زَیْدٌ صَائِمًا (زید دن کو روزہ دار ہوا)

(۱۰) بَاتَ (رات کے وقت ہوا): بَاتَ زَیْدٌ قَائِمًا (زید رات کو کھڑا رہا)

(۱۱-۱۲) مَا زَالَ۔ مَا بَرِحَ۔ مَا فَتِئَ۔ مَا انْفَکَّ بدستور جاری یا باقی رہا۔ مثلاً

مَا زَالَ زَیْدٌ سَخِیًّا (زید برابر سخی رہا)

Marfat.com

(۵) مَادَامَ (جب تک): جَلَسْتُ عِنْدَ زَیْدٍ مَادَامَ کَاتِبًا (جب تک زید لکھتا رہا میں اس کے پاس بیٹھا رہا)۔

حُرُوفِ مُشَبَّہ بِالفعل کی خبر

(۱) اِنَّ (یقیناً): اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے باخبر ہے)

(۲) اَنَّ (کہ یقیناً): اَعْلَمُ اَنَّ زَیْدًا شُجَاعٌ (میں جانتا ہوں کہ زید یقیناً بہادر ہے)

(۳) کَاَنَّ (حرفِ تشبیہ ہے، گویا): کَاَنَّ زَیْدًا اَسَدٌ (زید گویا شیر ہے)

(۴) لَیْتَ (حرفِ تمنّی ہے، کاش): لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ (کاش شباب پلٹ آتا)

(۵) لَعَلَّ (ترجّی کے لئے آتا ہے، شاید): لَعَلَّ الْاَسَدَ جَرِیْحٌ (شیر شاید زخمی ہوگا)

(۶) لٰکِنَّ: زَیْدٌ غَائِبٌ لٰکِنَّ عَمْرًا حَاضِرٌ (زید غائب ہے لیکن عمرو حاضر ہے)

مَا و لَا مشابہ بِلَیْسَ کی خبر:

مَا معرفہ اور نکرہ دونوں پر آتا ہے اور لَا فقط نکرہ پر۔

(۱) مَا زَیْدٌ قَائِمًا۔ (۲) لَا رَجُلٌ جَالِسًا۔

لَاءِ نفیِ جنس کی خبر:

اسم نکرہ کی نفیِ جنس کے لئے آتا ہے۔

لَا غُلَامَ رَجُلٍ غَنِیٌّ

اَسْمَاءُ الْاَفْعَال بمعنیٰ ماضی

(۱) هَیْهَاتَ (دور ہوا) : هَیْهَاتَ زَیْدٌ

(۲) سَرْعَانَ (سرعت کی) : سَرْعَانَ زَیْدٌ

(۳) شَتَّانَ (جدا ہوئے) : شَتَّانَ زَیْدٌ وَبَکْرٌ۔

ان تینوں الفاظ میں مبالغہ پایا جاتا ہے

منصوبات

منصوبات مندرجۂ ذیل ہیں:

(۱) مفعول (۲) حال (۳) تمیز (۴) مُسْتَثْنٰی (۵) افعالِ ناقصہ کی خبر (۶) حروفِ مشبہ بالفعل کا اسم

(۷) ما و لا مشابہ بلَیْسَ کی خبر (۸) لا ئے نفی جنس کا اسم (۹) عوامل منصوبات (۱۰) اسماء الافعال بمعنی امر۔

مثالیں

مفعول پانچ ہیں۔ انہیں مفاعیلِ خمسہ کہتے ہیں:۔

(۱) مفعول بہٖ (۲) مفعول مُطلق (۳) مفعول فیہ (۴) مفعول لہٗ (۵) مفعول معہٗ

مفعول بہٖ۔ اس اسم کو کہتے ہیں جس پر فاعل کا فعل واقع ہوتا ہے (یعنی حرفِ جر کے واسطہ کے بغیر) مثلاً رَأَیْتُ رَجُلاً (میں نے ایک آدمی دیکھا)

جب کوئی حال یا مقال قرینہ موجود ہو تو مفعول بہٖ پر واقع شدہ فعل کا محذوف کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

(اوّل) مُنَادیٰ: اس پر مندرجہ ذیل صورتوں میں نصب آتا ہے۔

(الف) جب آخر میں الف استغاثہ ہو: یا زَیْدَاہُ

(ب) جب مُنادیٰ اور دوسرے عَلَم کے درمیان اِبن کا لفظ ہو: یا زَیْدَ بْنَ کُلْثُوم۔

(ج) جب مُنادیٰ مضاف یا شبہ مُضاف[1] یا نکرہ غیر متعین ہو: یا عَبْدَ اللّٰہِ۔ یا ظالماً تَجَبَّرْ

(دوم) اِضْمَارٌ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْرِ (یعنی ایسے فعل کو حذف کرنا جسے مابعد کا فعل ظاہر کر رہا ہو): وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاہُ مَنَازِلَ دراصل قَدَّرْنَا الْقَمَرَ سے شروع ہوتا ہے۔ مابعد کے قَدَّرْنَا کی وجہ سے پہلے قَدَّرْنَا کو محذوف کر دیا ہے۔

(سوم) تحذیر (خوف دلانا)

اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ (شیر سے بچ کر رہ)۔ اَلطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ (رستہ سے بچ کر رہو)

مفعولِ مُطلق: وہ فعل ہے جو فاعل سے واقع ہوتا ہے۔

ضَرَبْتُ ضَرْبًا (میں نے مار ماری)۔ شَرُفْتُ شَرَفًا

مفعول فیہٖ (یا ظرف): وہ زمان یا مکان جس میں فعل ہوتا ہے۔

---

[1] مشابہ مضاف وہ اسم ہے جس کے معنی مابعد کے ملائے بغیر تمام نہ ہوں
[2] پوشیدہ کرنا۔

(۱) ظرفِ زمان : رَجَعْتُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ ۔ صُمْتُ دَهْرًا۔

(۲) ظرفِ مکان : مثلاً اَمَامَ ، خَلْفَ ، یمین ، شمال ، فَوْق ، تَحْت ، اور ان کے ہم معنی الفاظ مثلاً وَرَاءَ ، قُدَّام

قُمْتُ اَمَامَكَ ۔ جَلَسْتُ وَرَاءَكَ

مفعول لہٗ : وہ اسم مصدر ہے جو فعل کا سبب یا مقصود ہو۔

ضَرَبْتُہٗ تَادِیْبًا (میں نے اسے تادیب کے لئے مارا)

قَعَدَ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا (وہ بزدلی کے سبب جنگ میں شامل نہ ہوا)

مفعول مَعَہٗ : وہ اسم ہے جو واو کے بعد فاعل یا مفعول کی مصاحبت کے لئے آئے۔ یہ ایک ہی زمان و مکان کو ظاہر کرتا ہے۔

اِسْتَوَی الْمَاءُ وَالْخَشَبَۃَ یعنی مَعَ الْخَشَبَۃِ یعنی لکڑی کے ساتھ پانی برابر ہوا

کَفَاكَ وَزَیْدًا دِرْهَمٌ (تجھے اور زید کو ایک ہی درہم کافی ہے)

حال (ہیئت بیان کرنا) : وَلّٰی زَیْدٌ هَارِبًا (زید منہ موڑ کر بھاگ گیا)

تمییز (جدا واضح کرنا) : مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا (زمین کا بھراؤ سونے سے)

طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا ۔ ذِرَاعٌ ثَوْبًا ۔ خَاتَمٌ حَدِیْدًا۔

نوٹ : حال اور تمییز میں فرق یہ ہے کہ حال فاعل یا مفعول کی ہیئت کو بیان کرتا ہے اور تمییز ذات کو واضح کرتی ہے۔

مُسْتَثْنٰی : وہ اسم ہے جسے اِلَّا کی طرح کے الفاظ سے ماقبل کے حکم سے خارج کر دیا جا۔

اِشْتَرَیْتُ الدَّارَ اِلَّا نِصْفَہٗ (میں نے گھر خریدا سوائے اس کے نصف کے یعنی صرف نصف گھر خریدا)

جَاءَ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا (زید کے سوا لوگ آئے)

Marfat.com

نوٹ: افعالِ ناقصہ کی خبر، حروفِ مشبّہ بفعل کا اسم، مَا و لَا مشابہ بلَیْسَ کی خبر اور لائے نفی جنس کے اسم کی مثالیں مرفوعات کے ذیل میں گزر چکی ہیں۔

عوامل مضارع:

اَنْ (کہ) : اَرَدْتُ اَنْ اَذْهَبَ اِلَيْهِ (میں نے چاہا کہ اس کی طرف جاؤں)

لَنْ : لَنْ اَسْرِقَ اَبَدًا (میں ہرگز چوری نہ کروں گا)

کَیْ (تاکہ) : اَسْلَمْتُ کَیْ اَسْلَمَ (میں اسلام لایا تاکہ سلامتی پاؤں)

اِذَنْ (تب) : اَسْلِمْ اِذَنْ تَسْلَمَ (اسلام لا تب تو سلامتی پائے گا)

اسماءُ الافعال بمعنی امر

رُوَیْدَكَ (لے) : دُوْنَكَ الْقَلَمَ (قلم لے)

هَا (یہ لو) اس کی تین صورتیں ہیں: هَا۔ هَاءِ۔ هَاءَ۔ اس سے واحد تثنیہ اور جمع بھی ہے یعنی هَاءَ۔ هَاءَمَا اور هَاءُمْ

مثلاً هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ (۶۹: ۱۹)

حَيَّهَلْ (لا) : حَيَّهَلْ كِتَابَكَ (اپنی کتاب لا)

بَلْهَ (چھوڑ دے) : بَلْهَ النَّظَرَ فِي النُّجُوْمِ (نجوم میں سوچنا چھوڑ دے)

عَلَيْكَ (تجھے لازم ہے) : عَلَيْكَ الْجِهَادُ (تجھ پر جہاد لازم ہے)

رُوَیْدًا (مہلت دے) : يَا رَجُلُ رُوَيْدًا زَيْدًا (اے شخص زید کو مہلت دے)

مجرورات

مجرورات حسب ذیل ہیں:

(۱) مُضافٌ اِلَیْہِ مثلاً صاحبُ الکَرَمِ

(۲) حرفِ جارّ کا مابعد اسم

حروفِ جارہ سترہ ہیں:

بَا، تَا، کاف، لام، واو، مِنْذُ، مُذْ، خَلَا، رُبَّ، حَاشَا

Marfat.com

مِنْ ۔ عَدَا ۔ فِیْ ۔ عَنْ ۔ عَلٰی ۔ حَتّٰی ۔ اِلٰی ۔

غیر مُنصَرِف

غیر منصرف وہ اسم ہے جس کے آخر میں کسرہ اور تنوین نہیں آتی ۔ کسرہ کے بجائے فتحہ آتا ہے ۔ غیر منصرف ہونے کے لئے مندرجہ ذیل نو اسباب میں سے دو سبب کا یا ایک ایسے سبب کا ہونا ضروری ہے جو دو سبب کے قائم مقام ہو ۔

۱ ۔ عدل ۔ ۲ ۔ وصف ۔ ۳ ۔ تانیث ۔ ۴ ۔ مُعرِفہ ۔ ۵ ۔ عُجمہ ۔ ۶ ۔ جمع ۔ ۷ ۔ ترکیب ۔ ۸ ۔ الف و نونِ زائدتان ۔ ۹ ۔ وزنِ فعل

(۱) عدل (قاعدہ سے مڑ جانا) : عدل یہ ہے کہ اسم اپنی اصل سے بغیر کسی مقررہ قاعدہ کے نکالا گیا ہو ۔ جس عدل کے بارے میں تحقیقی ثبوت ہوا سے عدلِ تحقیقی کہتے ہیں اور جو فرض کر لیا گیا ہوا سے عدلِ تقدیری کہتے ہیں ۔

عدلِ تحقیقی کی مثالیں : مَثْنٰی جو دراصل اِثْنَانِ اِثْنَانِ تھا ۔

مثلث جو دراصل ثلاثہ ثلاثہ تھا ۔

عدلِ تقدیری کی مثالیں : عُمَر جو عامر سے معدول مانا گیا ہے ۔

زُفَر جو زافر سے معدول مانا گیا ہے ۔

اسی طرح : قُثَم ۔ هُبَل ۔ قُزَح ۔

(۲) وَصف : بشرطیکہ یقینی اور مستقل ہو ، وہمی اور عارضی نہ ہو ۔ مثلاً اَحْمَر ۔ اَصْفَر ۔

(۳) تانیث : اس کی تین قسمیں ہیں :

(ل) تانیث بالتاء ، بشرطیکہ اس میں عَلَمِیّت ہو مثلاً طَلْحَۃ ، مَکّۃ

(ب) تانیث معنوی بشرطیکہ اسم تین حرف سے زائد ہو مثلاً زَیْنَب یا مُتَحَرِّکُ الْاَوْسَط ہو مثلاً سَقَر

(ج) تانیث بالفِ مقصورہ مثلاً حُبْلٰی یا بالف ممدودہ مثلاً حَمْرَاءُ بشرطیکہ الف کے بعد ہمزہ زائد ہو ۔ یہ تیسری تانیث منعِ صرف کے دو سببوں کے قائم مقام ہے ۔

(۴) مُعرِفہ جس میں عَلَمِیّت پائی جائے مثلاً زینب

Marfat.com

(۵) عُجمہ یعنی وہ اسم جو اصلاً غیر عرب ہے۔ اس کی دو شرطیں ہیں۔

(ا) حقیقی ہو جیسے ابراھیم یا حکمی ہو یعنی غیر عرب میں اسم جنس ہو لیکن عربی والوں نے اسے بغیر کسی تبدیلی کے عَلَم کر دیا ہو مثلاً قالُون (جید) کو ایک قاری کا نام کر دیا۔

(ب) متحرکُ الاوسط ہو جیسے شَتَر (ایک قلعہ کا نام) یا تین حرف سے زائد ہو۔

(۶) جمع: جو مُنتہیَ الجُمُوع کے وزن پر ہو مثلاً مَفاعِل اور مَفاعیل کے وزن پر مثلاً اَساوِد (جمع اَسوَد جمع سَوادِ کی) اَناعِیم (جمع نَعَم[۱] کی) مَصابِیح جمع مِصْباح کی۔

اس کی شرط یہ ہے کہ آخر میں ۃ نہ آتی ہو۔

(۷) ترکیب: یعنی دو کلموں کا بغیر اضافت یا سند کے مرکب ہونا مثلاً بَعْلَبَکّ (شام کا ایک شہر)

(۸) الف ونونِ زائدتان: اس کی دو شرطیں ہیں:

(ا) اسم میں ہو تو عَلَم ہو مثلاً عُثمان۔ عِمران

(ب) صفت میں ہو تو فَعْلان کے وزن پر ہو اور اس کے آخر میں ۃ نہ ہو مثلاً سَکْران

(۹) وزنِ فعل: یعنی اس کا وزن فعل کے وزن پر ہو مثلاً شَمَّرَ۔ بَذَّرَ۔

یا مضارع کا کوئی حرف اس سے پہلے آئے بشرطیکہ اس میں تائے تانیث نہ آتی ہو مثلاً اَحْمَدُ۔ تَغْلِب۔ یَزِید۔

نوٹ (۱): اسم غیر منصرف مندرجۂ ذیل صورتوں میں حالتِ جرّی میں مکسور ہوتا ہے:

(ا) جب مضاف ہو مثلاً مَرَرْتُ بِاَحْمَدِکُمْ۔

(ب) جب اس سے پہلے الف لام ہو مثلاً مَرَرْتُ بِالْمَسَاجِدِ۔

نوٹ (۲): جو اسم عدل یا جمع یا وزنِ فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہو وہ مُصَغَّر ہونے سے منصرف ہو جاتا ہے۔ مثلاً

عُمَر سے عُمَیر۔ شَمَّر سے شُمَیْر۔
مَساجِد سے مُسَیْجِدات

---

[۱] کنگن [۲] چوپایہ

Marfat.com

اِسْم کی اَقسام ـــ مَعْرِفہ اور نَکِرَہ کے اعتبار سے

اِسمِ نَکِرَہ ۔ لُغت کی رو سے نَکِرَہ کے معنی ہیں، شناخت نہ کرنا۔
نحو میں اسم نکرہ اس اسم کو کہتے ہیں جو کسی غیر معین چیز کے لئے ہو۔
اسم نکرہ کی پہچان کا کوئی خاص قاعدہ نہیں۔ عام سمجھ کی ضرورت ہے۔ اس پر تنوین آتی ہے لیکن تنوین اسمِ نکرہ کے لئے مختص نہیں، اسمِ عَلَم پر بھی آتی ہے۔

مثالیں: فِدْيَةٌ ، صَدَقَةٌ ، حَسَنَةً
إِثْمًا ، خَيْرًا ، فَرِيقًا ، اَذًى
مُوْصٍ ، قَاضٍ

اِسْمِ مَعْرِفَہ : مَعْرِفَۃ کے لغوی معنی ہیں شناخت، پہچان۔
نحو میں اسم معرفہ اُس اسم کو کہتے ہیں جو کسی معیّن چیز کے لیے ہو۔
اسم معرفہ کی سات قسمیں ہیں: (۱) عَلَم (۲) ضَمِیر (۳) اِسْمُ الْاِشَارَہ (۴) اَلْاِسْمُ الْمَوْصُول (۵) مُعَرَّف بِاللَّام (۶) مُعَرَّف بِالنِّدَاء (۷) مُعَرَّف بِالْاِضَافَۃ

۱۔ **عَلَم** ۔ وہ اسم ہے جو کسی ایک مُعَیَّن چیز پر چسپاں ہو۔
اشخاص، ملکوں، شہروں، دریاؤں وغیرہ کے نام نحو میں عَلَم کہلاتے ہیں۔

مثالیں: اللّٰہُ ، اٰدَمُ ، اِسْرَاۗءِيْلُ ، هٰرُوْنُ
مُوْسٰى ، طَالُوْتُ ، بَكَّۃَ
عَرَفَات

۲۔ **ضَمِیر** ۔ وہ اسم ہے جو متکلم، مُخاطَب یا غائب کا پتہ دے۔
اس کی دو قسمیں ہیں ـــ مُتَّصِل اور منفصل
ضمیرِ مُتَّصِل کی آگے دو حسب ذیل شاخیں ہیں:

Marfat.com

(۱) ضمیر منفصل ــــ مرفوع

	غائب		مخاطب		متکلم
	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	
واحد	هُوَ	هِیَ	اَنْتَ	اَنْتِ	اَنَا
تثنیہ	هُمَا	هُمَا	اَنْتُمَا	اَنْتُمَا	نَحْنُ
جمع	هُمْ	هُنَّ	اَنْتُمْ	اَنْتُنَّ	

(۲) ضمیر منفصل ــ منصوب

	غائب		مخاطب		متکلم
	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	
واحد	اِیَّاهُ	اِیَّاهَا	اِیَّاكَ	اِیَّاكِ	اِیَّایَ
تثنیہ	اِیَّاهُمَا	اِیَّاهُمَا	اِیَّاكُمَا	اِیَّاكُمَا	اِیَّانَا
جمع	اِیَّاهُمْ	اِیَّاهُنَّ	اِیَّاكُمْ	اِیَّاكُنَّ	

۳ - اِسْمُ الاِشارہ - وہ اسم ہے جو کسی چیز کی طرف اشارہ کر کے اس کا تعیّن کر دے -

اسم الاشارہ کی دو قسمیں ہیں - ایک اشیاء و اشخاص کے لئے اور دوسری مکان یعنی جگہ کے لئے - آگے ان میں سے بھی ہر ایک کی دو شاخیں ہیں ، یعنی ، قریب اور بعید -

Marfat.com

(۱) اسمِ اشارۂ قریب — برائے اشیاء و اشخاص

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	ذَا	ذَانِ	اُولَآءِ
مؤنث	تَا ـ ذِہٖ	تَانِ	

اِن اسماء سے پہلے عموماً ھَا آتا ہے جس سے ایک غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ سننے والے کو توجہ دلائی جائے۔ ایسے میں اِن اسماء کی صورت حسبِ ذیل ہوتی ہے۔

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	ھٰذَا	ھٰذَانِ	ھٰٓؤُلَآءِ
مؤنث	ھٰذِہٖ	ھٰذَانِ	

(۲) اسمِ اشارہ بعید — برائے اشیاء و اشخاص

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	ذَاکَ ـ ذَالِکَ	ذَانِکَ	اُولٰٓئِکَ
مؤنث	تَاکَ ـ تِلْکَ	تَانِکَ	اُولَاکَ

(۳) اسمِ اشارہ — برائے مکان

اس میں واحد جمع کا فرق نہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں :

قریب	ھُنَا	ھٰھُنَا
بعید	ھُنَاکَ	ھُنَالِکَ
	ثَمَّ	ثَمَّہ

Marfat.com

۴ - اَلاِسْمُ الْمَوْصُوْل - بشرطیکہ اس کے بعد صلہ ہو - اسم موصول بذاتِ خود شناخت کے قابل نہیں لیکن اس کے بعد اگر ایسا جملہ آئے جو اس کو معیّن کر دے تو اسم معرفہ ہو جائے گا - تعیین کرنے والے جُملہ کو صلہ کہتے ہیں - مثلاً اَلَّذِی جَاءَ (وہ جو آیا) میں اَلَّذِی اسم موصول ہے اور جَاءَ صلہ ہے جس سے اَلَّذِی کی معرفت ہو گئی - یہی صورت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور اَلَّذِیْنَ اتَّقَوْا کی ہے -

اسمائے موصولہ درج ذیل ہیں -

(۱) - اَلَّذِی اور اس کے صیغے

جمع	تثنیہ	واحد	
اَلَّذِیْنَ	اَلَّذان	اَلَّذِی	مذکر
اَللَّاتِی - اَللَّائِی	اَللَّتانِ	اَلَّتِیْ	مؤنث

(۲) - مَنْ (جو) - عموماً عاقل کے لئے آتا ہے -

مثالیں - مَنْ درج ذیل عبارتوں میں :

مَنْ یَّقُوْلُ (جو کہتا ہے)

مَنْ یَّشْتَرِی (جو خریدتا ہے)

مَنِ اضْطُرَّ (جو مجبور ہوا)

(۳) مَا (جو) - عموماً غیرِ عاقل کے لئے آتا ہے - مثلاً

مَا لَا یَسْمَعُ (وہ جو نہیں سنتا)

مَا کَسَبَتْ (جو اس نے کمایا)

مَا فَرَضْتُمْ (جو تم نے مقرر کیا)

(۵) مُعَرَّف بِاللَّام - مُعَرَّف کے معنی ہیں، وہ جس کی پہچان کرائی گئی یا جس کو مَعْرِفَہ بنایا گیا - لَام سے یہاں مراد ہے، اَلْ - اس اَلْ کو لامِ تعریف

Marfat.com

بھی کہتے ہیں یعنی وہ لام جو اسم نکرہ کو معین کرتا ہے۔
جب اسم نکرہ پر اَل داخل ہو تو اسے معرفہ کر دیتا ہے۔ اس معرفہ کو مُعَرَّف باللام کہتے ہیں۔

مثالیں:
اَلدُّنْیَا، اَلْاٰخِرَۃ، اَلْجَنَّۃ، اَلْاَنْبِیَاءُ، اَلْمَلٰٓئِکَۃُ،
اَلْاَمْرُ، اَلْبَیِّنٰت
اَلْقِصَاص، اَلصِّیَامُ

۶۔ مُعَرَّف بِالنِّدَاءِ۔ جب اسم نکرہ کی نداء میں قصدًا تعین کی گئی ہو تو یہ مُعَرَّف ہو جاتا ہے۔ اب اس کو اسم معرفہ کہیں گے۔

مثالیں: یا فُلَانُ، یا خَلِیْلُ، یا رِجَالُ

۷۔ مُعَرَّف بِالْاِضَافَۃ۔ جب کسی اسم کی اضافت اسم معرفہ (کی مذکورہ اقسام میں سے کسی قسم) کے ساتھ ہو تو اس مضاف اسم کی بھی تعیین ہو جاتی ہے۔ لہٰذا مُعَرَّف ہوا۔

مثالیں:

دَعْوَۃَ الدَّاعِ	میں	دَعْوَۃ
لیلۃُ الصیامِ	میں	لیلۃ
حدودُ اللہ	میں	حدود
بَنُوْ اسراءِیْل	میں	بَنُوْن (نون اضافت میں حذف ہوا)
اٰلُ عِمْرٰنَ	میں	اٰل
خُطُوٰتُ الشَّیْطٰنِ	میں	خُطُوٰت

Marfat.com

مرکّبات ـــــ اضافی و توصیفی

مُرکّب - جب دو یا دو سے زائد کلمے آپس میں ملیں تو اسے مرکب کہتے ہیں۔
مُرکب کی قسمیں - مرکب کی دو قسمیں ہیں یعنی (۱) مرکبِ تام اور (۲) مرکب ناقص۔

مُرکّبِ تامّ - اس سے مراد ہے، پوری بات یعنی وہ مرکب جس میں معنی یا مطلب پوری طرح ادا کر دیا جائے اور سننے والے کو بات سمجھنے میں انتظار نہ رہے۔
مرکبِ تام کو کلام یا جملہ بھی کہتے ہیں۔

مرکبِ ناقص - اس سے مراد ہے، ادھوری بات یعنی وہ مرکب جس کے معنی یا مطلب کے ادا کرنے میں کمی رہ جائے اور سننے والے کو بات سمجھنے میں انتظار رہے۔

مرکبِ ناقص کی قسمیں - مرکبِ ناقص کی کئی قسمیں ہیں۔ ذیل میں ہم اس کی صرف دو قسموں یعنی مرکبِ اضافی اور مرکبِ توصیفی کی وضاحت کریں گے۔
مُرکّبِ اِضافی - وہ کلام ہے جس میں ایک اسم کی اضافت دوسرے اسم کے ساتھ ہو۔

جس اسم کی اضافت کی گئی ہو اُسے مُضَاف کہتے ہیں اور جس سے اضافت کی گئی ہو اس کو مُضَاف اِلَیہ کہتے ہیں۔ مثلاً رِضْوَانُ اللّٰہِ میں رضوان مضاف ہے اور اللہ مُضاف الیہ ہے۔

مثالیں: طَعَامُ مِسْکِیْنٍ (ایک مسکین کا کھانا) مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ (ابراہیم کی ملت) مَثَلُ رِیْحٍ (ریح کی مثال) ھُدَی اللّٰہِ، عُقْدَۃُ النِّکَاحِ، یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ، وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ
اَھْلُہٗ (اس کے اہل)، اٰیَاتِہٖ (اس کی آیات) اَمْوَالُکُمْ (تمہارے اموال)

Marfat.com

عِبادی (میرے بندے)

بعض دفعہ صفت اسم کے ساتھ مُضاف ہوتی ہے۔ ایسے میں معنی کی صورت یوں ہوگی:

شَدِیْدُ الْعِقَابِ — سخت سزا دینے والا
سَرِیْعُ الْحِسَابِ — جلد حساب لینے والا

مُرَکَّبِ توصیفی۔ وہ کلام ہے جس میں ایک اسم دوسرے اسم کی صفت ہو۔ جس اسم کی تعریف کی گئی ہو اس کو **موصوف** کہتے ہیں۔ موصوف اسمِ ذات ہوتا ہے۔

مرکبِ توصیفی کے چند قواعد

(۱) موصوف اسمِ نکرہ ہو تو صفت بھی نکرہ ہوگی مثلاً:
عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ، ضَلَالٌ مُّبِیْنٌ ، صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ، اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ

(۲) موصوف اسم معرفہ ہو تو صفت بھی لامِ تعریف کے ساتھ معرفہ ہوگی۔ مثلاً
اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ ، اَلْخَیْطُ الْاَسْوَدُ
اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ ، اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ
قَاسِمُ الْجَسُوْرُ ، بغدادُ الجدیدُ

(۳) موصوف مؤنث ہو تو صفت بھی مؤنث ہوگی۔ مثلاً:
تِجَارَةٌ حَاضِرَةٌ ، اٰیَةٌ بَیِّنَةٌ ، اَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ ،
اَلْحَیٰوةُ الدُّنْیَا۔

(۴) صفت واحد، تثنیہ اور جمع کے باب میں موصوف کے تابع ہوگی۔ مثلاً:
واحد : اَجَلٌ مُّسَمًّی ، اَمَدٌ بَعِیْدٌ
تثنیہ : رَجُلَانِ شَرِیْفَانِ ، کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ (دو ہلکے لفظ)

Marfat.com

جمع : اٰیَاتٌ مُحْکَمَاتٌ ، اَیَّامٌ مَّعْدُوْدَات

البتہ موصوف جمع مکسّر، غیر عاقل، یا غیر اہم ہو تو اس کی صفت مؤنث اور واحد بھی آ سکتی ہے۔ مثلاً

رِهَانٌ مَّقْبُوْضَةٌ ، اَلْقَنَاطِیْرُ الْمُقَنْطَرَةُ

(۵) جو اعراب موصوف کے ہوں وہی صفت کے بھی ہوتے ہیں جیسا کہ سابقہ مثالوں سے واضح ہے۔

Marfat.com

توضیح القرآن

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ

رکوع ۲۱ ــــ تا ــــ آخر سورت

شیخ محمد اقبال ایم اے

علمی کتاب خانہ ٭ اردو بازار ٭ لاہور

Marfat.com